۳۴۳۴

NC
www.novelsclubb.com
نم
از قلم حنا کامران
www.novelsclubb.com
IG:novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

نم

از قلم

حنا کامران

آسمان سخت برف میں ڈھکا قطرہ قطرہ پگھل رہا تھا جمی ہوئی برف جیسے آنسوں بہا رہی تھی ہر شے نم تھی ہر چیز سرد۔

نوحہ کرتا موسم دکھ بھرے سانس چھوڑتا اپنی آزردگی میں ہر ایک چیز کو گھسیٹ رہا تھا وہ نمی اس برف کے طوفان میں چلتے شخص پر بھی برس رہی تھی جو ہر احساس سے بے نیاز اس برف کی طرح ہی بے حس بنا اس کا ہی ٹکرا لگتا تھا۔ وہ ایک انسان تھا ایک جیتا جاگتا انسان, جس کا چہرا ایک زومبی کی طرح بے جان، رنگ ویمپائر کی طرح سفید نچڑا ہوا اور آنکھیں ویران بالکل خالی پتھر جیسی تھیں جن میں اگر دور سے سرسری سا بھی جھانک کر دیکھ لو تو مردے کا گمان ہو وہ ایک چلتا پھرتا مردہ ہی تو تھا ایک زندہ لاش۔ ہوا کے سخت تھپیڑے اور آسمان سے برستے دکھ کے آنسوں بھی اس بے جان کے قدم نہ روک پا رہے تھے اپنے قدموں میں ان آنسوں کو روندتا وہ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ انجانی منزل پر گامزن تھا وہ منزل جو

دور نزدیک نظر میں نہ پڑتی تھی جس کا وجود شاید تھا ہی نہیں۔

سیاہ کوئلے جیسی اسکی جیکٹ ان سفید پتھروں سے ڈھکی تھی جو آسمان سے ٹوٹ کر بکھر رہے تھے سر پر جمی ہڈ کندھے سب سفیدی میں چھپے تھے اسکی جیکٹ جیسی سیاہ جینز نمی کے باعث ٹانگوں سے چپکی ہوئی تھی سیاہ جوگر بھی بے رحم سفیدی میں اٹے تھے وہ ان پر نظر جمائے وجود کو ہلاتی ہوا کو نظرانداز کر کے بس چلے جا رہا تھا بے سمت بے مقصد۔۔اسکی یہ گشت طویل ہوتی مزید طویل اگر جو اسکی نگاہ اس فیروزی عبایہ پر نہ پڑتی۔ گریفائٹ بے جان نگاہیں اس فیروزی رنگ کے سبب آسمان سی نیلاہٹ میں گھل گئیں. اسنے ہولے ہولے نظروں کو بلندی پر ڈالا سینے پر بندھے ہاتھوں کا سفر طے کر جیسے ہی اسکی نگاہیں نقاب سے جھلکتی آنکھوں سے ملیں زمین کو زور کا جھٹکا لگا تھا. پوری دنیا گھوم گئی تھی سب سلو موشن ہو گیا تھا آسمان کا رونا ہوا کا نوحہ زمین کی سسکیاں سب جیسے بہت بہت آہستہ ہو گیا۔ وہ دو وجود زمین کے ساتھ ایک دوسرے کے مدار میں گردش کرنے لگے۔

اس بے جان انسان کا دل یکدم سینہ پھاڑ کر اس عبایہ والی کے قدموں میں گرا اسنے دیکھا وہ خون کا لوتھڑا رفتہ رفتہ سفیدی میں ڈھل کر پتھر کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ اس نے ایک بے کار سی چیز سے نظر ہٹا کر پھر اسے دیکھا جو خفگی سے کھڑی ملامتی نظریں اس پر گاڑے ہوئے تھی ان میں غصہ، شکوہ اور بے زاریت بھی تھی۔ براق نے نچلہ لب دانتوں سے چھڑا کر ہولے سے اسے جنبش دی.

"آپ یہاں ؟" پھر آس پاس اس بے تحاشہ گھروں کے درمیان آباد سڑک پر نظروں کا چکر لگایا بے رحم سفیدی نے گھروں کو بھی اپنا قیدی بنا لیا تھا.

"یہ سوال تو مجھے تم سے کرنا چاہیئے تھا۔" وہ کھسیا گیا.

"وہ میں واک پر نکلا تھا۔" آنکھوں کی طرح لفظ بھی بنجر و بے جان تھے.

"اس موسم میں۔" اسنے گویا خفیف سا طنز کیا تھا لہجے کی سختی بھی ان گرتے پتھروں کی مانند تھی۔ آسمان سے گرتے پتھر بے معنی تھے ان سے لگتی چوٹ بے اثر تھی یہ لہجہ معنی رکھتا تھا اس سے ملتا درد دکھتا تھا.

NC

"دل کی کثافت۔۔۔ بہت بڑھ گئی تھی۔"

"تو مجھ سے بات کرتے اس برف سے کیا دھل جانی ہے۔" براق کے لبوں پر مجروح سی مسکراہٹ آن ٹھری تیزی سے ایک دوسرے کے گرد گھومتے وہ تھمے تھے سلوموشن کا دورانہ ختم ہوا برف بارش کی طرح برسنے لگی۔

"کیا آپ میسر تھیں؟" اسے اپنے لفظ سنائی دیئے عبایہ والی چونک گئی۔

"میں ہر وقت میسر ہوتی ہوں براق شاہ! میں تمہاری محبت ہوں۔"

اور پھر ان بے جان آنکھوں سے جاندار چیز ٹپکی احساس موتیوں کی طرح ان گریفائٹ رنگ آنکھوں سے نکل کر برف کی قبر میں دفن ہونے لگے۔

"سُو۔۔ لیم" وہ فقط اتنا ہی بول پایا باقی کے الفاظ اس آواز کی وجہ سے منہ میں رہ گئے۔

"ہے تم پاگل ہو؟ جو برف میں آدھے دھنسے کھڑے ہو فوراً یہاں سے چلے جاؤ طوفان کسی بھی سمے آنے والا ہے راستے کسی بھی پل بند ہونے والے ہیں۔"

نارنجی رنگ کی سیاہ دھاریوں والی چھتری کے نیچے کھڑا وہ ادھیڑ عمر آدمی اونچا چلاتا

ہوا کہہ رہا تھا وہ مشکوک سا اسے تکے بھی جا رہا تھا.

براق نے پتھریلی نظریں گھما کر اسے دیکھا پھر اپنے سامنے کھڑی عزیز از جان کو جسکے فیروزی عبایہ پر سفید رنگ جمنے لگا تھا۔ "چلیں" وہ یکدم اسکے لئے فکر مند ہوا آدمی نے آگے کو جھک کر عجیب نظروں سے اسے دیکھا پھر شانے اچکاتا اپنے گھر کا برف میں دھنسا جالی دار گیٹ کھول کر اندر کو بڑھ گیا۔ آسمان سے گرتے ایک گولے نے انتہائی تعجب سے اس بے حس شخص کو تکا پھر اسکے شانے پر سہولت سے اپنی جگہ بنالی جو مسلسل بولتے ہوئے اس عبایہ والی کے ساتھ چلے جا رہا تھا منزل مل گئی تھی مسافت کا اختتام ہوا۔

"انشاءاللہ میں پوری کوشش کرونگا۔۔"

گھنٹی کے چیختے ہی وہ فوراً بستر چھوڑ کر کھڑا ہوا. پاؤں میں سلیپر ڈالے داڑھی کھجاتا

وارڈروب کی سمت بڑھا تھا. سفید سرمئی پٹ کھول کر ایک ڈریس منتخب کر کے واش روم میں گیا دانت صاف کر کے شاور لیا پھر گیلے بالوں کو تولیے سے تھپکتا باہر نکلا گرے سوٹ ٹائی کفلنکس جیل سے جمے بال خود پر پرفیوم چھڑکتا وہ بریف کیس تھامتا باہر آیا تھا اسکے قدم کچن کی طرف تھے چھوٹی سی گول میز پر بریف کیس رکھ کر اسنے الٹے لٹکے رینک میں سے ایک کانچ کا گلاس نکال کر سلیب پر رکھا فریج کھول کر دودھ کی بوتل اٹھا کر اسے گلاس میں انڈیلا تھا یہ سب کرتے ہوئے اس کا چہرا غیر معمولی طور پر بنجر و پتھریلا تھا اس پتھر میں دراڑ تب پڑی جب اس کا اسکا سیل چنگھاڑ تھا. بوتل کو واپس فریج میں رکھ کر اسنے نمبر دیکھا پھر بے دلی سے اٹھا لیا.

"ہیلو براق کیسے ہو؟ یقینا میں تمہیں یاد ہونگا."

براق نے یہ آواز سنتے ہوئے وائیٹ ہنی کا جار اٹھایا دو چمچ گلاس میں ڈال کر ہلانے لگا.

"تم میرے دماغ میں ہو تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔" کہتے ساتھ اسنے اس شیشے کے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا اور اس ڈل گولڈن مائع کو حلق میں اتارنے لگا. یہ مشروب اسے خاصا کڑوا لگا شاید اس وجہ سے کہ ابھی ابھی اس کی دکھتی رگ چھڑی تھی کسی بھیانک یاد نے اس کے دماغ میں جگہ بنائی تھی جس کا اثر اس کی آنکھوں پر ہوا تھا وہ دھندلانے لگیں.

"اوہ یہ تو اچھی بات ہے بلکہ بہت اچھی اور تسلی بخش بھی براق شاہ! تم مجھے ہر بار حیران کر دیتے ہو میں تمہارے حواسوں میں ہوں ویری گڈ۔" وہ جیسے بہت خوش ہوا تھا اور براق ناخوش.

"کام کی بات کرو۔" براق بریف کیس اٹھا کر باہر کو نکلا تھا.

"تمہاری یہی ادا تو مجھے پسند ہے زیادہ گھماتے نہیں پوائنٹ پر آتے ہو خیر۔" جیسے اسنے شانے اچکائے ہوں۔

"5 لاکھ شام تک میرے اکاؤنٹ میں بھر دینا اور ہاں۔۔" وہ مسکرایا۔۔ "مجھے تم پر

اعتبار ہے کسی کو نہیں بتاؤ گے بتانے کی صورت میں وہ ویڈیو منظر عام پر آ جائے گی جس میں تمہاری جان ہے ڈوڈ۔"

براق نے لب کچلتے ہوئے کال ڈسکنیکٹ کی پھر گاڑی انلاک کر کے ڈور کھول کر اندر بیٹھا اسکی انگلیاں کوئی دوسرا نمبر ڈھونڈنے لگی تھیں مطلوبہ نام ملنے پر اسنے فون کان سے لگایا اور کار سٹارٹ کر دی۔

"چارلی 5 لاکھ روپے اسی اکاؤنٹ میں جمع کروا دو جس میں ہر ویک اینڈ پر کرواتے ہو ہاں میں بس پہنچنے ہی والا ہوں۔" اسنے فون بند کر کے ساتھ خالی سیٹ پر پھینکا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

گزشتہ دن کے آثار ہر سو پورے وجود کے ساتھ کھڑے تھے گھر سڑکیں، دکانیں ہر چیز اب بھی سفید تھی۔ وہ اپنی گاڑی اس نمی والی زمین سے گزارتا آفس پہنچا تھا یہ اونچی لمبی عمارت بھی کل کی نوحہ گری سے افسردہ تھی۔

وہ گاڑی سے نکلا اور تیز تیز عمارت کی جانب بڑھنے لگا اسکے قدموں کی دھمک سن کر

نم آلود شیشے سیکنڈ میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے. وہ ان میں سے گزرتا جونہی اندر آیا "گڈ مارننگ" کی صدا ہر جانب سے اٹھنے لگی. سر کے خم سے جواب دیتا وہ اپنے روم میں آیا تھا. آج آفس میں اس کی آمد چار دن بعد ہوئی تھی اسی وجہ سے ڈھیر سارا کام تھا جو رہتا تھا آتے ساتھ ہی اسنے جنرل مینجر، مینجر کو اپنے آفس میں طلب کیا تھا وہ آئے ساری چیزوں کی بریفنگ دی اس سے ڈسکس کیا اپنی رائے پیش کی پھر اپنی اپنی فائلز اٹھا کر باہر کو چل دیئے.

"سر، جو ہم نے ٹینڈر بھرا تھا وہ ہمیں مل گیا ہے۔اور سر یہ پاکستان سے ہمیں پارٹنر شپ کی آفر بھی آئی ہے وہاں کے کوئی یاسر خیام ہیں جو چاہتے ہیں ہم ان کے ساتھ کام کریں ان کی دو میلز آچکی ہیں یہ دیکھیں۔" چارلی اسکا سکیرٹری روانگی سے اسے بتا رہا تھا آدھی بات تو وہ تھی جو ابھی وہ جنرل مینجر کی زبانی سن چکا تھا یاسر نام پر اسے تپ چڑھی تھی وجہ وہ اس کا کوئی دور پرے کا کزن تھا جو اس کے ساتھ پارٹنر شپ کرنا چاہتا تھا اور جسے وہ ہزار بار منع کر چکا تھا. وہ انتہائی لالچی اور کرپٹ بندہ تھا اس کا

کردار خاصا مشکوک تھا جس کی سبب براق اسے حتی المقدور اگنور کر رہا تھا جبکہ پاکستان لفظ پر اسکی گردن کی رگیں کھڑی ہو گئی تھیں اسنے نچلہ لب تر کر کے خود کو کنٹرول کیا.

"اور سر میں نے 5 لاکھ بھی ٹرانسفر کر دیئے ہیں."

"چارلی آپ انہیں منع کر دیں میرا پاکستان جانے کا کوئی ارادہ نہیں اور ہاں۔" وہ رکا۔۔اسنے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جیسے یاد کیا یا د آنے پر بولا۔" جتنی بھی میٹنگز آج کی تاریخ کی ہیں انکی فائلز لا کر مجھے دکھائیں۔" کہتے ساتھ وہ لیپ ٹاپ میں بزی ہوا بہت کام تھا جو اسے دیکھنا تھا خراب طبیعت کی باعث بہت کام ادھورا رہ گیا تھا جو آج ہر صورت پورا کرنا تھا.

"آپ کو کچھ کہنا ہے۔" وہ اس کے کھڑے رہنے پر پوچھ رہا تھا.

"سر, وہ این جی اوز کی کچھ خواتین آئی ہیں تین چار دن سے آ رہی ہیں آپ سے ملنا چاہتی ہیں اجازت ہو تو بھیجوں؟"

چارلی کے پوچھنے پر وہ کچھ دیر کو تھما پھر اثبات میں سر ہلا کر بلانے کو کہا چند سکینڈز بعد دو فربہی مائل وجود کی حامل سیاہ فام خواتین اندر آئیں اور اسکے کہنے پر کرسی سنبھال کر بیٹھ گئیں.

"سر، ہم آپ کے پاس بہت امید لیکر آئے ہیں ہمیں ناامید مت لوٹائیے گا۔" وہ آتے ہی بڑی آس سے کہنے لگیں.

انشاءاللہ میں پوری کوشش کرونگا۔"

"سر، ہمارا ادارہ ان خواتین کو سپورٹ کرتا ہے جو ریپ کا شکار ہو چکی ہوتی ہیں یا پھر تیزاب سے جلائی جاتی ہیں ہم ان مظالم میں پستی ان لڑکیوں کی مدد کرتے ہیں انہیں شیلٹر دیتے ہیں اور انکی ہر اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں ہنر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کسی سہارے کے بغیر خود کام کر کے گزار سکیں اور سر اس کے لئے ہمیں فنڈز کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے پاس بہت محدود رقم آتی ہے جو ہمارے ادارے کو چلانے کیلیئے ناکافی ہے اس لئے

ہم چاہتے ہیں آپ ہماری مدد کریں ہم نے آپکا بہت سنا ہے اس لئے آج یہاں ہیں."

ان دونوں میں سے ایک جو قدرے کم سانولی تھی اور جسکے چہرے پر بے تحاشہ بھورے تل تھے مشرقی لک بھی دیتی تھی شائستگی سے فٹافٹ ایک سانس میں بول گئی مبادہ بڑے لوگوں کی طرح وقت کی تنگی کا کہہ کر وہ انہیں جانے کا ہی نہ کہہ دے.

براق نے غیر متوازن ہوتی سانس کو متوازن کرنے کے لئے نا محسوس طریقے سے ان ہیلر اٹھا کر منہ میں سپرے کیا اور غور سے سنتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا حالانکہ یہ لمحہ اسکی جان پر بہت گراں ثابت ہو رہا تھا.

"جی بالکل۔" اسنے رندھتی آواز کو گلا کھنکار کر درست کیا۔ "آپ میرے پی اے سے مل لیں آپکو جتنی بھی رقم درکار ہے مل جایا کرے گی."

"تو سر ہم آئندہ آپ سے اچھے کی امید رکھیں."

اسنے ہاں میں گردن کو ہلایا.

وہ دونوں اٹھ کر گئی تھیں انکے جاتے ہی براق نے اضطراب سے اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنا شروع کی اسکا دم گھٹنے لگا تھا بہت سارا دھند لکا آنکھوں کی پتلیوں کے سامنے آن سمایا کانپتے وجود میں ڈھیر سارا درد اٹھنے لگا۔ اس نے فوراً سے انٹر کام اٹھا کر چارلی کو آج کی ہونے والی میٹنگز کچھ دیر کیلیئے ملتوی کرنے کو کہا تھا۔ اسے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا اور اس کیلیئے اسے وقت درکار تھا.

"بتا سکتے ہو وہ باکسر کہاں گیا؟"

کچھ دیر خود کو کمپوز کر کے بلاآخر وہ میٹنگ ہال میں موجود تھا دکھ اپنی جگہ کام اپنی جگہ۔ وہ بڑے انہماک سے مائک کو سن رہا تھا مائک وہ تھا جسکے ساتھ اسنے ہال ہی میں کانٹراکٹ سائن کیا تھا. اسکا حلال فوڈ بنانے کا بزنس تھا اور یہ فوڈ وہ لندن سمیت

ہر اس جگہ سپلائے کرتا تھا جہاں مسلم کمیونٹی آباد تھی اسکے علاوہ بھی ہر اس کالج یونیورسٹی اور ورکنگ پلیس میں اس کا حلال فوڈ جاتا تھا جہاں اسے زرا سا بھی گمان ہو کہ یہاں اسکا ہم مذہب بھائی پایا جائے گا۔ اسکے فوڈ میں ہر کھانے کی چیز ہوتی تھی لیکن میٹ پر وہ خصوصی توجہ دیتا تھا کیونکہ یہ ایک چیز تھی جسکا یورپ ممالک بھی بہت زیادہ مسئلہ ہوتا تھا. آج کی میٹنگ بھی صاف ستھرا بیماریوں سے پاک حفظان صحت کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر تیار کئے جانے والے گوشت کے بارے میں تھی چونکہ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا کہ "مائک مورٹن" کے ساتھ اسنے حال ہی میں یہ کانٹراکٹ سائن کیا ہے اور اسکی کمپنی کے ساتھ اگلے چار سال تک کام کرنے کی ہامی بھری ہے اسلئے آج کی یہ ڈسکشن بھی اسی سلسلے میں تھی۔ وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر جیل پین لبوں پر رکھے بڑے ہی غور سے اسے سن رہا تھا اسکی کرسی بھی خفیف سی ہل رہی تھی کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا اس شخص پر ابھی کچھ دیر قبل چھوٹی قیامت گزری ہے.

NC

سرد تاثرات کے ساتھ اسنے بلاارادہ ہی نظریں گھمائیں شیشے کے دروازے کی ہلکی سے کھلی جھری میں اسے وہ کھڑی نظر آئی تھی. سرخ چیک دار شرٹ گلے میں بلیک رومال ڈالے وہ بڑی ساری عینک کے پیچھے سے آگ برساتی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ براق نے نظروں کا زاویہ بدل کر پراجیکٹر کے سامنے کھڑے مائک اور پھر اپنی اپنی نشست پر براجمان سوٹڈ بوٹڈ بورڈ کے ممبرز کو دیکھا پھر واپس نظریں دروازے کی جھری میں لا کر سر کو نا معمولی سے اثبات میں جنبش دی اسنے دیکھا وہ سراپا وہاں سے غائب ہو گیا ہے گہری سانس بھر کر وہ پھر متوجہ ہوا تھا. ایک ممبر مائیک میں اپنی رائے کا اظہار کر رہا تھا اس سے پوچھا گیا وہ آگے کو ہوا لمبے سلنڈر نما گرے رینگ کے دانے دار مائیک کے سامنے اسنے اپنا منہ کیا جو میٹنگ ہال کی وسیع و عریض میز پر ہر ایک نشست کے سامنے نصب تھے.

"میں آپ کی بات سے اکتفا کرتا ہوں مسٹر مورٹن, مجھے خوشی ہے میں آپ کے ساتھ کام کرنے جا رہا ہوں اور جس طرح آپ ایک ایک چیز کے بارے میں

کانشس ہو رہے ہیں پھر اس میں چاہے جانور ہوں یا مشینری یہ قابل تحسین بات ہے صحت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا صفائی صحت کی سیڑھی ہے اور اس سیڑھی پر قدم رکھنے کے لئے نیک نیتی اور خلوص میں ڈوبے قدم کا ہونا ضروری ہے جو کہ میں اپنے سارے۔" اسنے سب کی جانب ہاتھ پھیلایا. "ممبرز میں دیکھ رہا ہوں مجھے خوشی ہے کہ میں آپ لوگوں جیسے محنتی، پیشی نیٹ اور مخلص لوگوں کے ساتھ کام کر رہا ہوں ٹھیک ہے ان شاءاللہ امید رکھتا ہوں آج جو طے ہوا ہے اس پر عمل کیا جائے گا آئی ہوپ آپ سینس ایبل سٹاف چوز کریں گے ان شاءاللہ نیکسٹ میٹنگ میں ملاقات ہو گی۔"

تالیوں کی آواز پر وہ سب سے پہلے اٹھ کر جانے والا شخص تھا. مائک مورٹن خود کی تعریف پر کھل گیا تھا فاتحانہ نظروں سے اسنے سب کو دیکھا تھا. براق اسے نظرانداز کرتا آفس روم میں آیا ریڈ چیک دار شرٹ والی کے پیچھے سے نکل کر وہ بگ چیئر پر آ کر بیٹھا اور بغور اس کو دیکھنے لگا جسے وہ ساڑھے سات سالوں میں دوسری بار مل رہا

تھا۔ لڑکی کی آنکھوں میں اس پس ماندہ شخص کو دیکھ کر آنسوں تیرنے لگے وہ براق کو یک ٹک دیکھے گئی کیا یہ وہی ساڑھے سات سال پہلے والا ان بیٹ ایبل شخص تھا؟

"نہیں"

درست ہے جو دوسروں کو ہرا دیتے ہیں وہ خود سے ہی شکست کھا جاتے ہیں آج وہ شخص جو دنیا کو قدموں میں رکھتا تھا خود کے ہی قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

"کیسی ہو لوسا؟" اسنے ہی بات کا آغاز کرنا مناسب جانا کیونکہ یہ خاموشی اسے کاٹے دے رہی تھی۔

"یہ سوال مجھے تم سے پوچھنا چاہئے کہ تم کیسے ہو؟" وہ دکھ اور صدمے میں دکھتی تھی۔

ہمیشہ کی طرح "برا" استہزائیہ شانے جھٹک کر کہا۔ لوسا نے ضبط سے منہ دوسری جانب کیا پھر واپس اسکی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"تمہیں ایک کہانی سناؤں براق؟"

"مجھے دلچسپی نہیں."

وہ اسکی بات نظر انداز کئے بولنے لگی اور وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتا اسے سننے لگا. یہ اس کی زندگی کی سمری تھی جو وہ سنارہی تھی یا یہ کہا جائے کہ یہ اس کہانی کا مرکزی خیال تھا جو شروعات میں ہی بیان کر دیا گیا بس کچھ ان کہی سی چیزیں تھیں جنہیں جاننا باقی تھا لوسا کی آواز اس کے کمرے میں گونجنے لگی.

"ایک بہت بہت فینس ان بیٹ ایبل باکسر تھا جسکا پانیوں کا محل تھا دنیا اسکی متعرف تھی لوگ پاگل ہوتے تھے صرف اسکی ایک جھلک دیکھنے کو وہ عوام کی جان تھا زندہ دل فلرٹی مغرور وہ بے پرواہ جوشیلا سا نوجوان تھا اور ہاں بہت بے رحم بھی۔" وہ سانس لینے کو رکی.

"پھر ہر رومانوی کہانی کی طرح اس جدید دور کے شہزادے کی زندگی میں بھی ایک پری آتی ہے۔"

"لوسا۔" اس نے سخت نظروں سے اسے تنبیہہ کی رک جانے کی تھم جانے کی

لیکن وہ نہیں رکی بولے گئی جیسے آج وہ یہاں صرف بولنے آئی ہے سننے نہیں.

"اس باکسر کو اس پری سے شدید محبت ہو جاتی ہے وہ مانتا نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس شہزادے کی جان اس پری میں آن بسی ہے اس کا خاتمہ اب اس پری سے جڑ گیا ہے لیکن عجیب بات پتا ہے کیا ہوئی براق؟" وہ آگے کو جھکی اسکی گریفائٹ بے جان آنکھوں میں جھانکا.

"وہ باکسر بچ گیا وہ پری چلی گئی۔" براق کا سانس رکنے لگا گلا جکڑا جا رہا تھا اسنے ایک بے بس نظر اس سانس کے چھوٹے سے سلنڈر پر ڈالی جس پر اب اسکی بچی کچی زندگی منحصر تھی.

"وہ پانیوں کا محل جل گیا سب تباہ ہو گیا صرف وہ باکسر بچ گیا."

براق نے جھپٹ کر ان ہیلر اٹھایا اور رکتے سانس کو بحال کیا.

"وہ پری کہاں ہے براق؟" غیر متوقع سوال پر اسنے بے یقین نظروں سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جس کے ساتھ کسی زمانے میں اسکی دوستی رہ چکی تھی.

براق نے تھوک نگلا نفی میں سر ہلایا وہ کچھ نہیں جانتا تھا اسے کچھ نہیں معلوم تھا

لوسا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہنے لگے وہ پیچھے کو ہوئی گردن کو ہلاتے ہوئے اسنے نچلا لب کچلا.

"ہم تو پھر بتا سکتے ہو وہ باکسر کہاں گیا؟"

"وہ مر گیا۔" مرے ہوئے دل کے جمے ہوئے خون کی بدبو اسکے لفظوں میں تھی لوسا نے ہچکی روکی.

"وہ کیوں مرا؟"

اسکے جینے کا جواز ختم ہو گیا تھا۔

یکدم دروازہ کھلا اسنے دیکھا سیاہ عبایہ میں ملبوس وہ لوسا کی دائیں جانب دیوار کے ساتھ رکھے صوفوں میں سے ایک پر آکر بیٹھ گئی ہے۔ براق نے بڑی دقت سے اس پر سے نظریں ہٹائیں.

"براق ہم اب بھی دوست ہیں۔" لوسا کا ہاتھ اسکے چوڑے ہاتھ پر آن ٹھیرا تھا

براق نے دیکھا وہ سیاہ عبایہ والی اپنی نظریں ان ہی ہاتھوں پر گاڑے ہوئے ہے اس نے نامحسوس انداز میں لوسا کے ہاتھ کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔ وہ اسکی بات پر اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

"ہم دونوں مل کر اسے ڈھونڈ لیں گے وہ مل جائے گی سب ٹھیک ہو جائے گا۔'

براق نے سامنے بیٹھی اپنی عزیز از جان کو دیکھا پھر لوسا کو پھر اسکے لب ہلتے ہوئے دونوں کو دکھائی دیے.

"اس کی اب ضرورت۔۔۔ نہیں رہی."

وہ ان خاموش آنکھوں میں دیکھتا ہوا گویا ہوا تھا جو مسلسل اسے ہی تکے جا رہی تھیں لوسا کے آئی برو بھینچے.

"کیا تمہاری زندگی میں کوئی اور آ چکی ہے؟"

اس کی آواز میں زمانے بھر کی حیرانگی اور تکلیف آن سمائی.

"لوسا میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" اس نے انٹرکام اٹھایا.

"تم کافی لو گی یا ہاٹ بلیک ٹی؟"

وہ تندہی سے اسے دیکھ کر اپنا بیگ اٹھاتی تن فن کرتی وہاں سے گئی تھی. براق کے رسیور پکڑے کھلے لب بند ہوئے کریڈل پر رکھتے ہوئے اسنے آسودگی سے سامنے بیٹھی عورت کو دیکھا جواب اس کے لئے سب کچھ تھی.

کیا مرد کی محبت واقعی اتنی جلدی بدل جاتی ہے؟

"وہ اسے شدتوں سے چاہتا تھا۔۔"

شام کی گیلی نمی ہر سو پھیلی ہوئی تھی آسمان آج پھر ماتم کناں تھا. بادلوں کی آنکھ سے بہتے آنسوؤں میں تقریباً بھیگ کر وہ اندر آئی تھی. پرس پٹخنے والے انداز میں اسنے میز پر پھینکا اور سر دونوں ہاتھوں میں گرائے پر ملول سی بیٹھ گئی. سینٹرل ہیٹنگ اعصاب پر آسودہ سی گرمائش پہنچانے لگی تھی اس گرمائش کو نظرانداز کرتی وہ سخت

رنجیدہ لگ رہی تھی کچھ دیر پہلے آئے کیون نے چونک کر اسے دیکھا.

"تم ٹھیک ہو؟" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے وہ اسکے قریب بیٹھتا پوچھ رہا تھا لوسا نے سر اٹھایا اسکی آنکھیں سرخ پانی آلود تھیں کیون سٹپٹایا.

"تم رو رہی ہو؟" فکر مندی سے پوچھا. "سب ٹھیک ہے؟ کیا ہوا ہے؟" وہ اسکے لئے فکر مند ہو جایا کرتا تھا اسکا فکر مند ہونا بنتا بھی تھا وہ اسکی بیوی جو تھی.

لوسا نے آنسوؤں کا گولا نگلا۔

"وہ اسے بھول گیا." لفظوں کے ساتھ لہجے میں بھی بے یقینی تھی کیون کو سمجھنے میں سیکنڈز لگے.

"ایسا نا ممکن ہے تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

وہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا تھا یہ بات سو کہہ دی.

"میں اس سے مل کر آ رہی ہوں اس نے خود اپنے منہ سے کہی ہے یہ بات وہ ایسا کیسے کر سکتا کیون وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا نا یا پھر واقعی وہ محبت نہیں تھی ضد

تھی جسے پا کر اسنے چھوڑ دیا۔ "وہ زرا دیر کو رکی کچھ سوچا پھر بولی جیسے سب سمجھ گئی ہو۔

"ہاں وہ براق شاہ کی ضد ہی تو تھی کیون۔" اسنے یکدم کیون کے ہاتھ تھامے جو اپنی پسندیدہ ہستی کو اتنا غلط قیاس لگانے پر ناپسندیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

"ضرور ضرور سُولیم کے اچانک غائب ہونے میں اور اس گھر کے جلنے میں براق کا ہاتھ ہے یقیناً کچھ ہوا تھا جو کہ نہیں ہونا چاہیئے تھا ہے نا۔"

کیون نے یکدم اپنا ہاتھ کھینچا کیا۔

"اول فول بکے جا رہی ہو لوسا، مجھے لگتا ہے تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو تم بھول رہی ہو وہ براق ہی تھا جسنے ہم دونوں کو ملوایا تھا تم اس پر الزام کیسے لگا سکتی ہو۔"

وہ سخت کبیدہ خاطر ہوا تھا لوسا کا یہ بہتان اسے ناگوار گزرا تھا۔

"ہاں وہ براق ہی تھا جسنے ہم دونوں کو ملوایا تھا اور وہ براق ہی تھا جسنے سُولیم کی زندگی۔۔" اسکی زبان کو بریک لگی کیون کی تنبیہہ میں اٹھتی انگلی اسے چپ کروا گئی

تھی وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا.

"مجھے افسوس ہو رہا ہے لوسا تمہاری سوچ پر تم اتنی احسان فراموش نکلو گی میں نے سوچا نہ تھا تم بھول گئی ہو براق اسے شدتوں سے چاہتا تھا."

"وہی تو۔۔"لوسا نے اسکے قد کے ساتھ قد ملانا چاہا مگر وہ پھر بھی کیون کے کندھے تک پہنچی۔

"وہ اسے شدتوں سے چاہتا تھا شدت جو جنون کا دوسرا نام ہے جنون جسکے آگے بربادی ہے بربادی کی ساتھی قبر ہے اور تحقیق پلس سنی سنائی باتوں کے مطابق سُولیم شفیق اس وقت قبر میں ہے شدت براق کی تھی قبر سُولیم کو ملی ایم آئی رائیٹ؟"

کیون نے ضبط کا گھونٹ بھرا بھلے اسکے براق کے ساتھ اب اتنے مراسم نہیں رہے تھے اور جو پہلے کے بچے کچھے تھے وہ بھی ان ساڑھے سات سالوں میں منوں مٹی جا سوئے تھے تو اسکا مطلب یہ نہیں تھا وہ اسکے خلاف کوئی بھی الزام تراشی سن

لیتا کسی زمانے میں "گناہ" کا ہی سہی وہ اسکا ساتھی رہ چکا تھا اور سب سے بڑی بات اس نے لوسا کے ساتھ اسکی شادی کروائی تھی یہاں پر تو بات ہی ختم ہو جانی تھی وہ دھاڑا۔

"بس۔۔۔"لوسا کا شانہ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

"سُولیم زندہ ہے براق نے اسے نہیں مارا نہ ہی اسنے وہ گھر جلایا وہ صرف مسنگ ہے باقی سب رومرز, آئی سمجھ تمہیں."

لوسا کے آنسوں ایک بار پھر شروع ہو چکے تھے اسنے یہ کب کہا تھا کہ براق نے اسے مارا اسنے تو کہا تھا براق اسکی موت کی وجہ ہو سکتا ہے نہ ہی اسنے گھر جلنے کی باتیں کہی تھیں سب کیون نے خود ہی کہہ دیا تھا بہت ساری گرہیں اسنے خود نے ہی کھول دی تھیں وہ

اسکے رونے پر جھنجھلاتے ہوئے اسے چھوڑ کر روم کی جانب بڑھا لوسا نے اپنے بھاری ہوتے وجود کو صوفے پر گرنے دیا اسکی آنکھوں میں موجود سرخ پانی بیتے

دنوں کے لمحات اپنے اندر سمونے لگا تھا وقت کا چکر واپس گھوما اور ساڑھے سات سال جو اس میں بیت چکے تھے اپنے وجود کے ساتھ اس کے ذہن کے پردے پر منڈلانے لگے۔

لنڈن میں مقیم ویمبلی سٹیڈیم چکا چک روشنیوں سے بھرا ہوا تھا وہ اتنا روشن تھا کہ کئی کلومیٹر سے بھی اسکی چمک دیکھی جاسکتی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا روشنی کا گولا معلوم ہوتا تھا لندن ہی نہیں بلکہ ایسا لگتا جیسے پوری دنیا اس سٹیڈیم میں آن سمائی ہو۔ ریزروڈ بکنگ کے باوجود بھاری قیمتوں میں بلیک ٹکٹس لیکر اندر جاتے دیوانوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ہاؤس فل تھا باکسنگ رنگ سجا تھا شو بس شروع ہی ہو نے والا تھا۔ بھاری تعداد میں لوگ باکسنگ رنگ کے گرد اپنی اپنی نشستوں پر براجمان فرط جوش سے ہتھیلیاں مسل رہے تھے تو دوسری طرف انتہائی مہنگے

داموں خرید اپلاسٹک نما کاغذ کا ٹکڑا ہاتھ میں تھامے نائیلون کی رسی کے پیچھے جنگلیوں کی طرح چنگھاڑتے ہوئے اپنا حلق پھاڑنے پر مصر تھے.

ایک کہہ رہا تھا"میں نے کرسمس پر حاصل ہوئی ساری رقم اس ٹیکٹ میں جھونک دی."تو دوسرے کے لبوں پر تھا"میں یہ سمسٹر چھوڑ رہا ہوں کیونکہ مجھے یہ میچ ہر صورت دیکھنا تھا کوئی نہیں میں اگلی بار ایگزام دے لونگا."تو تیسرا اپنے لب سیئے کھڑا تھا کہ اسنے اپنے مالک کی جیب پر ہاتھ صاف جو کیا تھا.

چندان جیسے معمولی سٹے باز بھی تھے جو یہ میچ انکے موسٹ وانٹڈ کھلاڑی کے حق میں جانے کی صورت میں اپنے پیسے پورے کرلیں گے تو کہیں شیشے کی دیوار اور رنگ کے بالکل ساتھ مصنوعی پلاسٹک کی دیوار کے پیچھے بیٹھے پروفیشنلز ہائی سوسائٹی کے سوٹڈ بوٹڈ گیمبلر بھی موجود تھے جو آج اپنی بھاری قیمت داؤ پر لگا بیٹھے تھے. ہر ایک کی امید صرف ایک شخص سے جڑی تھی ہر کوئی اس پر اعتبار کئے بیٹھا تھا وہ جو بس آنے ہی والا تھا جس کی ایک جھلک کے لئے یہ سماں یہ بے چینی تھی وہ جو لوگوں کے

دلوں پر راج کرتا تھا وہ جو باکسنگ کا بے تاج بادشاہ تھا وہ جو براق شاہ کہلاتا تھا.

اس سٹیڈیم میں لوگوں کا شور اتنا تھا کہ کانوں پڑتی آواز سنائی نہ دیتی تھی. اس شور میں یکدم ڈم پڑتی لائیٹ نے اضافہ کیا تھا وہ روشنی کا گولا ایک دم بجھا اور نیلی مدھم چادر اپنے اوپر تان لی پورے سٹیڈیم میں ہلکے نیلے رنگ کی روشنی شاور کی صورت برسنے لگی تھیں.

دفعتاً سٹیڈیم کی ہالف بند چھت پوری کھلی اور ایک زوردار آواز فضا میں بلند ہوئی انسانی آنکھ نے آسمان تک کا سفر طے کیا اور پورے بدن کا خون چہرے پر لے آئی سب حلق کے بل خوشی سے چلائے آسمان پر نیلے پیلے سبز سفید نارنجی سرخ پھول اس ٹھٹھرتی سردی میں چمکنے لگے تھے. ایک اور دھماکا ہوا بڑے بڑے رنگ برنگے پام ٹریز نے پورے سٹیڈیم کو گھیر لیا تالیوں کے ساتھ نہ تھمنے والی جوش و خروش سے بھری چیخیں تھیں فائر ورک اپنا جوبن بھرپور طریقے سے دکھا رہا تھا.

یکے بعد دیگرے پھلجڑی نکل کر ہوا میں رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے دانے بکھیر

دیتی ہے کبھی اس کے وجود سے ٹیڑھی میڑھی لائینیں نکلتی ہیں کبھی نت نئے طرز کے پھول ڈیزنی لینڈ کے طرز کے مینار تو کبھی تاروں کی مانند چھوٹے چھوٹے شعلے.

پورا اسٹیڈیم رنگ برنگی روشنیوں میں نہا رہا تھا اس میں موجود ہر انسانی آنکھ پر روشنیوں کے رنگ بکھر رہے تھے. اسی طرح جب آسمان روشنیاں بکھیرتا تھا اور دھوئیں کی پوشاک پہنے کھڑا ہوا تو دو پھلجڑیاں گولی کی رفتار سے بھی تیز شرٹرڑ کی آواز کے ساتھ نکل کر دھوئیں میں غائب ہو گئیں سب سانس روکے ساکت آسمان کو تکے گئے دھواں ہنوز برقرار تھا وہ نہیں چھٹا تھا وقت گزرا دل تھما آدھا سیکنڈ پھر پہلے تمام دھماکوں سے ڈبل ساؤنڈ کا دھماکا ہوا اتنا تیز کے کانوں میں سیٹیاں گونجنے لگیں مگر یہاں پرواہ کسے تھی سب اس سفید روشنیوں کو دیکھ کر دھاڑے جو دھواں کو خود میں مدغم کر کے اس سیاہ آسمان پر اسکا نام ستاروں کی مانند جگمگا رہی تھیں.

"براق شاہ"

آسمان کے سر کا تاج بننے کے ساتھ ساتھ انسانی آنکھ کو منور کرتا دل کو رنگین کر گیا تھا ڈھیر ساری گونجتی تالیاں آسودہ آنسوں سے لبریز آنکھیں۔ اسکا نام چھٹنے سے پہلے چھت کی دونوں سائیڈ آپس میں جڑ گئ چھت کے جڑتے ہی پورا اسٹیڈیم تاریکی میں ڈوب گیا فقط رِنگ چمچما اٹھا نیلی و سفید پریاں رنگ کے اوپر منڈلانے لگیں جو ابھی تک اندھیرے میں ڈوبا تھا. سرخ و نیلے رنگ کے امتزاج کا رِنگ آج اپنے اوپر تاریخ رقم کرنے والا تھا آج اس رِنگ میں وہ کھلاڑی اترنے والا تھا جو اپنی جیب میں فتح لئے گھومتا تھا.

اناؤنسمنٹ ہوئی اور انسانی آواز آسمان تک جا پہنچی یقیناً سپیس سٹیشن میں بیٹھے خلا بازوں نے اشتیاق سے گول منہ کے سائز کی کھڑکیوں سے جھانکا ہو گا کہ یہ زمین میں کیا مصیبت آن پڑی ہے جو اتنا شور ہے کہیں طوفان تو نہیں آ گیا اور یہ واقعی طوفان ہی تھا جو ویمبلی سٹیڈیم میں آ گیا تھا اناؤنسمنٹ ہوئی.

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین پلیز ویلکم ہارٹ آف دی باکسنگ, ورلڈ بیسٹ" دی

براـــــق شاہ!"

براق کو کافی لمبا کھینچ کر شاہ کے ساتھ اختصار سے کام لیا گیا شاہ کو جھٹکا لیکر صرف شا کی صورت بولا گیا.

باکسنگ رِنگ کے بالکل بائیں طرف کافی فاصلے پر ایک مرروال تھی جس پر اناؤنسمنٹ کے ساتھ ہی انگریزی حروف میں اس سیاہ تاریک دیوار براق شاہ کے نام سے چمک اٹھی تھی سیاہ دیوار سرخ رنگ سے سجا نام, سٹیڈیم کے چاروں اور لگی بڑی بڑی سکرینیں اسوقت اس نام سے دمک رہی تھیں اور عوام اس دمک کو اپنے دل میں اتارنے لگی یکدم سکرینز اور سٹیڈیم کی لائیٹ کے ساتھ وہ نام بھی جل کر بجھا اور چاروں اور دبی دبی خاموشی چھا گئی نام کے گل ہوتے ہی انسانی ایجاد اندھیرے میں خلاء کا منظر پیش کرنے لگی ملکی وے سٹیڈیم میں اتر آئی تھی۔ سینکڑوں موبائل اندھیرے میں رقص کرتے ٹم ٹم کر رہے تھے ان ٹمٹماتے تاروں کے درمیان دیوار پر براق شاہ کی تصاویر سلائیڈ ہونے لگیں مختلف تصاویر جو اسکے میچز کے

دوران لی گئی تھیں ٹارچ زدہ موبائل کھٹا کھٹ تصاویر کھینچنے لگے سست روی سے وہ دیوار گھومی اور دوسری جانب سے اس دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے سات افراد سامنے آئے جن کی سیاہ پوشاک نے انہیں سر سے لیکر پاؤں تک ڈھانپا ہوا تھا.

دھک، دھک، دھک دل کی دھڑکن کا میوزک پورے سٹیڈیم میں گونجنے لگا اتنا لاؤڈ ہارٹ بیٹ کا ساؤنڈ تھا کہ انسانی آواز اسمیں دب کر رہ گئی تھی بلاشبہ یہ اسکے فینز کے دلوں کی دھڑکن ہی تھی جو اسے سامنے دیکھ کر چیخ اٹھتا تھا.

"خواتین و حضرات یہاں ہیں دی۔۔۔ برا۔۔۔۔۔۔ق شاہ."

وہ یکدم مڑا تھا تین دائیں طرف اور تین بائیں طرف کھڑے انسان بھی اسکے ساتھ ہی پلٹے تھے ناک تک آتے ہڈ اور پاؤں تک جاتے گاؤن نے انہیں مکمل طور پر چھپایا ہوا تھا. دائیں بائیں کھڑے افراد کے سر جھکے تھے اور ہاتھ پیچھے کو بندھے تھے صرف وہ کھلاڑی تھا جسکی تھوڑی نظر آرہی تھی اسنے ایک ادا سے جھٹکے کے ساتھ وہ ہڈ پیچھے کو گرائی ایسا کرنے سے فینز کا شور تیز میوزک اور رِنگ تک جاتی نائیلون کی

رسیوں کے راستے میں فائر ورک شروع ہو چکی تھی زرد، سرخ، سبز لائیٹ چمکیلے دھماکے اسکو فوکس میں رکھتی سپاٹ لائیٹ وہ گردن اکڑائے فاتحانہ نظروں سے اس جم غفیر کو دیکھ رہا تھا جو صرف اسکے لئے یہاں تھا. وکٹری کا سائن بنا کر اسنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے تو ہر طرف براق براق کے نعرے گونجنے لگے۔ اسنے گردن کو خم دیکر اپنے دائیں بائیں کھڑے افراد کو دیکھا جو ہنوز اسی پوزیشن میں سر جھکائے کھڑے تھے اشارہ ملتے ہی انکے پیچھے بندھے گلوز میں پوشیدہ ہاتھ سامنے آئے تھے چھ لوگ چھ گولڈ بیلٹ۔ دبی مسکراہٹ کے ساتھ دونوں کندھوں کو سٹائل میں جھٹکتا گردن کو دائیں بائیں جھٹکا دیکر وہ اپنی مخصوص چال چلتا رِنگ تک جاتے راستے کی اور بڑھنے لگا جس کے دونوں اطراف سفید پھلجڑیاں جل رہی تھیں اسکے پیچھے وہ چھ انسان بھی تھے.

باڑ کی صورت لگی رسی کو تھامے بے چین عوام صرف اسکی ایک نظر کرم کی منتظر تھی وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا وہاں سے گزر رہا تھا طرح طرح کے ہاتھ اس عظیم کھلاڑی

کے سیاہ ہینڈ ریپ سے ڈھکے ہاتھ کو تھامتے ہوئے شادی مرگ کی کیفیت سے گزر رہے تھے گویا آج انہیں جنت مل گئی تھی. ان پر ایک نظر ڈالتا وہ رِنگ سے تھوڑی دور رکا دو قدم پیچھے ہوا اسپاٹ لائٹ اس پر تھی اسکے پیچھے چلتے وہ چھ اندھیرے میں تھے گردن ٹیڑھی کر کے اسنے پیلی شرٹ والی لڑکی کو دیکھا جو اسے ایک بار چھونے کے لئے بے چین ہوئی جاتی تھی براق نے ہاتھ بڑھا کر اسکا گلا چھوا اور آنکھوں کی جانب اپنی دو انگلیاں لے جا کر پھر اس کی جانب کیں یہ اشارہ تھا کہ وہ اس گریٹ کھلاڑی کی نظروں میں آ گئی ہے اور پھر بھاگتا ہوا رسیاں پھلانگ کر رنگ میں چڑھ گیا.

وہ لڑکی تو مرنے والی ہو گئی اتنی خوشی اسے لگا وہ ہواؤں میں اڑنے لگی ہے رسیوں کو پھلانگتا براق رِنگ میں اترا اور اپنے نیم ٹیگ کا سیاہ قیمتی گاؤن اتار کر عوام میں پھینکا وہ کتے بلیوں کی طرح اس پر جھپٹنے لگے جس کے ہاتھ لگا گویا اسے قارون کا خزانہ مل گیا۔ ایک فین کے لئے یہ کسی خزانے سے کم ہو بھی نہیں سکتا تھا.

براق کا سنہری چمکتا ہوا کسرتی بدن سپاٹ لائیٹ میں ہاٹ لائیٹ تھا مضبوط مسلز، سکس پیکس چوڑے شانے گردن سے کلائی تک کھدا بڑا ساڈریگن جس کے منہ سے آگ نکلتی تھی دائیں کان میں موتی لٹکتی ہوئی گولڈن بالی بائیں آنکھ کی آئبرو میں اسے کاٹ کر اٹکا پلاٹینیم کا موٹا موتی اخروٹی رنگ کے بال اور لبوں پر کمینی سی مسکراہٹ اسنے جیسے ہی اپنی گریفائٹ رنگ کی آنکھیں کیمرے میں ڈالیں لاکھوں لڑکیوں نے اپنے دل تھام لئے۔ اس کے پیچھے چلتے افراد رنگ میں آئے تھے براق نے اپنے کندھے اکڑا کر جسم کی رگیں کھینچی تھیں یہ اسکا پوز تھا اسکے پیچھے کھڑے افراد نے اپنے گاؤن ایک ساتھ اتارے اور اسکے اعزازات کو سر سے اونچا کر کے دکھانے لگے.

"لاحول ولا قوۃ۔" کمرے میں آتی سُولیم نے ریموٹ چھین کر ٹی وی بند کیا تھا.

پاپ کارن کھاتی دل تھامے بیٹھی دعا بھی ان نیم برہنہ لڑکیوں کو دیکھ کر سرخ پڑ گئی تھی جنہیں وہ مرد سمجھی تھی قد اور جسامت سے تو اسے وہ مرد ہی لگی تھیں.

"یہ کیا بے ہودگی دیکھ رہی ہو تم چاچو کو ابھی کال کرونگی تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔" سُولیم کو خوامخواہ اپنی نظریں آلودہ ہونے پر غصہ آرہا تھا دعا کو ڈانٹتے ہوئے کہا مسلسل اسکے لب استغفار کا ورد کررہے تھے توبہ اتنی بے شرمی افففف۔

"کیا ہو گیا ہے یار تھوڑا سا تو سین ہے چلا جائے گا کب سے تو میں اس میچ کا انتظار کر رہی تھی ایک تو پہلے ہی تم نے لائیو جانے نہیں دیا اوپر سے اب ٹی وی بھی بند کر دیا خود بھی تو تم نیٹ فلیکس سے چپکی رہتی ہو۔"

منہ پھلاتے ہوئے کہہ کر اسنے سُولیم کے ہاتھ سے ریموٹ چھینا اور جھٹ سے ٹی وی آن کر دیا جہاں براق بڑی مہارت سے اپنے حریف کو مات دے رہا تھا۔

"ہاں جانے دیتی تا کہ وہاں پر تم کسی جھڑپ، سیاسی چپلقش یا چھچھورے غنڈے کی نظر ہو جاتی اور کوئی اللہ کا خوف کرو اتنی بے ہودگی تم دیکھ سکتی تھی لائیو؟"

پھر دفعتاً اسے نیٹ فلیکس والی بات یاد آئی۔

"اور ہاں میں نیٹ فلیکس پر بے ہودگیاں نہیں دیکھتی آئندہ طعنہ مت مارنا مجھے اس

کا."

براق نے زوردار پنچ مارا تھا اور اس بار بھی فتح اسکے کھاتے میں آئی تھی.

"کم از کم براق کو تو دیکھ سکتی تھی نا۔" سرد آہ کے درمیان اسکے لفظ نکلے تھے اب کے اس نے نیٹ فلیکس والی بات اگنور کی تھی.

"ڈونٹ ٹیل می دعا کہ اب تم بھی تتلی بنتی جا رہی ہو."

اور بس اس لفظ پر تو وہ اچھل ہی پڑی ایسے جیسے بیڈ پر کانٹے ابھر آئے ہوں.

"خبردار, خبردار جو تم نے مجھے تتلی کہا تو۔" وہ انگلی دکھاتی اسے وارن کر رہی تھی یہ لفظ کم از کم اس کے لئے تو گالی ہی تھا.

"ہاں تو پھر تم ایسی حرکتیں کرنا بند کر دو میں بھی کہنا چھوڑ دونگی۔" کہتے ساتھ اسکی نظر فخریہ انداز میں بیلٹ اوپر کو اٹھائے براق پر پڑی جو مسکراہٹ دبائے اپنی جیت کا جشن منا رہا تھا.

"یو نو سولیم اتنا تنگ ذہن ہونا بھی اچھا نہیں ہوتا ورنہ زندگی کا چارم ختم ہو جاتا ہے

اینڈ سیکنڈ میں صرف براق کی فین ہوں."

اسنے برہمی سے کہتے ہوئے فین لفظ کو چبا کر کہا.

"یو نو دعا!" وہ اپنی روشن آنکھیں اسکے نزدیک لائی.

"اگر نظر کی حفاظت تنگ ذہن ہونا ہے تو

."I like to be

پھر وہ سیدھی ہوئی. "آئی تھنک اب نماز پڑھ لینی چاہئے کیونکہ اس میں بھی بڑا چارم ہے."

NC

دعا جو اسکے یوں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے پر چونکی تھی فوراً سنبھلی اور سردی کا بہانہ کر کے کمبل میں دبک گئی سُولیم نے دانت کچکچائے.

"تم رکو ذرا میں چاچو کو فون کر کے کہتی ہوں تمہیں واپس پاکستان بھیجیں یہاں آکر جو تمہیں پتنگے لگ گئے ہیں نا سارے اُڑواتی ہوں ان سے کہہ کر۔" وہ تن فن کرتی واش روم میں گھسنے سے پہلے اسے تڑی دینا نہیں بھولی تھی دعا نے برے برے منہ

بنائے.

"آئی بڑی چاچو کی چمچی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے سر تک کمبل تان کر لیٹ گئی. "چغل خور۔"

"اسلام میں نا چغلی کرنا بھی بڑا سخت گناہ ہے۔" اسنے کمبل میں سے ہانک لگائی تھی کھنی پانی سے تر کرتی سُولیم نفی میں گردن ہلا کر رہ گئی۔

"بچے شاید تم بھول رہے ہو تم نے اللیگل پنچ کا استعمال کیا تھا۔۔"

میچ کے ختم ہوتے ہی وہ اپنے باڈی گارڈز کے ہمراہ عوام کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے قدم اس پرائیویٹ کمرے کی طرف تھے جہاں اسے میچ کے اختتام کے بعد ٹھہرنا تھا۔ وہ اس سٹیل کی دیواروں سے بنے کمرے میں داخل ہوا اور ایک لگژری بینچ پر بیٹھا جو انتہائی ملائم فوم سے ڈھکا تھا اسنے ہینڈ ریپ کھولنا شروع کیا قدموں کی چاپ ابھری تو سامنے اسد کو کھڑے پایا ایک دل موہ لینے والی فاتحانہ مسکان اسکے

لبوں پر تھی اسد نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچا اور گلے سے لگا لیا۔

"چیتا ہے تو میرا۔" وہ اسکا شانہ تھپتھپاتے ہوئے مسرور سا کہہ رہا تھا۔ براق نے آنکھ دبا کر دوسرے ہاتھ کو بھی آزاد کروایا اور انگلیاں پھیلا کر انہیں کھول بند کرنے لگا۔

"اور تو میرا گیدڑ۔" اسد کا قہقہ سٹیل کی دیواروں نے بغور سنا۔

"جلدی سے تیار ہو کر آ کانفرنس ہے۔" وہ رکا۔ "ماں بہن نہ ایک کر دینا اسکی ہاتھ تھوڑا ہولا ہی رکھنا۔" اب کے ہنسنے کی باری براق کی تھی۔ اسد کے جاتے ہی اسنے پٹرولیم جلی سے چکنے ہوئے چہرے کو دھویا مسھوڑوں کو چیک کیا حالانکہ ماؤتھ گارڈ (یہ نرم اور تھوڑا سخت ہوتا ہے جو اوپر کے دانتوں کو چوٹ سے بچانے کے لئے لگایا جاتا ہے عموما کھلاڑی میچ شروع ہونے سے پہلے اسے لگاتے ہیں) لگا تھا پھر بھی وہ اپنے بارے میں بہت کانشس تھا کیونکہ وہ صرف ایک فائٹر ہی نہیں بلکہ بہت سی کمپنیز کا برانڈ امباسڈر بھی تھا۔ کمرشلز کرتا تھا اور حال ہی میں اسے ہالی ووڈ کی ایک

ایکشن فلم کی بھی آفر ہوئی تھی جسے فی الحال اسنے سہولت سے رد کر دیا تھا وجہ بہت معمولی تھی وہ زیادہ بزی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

سیاہ جینز پر ہالف بازوؤں کی ٹی شرٹ پر موٹی کالی جیکٹ کے کالر کھڑے کر کے سر پر پی کیپ رکھے وہ جونہی کمرے سے باہر نکلا اس کے گارڈ الرٹ ہو گئے۔ ان کی میت میں چلتا ہوا وہ گراؤنڈ کے اس حصے میں آیا جہاں کانفرنس رکھی گئی تھی۔ وہاں پہنچا کھلی سی جگہ تھی جسے سیٹ لگا کر ہال کی شکل دی گئی تھی۔ ڈھیر ساری کرسیوں کے آگے سٹیج تھا جس کے درمیان میں ایک ڈائس رکھا تھا۔ ڈائس پر بجلی کڑکا کر ایک سائیڈ پر اسکی غصیلی شیر کے طرز میں گھورتی آنکھوں والی تصویر لگی تھی تو دوسری جانب پیٹر سان تھا ایک ہاتھ کا پنچ دکھاتا ہوا آج کا میچ پیٹر سان کے ساتھ ہی تھا جو اپنے وقتوں کا جانا مانا مشہور باکسر تھا جس کے فینز اب بھی موجود تھے۔ ڈائس کے دائیں بائیں دو بینچز تھے جن کے پیچھے رکھی کرسیوں میں سے ایک پر پیٹر پہلے سے ہی بیٹھا سامنے کیمروں کی کلک کلک کی آوازوں میں باریک مائک میں بولتا ان

NC

کے سوالات کے جوابات دے رہا تھا۔ براق کے آتے ہی اس کے الفاظ تھمے کہ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ وی کا نشان بناتا وہ پیٹر کی کمر تھپکتا اسکے پیچھے سے نکل کر اپنے نیم پلیٹ کی بینچ پر آکر بیٹھ گیا۔ پیٹر نے ضبط سے جبڑے بھینچے اس نے اپنی بات کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے چھٹا تھا۔

"بچے اپنی جگہ بنانے لگے ہیں آج اندازہ ہو گیا لیکن مجھے یہ میچ دلچسپ لگا۔'

"دلچسپ تو تب لگتا جب تم مزید پٹتے آج کا میچ بکواس تھا میں انتظامیہ سے گزارش کرونگا اگلی بار مجھے بزرگ سے نہ لڑوائیں۔"

بہت برا منہ بناتے ہوئے اس نے پیٹر کی بات کاٹی تھی۔ وہ سچ مچ ناخوش لگ رہا تھا کرسی پر نیم دراز سا بیٹھا ایک پاؤں کو مسلسل ہلاتا چیونگم چباتے ہوئے وہ اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا جو اس سمے ضبط سے بیٹھا تھا۔ پیٹر نے شعلہ بار نظروں سے اس 'بچے" کو گھورا۔

درمیان میں کھڑے ہوسٹ نے خجالت سے دونوں کی جانب دیکھا دونوں ہی عظیم

تھے فرق صرف اتنا تھا ایک کا عروج تھا تو دوسرے کا زوال۔

"بچے شاید تم بھول رہے ہو تم نے اللیگل پینچ کا استعمال کیا تھا جس کے سبب یہ جیت تمہارے حق میں آئی۔"

اس کا اشارہ ریبٹ پنچ کی طرف تھا اس مکے کا ہدف گردن کی پچھلی سائیڈ اور کمر کے پیچھے کا ہوتا تھا جو کہ بہت خطرناک ہوتا تھا اور فورا سے موت ہو جانے کا سبب.بنتا تھا چونکہ براق نے اس پنچ کا استعمال نہیں کیا تھا لیکن کیا تھا وہ بھی اپنی تکنیک سے ایسے کے اس کے حریف کی موت بھی واقع نہ ہو زیادہ چوٹ بھی نہ لگے اور اس پنچ کا استعمال نظر بھی نہ آئے اور وہ مقابل کو دھول بھی چٹا دے ان شارٹ تکنیک کا استعمال، پلاننگ کے ساتھ براق سٹائل یو نو۔

پیٹر کی سیخ پا آواز پر اسکا قہقہہ مائک میں ابھرتا پورا ہال گونجا اٹھا۔

"بزرگ آپکا گوشت اتنا لٹک چکا ہے کہ آپکو لگا مکا گردن پر دھرا ہے جبکہ وہ کاندھے پر تھا لیکن۔" اس نے شانے اچکائے۔ "آپ کا قصور نہیں یہ انتظامیہ کا

قصور ہے جو انہوں نے تاریخ رقم کرنے کے لئے مسٹر پیٹرسان کو دی گریٹ براق شاہ کے مدمقابل کھڑا کیا۔"

پیٹر نے خون کا گھونٹ پیا وہ ضرور ایک دن اسے سبق سکھائے گا۔ براق سے اسے خوامخواہ کا بیر ہو چلا تھا اسے اس "بچے" کا اپنے کسرتی جسم کو نشانہ بنانا بہت کھلا وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

"آل رائیٹ۔" ہوسٹ نے مسکراتے ہوئے گلہ کھنکھارا اور میڈیا کی ایک سنئیر مچلتی ہوئی صحافی کو سوال پوچھنے کی اجازت دی وہ کھڑی ہوئی۔

"میرا سوال دی براق شاہ سے ہے۔" براق نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"سر، کیا آپ ڈرنک کرتے ہیں؟" سوال بڑا ہی بچگانہ تھا وہ پھر ہنسا۔

"ویل، یس آئی لو ٹو ڈرنک رائٹ ناؤ آئی ایم ڈرنک۔"

نیچے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اسد نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکایا تھا وہ بھی ہنسی تھی کیونکہ سامنے بیٹھا عظیم مسلمان کھلاڑی سچ کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے دکھتا تھا

NC

وہ کافی پی کر آیا تھا۔

"اوکے! "اس نے آئبرو اچکائے متاثر کن انداز میں۔

"سر اہم ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مس ورلڈ نے آپکو ڈیٹ کی آفر کی ہے تو کیا آپ ان کے ساتھ ڈیٹ کرنا چاہیں گے؟"

پیٹر نے بے زاری سے پہلو بدلا۔

"آپ کا اہم ذرائع بہت لیٹ ہے اسے ضرور پالش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خبر بروقت آپ تک پہنچ سکے۔"

وہ اس خفیف سے طنز پر کھسیا سی گئی۔

"ویل مس ورلڈ کے ساتھ میں پہلے ہی ڈیٹ کر چکا ہوں ہاں۔" اس نے غور سے اس صحافی کو دیکھا جو سرمئی ہالف ٹائٹ ڈیپ گلے والے گاؤن میں تھی۔ "اگر آپ فری ہیں تو وقت لے لیجئے میں محدود مدت کے لئے میسر ہوتا ہوں۔" ساتھ ہی آنکھ ماری ہال میں قہقے گونج اٹھے۔ صحافی کے گال پر آسودہ سی سرخی دوڑ گئی۔

انتظامیہ میں سے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی اور دونوں بینچز پر وہسکی اور گلاس رکھ گئی۔ براق نے نیلا مشروب گلاس میں انڈیل کر لبوں سے لگایا پیٹر ویسے ہی بوتل کو منہ لگانے لگا اسکا کسی زمانے کا سٹائل۔

"اوکے نیکسٹ۔"

ایک نوعمر لڑکا کھڑا ہوا۔

"میرا سوال پیٹر سان سے ہے سر براق شاہ سے مات کھا کر آپکو کیسا لگ رہا ہے؟"

"بوہاہاہاہا۔۔۔۔"

اس کے بند لبوں کے پیچھے سے ہنسی کا فوارہ چھوٹا تھا جواب پیٹر کے بولنے سے پہلے خود دیا۔

"ان کے چہرے پر لکھا ہے بیچارے بہت دکھی ہیں آخر کو پوری عمر کی کمائی جو گنوائی ہے۔" اس کا اشارہ اپنے بینچ پر پڑے پیٹر کے بیلٹ پر تھا۔

"دوسرا ان کا ٹائٹل بھی ان سے چھین گیا ان سے یہ پوچھو کہ کنگلے ہو کر کیسا لگ رہا

ہے۔"

"اوہ شٹ اپ۔" پیٹر کے اعصاب جواب دے گئے۔

"چند میچز جیت کر کمر شلز بنا کر خود کو تیس مار خان نہ سمجھو بچے آج تم نے چیٹنگ کی تو میرا محنت کا انعام اور ٹائٹل تمہارے پاس ہے ورنہ تم چوزے سے بڑھ کر میرے سامنے کچھ نہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے ان کا اشتعال سنتا گیا بولا تو فقط اتنا ہی

"انگور کھٹے ہیں۔" ساتھ میں جھک کر اسے آنکھ بھی ماری

اسی طرح تلخ کلامی والزام تراشیوں میں یہ کانفرنس چلی تھی براق کو اپنی جیت کا ضم تھا تو پیٹر کو ہار کا دکھ۔۔۔

"پیکڈ وپین۔۔"

NC

اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولیں بڑی بڑی گیلی آنکھیں خوشی کے جوت جلائے اداس تھیں۔ شیشے کی ٹیبل کے پیچھے وہ ڈاکٹر کی کرسی پر براجمان اپنے دائیں طرف کھڑکی کی سائیڈ پر میز کے اوپر دھری اپنے بابا کی تصویر کو ٹھنڈی آہیں بھرتے دیکھے جا رہی تھی۔ آج وہ یہاں تھی جہاں اس کے بابا کو اسے دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ وہ چاہتے تھے ان کی سُولیم لنڈن یونیورسٹی سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرے۔ وہ سُولیم کو ایک مایا ناز سائیکاٹرسٹ بنانا چاہتے تھے تاکہ ان کی بیٹی دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ اپنے بابا کا بھی علاج کرے جنہیں دماغ کا مرض کھا گیا تھا۔

لیکن سُولیم اپنے بابا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ پاکستان سے باہر ہرگز ہرگز نہیں جانا چاہتی تھی وہیں سے ڈگری حاصل کی وہیں پریکٹس کی اور وہیں نام کمایا لیکن یہ اور بات تھی شفیق گوندل اپنی عمر کی ڈور اس کی پریکٹس کے دنوں میں ہی کٹوا بیٹھے تھے آج وہ پاکستان کی جانی مانی کم عمر ڈاکٹر تھی مگر آج وہ پیشنٹ نہیں تھا

جس کے لئے اس نے یہ شعبہ چنا تھا۔ آج وہ لندن کے مشہور دماغی کلینک "دی مائنڈ" میں سینئر ڈاکٹر کی نشست پر بیٹھی تھی۔ دعا یہاں لنڈن سکول آف اکنامکس سے ماسٹر کی ڈگری لینے آئی تھی اس کے چاچو یہاں کے مشہور و معروف ہارٹ سرجن تھے۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے وہ دعا کو وقت نہیں دے سکتے تھے اور ہاسٹل کے حق میں ان کا ووٹ کبھی نہیں جاتا تھا دوسرا دعا کی ضدی و منچلی طبیعت اور اس معاشرے کے وائرسز سے وہ اچھے سے واقف تھے تبھی انہوں نے دعا کے ساتھ سُولیم کو بھی لندن بلوالیا تھا چونکہ ان دونوں کی گاڑھی چھنتی تھی اور دعا بھلے ہی لڑ کر اور کچھ رعب میں آکر اس کی بات مان لیتی تھی کہ سُولیم کا اس پر بہت رعب چلتا تھا اسی لیے اسے کنٹرول رکھنے کیلئے چاچو نے اسے یہاں بلوایا تھا۔ دعا اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اور بچپن سے ہی سُولیم کے زیر سایہ رہی تھی۔ ان دونوں میں عمر کا فرق تین سالوں کا تھا اس لیے بڑے پن کے تحت وہ اس کی بات مان لیتی تھی یہ کہا جائے کہ دعا سُولیم کے قابو میں تھی تو کم نہ ہوگا اسلئے حلیمہ (سُولیم کی امی) نے ہی

سُولیم کو دعا کے ساتھ جانے پر راضی کیا تھا حالانکہ وہ بالکل بھی نہیں جانا چاہتی تھی اسے باہر جانا قطعی پسند نا تھا لیکن اسے امی کی بات ماننی ہی پڑی۔

وہ پاکستانی تھی پاکستانی ہی رہنا چاہتی تھی۔ باہر کی دنیا اسے بالکل بھی پسند نہیں تھی جہاں نہ رشتے کا تقدس تھا نہ جذبوں کی قدر ایک بے حس و بے شرم دوڑتے معاشرے کا وہ حصہ بنے یہ اسے کسی بھی قیمت پر منظور نہیں تھا تبھی وہ آپا اور بھائی کے اسرار پر بھی ڈگری کے حصول کے لئے باہر نہیں گئی تھی لیکن اب مجبوری ایسی آن پڑی تھی کہ اسے نہ صرف یہاں آنا پڑا بلکہ جینی مطلب جینیفر لوم کا یہ کلینک بھی جوائن کرنا پڑا۔ یہ بھی چاچو ہی چاہتے تھے ان کے نزدیک دو سال یہاں رہ کر وقت برباد کرنے سے بہتر وہ کسی بڑے ڈاکٹر کے انڈر کام سیکھ لے تاکہ مزید اسکے ہاتھ میں تجربہ آئے۔ جینی اس کے چاچو کی جاننے والی تھی جس کے کلینک میں وہ اس وقت بیٹھی تھی جو لندن کی جانی مانی سائکاٹرسٹ تھی اور جس کا کلینک کلینک کم ہاسپٹل زیادہ تھا۔

"ہنی میں تمہیں نیکسٹ پیشنٹ بھیج رہی ہوں اس کی کیس ہسٹری پڑھو اور اس پر کام کرنا شروع کرو اور ہاں یہاں اپنی صلاحیت دکھانے کا وقت آگیا ہے امید ہے تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔"

وہ جو اپنے بابا کی سوچ میں گم تھی جینی کے چھاپے پر گڑبڑا اٹھی نقاب کے پیچھے چھپے منہ کو فورا ہلایا۔

"ٹھیک ہے آپ مجھے اس کی فائل لا دیں۔"

"گڈ ویسے تو مجھے گوندل پر پورا یقین ہے لیکن آج تمہارا ڈیمو ہے اس لئے میں یہیں رہوں گی تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" شانے اچکا کر گویا بے نیازی سے بولی تھی جینی اسکے کانفیڈنس پر مسکرائی۔

”packed weapon“

اس کا اشارہ سُولیم کے عبایہ کی طرف تھا۔

"یس آفکورس۔"

دروازہ کھلنے پر دونوں نے سر موڑ کر دیکھا ایک پیلے شولڈر کٹ بالوں والی گوری چٹی لڑکی نما عورت نودس کے قریب اسی کی طرح کے بالوں والے بچے کے ساتھ اندر آئی۔

"ہیلو ڈاکٹر۔" بچے کے چہرے پر ناپسندیدہ سے تاثرات تھے۔ سُولیم نے سر کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کا کہا وہ دونوں اس کے سامنے بیٹھ چکے تھے جینی پس منظر میں دکھ رہی تھی۔ وہ لڑکی پلس عورت شروع ہو گئی تھی وہ کہہ رہی تھی۔

"ڈاکٹر میں بہت پریشان ہوں اس کی وجہ سے نہ کچھ کھاتا ہے نہ کچھ پیتا ہے کونے میں بیٹھ کر انجان لوگوں سے باتیں کرتا رہتا ہے۔" وہ رازدارانہ انداز میں آگے ہوئی۔ "انجان مطلب ان دیکھے لوگ۔" (اففف مومی کی سرگوشیاں بھی) بچہ جس کا نام سٹیفن تھا ایک ناخوشگوار نظر ماں پر ڈالنے کے بعد بہت ہی برے برے منہ بناتا اس "بلیک ویمپ" کو دیکھ رہا تھا جو بس اب کسی بھی پل اسے موٹا دردناک

انجیکشن لگانے ہی والی تھی۔ وہ تصور سے ہی کراہ اٹھا بے اختیار ہاتھ نے بائیں بازو کو مسلا۔

'کبھی کوئی رابر ہوتا ہے تو کبھی کوئی آنسا جب تک میں تمام کام چھوڑ کر۔" سُولیم کے نقاب کے پیچھے لب مسکرائے۔ 'اس کو نہیں بہلاتی تو یہ یونہی ان سے باتوں میں وقت ضائع کر دیتا ہے پتا نہیں اس کے پاس اتنی باتیں آتی کہاں سے ہیں میں فادر کے پاس بھی گئی تھی بعد میں فیملی ڈاکٹر نے بتایا کہ اسے کوئی دماغی مسئلہ ہے۔"

گم صم بیٹھے بچے نے سرد آہ بھر کر یونہی اپنی پاس والی کرسی کو دیکھا جیسے وہاں کسی کی موجودگی کو کنفرم کر رہا ہو ایک ثبوت، ایک جھوٹی سے یقین دہانی۔

بچے کو ڈاکٹر کی بہت شائستہ سی آواز سنائی دی اس نے چونک کر اچنبھے سے سامنے بالکل سیدھی بیٹھی ڈاکٹر کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی۔

"ہمم مجھے سمجھ آگیا۔" ساتھ ہی اس نے آگے کو جھک کر اپنی انگلی سے اس کی ایک آنکھ کے نیچے کی سکن نیچے کی اور روشنی اسکے ریٹینا پر ماری سبز آنکھیں زمرد سی

دھکنے لگی تھیں سب سے زیادہ چونکا دینے والا تاثر وہ بے یقینی اور خوف تھا جو ان بچگانہ آنکھوں میں ابھرا تھا۔

پیلے بالوں والی لڑکی تشویش جبکہ جینی دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی وہ سیدھی ہوئی۔

"سو سٹیفن تم مجھے اپنے دوستوں کا نام بتا سکتے ہو۔" بچے نے ڈرتے ڈرتے مومی کو دیکھا پھر پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ بولا۔

"رابر اور آنسا۔" سُولیم کے لب پھیلے۔

"تو اس وقت تمہارے ساتھ کون بیٹھا ہے رابر یا آنسا؟"

"آنسا۔"

"تو ٹھیک ہے سٹیفن اب ہم دونوں اکیلے میں باتیں کریں گے آنسا سے کہو کچھ دیر ادھر ہی رکے۔" سٹیفن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نادیدہ سی تنبیہہ سے انداز میں اپنے ساتھ والی کرسی پر اشارہ کیا۔ اس نے 5 منٹ کا ایکسکیوز مانگا پھر وہ سٹیفن کو

لیکر سیشن روم میں چلی گئی پانچ منٹ بعد وہ جب آئی تو وہ پیلے بالوں والی لڑکی زور و شور سے جینی کا دماغ کھانے میں بزی تھی۔ سُولیم فرنٹ چیئر پر آکر بیٹھی اور دی مائنڈ کی ہیڈ لائن والے ڈاکٹری پیڈ پر قلم کو کھینچنے لگی ساتھ ساتھ بولے بھی جا رہی تھی۔

"مس اولیویا یہ ایک ٹیبلٹ ہے جو آپ نے ایک ماہ باقاعدگی سے سٹیفن کو دینی ہے ساتھ میں تھوڑا سا پیار اور ڈھیر ساری توجہ بھی یہ جلد ٹھیک ہو جائے گا میڈیسن فارمیسی سے لے لیں کب کیسے دینی ہے وہیں سے پتا چل جائے گا اور ہاں۔" وہ لکھتے لکھتے رکی اولیویا کے پیچھے خوشگوار سی جینی نظر آئی جسکی آنکھیں خوشی کے دیوں سے ٹمٹما رہی تھیں۔

"ایک ماہ میں تین سیشنز ہونگے شکریہ۔" پرچہ اسے تھمایا اولیویا نے اس سے پوچھا تھا کہ اسکا بچہ ٹھیک ہو جائے گا نا سُولیم نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا پھر وہ دونوں سے مصافحہ کرتی ڈور دھکیلتی باہر چلی گئی تھی ملتے

دروازے سے نظر ہٹا کر جینی نے فوراً اگلی کرسی سنبھالی۔

"واؤ ویری امپریسڈ تم نے واقعی مجھے حیران کر دیا۔"

اس نے اتنی بڑی مطلب مشہور ڈاکٹر کو حیران ہوتے دیکھا تو مسکا دی۔

"یہ آسان تھا جینی، وہ بچہ جھوٹ بول رہا تھا صاف دکھتا تھا وہ کسی بھی بیماری کا شکار نہیں اس میں ابھی

c.d(conduct disorder)

(اینٹی سوشل بیماری ہے جس میں بچہ یا بڑا خود کو تمام چیزوں سے کٹ کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے اور اس کا رویہ خاصا تشویش ناک ہوتا ہے)

معمولی سی علامات رونما ہوئی ہیں جن کا تعلق رائی کے دانے برابر ہے سو یہ ابھی کنٹرول میں ہے یوں بھی ہر بچے کی طرح وہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے وقت دے اور اس لئے وہ خود سے ایسی چیزیں کروا کر اولیوا کا دھیان حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ اسکا حق بھی ہے رہی ہماری بات تو ڈاکٹرز کو اپنے پیشنٹس کو کبھی بھی مایوس

نہیں کرنا چاہیئے۔۔ہے نا؟"

"کیا تمہیں معلوم ہے یہاں تمہیں کیوں بلایا گیا ہے؟۔۔"

گناہوں کی رات میں پیلی شرٹ اور سیاہ بے شمار کٹس والی جینز پہنے وہ لڑکی اپنی گول گول آنکھیں مٹکائے خوشی سے سرخ چہرے کے ساتھ کالے مضبوط مسلز والے باڈی گارڈ کے ساتھ چل رہی تھی۔ براق نے خاص الخاص اسے اپنے گھر بلایا تھا۔ میچ کے ختم ہوتے ہی باقی لوگوں کی طرح جب وہ بھی رو میں کھڑی اپنے باہر جانے کی منتظر تھی تو ایک گارڈ نے اسے لائن سے نکل آنے کو کہا تھا۔ وہ ڈر گئی تھی کہ کہیں کوئی گڑبڑی تو نہیں ہو گئی۔ اس سے لائن میں آگے بڑھتی عوام نے بھی مڑ مڑ کر اسے گھورا تھا۔ وہ تھوک نگلتی اس سیاہ فا گارڈ کے ساتھ چلتی گئی جس نے کچھ فاصلہ طے کر کے اس کے کان میں سرگوشی کی اور اسکے پاؤں ہوا میں اڑنے

لگے۔ وہ اسی پل اس گارڈ کے پیچھے ہولی کچھ پل پہلے کی مردنی اور چال کی لڑکھڑاہٹ منٹوں میں پلٹی تھی۔ وہ ہوا کے دوش پر اس کے ساتھ چلتی ایک بڑے سارے گیٹ کے سامنے رکی سنہری جالیوں والا گیٹ نزاکت سے دیوار میں چھپتا انہیں اندر آنے کا پیغام دے رہا تھا۔ ڈرائیور نے ایک بڑے سارے گیراج میں گاڑی روکی وہ محتاط سی اس اندھیرے میں ڈوبے گیراج میں گاڑی سے نکلی اور گارڈ کی میت میں باہر آگئی۔ اندھیرے سے آنکھوں نے مدھم روشنیوں کا سفر طے کیا تھا نظروں کے سامنے تاحد پھیلا بے شمار پھولوں سے سجا لان تھا جس کے وسط میں سفید سنگ مرمر سے بنا مرمیڈ فاؤنٹین لگا تھا اس حنوط ہوئی جل پری کی بال ہوا کے دوش پر اڑ کر ایک جگہ ساکت ہو گئے تھے اور منہ سے گرتے پانی کی جھنکار یہاں تک سنائی دیتی تھی۔ پرندوں کی مدھم سرگوشیوں کے ساتھ اس بہتے پانی اور کل رات کی برستی برفباری کی خوشبوں کو سونگھ کر وہ اپنے بہت ایکسائٹڈ اعصاب لیکر ان چھے سٹیپ میں سے ایک پر رکی۔ "چلسی" جیسی مشہور جگہ پر بنا اس کا گھر اپنی

مثال آپ رکھتا تھا۔

گارڈ نے کونے پر ستونوں کے پیچھے کھڑا دروازہ کھولا، مدھم روشنیوں سے اس کی آنکھوں نے تیز چمکتی روشنیوں کا ساتھ پایا تھا بے اختیار اس نے اپنی آنکھیں چندھیائی اور اس جھلملاتے فانوس کو دیکھا جو بہت حجم میں پھیلا لٹک کر اپنے وجود سے جگنو برسا رہا تھا۔ فانوس سے پھسل کر اس نے اس بے حد قیمتی صوفوں کو دیکھا جو سیاہ تھے اور ون شولڈر تھے۔ گارڈ آگے بڑھ رہا تھا اسے کچھ غیر معمولی سا احساس ہوا نظریں جھکائیں اور اگلے ہی پل وہ چیخ مارتی مرکزی دروازے کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے اور آنکھیں خوف سے پھیل گئ تھیں۔

اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ اس نے بدقت تمام پھر اپنے پاؤں کی جانب دیکھا لکڑی کا بڑا سا جدید طرز کا دروازہ اس کے ہاتھ میں تھا اور پاؤں کے نیچے شفاف پانیوں والا سمندر تھا جو بہت بہت گہرا تھا اور جس کے نیچے ڈھیر ساری آبی مخلوقات تیرتی ہوئی نظر آرہی تھی اور ہاں وہاں فاصلے فاصلے سے سبز گھاٹیاں بھی تھیں جو نیلے پانی میں

کہیں کہیں سبزہ جھلکاتی تھی۔ یہ اکویریم فلور سمندر کا منظر پیش کرتا تھا۔ ایلسا نے زور سے اپنی آنکھیں میچیں کہیں یہ خواب تو نہیں؟ گارڈ نے اس کے چیخنے پر قدرے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر ایکیوریم فلور کو۔

"چلو۔" ایک لفظ ایک بلاوا ایلسا نے ایک راکٹ نظر لاؤنج میں گھمائی چار صوفہ سیٹ، بڑے بڑے واز، ٹیبلز، کاؤچ وہ فورا اس گارڈ کے ہمراہ ہوگئی اسے یقین آگیا تھا یہ شیشہ اسکے وزن سے ٹوٹے گا نہیں لیکن وہ پھر بھی نیچے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی کہ گہرائی اسکا دل ڈوباتی تھی۔

وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے رکے تھے۔ دروازے پر براق کی شرارتی آنکھوں والا پوسٹر نصب تھا جس میں وہ پنچ دکھا رہا تھا۔ سفید رومال سے بندھے ہاتھوں کی چھلکتی گلابی انگلیاں اسکے دل کی دھڑکنیں بڑھا گئیں، اشارہ ملنے پر اس نے طویل سانس خارج کر کے اپنے جذبات پر کنٹرول کیا اور گول دائرے میں تین انگلیاں ڈال کر اسے سرکا دیا۔ اس کے اندر جاتے ہی گارڈ نے فورا دروازہ بند کیا اور سائیڈ پر

لگی شیشے کی سکرین پر بٹن پش کرنے لگا دروازہ لاک ہو گیا تھا۔

"ویلکم ایلسا۔" دروازے سے نظر ہٹا کر اس نے اس ہال نما کمرے میں دیکھا وہ روم کے سائیڈ میں بنے بار میں سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دو چھوٹے چھوٹے چکور کرسٹل کے گلاس تھے۔ وہ گلاس ہی نہیں کمرے میں اور بھی بے تحاشہ چیزیں کرسٹل کی تھیں جن میں آف کورس ایکوریم فلور تو شامل ہی تھا اور وہ دیوار بھی جو مسلسل بارش برسا کر خود میں ہی سمو رہی تھی۔

"لگتا ہے اسے پانی پسند ہے۔"

ایلسا نے سوچا۔

سینٹرل ہیٹنگ کے باوجود اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے تھے۔ اس نے دیوار کو چھوڑ براق پر نظر ڈالی جو بہت ڈھیلی لمبی بڑے گلے اور شولڈر والی بنیان کے ساتھ سیاہ سائیڈ پر لگی سفید دھاریوں والے شارٹس پہنے ہاتھ میں چھوٹے گلاس پکڑے اس تک آ رہا تھا۔ مشروب کا رنگ بھی سفید تھا وہ اس کے آنے پر اپنی

بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو کنٹرول نہیں کر پائی تھی۔ براق نے گلاس اسے تھمایا اور اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اسے کاؤچ کی سمت لے آیا تھا۔ وہ دونوں اب بالکل ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"ایلسا کیا کرتی ہو تم؟" جنرل سا سوال معنی خیزیت سے بھرپور آنکھیں وہ اسکی چمکدار گریفائٹ آنکھوں میں دیکھ کر تھوڑی کنفیوز ہوئی تھی۔

"سٹوڈنٹ ہوں۔" براق تھوڑا نزدیک آیا ایلسا کی دھڑکنیں بڑھنے لگیں۔ آج وہ ستارہ جسے چھونے کی خواہش تھی بالکل اسکی آنکھوں کے سامنے اسکے پہلو میں بیٹھا تھا۔

"ہمم اچھا ہے کیا تمہیں معلوم ہے تمہیں یہاں کیوں بلایا گیا ہے۔" وہ اب اس کی سنہری لٹیں کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

'کچھ اندازہ ہو رہا ہے۔" وہ وائن گلاس خالی کرتے ہوئے کہنے لگی۔ براق کی آنکھوں میں ستائش ابھری اس نے اپنی گریفائٹ کلر کی آنکھوں کے اوپر ٹھہری اخروٹی

رنگ کی آئبر و اٹھائی جس پر پلاٹینم کی باریک سی رنگ کھدی تھی جس کی تار جلد میں کہیں گم ہو چکی تھی نظر آتا تھا تو وہ گول موتی جو اس کی آنکھوں کی طرح ہی چمکدار تھا۔

"تمہارا کچھ کچھ کا اندازہ بالکل درست ہے۔" پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

'ویلکم ٹو دی ہیون۔"

ایلسا کھلکھلائی تھی۔ اس سے بڑھ کر اس کے لئے اعزاز کی بات کیا ہو سکتی تھی۔ دور دور سے اسے نظروں میں اتارنے والی اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے پاگل ہونے والی آج اس کے پہلو میں بیٹھی تھی گناہ گار رات اپنے عروج پر پہنچنے لگی تھی۔

"کیا ہے؟" وہ پھٹی آواز سے چیخی تھی۔۔

پہلا دن مصروف اور کافی حد تک اچھا گزرا وہ جب گھر لوٹی تو دعا چاچو کے ساتھ بیٹھی بھر پور طریقے سے اپنی آج کی روداد سنا رہی تھی۔ وہ اس کے یوں تیز تیز بولنے پر مسکائی۔

"اسلام علیکم۔" نقاب اتار کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے وہ صوفے پر آ کر بیٹھی تھی۔

چاچو جو دعا کی فضول کی بک بک سے عاجز آ چکے تھے سُولیم کو دیکھ کر ایکدم کھل اٹھے۔

"وعلیکم اسلام، آگیا میرا بچہ کیسا رہا آج کا دن جینی اچھی ہے کافی تجربہ کار بھی، تمہیں اس سے سیکھنے کو بہت کچھ ملے گا۔"

دعا بھی طاہر سے بور ہو چکی تھی اسے دیکھ کر شکر کا کلمہ پڑھا۔

"جی وہ اچھی ہے مجھے مزہ آیا آج، میرے دو سال اچھے کٹنے والے ہیں آپ لوگ آج جلدی کیسے آ گئے؟"

طاہر نے اس کی معصوم چہرے کی جانب دیکھا کم از کم دعا کو تو وہ معصوم نہیں لگتی

تھی وہ اسے خرانٹ کہا کرتی تھی۔

"آج میرے بچے کا پہلا دن تھا جلدی کیسے نہ آتا۔" سُولیم کی آنکھیں بھرائیں نم سا مسکائی، آنکھوں میں جذبات ابھرنے لگے دعا فورا بولی۔

"کوئی خدا کا خوف کریں ڈیڈی یہ پانچ فٹ سات انچ کی صحت مند، (خرانٹ لفظ منہ میں ہی رہ گیا) لمبی چوڑی لڑکی آپ کو بچہ لگ رہی ہے یہ تو بہت ناانصافی ہے۔"

طاہر نے اسے سخت نظروں سے گھورا اس کی بولتی بند ہوئی۔

"ہر وقت نہ نظر لگایا کرو میری بیٹی کو خود کو دیکھا ہے بھینس بنی ہوئی ہو کھا کھا کر، سُولیم کل سے اسکا ڈائٹ چارٹ بنواؤ اور اس پر نظر رکھو خبر دار جو اس نے پزا برگر وغیرہ کو ہاتھ بھی لگایا تو یہ جھوٹے آنسوں مجھ پر اثر نہیں کرنے والے چلو جاؤ اپنی اسائمنٹ بناؤ۔"

وہ پیر پٹختی وہاں سے بھاگی تھی۔ سُولیم کے ہونٹ مسکراہٹ دبانے کے چکر میں مسلسل کانپ رہے تھے چاچو نے اس کے جاتے ہی سُولیم کی جانب رخ کیا وہ فورا

سنجیدہ ہوئی۔

"جی لگا کر کام کرو بیٹا میں چاہتا ہوں وقت کے چند ورق الٹتے ہی تم ہی سب سے موسٹ وانٹڈ ہو ہر کوئی ڈاکٹر سُولیم شفیق چاہتا ہو مان جاؤ میری آنکھیں تمہیں چار سال بعد بہت کامیاب ترین انسان دیکھ رہی ہیں۔"

چاچو کے ساتھ کافی وقت بتا کر وہ کمرے میں آئی تو منہ بسورتی دعا تیزی تیزی قلم کو کاغذوں پر گھسیٹ رہی تھی۔ وہ اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی کھڑی رہی ایک سیکنڈ دو پھر تین چوتھے سیکنڈ پر اس نے دعا کے ہاتھ سے پن چھینا تھا۔

"کیا ہے۔" وہ پھٹی آواز سے چیخی تھی۔

"وہی تو کیا ہے؟" ساتھ ہی اس کی نظریں دعا کی بھدی رائٹنگ پر پڑیں تو وہ مایوسی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"میرا موڈ سخت خراب ہے اور خبردار جواب ایک اور بار تم نے میری لکھائی کو دیکھ کر اپنی منڈی ہلائی تو تمہاری جیسی رائٹنگ ہے نا وہ میں دیکھ چکی ہوں چو ہے مار آخ

تھو۔"

وہ سُولیم کے لب کھلنے سے پہلے ہی بول اٹھی۔ سُولیم سے اپنی رائٹنگ کی انسلٹ برداشت نہیں ہوئی تبھی فخریہ بولی تھی۔

"محترمہ، وہ پروفیشنل رائٹنگ ہے اور یہ۔" اس نے اچک کر ایک کاغذ اٹھایا۔

"ایک نکمے سٹوڈنٹ کا اعمال نامہ۔" دعا کھینچنے لگی تو اس نے ہاتھ اوپر کو اٹھا دیا دعا کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔

"ہاں جیسے تمہارے گولڈ میڈل اصل سونے کے ہیں نا افسوس خالی پیتل پر سونے کا پانی چڑھا رکھا ہے اور ایسے میں ہزار بنوا سکتی ہوں مجھے ہر روز چیلنج نہ کیا کرو دیکھنا لندن سکول آف اکنامکس کی اگلی ٹاپر۔"

اس کے الفاظ ابھی منہ میں ہی تھے جب سُولیم کا ہنسی کا فوارہ نکل کر اس پر آگ برسا گیا۔ ایک جھٹکے سے سُولیم کے ہاتھ سے اس نے اپنے نوٹس چھینے اور گردن اکڑا کر ضبط کے گھونٹ پی کر واپس کرسی پر بیٹھ گئی سُولیم فوراً چپ ہوئی۔

"اوئے ناراض ہو گئی ہو دعا۔۔ دعا۔۔ اچھا یار تم ہی کرو گی ٹاپ۔" ٹاپ پر اس کی آواز پھر کانپی تھی ہنسی والی کپکپاہٹ۔

"اور دیکھنا پورا لندن دیکھے گا بلکہ پورا لندن ہی کیوں پوری دنیا دیکھے گی۔"

"سُولیم یار بد تمیزی نہ کرو۔"

دانت پیستے ہوئے وہ اسے رک جانے کا کہہ رہی تھی جو آج بڑے موڈ میں تھی۔ یہ سُولیم ہی تھی جو اسے یہ سب کہنے کا حق رکھتی تھی کوئی اور ہوتا تو اس وقت اپنی بتیسی کو ہتھیلی پر رکھے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا ہوتا۔

"اچھا پھر پورا یونیورس دیکھے گا ٹھیک نہیں چلو پوری گلیکسی۔"

"سُولیم۔" دعا غصے میں اٹھی تھی چیزوں کی اٹھک پٹھک کی آوازیں نیچے طاہر کے کمرے تک آ رہی تھیں جو وہیں سے چلا رہے تھے کہ یہاں ہمسائے پانچ منٹ گزرتے ہی پولیس لے آتے ہیں لیکن وہاں پرواہ کسے تھی۔

"تو یعنی یہ تمہاری سستی شہرت حاصل کرنے کی اوچھی سی ترکیب ہے۔۔"

ٹریڈمل پر دوڑتے ہوئے وہ اپنی سانسوں کے پھولنے کا منتظر تھا جو کبھی کبھی ہی پھولتی تھیں۔ وہ فل سپیڈ میں بھاگتا اپنے ورک آؤٹ کا آخری مرحلہ سرانجام دے رہا تھا جب۔

"سر بگ بی کی کال ہے۔"

اسکی سیکرٹری نے آکر اطلاع دی تھی۔ اس نے اپنا ورک آؤٹ جاری رکھا پانچ منٹ بعد وہ مشین بند کرتا نیچے اترا تھا۔ مستعد سے کھڑی لڑکی جو اس کے سٹاف کا حصہ تھی نے آگے بڑھ کر اسے ٹاول پکڑایا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ٹاول لیکر گردن کو جھٹک کر پسینہ پونچھا سر بھی صاف کیا منہ سے بھی ننھے ننھے ہیرے کے موتی جھٹکے کہ اسے ہیرہ کچھ خاص پسند نہیں تھا۔ انرجی ڈرنک پکڑتا وہ جم سے باہر آیا تھا وہ میڈ اسکے پیچھے پیچھے تھی۔

"کیسے ہو ڈیڈ؟"

کین منہ سے لگاتے ہوئے اس نے خود کو ان کو سننے دیا یہ اس کے ڈیڈ تھے فاروق شاہ پاکستان کی مایاناز شخصیت وہ شوگر مل کے مالک تھے امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بھی خوب چل رہا تھا اور سیاست میں تو وہ تھے ہی۔

"میں تو فٹ ہوں تم سناؤ جیت کا نشہ کیسا رہا۔"

اس کا قہقہ ان کے پوشیدہ طعنے پر برجستہ تھا۔

"بہت ہی سرور آمیز قسم سے مزا آگیا۔۔" انہیں چھیڑنے کا تو مزہ ہی کچھ اور تھا۔ انرجی ڈرنک حلق سے اتار کر وہ تصور میں ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر حظ اٹھا رہا تھا۔

"کمینے، بس کرو اب اپنی جو گرل فرینڈز کی لائن ہے نا اس کے آگے فل سٹاپ لگا دو میڈیا میں کتنے سکینڈلز بنے ہوئے ہیں تمہارے اندازہ ہے تمہیں اس بات کا؟ براق کمائی ہوئی عزت کو مٹی میں مت جھونکو۔"

وہ جتنا ہو سکتا تھا اسے سمجھا رہے تھے تنبیہہ کر رہے تھے لیکن وہ ان کی باتوں کو ناک پر سے مکھی کی طرح اڑا رہا تھا۔

"ڈیڈ میڈیا کا تو کام ہی سکینڈل بنانا ہے اور سیریسلی۔"

وہ ہاتھ والے پیلے کاؤچ پر ٹانگیں سیدھی کر کے بیٹھا۔

'یقین کریں مجھے انہی سکینڈلز نے اس بلندی تک پہنچایا ہے ورنہ میچ کا تو آپ جانتے ہی ہیں سال میں بامشکل چار بار لڑو اور بس، یہ میڈیا کی سرخیاں ہی ہیں جو مجھے 365 دن عوام میں تازہ رکھتی ہیں۔" بڑی سہولت سے کہہ کر اس نے کین خالی کر کے اپنے پاؤں میں دھری وہ کچھ دیر خاموش رہے براق کو لگا انہوں نے کال کاٹ دی ہے کان سے ہٹا کر دیکھا تو چل رہی تھی۔

"کیا؟"

"تو یعنی یہ تمہاری سستی شہرت حاصل کرنے کی ایک اوچھی سی ترکیب ہے۔"

حق دق جماد دینے والے انداز میں وہ ساکت سا بیٹھا اپنے سوکھتے لب تر کرنے لگا۔

"آ۔ آپ کو یہ لگتا ہے مطلب میں، میں یعنی کہ براق شاہ دی ان بیٹ ایبل۔۔ فاروق شاہ کا اکلوتا بیٹا کروڑوں لوگوں کا پسندیدہ کھلاڑی موسٹ وانٹڈ شخص سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے یہ کریگا آر یو سیرئیس ڈیڈ۔"

وہ جتنا صدمے سے بول سکتا تھا بول رہا تھا۔

"آئی مین واقعی؟"

"ہاں جس طرح کی تم بات کر رہے ہو اس سے تو یہی لگ رہا ہے۔"

فارق کو گویا اس کی حیرانگی سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"تم مانو نہ مانو کہو نہ کہو مجھے تو یہی لگتا ہے اور مجھے یہ بھی لگتا ہے براق کہ اب تمہیں اپنی لائف کے بارے میں کچھ سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے 28 کے ہو گئے ہو اور میری اس عمر میں تم زمین پر لینڈ کر چکے تھے۔"

اس نے سر کو جھٹکا۔

"تو یعنی یہ منی ٹارچر مجھے اس سمت لانے کے لئے تھا تو سن لیں ڈیڈ۔" وہ آگے کو

جھکا۔

"مجھے۔۔ ابھی۔۔ ان سب میں۔۔ دلچسپی نہیں اور رہی بات سکینڈلز کی تو وہ میڈیا خود بناتی ہے میں نہیں دیتا انہیں بنانے کو۔"

اس نے سہولت سے انکار کیا تھا فاروق نے اپنا ماتھا مسلا۔

"تو یعنی تم اپنی روٹین سے باز نہیں آنے والے۔"

"نوپ۔'

فاروق نے کال کاٹ دی اور سر کو کرسی کا محتاج ہونے دیا، آنکھیں بند کیں اور گہری سانس کھینچ کر جیسے دل کو مطمئن کرنا چاہا تھا۔ وہ ان کا واحد بیٹا تھا بچپن سے اس واحد پنے کی آڑ میں وہ اس کی ہر صحیح غلط بات کو مانتے آئے تھے۔ اسے کیا لینا ہے کیا نہیں لینا جائز ہے یا ناجائز کبھی اس چیز کی پرواہ نہیں کی تھی انہوں نے فردوس (براق کی موم) کی کسی بات کو نہیں مانا ہمیشہ براق کے پیچھے وہ کبھی کبھار انہیں بھی جھڑک دیتے تھے گو کہ وہ جھڑکنا آف کورس علیحدگی میں اور آپ

جناب والے انداز میں ہوتا تھا لیکن ہر دوسرے روز یہ جھڑک ضرور پڑتی تھی اور ظاہر ہے براق کو کسی چیز پر ٹوکنے کسی بچے کو گھونسا مارنے یا نوکروں کا وفد جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا ان میں سے کسی پر جوس گرانے تو کسی کے ساتھ بد کلامی کرنے کے بعد ٹوکے جانے پر یا پھر پاکٹ منی کے نام پر ملنے والے اس خطیر رقم کو فضول اڑا دینے پر یا یہ کہہ دینے پر کہ "براق تم ہر کسی کے ساتھ بد تمیزی یا بد اخلاقی سے پیش نہیں آسکتے ہر کوئی موم ڈیڈ یا پھر تمہارے کیئر ٹیکر نہیں ہوتے" پر پڑتی تھی لیکن جو نہی یہ بات فاروق کے کانوں میں پڑتی وہ بڑے سہولت سے کہہ دیتے۔

"براق کو جس کے ساتھ جو سلوک کرنا ہے وہ کر سکتا ہے میرے پاس پیسہ ہے اور میں پیسے سے ہر اس شخص کو خرید لونگا جس کے ساتھ میرا بیٹا جو بھی کرنا چاہے۔"

یہ ان کی محبت کی انتہا تھی جس نے فردوس کے دل کو دہلا دیا تھا وہ دل میں فقط یہ کہہ پاتیں۔

کہ ہر کوئی بکاؤ نہیں ہوتا۔

لیکن یہ بات کون باپ بیٹے کو سمجھائے براق کی ضدی طبیعت فاروق کا اسے پیمپر کرنا وہ دن بدن اس کے شدید بگڑ جانے سے پریشان ہوئی جاتی تھیں پھر فاروق نے اسے بورڈنگ بھیج دیا انکے ساتھ ساتھ اب فاروق بھی اس بات سے متفکر ہوئے تھے لیکن ظاہر ہے یہ خواہش بھی براق کی تھی تو وہ تولب بستہ رہتی ہی تھیں۔ اس بار فاروق کو بھی خاموشی اختیار کرنے پڑی بورڈنگ میں گیا براق پھر واپس نہیں پلٹا تھا۔ گریجوئیٹ ہونے کے بعد اس نے وہیں باکسنگ کلب میں جوائننگ لے لی تھی مار پیٹ کا شوقین براق جلد ہی لوگوں کا منظور نظر بن گیا اس کی کامیابیاں فاروق کا جہاں سر فخر سے بلند کر رہی تھیں وہیں اس کی بدلتی روٹین نے ان کے گرد فکر کے جال بن دیے تھے۔ وہ ڈرنک کرتا ہے کوئی نہیں یہ ہی تو ہم لوگوں کی پہچان ہے اگر ڈرنک نہیں کریں گے تو کلاسی کیسے لگیں گے۔

"وہ ڈرگز لیتا ہے۔"

"کیا وہ ڈر گزلیتا ہے؟" ان کا ماتھا ٹھنکا اپنے پیغام رساں کو سرخ نظروں سے دیکھا۔

"جی سر ان کی ناک بھی آج کل سرخ رہنے لگی ہے۔"

انہوں نے ضبط کا گھونٹ بھرا۔

"کوئی نہیں جب صحت گرتے دیکھے گا تو خود یہ سب چھوڑ دیگا وہ اپنے بارے میں بہت کانشس ہے۔"

"سر وہ۔۔" پیغام رساں ہچکچایا اس نے بہت ہمت کر کے اس فحش جگہ کا نام لیا تھا جہاں وہ پچھلے دو ماہ سے لگاتار جا رہا تھا۔ انہوں نے دانت آپس میں رگڑتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا دروازہ بند ہوتے ہی ان کا موبائل انیس سالہ براق کے سیل پر رنگ کر رہا تھا۔

"مجھے مت مجبور کرو کہ میں تمہارے اکاؤنٹس فریز کر دوں براق، غلاظت میں مت گرو اس سے نہ صرف تم ذہنی مریض بنو گے بلکہ جلد بوڑھے ہو جاؤ گے۔"

آج فردوس کی تمام نصیحتیں ان پر حقیقت کے در وا کر رہیں تھی۔ وہ ٹھیک تھیں بالکل ٹھیک والدین کو ایک حد میں رہ کر بچے کی بات کا مان رکھنا چاہیے ایک رعب ایک عزت تو ان کے دل میں اپنے لئے چھوڑنی ہی چاہیے نا تا کہ وہ کچھ عزت کے دائرے سے باہر کہنے کا سوچیں بھی تو کہہ نہ پائیں۔

"اوہ کم آن ڈیڈ ہم دوست ہیں اور ہم دونوں ایک ساتھ بوڑھے اچھے لگیں گے۔'

اور بچوں کو اس قدر بھی خود کا دوست نہیں بنانا چاہیئے کہ وہ آپ کا مرتبہ آپ کی حد ہی بھول جائیں۔

"براق تم کہو تو میں تمہاری پری ویڈنگ کروا دیتا ہوں لیکن یہ گرل فرینڈز ڈر گز برہنہ شوز میں جانا یہ تمہارا ٹیسٹ نہیں ہے تم کلاسی ہو یہ بات یاد رکھو۔'

وہ بے حد مضمحل تھے اضطراب ان کے ہر لفظ سے ٹپک رہا تھا۔

"ڈیڈ میں تمہارا کا مقصد سمجھ رہا ہوں تم چاہتے ہو کہ میں شادی کر کے پھنس جاؤں جیسے نانا نے آپ کو پھنسایا تھا اور گرل فرینڈ رکھنا ہم جیسے کلاسی لوگوں کا ہی وطیرہ

ہوتا ہے ان بار، پبز نیوڈ شوز کو زندہ ہی ہم کلاسی لوگ رکھتے ہیں اگر ہم ہی نہ جائیں تو یہ چلیں کیسے۔"

اس نے ان کی بات کو ہوا کی طرح اڑایا تھا وہ خود پر کنڑول کیے بیٹھے تھے مگر کب تک پیمانہ چھلک پڑا۔

"مجھ سے آپ کر کے بات کرو۔" وہ دھاڑے تھے۔

"اب میں تمہارا دوست نہیں باپ ہوں آئی سمجھ اور رہی بات شادی کی تو وعدہ ہے یہ شاہ کا یہ صرف پری ویڈنگ ہی رہے گی تمہیں فیملی بنانے کو میں نہیں کہہ رہا نہ ہی عمر بھر نبھاہ کرنے کا بس تم ہر راہ چلتی لڑکی کے ساتھ نہیں پائے جاؤ اس لئے میں یہ سب کر رہا ہوں (کیونکہ میں اپنے باپ کی طرح دھوکے باز نہیں بھلے ان کا دھوکہ بڑا ہی حسین تھا فردوس کا چہرا سامنے لہرایا تو فورا اسے دماغ کو جھٹکا)

"ول سی۔" فون بند ہو گیا۔

"ڈاکٹر مجھے عام زندگی چاہیے ایک نارمل لائف پلیز میری مدد کرو۔۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا اور اب تم اپنا وعدہ توڑ رہی ہو کتنا سخت گناہ کر رہی ہو نا تم۔"

سپیکر سے سُولیم کی مردہ سی آواز ابھری تھی وہ ابھی ابھی کلینک سے لوٹی تھی۔ چاچو ہاسپٹل تھے اور دعایونی جو نہی اس نے بے وقت کی بھوک مٹانے کی غرض سے نوڈلز کی کین اوون میں ڈالی لوسا کی کال آگئی۔

وہ اس کی نئی پیشنٹ تھی کافی سینس ایبل میچور اور خوبصورت سی وہ لوسا فرلاب تھی جس کی کیس ہسٹری پڑھ کر وہ کانپی ضرور تھی لیکن اللہ کا نام لیکر شروع کر لیا تھا جس میں وہ سٹیپ بائے سٹیپ کامیاب بھی ہو رہی تھی لیکن لوسا کے وعدے توڑنے کی عادت اففف وہ بے بسی سے جھلا گئی۔

پانچ دن محض پانچ دن میں اس نے اپنا وعدہ توڑ دیا تھا۔ سُولیم نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ پورن ویڈیوز نہیں دیکھے گی وہ اس کھلے گناہ کی غلاظت اپنی بصارت میں نہیں

اتارے گی لیکن وہ وعدہ جفانہ کر سکی اب اسے لوسا کی ڈوز بھی چینج کرنی پڑیں گی اسے میڈیسنز کا اثر زائل ہوتے دیکھ افسوس ہوا۔

"میرے مذہب میں اس کا گناہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اتنی کڑی سزا نہیں ہے۔"

سُولیم نے اس کی بودی گیلی دلیل پر سر پکڑ لیا اوون کے اندر سے نوڈلز کے بوائل ہونے کا پیغام آرہا تھا اس نے آہستہ سے انہیں نکالا اور خالی ہاتھ کچن سے باہر آگئی اب بھوک کس کافر کو لگنی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے ہو سکتا ہے یہ اتنا بڑا گناہ نہ ہو لیکن لوسا چھوٹے چھوٹے گناہ ہی بڑے عذاب لے آتے ہیں جیسے قطرے سے دریا بن جاتا ہے ایک چنگاری جوالہ مکھی بھڑکا دیتی ہے ویسے ہی ایک چھوٹا گناہ انسان کی شخصیت تباہ کر دیتا ہے لوسا تم ساتویں بار اپنا پرامس توڑ رہی ہو اور تم جانتی ہو جب تم یہ سب دیکھتی ہو تو مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔" اس نے آنکھیں مسلتے ہوئے ایک دلخراش سوچ کو ذہن سے جھٹکا۔

"جب تم نفس کے آگے بہک جاتی ہو تو میں کتنا ہرٹ ہوتی ہوں ٹھیک ہے تمہارے مذہب میں اسکا گناہ نہیں ہے لیکن ہنی یہ ایک لڑکی کے لئے میرے نظریے کی مطابق بہت ہارم فل ہوتا ہے ایسی چیزیں دیکھنے سے تمہاری سوچیں کتنی آلودہ ہوتی ہوں گی۔ "

اسے لوسا کی سسکیاں سنائی دینے لگیں وہ ٹھہر گئی لوسا آنسوؤں بھری آواز سے کہہ رہی تھی۔

"میں کیا کروں میں بہت روکتی ہوں خود کو بہت سمجھاتی ہوں لیکن دل کہتا ہے گناہ کرنے سے بہتر ہے دیکھ لے پھر وہ جھوٹی تسلیاں وہ خود ساختہ کہانیاں مجھے اس اندھیری سرنگ میں دھکیل دیتی ہے جس کے آخر میں روشنی کی چمک بھی نہیں ہوتی۔ میں اس ایک کلک کے سبب اپنے گرد گناہوں کے جال اکھٹے کر دیتی ہوں جن سے فرار ناممکن ہے ڈاکٹر تم نہیں جانتی میں ہر روشنی میں کتنا پچھتاتی ہوں لیکن ہر اندھیرا مجھے اجالے کی شرمندگیاں بھلا دیتا ہے۔ "

وہ کہے جا رہی تھی سُولیم سنے جا رہی تھی ہاں یہ ہی تو اس کا کام تھا اپنے مریض کی ہر تکلیف دہ یا فضول سی باتیں سننا ان کا دل ہلکا کرنا پھر اپنے لفظوں کے استعمال سے انہیں تسلیاں دینا دوا تجویز کرنا اور ان کے صحت مند ہو جانے کا انتظار کرنا لوسا کی آواز اب بھی اس کے کان کے پردے سے ٹکرا رہی تھی۔

"مجھے اس میں لذت محسوس ہوتی ہے میں دیکھتی جاتی ہوں ایک بار بار بار ہزار بار میں لفظ لکھتی ہوں مٹاتی ہوں مٹا کر لکھتی ہوں سرچ کرتی ہوں پھر کئے چلی جاتی ہوں مجھے لگتا ہے سامنے چلتی فلم ہی دنیا کا سب سے اہم کام ہے وہ جو سکرین کے پار ہو رہا ہے وہ کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ خود میرے ساتھ ہو رہا ہے۔"

سُولیم نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

"میرے اندر کہیں شاید جو کوئی اچھائی کا انسان چھپا بیٹھا ہے وہ بار بار مجھے ٹوکتا ہے جھنجھوڑتا ہے کہ مت کرو مت دیکھو لوسا تمہارے چہرے کی روشنی کھوتی جا رہی ہے دیکھو تمہاری معصومیت وہ بھاگ رہی ہے اسے پکڑ لو لیکن وہ جو شیطان ہے وہ

جو سیاہی ہے وہ کہتی ہے لو سا تمہاری معصومیت آج سے نو سال پہلے کھو چکی ہے دیکھ لو جو دیکھنا چاہتی ہو اس میں کوئی قباحت نہیں۔"

سُولیم نے اپنا سر صوفے پر گرا دیا اس کے چاکلیٹ رنگ کے بال اطراف میں گرنے لگے۔

"ڈاکٹر مجھے ایک عام زندگی چاہیے ایک نارمل لائف پلیز میری مدد کرو اگلے الفاظ جو میں کہنے جا رہی ہوں اسے سن کر تم مجھ سے نفرت کرو گی ڈاکٹر میں نے فادر سے کیا وعدہ توڑا تمہارے وعدے توڑے پھر میں نے۔"

وہ رکی اس کی ہچکی لگی تھی۔

"میں نے تمہارے اللہ سے وعدہ کیا کہ ہو سکتا ہے جس کے رعب میں تم اتنی پوشیدہ رہتی ہو میں اس سے ڈر کر اس کے دبدبے میں وعدہ نباہ لوں اور اس سب سے چھٹکارا حاصل کر لوں لیکن میں نے اس کا وعدہ بھی توڑ دیا میرے دل میں ذرا سا بھی اس کا ڈر نہیں بیٹھا مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا پھر میں نے وہی کیا جو

مجھے کرنا تھا۔"

سُولیم کی آنکھیں پوری کھل گئیں وہ چونکی چونک کر آگے ہوئی پھر اس کے چہرے پر سرخی دوڑنے لگی آنکھ کے کنارے پانی جمع ہونے لگا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا وہ کونسی چیز ہے جو مجھ ان سب سے باز رکھے گی۔"

اس کی آواز کی جھنجھلاہٹ میں سُولیم کو اس کے ذہنی خلفشار کا پتا چل رہا تھا گو کہ اسے لوسا کا اللہ کو درمیان میں لانا پسند نہیں آیا تھا لیکن اس کے پسند آنے نہ آنے سے کیا فرق پڑتا ہے وہ بھی تو اللہ کی بندی تھی اس کا خالق بھی تو وہی تھا وہ مانے یا نہ مانے اس کا رب بھی وہی تھا جو سُولیم شفیق کا تھا۔

"پری ویڈنگ۔"

ساڑھے انیس سالہ براق شاہ کی وقتی بیوی سنبل اس کے ساتھ اب اس کے فلیٹ

میں رہتی تھی۔ نازک اندام مغربی کلچر کی پروردہ سنبل کرن سنگل پیرنٹ کی اولاد تھی اس کی ماں کرن چونکہ ایک عیسائی عورت تھی لیکن باپ کے ایرانی ہونے کی وجہ سے وہ سنبل کو اسکے باپ کے دین اپنانے سے نہ روک سکی تھی۔ اس نے سنبل کو آزاد رہنے دیا جو چاہے اپنائے جو جی چاہے کرے وہ اپنی ماں کے ساتھ دس سال تک یوگینڈا میں رہی تھی پھر وہ دوبئی مستقل طور پر شفٹ ہو گئے۔ دوبئی میں ہی سنبل فاروق سے ملی تھی خطیر رقم کی عوض ہی اس نے یہ وقتی شادی ان شارٹ کانٹریکٹ میرج کی تھی جس میں واضح لکھا تھا وہ صرف تب تک براق کے ساتھ رشتہ نباہ سکتی ہے جب تک وہ چاہے گا اس کے بعد دونوں کے راستے جدا ہوں گے اور وہ اس ٹائم پیریڈ میں کسی بھی صورت فیملی نہیں بنا سکتے اگر انہوں نے ایسا کیا تو دونوں فریقین کو بہت بڑا معاوضہ چکانا ہو گا یہ فاروق کی طرز کا نکاح نامہ تھا ایک سکیورٹی ٹائپ۔۔

سنبل براق کے لئے ایک کھلونے سے بڑھ کر نہیں تھی جس کے ساتھ وہ جب

چاہے جیسے چاہے کھیل سکتا تھا۔ وہ مکمل طور پر اس کی محتاج تھی اور اس محتاجی میں بھی ایک مزہ تھا۔ وہ دن بہ دن سوچتی جارہی تھی کہ اپنے سے تین سال چھوٹے براق کو کیسے اپنی محبت کے جال میں پھانسے؟ ہر ماہ بینک بیلنس بڑھاتی وقتی عیاشی کو کیسے پائیدار بنائے یہی سوچتی رہتی تھی۔ اس نے براق پر مکمل ڈورے ڈالنا شروع کر دیے اسکا کھانا بنانا کپڑوں کو لانڈری کرنا روم سیٹ کرنا، سجنا سنورنا غرض یہ کہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہنے لگی۔ وہ جہاں بھی جاتا سنبل اس کے ساتھ رہتی مصنوعی مسکراہٹ ہر پل لبوں پر سجائے وہ اس کے ہر غلط کام کو بڑے ہی سراہانے والے انداز میں صحیح کہتی تھی لیکن وہ بھول گئی تھی آگے بھی براق تھا بہت جلد چیزوں سے اکتا جانے والا اپنی زندگی سے نکال دینے والا اسے کیونکر کافی لمبے عرصے تک برداشت کرتا۔

"ڈیڈ بہت کھیل لی میں نے یہ پری ویڈنگ گیم اب بہت ہوا اس چپکو کو نکالیں میری لائف سے میں عاجز آگیا ہوں ہر وقت کی اس کی دخل اندازی سے۔"

فاروق ہنسے تھے۔

"برخودار بیوی کو کیسے پھر ساری عمر جھیلو گے وہ تو اس سے بھی زیادہ دخل اندازی کرتی ہے۔" فاروق اس کی جھنجھلاہٹ سے بہت محظوظ ہو رہے تھے براق نے اپنے اعصاب ڈھیلے کیے۔

"ڈیڈ آپ ہر وقت موم پر ان ڈائریکٹ طعنے مت کسا کریں میں عنقریب انہیں بتانے والا ہوں۔" فاروق کا اور جاندار قہقہ ابھرا۔

"تم مجھے دھمکا رہے ہو؟"

"یس آفکورس آپ جب تک میری معصوم بھولی ماں پر جھوٹے بہتان بازیاں کرتے رہیں گے میں انہیں ایک ایک خبر دیتا رہوں گا مت بھولیں اگر آپ میرے پیچھے جاسوس لگوا سکتے ہیں تو میں بھی آپ کا بیٹا ہوں۔"

وہ ایک دم سیدھے ہو بیٹھے۔

"کس۔۔۔ کس بارے میں بات کر رہے ہو تم؟"

وہ چوکنا ہوئے۔

"برج العرب روم نمبر 36۔"

فاروق نے نم ماتھا ٹشو سے صاف کیا واقعی اولاد کو کبھی سر نہیں چڑھانا چاہیے۔

"تو تمہیں لگتا ہے میں وہاں عیاشی کر رہا تھا۔" غصے میں ڈرانے کی غرض سے غرائے لیکن وہ یہ بھول گئے تھے آج کی جنریشن اونچی آواز سے نہیں ڈرتی اب کہ قہقہ کی باری براق کی تھی۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ آپ وہاں عیاشی نہیں کر رہے تھے ایک بزنس ڈیل سائن کر رہے تھے لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ میں یہ ثابت کردوں گا کہ آپ وہاں عیاشی کر رہے تھے۔"

فاروق نے غصے سے دانت کچکچائے وہ سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔

"اور ایسا تم کیوں کرو گے؟"

"میری ماں پر جھوٹے الزام لگانا بند کردیں پلس اس آسیب سے میری جان

چھڑائیں۔" بڑے آرام سے کہا۔

"ہاں تو طلاق کے پیپرز تھماؤ اسے اور چلتا کرو مجھے کیوں ذہنی ٹینشن دے رہے ہو۔"

براق کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"اور اس کے بعد کوئی پری وری ویڈنگ نہیں ہوگی۔"

اس نے ان کی حالت کو سوچتے ہوئے اپنے مطلب کی شرط رکھی۔

"نہیں ہوگی میرے باپ۔"

"اور کبھی بھی مطلب کبھی بھی میرے اکاؤنٹ فریز کروانے کی دھمکی نہیں دیں گے۔"

فاروق نے بڑی ہی مشکل سے اس کی بات کو ہضم کیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"اور اپنے سستے جاسوس بھی ہٹوائیں گے۔"

وقت اپنا چل رہا تھا تو وہ کیوں نا اس سے کھیلتا اپنے باپ کی کمزور ڈوری بڑے ہی صحیح ٹائم اس کے ہاتھ لگی تھی۔

"سستے۔" فاروق کو صدمہ لگا۔ "تم جانتے بھی ہو کتنی فیس ہے انکی؟"

براق نے شانے اچکا دیے۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا براق کھل گیا شرارت سوجھی۔

"ویسے ڈیڈ یار کچھ زیادہ ہی زن مریدی کے ریکارڈ نہیں توڑ رہے"

فاروق کے تو سر پر لگی پیر پر بجھی۔

"گو ٹو ہیل۔ اُلو کا۔۔۔" اور لائن بے جان ہو گئی۔

"آپ بہت اچھی ہو شکریہ میری زندگی میں آنے کا۔۔"

رات کی تاریکی اپنے عروج پر تھی۔ آسمان قطرہ قطرہ آنسوں برسا رہا تھا نہیں یہ برف باری نہیں تھی آج آسمان بوند بوند پانی ٹپکا رہا تھا۔ برف باری تو کچھ دیر قبل تھمی تھی ہر چیز پر سفیدی پھیر کر اب وہ اپنے پانی سے اسے دھونے کی سعی میں تھا۔ تڑ تڑ تڑ بارش کے قطرے مسلسل شیشے پر دستک دے رہے تھے وہ گھبرا کر اٹھی عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سر پر سکارف اوڑھے شب خوابی کا لباس پہنے ہی بالکونی میں آگئی۔ دعا کے مدھم خراٹے پورے کمرے میں گونج رہے تھے اس نے بھی سُولیم جیسا لباس پہن رکھا تھا گھٹنوں سے قدرے اونچی ڈھیلی ڈھالی سفید ٹی شرٹ اور ٹراؤزر جس پر چھوٹے چھوٹے واٹر میلن ایک چوتھائی حصے میں کٹے ہوئے تھے۔ جامنی سکارف سر پر باندھے وہ بالکونی میں آئی جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی اب اس پر گرتے پانی کے قطرے جمی ہوئی برف میں منتقل ہو رہے تھے۔

اس نے خود کو بھی ان بوندوں میں بھیگنے دیا پتا نہیں کہاں سے ہوا میں نقش ہوئے

الفاظ اسکی سماعت سے آ کر ٹکرائے نسوانی آواز کہہ رہی تھی۔

"میں کیا کروں بہت روکتی ہوں خود کو پھر بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے ہر آنے والا اندھیرا مجھے اپنی سیاہی میں ڈبو کر بے نشاں کر دیتا ہے۔"

وہ لوسا تھی جو بول رہی تھی۔ سُولیم نے ناک کے ذریعے ٹھنڈا سانس اندر کو کھینچا اور خود کو اس سے زیادہ ٹچی ہونے سے روکا وہ ضرور اس کا کوئی نا کوئی حل نکال لے گی اسے خود پر پورا یقین تھا۔ اس سے پہلے وہ اندر جاتی ایک عجیب سے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا اس نے غور کیا توجہ دی، یہاں صرف بارش کے گرنے کی آوازیں نہیں تھی بلکہ کوئی اور بھی آواز تھی کسی کمسن لڑکی کے چیخنے کی مدد مانگنے کی آواز، وہ فوراً اپنے بگز بنی والے سوفٹ شوز برف پر جماتی بالکونی کی دائیں جانب جھکی تھی۔ گلی کی بالکل نکڑ پر اسے چار ہویلے سے نظر آئے تین مرد اور ایک چھوٹی بچی شاید۔۔ اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں گلی بالکل خالی و سنسان تھی۔ وہ برق رفتاری سے اندر کی سمت بڑھی وارڈروب سے اپنا عبایا اٹھایا نقاب لگا کر اپنی سائیڈ

NC

ڈرار جس پر اسکے نام کا سٹکی نوٹ چسپا تھا اسے کھول کر اپنی لائسنس پسٹل نکالی ہتھیلی جتنی سلور پسٹل ہاتھ میں پکڑے وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔ مین ڈور ان لاک کر کے آرام سے باہر آئی اور لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ یہ سب اس نے صرف تیس سیکنڈ میں کیا تھا لفٹ سے نکلتے ہی اس نے پولیس کو اطلاع دی تھی۔ بلڈنگ کا گیٹ عبور کر کے وہ اس نکڑ کی سمت بھاگی تھی۔ وہ تین شرابی اس ٹین ایجر کو گھسیٹتے ہوئے کہیں لے جانے کی سعی میں تھے اس کا بازو بھی پھٹا ہوا تھا اور وہاں سے خون بھی رس رہا تھا چہرے پر تھپڑ کے نشان تھے۔

سُولیم ان کے سر پر پہنچی اور ایک ہاتھ ہوا میں بلند کر کے فائر کر دیا۔

"چھوڑ دو اسے ورنہ اس میں موجود ساری گولیاں میں تمہارے سینوں میں اتار دونگی۔"

پستول کی نال انکی طرف کر کے وہ اشتعال میں دھاڑی تھی۔ وہ پہلے ہی گولی کی آواز سن کر بدک کر پیچھے ہوئے تھے اوپر سے اسکی دھاڑ وہ بھاگنے لگے تھے جب وہ پھر

سے غرائی۔

"خبردار جو تم نے بھاگنے کی کوشش بھی کی۔"

وہ ٹین ایجر جست لگا کر اس تک پہنچی اور اس کی پشت پر کمر پر ہاتھ باندھے اس سے چپک کر تھر تھرانے لگی اتنے میں پولیس بھی وہاں آگئی سُولیم نے روتی لڑکی کو خود سے ہٹایا اور عبایہ پر پہنی شال اسکے گرد ڈال دی پولیس ان دونوں کو بھی ساتھ لے گئی تھی بیانات دیکر جب وہ دونوں باہر نکلیں تو سُولیم نے کیب رکوالی حالانکہ ان کا فلیٹ نزدیک ہی تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے پوچھا جبکہ پولیس کے پوچھنے پر اسے پتا چل گیا تھا بات کا آغاز کلام کی کوشش۔

"ایملی" بچی نے گیلی آوز سے بتایا تھا۔

"ہیم ایملی، میں سُولیم ہوں ایک سائیکاٹرسٹ دی مائنڈ میں ہوتی ہوں میں پاکستان سے آئی ہوں میری بہن کو یہاں کی ڈگری چاہیے تھی اسلئے۔"

وہ بالکل نارمل سے انداز میں کہہ رہی تھی بتانے کا مطلب تھا اب وہ اپنا تعارف دے ایملی نے آنسوں پونچھے۔

"میں کینڈرین ہوں یہاں ممی کے ساتھ آئی ہوں وہ جو زیڈ بلاک ہے اسکے آخر میں جو گھر ہے ہمارا ہے۔"

سُولیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم کیا کرتی ہوں سٹوڈنٹ ہو یا جو بئز؟"

ایملی کے آنسوں پھر سے شروع ہو گئے۔

"نہیں میں نہیں پڑھتی میرے پاس سمسٹر بھرنے کے پیسے نہیں ہوتے ماں کہتی ہے کماؤ اور کھاؤ تم جانتی ہو جس دن میں پیسے گھر نہیں لاتی اس دن مجھے۔۔" وہ رک گئی خفت سے شرمندگی سے، سُولیم نے اس کی شرمندگی مٹانے کی غرض سے بات کا رخ بدلا اور وہ کہا جو کب سے اس کے دل میں تھا۔

"اگر میں تمہیں کچھ کہوں تو برا تو نہیں مانو گی؟" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ رات کے ڈھائی بجے گھر سے باہر رہنا لڑکیوں کے لئے خصوصی اس معاشرے کے لئے اچھا نہیں ہے۔"

ایملی نے روتی صورت سے اسے دیکھا۔

"تم میری بات نہیں سمجھ رہی میری ماں چاہتی ہے میں سارے پھول بیچ کر ہی گھر آؤں چاہے اگلا دن ہی کیوں نا چڑھ آئے میں اب بھی پھول بیچ کر ہی گھر آ رہی تھی جب ان لڑکوں نے مجھے گھیر لیا اچھی انسان! انہوں نے مجھ سے میرے سارے پیسے چھین لئے تھے ہاں پولیس نے واپس دے دیے ہیں لیکن اس ہاتھا پائی میں کچھ ایسے پھٹے کہ وہ جڑنے کے قابل نہیں رہے۔"

وہ پہنچ گئے تھے سُولیم کرایہ دیکر اس کے ساتھ نیچے اتری اور مڑ کر مسکراتے ہوئے اس ٹین ایجر کو دیکھنے لگی۔

"ہر چیز جڑ جاتی ہے بچے، بس اسے جوڑنے کا طریقہ آنا چاہیے۔" اسے ایملی کی ماں کا ظالمانہ رویہ سن کر افسوس ہوا تھا وہ اس کے ساتھ اب ایک گلی میں مڑ رہی تھی

ایملی نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ نہیں جڑیں گے۔" اس کے نین کٹورے منٹ منٹ بعد بھر رہے تھے ہتھیلی کھول کر اس نے نوٹ کے پرزے اس کے سامنے کئے جو کافی چر مر ہو چکے تھے۔

"جب چیزیں ایسے ٹوٹ جاتی ہیں نا تو اللہ تعالی ان کی جگہ نئی چیزیں بنا دیتا ہے ہو بہو ویسی بس تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ تم دعا کرو یہ نوٹ بھی جڑ جائیں گے تھوڑی سی ردوبدل ہو گی لیکن یہ جڑ جائیں گے۔"

وہ دونوں ایک پسماندہ سے گھر کے سامنے رکی تھیں لڑکی اور وہ تقریبا بوندوں میں بھیگ چکے تھے سُولیم کو جلد بازی میں چھاتا نہ اٹھانے پر افسوس ہوا۔

"آپ بہت اچھی ہو شکریہ میری زندگی میں آنے کا۔"

سُولیم نے مسکاتے ہوئے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔

"ہر پیرنٹس اتنے برے نہیں ہوتے جتنے ہم دوسروں کی نظروں میں انہیں بنا

دیتے ہیں ان کے سخت عمل کے پیچھے بھی کوئی نا کوئی سولڈ ریزن یا پھر نصیحت چھپی ہوتی ہے جسے ہمیں کھوجنا ہوتا ہے جس دن تم وہ کھوج لو گی تو یقیناً تمہیں اپنی ماں کی سختی سے محبت ہو جائے گی اب تم جاؤ اندر خاصی دیر ہو چکی ہے ہم ضرور پھر ملیں گے۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر جانے لگی تھی کہ دفعتاً کچھ یاد آنے پر مڑی۔

"لیکن آپ گھر کیسے جائیں گی اس گلی کہ بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بھوت ہے اکثر لوگوں نے یہاں سفید کلر کی لمبے بالوں والی عورت کو پھرتے دیکھا ہے وہ جو بغل والے شنگھرام ہیں نا ان پر تو وہ چڑھ بھی گئی تھی بہت مشکل سے ان کے پنڈت نے اسے ہٹایا تھا۔"

وہ ڈرتے ڈرتے سُلیم کو بتا رہی تھی سُولیم نے تھوک نگلا۔

"بہت اچھے۔"

"یہ ناک کٹوانے کے برابر ہے۔۔۔"

صبح کی چمکتی کرنیں اس کے لئے آزادی کا پیغام لائی تھیں کل اس نے سنبل سے جان چھڑالی تھی اور آج وہ اس کے فلیٹ سے اپنا سارا سامان ڈھیر سارے آنسوؤں میں سمیٹتی چلی گئی تھی۔ وہ سونے کے ذرات میں بھیگتا جوش سے سکیٹنگ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اسکا لنگوٹیا یار اسد بھی تھا۔ دونوں کے وہیل لندن کی زمین کو اپنے پیروں میں کچلتے آگے بڑھ رہے تھے ہنستے کھلکھلاتے یاہو کے نعرے لگاتے کبھی وہ سپیڈ بریکر سے پہلے پاؤں کو ہوا میں اچھالتے اور گھوم کر اسکو کراس کر لیتے تو کبھی سڑک پر چلتے چلتے فٹ پاتھ پر چڑھ جاتے سڑھیوں سے مہارت سے اترتے اسد نے اپنے ساتھ اترتے براق سے کہا۔

"آزادی مبارک ہو تمہیں۔" اس نے ایک ادا سے سکیٹ کو سڑھیوں سے منسلک ریڑھ پر ڈالا اور سپیڈ میں نیچے جاتا رہا۔

"اور تجھے بھی۔"

"یار ویسے وہ تھی بہت چپکو، بیوی تیری ڈورے مجھ پر۔" اسد کا قہقہہ ساتھ چلتے لوگوں نے بھی سنا تھا۔

"بیوی نہیں۔۔۔" اس نے نازیبا لفظ بولا۔

"ہم پیسے والے بھی نا شوگر کوٹڈ ورڈز میں اپنی ہر غلط چیز کو بیان کرتے ہیں ایسا کہ وہ پھر کلاسی لگے ڈیڈ نے یہ سب اس لئے کیا تاکہ میں وہ شو دیکھنے نہ جایا کروں ٹھیک ہے وہ میرے ڈیڈ ہیں ان کا احترام واجب ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے وہاں کی میمبر شپ کینسل کروا لونگا یوں بھی اب مجھے اس میں چارم نہیں رہا۔"

وہ واقعی بہت جلد چیزوں سے اکتا جاتا تھا۔

اسد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"شکر جو تو نے بھی عقل کے ناخون لئے میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن تو ہے کہ میری کسی بات پر جو سر دھنے اب فل فوکس اپنے باکسنگ کریئر پر کرتا کہ کل کو میں سر اٹھا

کر کہہ سکوں کہ یہ میرا دوست ہے۔"

براق رک گیا تنک کر اسے دیکھا۔

"ہاں اب تو جیسے میں تیری ناک ڈبوا رہا ہوں۔'

"دو بار۔' اسد نے وکٹری کا سائن بنا کر کہا۔' دو بار تجھے جیل سے اور نو بار اس گند خانے سے مدھوشی کے عالم میں اٹھا کر لایا ہوں اور یہ ناک کٹوانے کے برابر ہے."

براق اسے گھورتا رہا اسد نے اپنا سکیٹ ہاتھ میں پکڑا اور چلنے لگا براق کے پہیے اس کے قدموں کے ساتھ تھے۔

"گھورنے کی بجائے اپنے کرئیر پر فوکس کرو رنہ۔۔" براق کا تپنچ اسکا جبڑا ہلا گیا۔

"آئندہ مجھے کچھ جتانا نہیں اور ہاں تو بھی اب مجھے نہ گھور چلنے پر فوکس کر یہ میری پریکٹس کی شروعات ہے۔"

اسد نے "سالا" کہتے ہوئے اسکی گردن پکڑی تھوڑی دیر بعد وہ دوست ہنستے کھلکھلاتے آپس میں گتھم گتھا تھے اور آٹھ سال میں براق شاہ وہ بن گیا تھا جو آج وہ

ہے

دی براق شاہ!

"ایم سوری چاچو۔۔۔"

ہاں ٹوٹی ہوئی چیزیں جڑ جاتی ہیں اور بھوت جب آیت الکرسی اور چار قل کا دائرہ ہو تو سو فٹ دور بھاگتے ہیں۔ ایملی کے جانے کے دس منٹ بعد کوئی اس (ایملی) کے کمرے کی کھڑکی سے اندر گھسا تھا اور اب وہ اس کے تکیے کی جانب بڑھ رہا تھا پھر اس نے احتیاط سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھا اور اپنے بگز بنی والے شوز دبا کر اس بوسیدہ رگز پر رکھنے لگا جو کمرے کے وسط میں بچھی تھی۔ وہ انسان سنگل بیڈ کے قریب رکا، جھکا پھٹے ہوئے لحاف والا تکیا اٹھایا اس کے نیچے ہاتھ میں پکڑے کچھ پیسے رکھے اور واپس کھڑکی کی طرف چل دیا۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتی اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچی تھی۔ مین ڈور کو آہستہ سے دھکیل کر کھولا اور اندر آ کر لاک کر دیا طمانت بھرا سانس اس کے بند لبوں سے برآمد ہوا وہ مڑی اور سانس حلق میں آ گیا۔

"اور جو اس سے بچ نکلتا ہے وہ اس کے پیچھے اس کے گھر تک آ جاتی ہے۔"

ایملی کی آواز ابھری سامنے دو گولڈن شعلوں جیسی آنکھیں برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ منہ پر ہاتھ رکھ چیخ روکتے ہوئے اس نے دیوار پر نصب بورڈ پر انگلیاں ماریں پورا لاؤنج دودھیا روشنی میں نہا گیا۔ وہ موٹی تازی گرے بالوں والی بلی اس کے پاؤں سے اپنا سر مسلتے ہوئے محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ سُولیم نے طویل سانس بھرا اور اسے پاؤں سے ہٹانے لگی۔ اسے بلیوں سے چڑ تھی اور یہ ساتھ والے ہمسائے کی پالتو تھی جو جب دیکھو ان کے گھر آ جاتی تھی اب بھی جب وہ باہر گئی ہو گی تبھی یہ اندر گھس گئی ہو گی۔ اس بلی کو پرے دھکیلتے وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی جہاں دعا اپنی سابقہ پوزیشن میں بے ہوشوں کی طرح سوئی ہوئی تھی۔

"اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔" عبایہ اتار کر پسٹل واپس رکھ کر وہ اس کے برابر لیٹ گئی۔

سورج کی کمسن کرنیں دبے پاؤں ان پریوں کے کمرے میں داخل ہوئیں اور نرمی سے ان کے کان میں سرگوشی کرنے لگیں۔

"ہے تم نے اٹھنا نہیں دیکھو آج آسمان پر ہمارا کچھ دیر کا رقص ہے پھر ہم نے واپس چلے جانا ہے۔"

سُولیم نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں فجر پڑھنے کے بعد وہ لیٹی تو آنکھ لگ گئی تھی۔ دعا ہنوز خراٹے بھرتی سو رہی تھی نماز کے لئے بھی نہیں اٹھی تھی اس نے بالوں کو ربڑ بینڈ میں باندھتے ہوئے دعا کے اوپر سے کمبل کھینچ دیا۔

"سُولیم یار بدتمیزی نا کرو۔" وہ نیند سے بوجھل آواز میں بولی تھی۔

"اٹھ جاؤ یونی سے دیر ہو جائے گی۔" دعا غنودگی میں سر ہلانے لگی۔

جب سُولیم نے ناشتہ بنالیا تو دعا پورے اپارٹمنٹ کی صفائی کر کے تیار ہو کر نیچے

آرہی تھی۔ دونوں کاندھوں پر سٹیپس والا بیگ لٹکا تھا اور نیلی جینز پر گھٹنوں سے نیچے جاتا گلابی کوٹ تھا نیچے جانے اس نے کیا پہن رکھا تھا۔ سُولیم نے چاچو کے ساتھ والی کرسی سنبھالی دعا بھی دھڑام سے بیٹھی چاچو نے سخت نظر اس پر ڈالی اس کا منہ تک کڑوا ہو گیا۔

"ویسے سُولیم یار تم تیار ہونے سے پہلے ناشتہ کیوں کرتی ہو تیار ہونے کے بعد کیا کرو۔"

ڈیڈ کو نظر انداز کر کے وہ شروع ہو چکی تھی۔

"بچپن سے پوچھتی آرہی ہو اور جانتی بھی ہو پھر بار بار پوچھنے کا مقصد؟"

"یار اب ہمارے قارئین جو ابھی ہمیں پڑھ رہے ہیں انہیں بھی تو پتا چلنا چاہیے نا کہ اس ناول کی ہیروئن ایسا کیوں کرتی ہے ہے نا؟ آپ لوگوں سے پوچھا گیا ہے۔"

"ہا کیونکہ مجھے ڈر ہے میرے عبایہ پر داغ لگ جائے گا جو کہ مجھے بہت عزیز ہے۔"

نارمل سے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"تو تم احتیاط کرو گی تو داغ نہیں لگے گا۔" بڑے ہی پر سوچ انداز میں کسی مفکر کی طرح وہ بولی چاچو نے اخبار کا صفحہ پلٹا تھا۔

"بعض اوقات احتیاط کرنے کے باوجود داغ لگ جاتے ہیں۔"

"بالکل۔"

چاچو نے اخبار رکھا دعا کے کھلتے لب بند ہوئے۔

"احتیاط کے باوجود داغ لگ جاتے ہیں پھر چاہے وہ اچھائی کے لئے ہی کیوں نا ہوں کسی کو برے لڑکوں سے بچانا یا پھر کسی کے گھر کی کھڑکی پھلانگ کر اس کے تکیے کے نیچے پیسے رکھنا داغ لگ جاتے ہیں۔"

سُولیم کا رنگ سفید پڑا چاچو کہہ رہے تھے۔

"تھانے جانا کسی کو وہاں سے بچانا لیکن اس جگہ جانا، احتیاط کے باوجود داغ لگ جاتے ہیں اور تم جانتی ہو۔"

ان کی تخاطب دعا تھی جس کا سر نفی میں ہل رہا تھا۔

"بعض داغ نظر نہیں آتے لیکن وہ لگ جاتے ہیں۔"

"چاچو۔۔۔" وہ پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ بولی۔ "وہ اس چھوٹی لڑکی کو حراس کر رہے تھے۔"

"اور اگر وہ تمہیں کرنے لگ جاتے تو۔" انہوں نے زور سے ہاتھ ڈائننگ ٹیبل پر مارا دعا اور وہ بری طرح ڈرے۔

"اگر وہ تمہیں حراس کرتے تو؟ تم پر غالب آجاتے تو؟ ان کے اور ساتھی کہیں چھپے ہوتے تو؟ ایک گولی فضا میں چلانے کے بعد۔" دعا نے جھٹکے سے اپنے برابر بیٹھی زرد سی سُولیم کو دیکھا۔ "پولیس تمہیں تھانے میں ہی رکھتی تو؟ اس لڑکی کے گھر کھڑکی سے گھستے ہوئے کوئی تمہیں دیکھ لیتا تو یا پھر اس کرمینل گلی میں سے رات کے تقریباً تین بجے گزرنے پر کوئی تمہارے منہ پر رومال رکھ کر تمہیں ان سنسان مکان میں لے جاتا تو؟ تو کیا کرتی تم سُولیم شفیق بتانا پسند کریں گی۔" اس کے نین کٹورے بھرنے لگے اتنا خطرناک منظر، اس کی آنکھیں چاچو کو دیکھ رہی تھیں جو

بالکل ناخوش لگ رہے تھے اس نے نظریں گھما کر حق دق سی دعا کو دیکھا جس کے ہاتھ دانتوں میں سینڈوچ پکڑے بیٹھے تھے۔

"ایم سوری چاچو۔' اس نے گیلی آواز کے ساتھ کہا چاچو شدید خفا تھے وہ کبھی اسے تم کہہ کر نہیں پکارتے تھے تب کہتے تھے جب وہ بہت بہت ناراض ہوں طاہر نے گہرا سانس لیتے ہوئے اپنا ماتھا مسلا۔

"آپ جانتی ہیں آپ مجھے کتنی عزیز ہیں ٹھیک ہے اب وہ دور ہے جس میں بہادر لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جنہیں کسی کی سپورٹ کی ضرورت نہیں وہ اپنے مسائل خود حل کر سکتی ہیں لیکن بیٹا ایک بات ہمیشہ دماغ میں رکھنا عورت ہمیشہ عورت ہی ہے جتنی بہادر سہی طاقتور ہو لیکن رہے گی وہ عورت ہی وہی نازک اور معصوم سی جس کی عزت بالکل اس جیسی ہی نازک ہوتی ہے۔ آپ کل تھانے تھیں وہاں کا ڈیوٹی افیسر میرا دوست ہے آپ کو جانتا ہے اس لئے جانے دیا ورنہ جو فائر آپ نے کی وہ میں نے بھی سنی آپ آج شام تک رہا نہ ہوتی کیا یہ ایک داغ نہیں؟ جس گلی

سے آپ گزریں وہاں موجود چھپے چار اوباشوں نے آپ پر حملہ کرنے کی کوشش کی اگر وہ افیسر میرے کہنے پر اپنے ساتھی آپ کے تعقب میں نہیں لگواتا اور ان چار میں سے ایک بھی آپ پر حملہ کرتا تو کیا وہ داغ نہیں ہوتا؟

وہ بچی جسے آپ معصوم سمجھ رہی تھی اور غالبا یہ رقم۔" انہوں نے رات والے پیسے جیب سے نکال کر میز پر دھرے وہ دم سادھے چاچو کو دیکھے گئ۔

"اس کے تکیے کے نیچے رکھ آئیں وہ لڑکی جس کا کام ہی آپ جیسی لڑکیوں کو بے وقوف بنا کر اپنے گھر تک لانا ہوتا ہے جھوٹی کہانیاں سنا کر انہیں لوٹنا ہوتا ہے اگر وہ آپ کو اس سپرے کی مدد سے جو اس کے کمرے میں ہوا تھا بے ہوش کر کے آپ کو خدانخواستہ اپنی پارٹنر کی مدد سے بکوا دیتی تو کیا وہ داغ نہیں ہوتا؟"

وہ مسلسل زلزلے کے جھٹکوں میں انہیں سن رہی تھی۔

"وہ بچی نہیں تھی وہ ایک کورینئن تھی جو اپنے گینگ کے ساتھ اسی طرح کا کھیل رچا کر لوگوں کو اغوا کرتی ہے اس طرح کے کوئی اس پر شک بھی نہ کرے اور اس کا کام

بھی ہو جائے۔"

"مجھے افسوس ہے میرا بیٹا سائیکاٹرسٹ ہے اور وہ لوگوں کے چہرے پڑھنا نہیں جانتا آئندہ سے خیال کرنا۔" وہ اٹھ کر جانے لگے پھر بولے۔ "اور ہاں وہ ٹین ایجر نہیں 29 سالہ عورت تھی اور عمر چور بھی۔"

"ڈیڈی۔" دعا ہوش میں آتے ہوئے فورا بولی طاہر رک گئے۔

"ایک سوال یہ۔"

اس نے بت بنی سُولیم کی جانب اشارہ کیا۔

"اس سپرے سے کیسے بچی؟"

چاچو اس سارے عرصے میں پہلی بار مسکائے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"نقاب۔"

"تو پھر تم ریمپ واک بھی کرواؤ گی۔۔"

وہ ڈریس اپ ہو کر فراری کی کیز اٹھاتا باہر کو بڑھا تھا۔ بلیک جینز پر گرے اوور کوٹ کے ساتھ اس نے گرے ہی گلاسز لگائے تھے۔ منہ میں کچھ چباتا وہ جونہی پورچ میں آیا اس کے گارڈز الرٹ ہو گئے۔ براق نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور منہ گرے ماسک سے ڈھانپ لیا مطلب آج وہ تنہا سفر کا ارادہ رکھتا تھا۔ دسمبر کے اوائل دنوں کا آغاز تھا ہر سمت سفیدی چھائی ہوئی تھی آج فضا الگ لگتی تھی۔ اس نے مسکرا کر آسمان کو دیکھا اور تیزی سے اپنی فراری لندن کے تاریخی "ٹاور برج" سے گزارنے لگا کھلی چھت اس کے اوپر ٹھنڈی ہوا برسا رہی تھی تھامس ریور سے اٹھتی ہوائیں، آج کا دن بھی تاریخی ہونے کا عندیہ دینے لگیں۔ اس نے بونڈ سٹریٹ میں اس نے ٹفانی اینڈ کو کے پارکنگ ایریا میں گاڑی روکی اور اتر کر اندر کی اور قدم بڑھا دیے۔ آج موم کی برتھ ڈے تھی اور اسے ان کے لئے گفٹ خریدنا تھا۔ وہ اس برانڈ کے اندر گیا۔ ہر سمت یونہی سرسری سی نظر ڈالی اسے سمجھ

نہیں آ رہی تھی وہ مام کیلئے کیا لے۔ اس نے ریکس پر سجی بے تحاشہ چیزوں کو دیکھا دفعتاً اس کی نظر ایک باکس پر پڑی جو سامنے سے کھلا تھا اس کے اندر گول کرسٹل کے فیری میجک گلاس باؤل میں ایک نگ والی انگوٹھی رکھی جھلملا رہی تھی فیروزی برانڈ کے کلر کے باکس میں سیاہ فوم رکھا تھا جس پر یہ میجک باؤل رکھا تھا۔ براق نے سیلز مین کو اسے پیک کرنے کو کہا اس نے ایک پرفیوم بھی پیک کروایا اور وہاں سے باہر آ گیا اب اس کی گاڑی آکسفورڈ سٹریٹ کا رخ کر رہی تھی۔

وہ شیشوں سے ڈھکی وی شیپ کی چھت کے نیچے چلتا گیا۔ چھت کے دونوں اطراف طویل جگہ پر بے تحاشہ برانڈ کی شاپس تھیں آج اس کا مٹر گشت کا موڈ تھا اور لندن میں واک کیلئے اس سے بہتر جگہ ہو بھی کیا سکتی تھی اسے تو کم از کم یہی سٹریٹ پسند تھی وہ یونہی نظریں دوڑائے پھر رہا تھا ڈھیر سارے لوگوں کے درمیان اجنبی بنا چل رہا تھا۔

دوسرے کونے سے وہ ہلدی رنگ کے عبایا والی چلی آ رہی تھی اس کے ساتھ ایک

جذباتی پرجوش سی لڑکی بھی تھی جس نے صبح والی ڈریسنگ کی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا چھوٹا سا پلاسٹک کا بیگ جس میں ساتھ چلتی عبایا والی کا مہنگا پن تھا ان دونوں نے اس مہنگی ترین گلی سے صرف پن ہی خریدا تھا۔ وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتی چل رہی تھیں گرے ماسک منہ پر چڑھائے لڑکا بھی اسی طرح چل رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ وہ تنہا تھا اور خاموش بھی، بڑھتے ہجوم میں وہ سکے کے دو رخ ایک سمت میں چلے آرہے تھے فاصلہ گھٹ رہا تھا داستان کی شروعات ہونے چلی تھی شیشے کی چھت سے چپکی برف اپنی گیلی سانس اس پر چھوڑتی دم سادھے انہیں دیکھ رہی تھی بس چند قدم مزید ہاں بس وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آنے ہی والے ہیں لو وہ آہی چلے کہ ساتھ چلتی لڑکی نے اس عبایا والی کو کھینچا اور بیگز کی دکان میں لے گئی ان دونوں نے ایک دوسرے کو چند قدموں سے کراس کیا تھا شیشے پر چپکے روئی کے گالوں نے کراہ کر آنکھیں میچیں۔

"موم کو ہئیر کیچرز بہت پسند ہیں۔" اچانک اسے یاد آیا وہ سوچتا ہوا کیچرز کی شاپ

میں گھنسا جو بالکل ایکوریم شاپ کے ساتھ تھی۔ رنگ رنگ کے خوبصورت و نفیس کیچرز اس کی نگاہوں کے سامنے تھے وہ عمیق نظروں سے ایک ایک ریک کو دیکھ رہا تھا جب پاس سے گزرتی بزرگ عورت رکی۔

"اگر تو اپنی گرل فرینڈ کے لئے دیکھ رہے ہو تو یہ لے لو۔" انہوں نے ریڈ کلر کا روبیوں سے چمکتا ہوا کیچر اس کے سامنے کیا براق کا منہ بنا۔

"اگر بہن کے لئے لے رہے ہو تو وہ بلیو دیکھو نہیں تو مومز پر تو یہ جچتا ہے۔" سفید ہیروں سے جڑے کیچر کی طرف ان کا اشارہ تھا وہ خوب بدمزہ ہوا عورت کو "تم سے رائے مانگی ہے" والی نظروں سے گھورتا وہ آگے ریک کی جانب بڑھ گیا۔

لوگوں کو بھی پتا نہیں کیا شوق ہوتا ہے دوسروں کی زندگیوں میں دخل اندازی کرنے کا، ایک زمرد نگینوں سے جڑا کیچر لیکر کاؤنٹر کی طرف گیا کریڈٹ کارڈ سکرول کر کے باہر آتا وہ اپنے قدم بوتیک کے راستے پر ڈال رہا تھا کہ یکدم اس کی نظریں ایک بہتی ہوئی وال کی طرف اٹھیں وہ ٹھہر گیا اس کے قدم واپس مڑے

پلاٹینیم کی رنگ والی ابر واچکی اور وہ مستعجب سا اس بڑی ساری دیوار کی سمت بڑھنے لگا جو نیلے پانیوں کو گرا رہی تھی۔ یہ دراصل ایک بہت بڑا اکویریم تھا جسے پانی سے بھرا جا رہا تھا چار قدم پر فاصلہ سمٹا تھا پانچویں قدم پر وہ اس دیوار کے سامنے تھا۔ اس نے گہرے گلاسز اتارے اور اپنی آنکھوں میں زردی کو ڈھلنے دیا لب دانت میں دبائے وہ اپنی آنکھیں اس مجسمے کے قریب لا رہا تھا جو بہتی دیوار کے اس پار کھڑا تھا یا شاید اس میں کھڑا تھا گرتے پانی کے سبب اس کا عکس دھندلا ہو گیا تھا اور ٹیڑھا میڑھا بھی وہ کوئی پانی میں کھڑی آبی مخلوق لگ رہی تھی اسے لگا وہ سبمرین میں ہے اور باقی دنیا پانی میں۔

پانی کا رسیا اس تخلیق پر بڑا ہی حیران تھا۔ دھندلے وجود پر ہاتھ پڑا اس نے آہستہ سے شیشے پر ہاتھ رکھا تھا معا یہ ایک سوچ نہ ہو لیکن یہ حقیقت تھی دل کی ایک بیٹ مس ہوئی وہ مزید قریب آیا۔ ایسا کیا ہے اس کے پیچھے جس نے اس کی دھڑکنوں کو بڑھا دیا تھا سحر بڑھتا گیا وہ آس پاس سے بے نیاز اس مدھم عکس میں کھوتا گیا چھت

کھلی اور اس میں سے گالے پھسل پھسل کر نیچے آنے لگے وہ جھوم رہے تھے مسکرا رہے تھے کیا داستاں شروع ہو چلی؟ ایک نے پوچھا دوسرا کان میں پھسپھسایا رکو میں دیکھ کر آتا ہوں اور سپیڈ میں نیچے آنے لگا کہ۔

"یار سُولیم حد کرتی ہو کب سے سیل میں لگی ہو اب چلو بھی۔" دعا نے اسے کھینچا تھا مجسمے میں حرکت ہوئی اور وہ اس سفید پانی کو بے رنگ کر گیا۔ براق جو بہت منہمک ہو کر اسے دیکھ رہا تھا اس کے ہلنے سے جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا سب فسوں خاک سب اثر زائل چھت ویسے ہی برابر ہوئی اور گرتے گالے غائب۔

اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ دیوار نہیں تھی خالی ایکوریم تھا جس میں پانی بھرا جا رہا تھا اسے تو پانی میں کھڑے اس مجسمے میں دلچسپی تھی وہ فوراً اس پار آیا وہ زردی کہیں نہیں تھی۔

وہ دو قدم مزید چلا۔

"براق۔۔"

اس آواز پر اس کے قدم تھمے تھے اس نے گہری سانس چھوڑی وہ اسد تھا خون آشام نظروں سے اسے گھورتا ہوا۔

"زرا جو شرم ہو تجھے میں نے کہا تھا میں نے بھی آنٹی کے لئے گفٹ لینا ہے کہا تھا یا نہیں۔" اس نے غصے میں پوچھا۔

"میں نے کہا تیری ڈین کے ساتھ میٹنگ ہے اس لئے تنہا چلا آیا یار نا ایک تو مجھے بات بتا دے ہر وقت گھورنے سے میں تجھ سے ڈر جاؤں گا پبلک میں ایسا تپنچ ماروں گا نا کہ سات پشتیں یاد آجائیں گی اگر ہوئیں تو۔"

اسد کی نظریں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔

"کس کے ساتھ آیا ہے؟"

اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑے بیگز کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شٹ اپ تنہا ہوں اور ایسے میں کسی کے ساتھ آتا ہوں۔"

وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے ان سے کچھ دور وہ دونوں بھی

تھیں۔

"بڑی ہیر وئن بن رہی تھیں نا اب پتا چلا مجھے نہ بتانے کا انجام ہاں۔"

دعا گردن ہلا ہلا کر اسے مسلسل کل رات کے طعنے دیے جا رہی تھی وہ جل گئی۔

"تم جیسے گھوڑے گدھے بیچ کر سونے والوں سے تو میں مانگوں پناہ تم تو وہ چلتا پھرتا توپ ہو جسکا خود پر پھٹ جانے کا خدشہ ہر وقت رہے مجال میری جو آئندہ بھی تمہیں کوئی بات بتاؤں۔

کون کھاتی دعا سخت بدمزہ ہوئی۔

"یار سُولیم اب تم زیادتی کر رہی ہو تم اس دو نمبر لڑکی پر یقین کر سکتی ہو لیکن اپنی اس جگری پر نہیں۔"

سُولیم نے پوری ابرو اچکا کر اسے دیکھا اوپر سے نیچے تک۔

"تم میری جگری خوش فہمی کے سمندر سے باہر نکلو مادام کیونکہ اپنی جگری میں خود ہوں۔"

اس نے بھی اکڑ کر کہا آئس کریم پارلر میں وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھیں۔ آج سنڈے تھا تو سُولیم کی بھی چھٹی تھی یاد رہے دعا نے واضح طور پر سُولیم کی چھٹی رکھوائی تھی جبکہ جینی ہالف ڈے تک کلینک اوپن رکھتی تھی۔

"بہت اچھے بیٹا، ٹھیک ہے اب میں نے بھی پھر اپنی دوستیں بنانی ہیں اور تمہیں گھاس تک نہیں ڈالنی۔"

وہ مصمم ارادے سے کہہ رہی تھی سُلیم نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"ہا جیسے میں نہیں ڈالتی تم گدھی کو اچھا بس بس کول ڈاؤن پلیز پبلک میں مجھ پر آئس کریم مت پھینکنا میں معذرت کرتی ہوں تم سے پیس پیس۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر صلح جو والے انداز میں گویا ہوئی اس سے کیا بعید تھا جو کھلے ہوئے سانڈ کی طرح بپھر گئی تھی واقعی اس کا عبایہ داغ دار کر دیتی۔

دعا نے اپنا اونچا ہاتھ نیچے پھینکا اور اس کو ہوا کی طرح اگنور کرنے لگی۔

"اچھا سنو۔" کچھ یاد آ جانے پر سُولیم نے اسے مخاطب کیا جو اپنی بنائی گئی تھیوری پر

عمل کر رہی تھی کہ ناپسندیدہ لوگوں کو ہوا کی طرح اگنور کرنا چاہیے جو محسوس تو ہوتی ہے اور جس کی آواز بھی سنائی دیتی ہے لیکن نظر نہیں آتی ہوا سمجھوا نہیں اور اگنور کئے جاؤ۔

"بڑے کام کی بات ہے میں برانڈ انٹر ڈیوس کرانے کا سوچ رہی ہوں۔" کون ختم کرنے کے بعد وہ آئس کریم سٹک کے ساتھ ٹوٹی فروٹی کھا رہی تھی کہ سٹک منہ میں رکھے آنکھیں پھاڑے اس "ہوا" کو دیکھنے لگی پھٹی آنکھیں کہہ رہی تھیں کیا واقعی؟

"ہاں بس کچھ دنوں میں ہی اس پر کام کرتے ہیں میں "دی عبایا" کو جلد ہی لانچ کرنا چاہتی ہوں۔" دعا نے جھٹ سٹک منہ سے نکالی۔

"سچ میں؟" جوش، ولولہ، ایکسائیٹمنٹ اس کا خون خوشی سے بڑھنے لگا۔

"بالکل۔"

"تو پھر تم ریمپ واک بھی کرواؤ گی؟" آگے کو ہو کر دبے دبے جوش سے پوچھا۔

"یقینا!"

"واؤ۔۔۔" یہ واؤ فورڈ کورٹ میں بیٹھے ہر ایک کے کانوں میں پڑا تھا سُولیم اس کے جوش پر مطمئن ہوئی سننے والوں نے بڑی ساری مسکراہٹ سے اس کو دیکھا۔

"دیکھنا اب تم میں ان ننگی پونگی انگریزنیوں کو عبایا پہنا کر ہی رہوں گی۔"

منہ کو ہلا ہلا کر وہ بولی تھی سُولیم اس کی پاگل پنتی پر ہنس دی۔

"پاگل نا ہو تو۔"

"اس کی اوقات نہیں ہے براق شاہ سے کلام کرنے کی۔۔۔"

وہ پوری طرح ڈرنک تھا اتنا کہ اسکی گریفائٹ آنکھیں سرخ ڈوریوں میں چھپی نمی لئے ہوئے تھیں اور لندن سٹی میں اس وقت روئی کے گالوں کی بارش ہو رہی تھی۔ نرم و ملائم بارش کے قطروں کی مانند گرتی وہ برف ذرائع آمد و رفت اور

انسانی چہل پہل کو روکنے میں ناکام رہی تھی۔ ہر نظام ویسے ہی جاری و ساری تھا جیسے برف پڑنے سے پہلے تھا ویسے ہی بچے سکول آ جا رہے تھے شاپنگ مالز میں رونقیں بھری پڑی تھیں سڑکیں زندہ تھیں اور روزی کمانے والے ویسے ہی اپنی روزی کمانے میں مگن تھے۔ ایسے میں نم سفیدی مائل ٹھنڈے یخ بستہ ماحول سے پرے وہ پر حدت ماحول میں آگ کی انگیٹھی کے بالکل پاس رکھی ریوالونگ چیئر پر جھول رہا تھا اس کے بالکل سامنے اسد کی کرسی رکھی تھی۔ اول شیپ کی انگیٹھی میں سے آگ نیلے رنگ کی لپٹیں نکال رہی تھی۔ اس کے دائیں طرف بنی شیلف میں سے بھی آگ نکل رہی تھی پورا کمرہ نرم گرم سا تاثر پیش کر رہا تھا۔ براق کے ہاتھ میں اعلیٰ کوالٹی کی شراب جبکہ اسد کے ہاتھ میں انرجی ڈرنک تھی وہ ڈرنک نہیں کرتا تھا حیرت تھی لیکن سچ یہی تھا اسد ڈرنک نہیں کرتا تھا اب بھی وہ گھونٹ گھونٹ کین سے سرخ مائع حلق میں انڈیلتا ہوا نشے میں ڈوبے براق سے کہہ رہا تھا۔

"یار تو ایلسا کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہا کتنا تڑپ رہی ہے وہ بیچاری تیری بے رخی پر۔"

اسد کو حقیقتاً دکھ ہوا تھا ایلسا کا خستہ حال چہرا اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔

۔ کیسی بے رخی میں نے تھوڑی کبھی اس سے وفا کے وعدے کئے تھے بس ایک رات ہی ساتھ گزاری تھی یوں بھی میں نے تھوڑی کہا ہے اسے تڑپنے کو اور ویسے بھی کلئیر لفظوں میں اسے بتا دیا گیا تھا کہ یہ صرف ون نائیٹ سٹینڈ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور وہ راضی ہوئی تھی وہ بھی اپنی مرضی سے تو پھر یہ واویلا کس بات کا؟"

اسے تپ چڑھی تھی تبی درشتی سے کہا دروازے پر ناک ہوئی اسد نے یس بولا۔

ایک سرونٹ اندر آیا۔

"سر براق سر سے ڈینس سر ملنے آئے ہیں۔" براق نے سخت تاثرات سے اس شخص کو گھورا ڈینس ڈبلیو بی او (ورلڈ باکسنگ آرگنائزیشن) کا ایک بورڈ ممبر تھا وہ اس کا اورگنائزر بھی تھا لوگ اس کے آگے کتوں کی طرح دم ہلاتے پھرتے تھے اور وہ

براق کے آگے کہ اس پر کروڑوں لگتے تھے بہت سے سٹے اس پر کھلے جاتے تھے۔ بڑے پیمانے پر یہاں کے وائیٹ کالر براق شاہ پر اپنا وائیٹ پیسہ لگاتے اور اسے دگنا کر دیتے مطلب براق کا رنگ میں اترنا کروڑوں کی تعداد میں پاؤنڈز کمانا تھا لیکن فی الحال اس کا کوئی بھی میچ کرنے کا موڈ نہیں تھا بے شک ڈینس کھربوں کمانے کی غرض سے اربوں اس پر لگائے اسکی بلا سے جب اس کا موڈ نہیں تھا تو مطلب نہیں تھا۔

"اس کو باہر ہی بٹھاؤ کہو میں بزی ہوں فارغ ہو کر بات کروں گا۔"

گلاس ایک سانس میں خالی کر کے اس نے کرسٹل کی چھوٹی سی میز پر رکھا جو ان دونوں کی کرسیوں کے درمیان رکھی تھی۔

"سر وہ ایک لڑکی بھی باہر آئی ہے۔"

اس اطلاع پر براق نے خونخوار نظروں سے اس وردی میں ملبوس ہاتھ باندھے سرونٹ کو دیکھا۔

"اسے باہر نکالو یہاں، سے آئندہ وہ یہاں نظر آئی تو میں تمہیں فائر کر دونگا۔"

وہ بھوکے شیر کی طرح دھاڑا تھا سرونٹ تھوک نگلتا یس سر کہتا وہاں سے فوراً چل دیا۔

اسد نے بغور اس کے سرخ چہرے کو دیکھا اس کی کنپٹی کی رگ بلاوجہ ہی اتنی تیز پھڑک رہی تھی۔

"سن لیتا بات کیا ہو جاتا۔" اس نے ایک تیر سے دو شکار کئے تھے ایک جملے کے دو مطلب نکلتے تھے باقی آگے سننے والے کی مرضی جو بھی سمجھے براق نے اسے پھڑ پھڑاتی رگ کے ساتھ سرد نظروں سے دیکھا صرف اسد ہی تھا جو اس کے اس موڈ میں بھی اسکو کچھ بھی کہنے کا قائل تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو اس وقت تک اپنا جبڑا اتڑوا چکا ہوتا۔

"اس کی اوقات نہیں ہے براق شاہ سے کلام کرنی کی پھینکی ہوئی چیزوں کو میں دیکھنا تک گنوارہ نہیں کرتا۔"

حقارت و تضحیک کی بلند ترین چوٹی ہو گی جس پر وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا اسد کو اس کا غرور ناگوار گزرا۔

"اس بے اوقاتی کے پہلو میں ہی تھا تو چند روز پہلے۔"

براق نے اس کے تنفر سے کہنے پر کرسٹل کا گلاس اکویریم فلور پر زور سے پھینکا وہ کرچی کرچی ہو گیا۔ اس کے پاؤں سے چپکی اسکی پالتو گولڈ فش جسے نجانے براق سے کیا محبت تھی کہ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی وہ راکٹ کی سپیڈ سے تیرتی ہوئی آتی اور شیشے کے نیچے سے اس کے پاؤں پر اپنے لب رکھ کر پونچھ ہلانے لگ جاتی پھر جہاں جہاں براق ہوتا وہاں وہاں یہ ہاتھ جتنی گولڈ فش ہوتی ابھی یہی مچھلی براق کا جارحانہ روپ دیکھ کر اس کے پاؤں سے ہٹ کر کرسی کے پیچھے چھپ گئی تھی اور ایک آنکھ نکال کر ڈرتے ڈرتے اپنے بی لوڈ کو تکنے لگی اس سے پرے براق کہہ رہا تھا۔

"درست کرو خود کو میں نہیں وہ میرے پہلو میں تھی کیونکہ میں نے اسے چانس دیا

براق شاہ نے اسے خود کے قریب آنے دیا تتلی ہمیشہ خود پھول کے پاس آتی ہے پھول دعوت نہیں دیتا اسے، ایسے ہی اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم براق شاہ کو پسند کرتی ہو؟ وہاں میں سر ہلاتی گارڈ کے ساتھ چلی آئی سب پیسے کی لالچ ہے اور کچھ نہیں۔" زخمی ناگ کی طرح وہ پھنکارا تھا اسد سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"پیسے سے ہر مسئلہ حل نہیں ہوا کرتا براق! ہو سکتا ہے وہ واقعی تجھ سے محبت کرنے لگ گئی ہو۔" اسد کو نا جانے کیوں وہ بہت معصوم لگ رہی تھی براق کی باتوں سے ہٹ کر، اب سچ کیا تھا وہ دونوں ہی جانتے تھے۔

اسد کی بات پر پہلے وہ شاک ہوا آنکھیں پھیلیں پھر انکی چمک بڑھی اس کے بعد سخت برے موڈ کے باوجود اس کے بند لبوں سے قہقہوں کا سیلاب امڈا تھا گرم دیواریں اس سرد قہقہے سے جمنے لگیں۔

"محبت" قہقہے کے دوران وہ بولا اور پھر سے اپنی سابقہ پوزیشن میں آگیا اسد کو اس کا یوں استہزایہ ہنسنا بھی پسند نہیں آیا وہ خاموش چہرے کے ساتھ اسے دیکھے گیا۔

"محبت، مائی بڈی یہ کوئی فیری ٹیل ورلڈ نہیں ہے جہاں پیار و محبت احساس و جذبات انسیت و لگاؤ جیسے جذبے بنپتے ہوں ان کی قدر دانی کی جاتی ہو ان سے لو لگائی جاتی ہو ان کے لئے جان دی جاتی ہو یہ دنیا ہے "دنیا"

اس نے دنیا کو ڈرامائی انداز میں ہاتھ پھیلا کر آنکھیں پھیلا کر کھینچا۔

"دی ارتھ، حقیقت کی تلخیوں سے بھرپور نفسا نفسی کا پرچار کرتی ہوئی خود غرضی کی انتہا پر براجمان سفاکیت سے بھرپور اور حسد سے لبریز یہاں پیار و محبت نہیں جچتے یہاں مطلب و خود غرضی چلتا ہے یہاں جان دی نہیں جاتی جان لی جاتی ہے اور یہ جو ایلسا ہے نا۔" ناگواری سے یہ نام لیا۔ اس نے چلتے ہوئے دیوار گیر ونڈو کا پردہ ہلکا سا سرکایا باہر برف میں کھڑی ٹھٹھری ہوئی ایلسا اس کی نشیلی آنکھوں کے سامنے آئی۔

"اسے بھی مطلب ہے یہ بھی اپنی غرض سے یہاں کھڑی ہے کیونکہ یہ جانتی ہے براق شاہ ایک نام ہے ایک اعزاز جس نے اس کے ماتھے پر لگ کر اسکی لائف کو بنا

دینا ہے۔" وہ واپس پردہ سیدھا کر کے لڑکھڑاتا ہوا ریوالونگ چیئر پر آ بیٹھا۔ "تبھی یہ ڈرامے کر رہی ہے پیسے ٹھونسو اس کے منہ میں اور چلتا کرو اسے۔"

اسد نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم اور تمہاری منطقیں یہ بتاؤ ڈینس کا کیا کرنا ہے کافی گھنٹوں سے انتظار کر رہا ہے۔"

براق نیم دراز ہوا۔

'کرنے دو اسے انتظار جب میرا موڈ نہیں تو نہیں۔"

سگرٹ سلگا کر اس نے آنکھیں موندلیں تھیں۔ اسد نے ڈم لائٹ جلائی اور موبائل پر کچھ سرچ کرنے لگا باہر ہڈیاں جماتی برف میں ایلسا ٹھٹھرتی ہوئی کھڑی تھی۔

"میں نے اگر اپنی دولت تم پر نہ لٹائی تو کیا فائدہ۔۔"

موٹے برف سے لدے گدلے بادلوں کے ہالے میں وہ بلڈنگ کھڑی تھی جس کے سیکنڈ فلور پر ان کا فلیٹ تھا اور اس فلیٹ میں سے چاچو کے غصے کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ کہہ رہے تھے۔

"لون لینے کی کیا ضرورت ہے ہم نے بینک اکاؤنٹس اس لئے بھرے ہیں اسلئے اتنا کمایا ہے کہ ہمارے گھر کی بچیاں لون لیتی پھریں۔"

اتوار کی شام پھر پھرا کر جب وہ دونوں گھر لوٹیں تو سُولیم نے چاچو سے لون کی بات کی یہ عجیب بات سن کر تو دعا بھی انگشت بنداں رہ گئی بھلا لون کی کیا ضرورت؟

"اور تمہاری عقل کہاں گھاس چرنے گئی ہے بینک سے لون لو گی تم، سُولیم سود۔"

'چاچو نہیں بالکل بھی نہیں میں تکافل سے قرضہ لونگی اور آپ۔" وہ نزدیک آئی ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔ دعا صوفے پر فرنچ فرائز کھاتی جیسے کوئی مووی والا لحظ اٹھا رہی تھی۔

"چاہتے ہیں نا کہ میں مشکل وقت میں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں اپنے پاؤں پر کھڑی رہوں چاہتے ہیں نا۔" اس نے بڑے مان سے پوچھا طاہر کی آنکھوں میں نرمی اتری۔

"وہ تو تم کب کی کھڑی ہو چکی ہو ایک مایا ناز ڈاکٹر کے طور پر پاکستان میں تو تمہارا نام ہے ہی۔"

انہوں نے جتایا پھر مدھم لہجے میں گہرا سانس نکال کر کہنے لگے۔

"سُولیم جب تک میں زندہ ہوں نا تمہیں کسی مشکل میں نہیں پڑنے دونگا تمہارا باپ نہ سہی بھلے تمہیں پیدا نہیں کیا لیکن تم میری بیٹی ہو میری زندگی کی جمع پونجی اس نا لائق سے تو مجھے کوئی امید نہیں۔"

"لو جی ہر چیز میں مجھے گھسیٹنا ہوتا ہے۔"

"میں نے اگر اپنی دولت تم پر نہ لوٹائی تو کیا فائدہ۔"

"میں آپ کی محبت کی قدر کرتی ہوں پر چاچو میں اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتی

ہوں اپنی کمائی سے۔"

"تو تمہاری اور میری کمائی میں فرق ہے؟" وہ صدماتی آواز میں بولے تھے۔

"اوہو ڈیڈی بس بھی کریں اب کیوں۔۔" طاہر کی گھوری نے اس کی آواز غائب کردی وہ ہنہ میری بلا کے سے انداز میں اپنا باؤل اٹھاتی وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی۔

"پلیز چاچو۔" اس نے شدید قسم کا ملتجی لہجہ اپنایا

طاہر گہری سانس بھر کر رہ گئے ایک یہ لڑکی ان کے فیصلوں میں دراڑ ڈال دیتی تھی جان جو بستی تھی اس میں۔

"ٹھیک ہے لیکن اقساط میں بھروں گا آپ لیں جتنی رقم لینی ہے اور ہاں اب اگر شروع کرنا ہی ہے تو بڑے پیمانے پر کرنا۔"

وہ نیم رضامند ہوئے تھے وہ ان کے پھولے چہرے کو دیکھ کر مسکائی تھی آئی۔

"لویو چاچو۔"

"آئی نیڈ دس گرل۔۔۔"

"سر تھوڑا سا بائیں جانب ایکسپریشنز تھوڑے روڈ تھوڑے اور بسس۔"

چکا چک روشنیوں سے منور سٹوڈیو میں وہ اس وقت ایک میگزین کے فرنٹ پیج کے شوٹ میں بزی تھا۔ اس ہفتے کی میگزین میں اس کا کور فوٹو چھپنا تھا۔ دوسرے ہی شاٹ میں وہ کھلے بٹنوں والی کف کالر نیوی بلیو شرٹ پہنے ایک گھٹنہ زمین پر رکھے دوسرے کھڑے پر وائیٹ شارٹ ٹاپ والی لڑکی کو اس پر ٹکائے بہت سخت چہرے کے ساتھ سامنے دیکھ رہا تھا اس لڑکی کے تاثرات بھی کچھ کچھ ایسے ہی تھے۔

ڈائرکٹر کی مرضی کے مطابق تصویریں کھنچوا کر وہ ان ہی کپڑوں میں بٹن بند کرتا باہر نکلا سپاٹ بوائے نے بھاگ کر اسی برانڈ کا کوٹ پہنایا کوٹ کے سلیوز میں دونوں بازو ڈال کر اس نے گاڑی ریڈی کرنے کو کہا تھا تھوڑی دیر بعد اسے گاڑی کے تیار ہونے کا عندیہ دیا گیا۔ گارڈز کی فوج کے ساتھ وہ چلتا ہوا باہر آیا ہونٹوں

کے پیچھے کچھ چبا بھی رہا تھا فون بجا کال اٹھائی۔

"ہاں اسد میں بس ابھی پہنچ ہی رہا ہوں ہاں نکل پڑا ہوں نہیں تو اسے روک نہیں اس میں سے ڈیڈ کے اکاؤنٹ میں بھی ٹرانسفر کروانی ہے اور آفکورس موم کے بھی یار جب میں نے کہا تھا کہ اس شوٹ کی ساری رقم چیرٹی کر دو (یہاں دوسری برینڈ کے ایڈ کی بات ہو رہی ہے) نہیں میں ابھی آتا ہوں نا۔"

پھر اس نے فون بند کر دیا سات کروڑ جو اسے ملے تھے اس میں سے تین اس نے فردوس کے اور تین فاروق کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروانے تھے اور جو ایک کروڑ بچنا تھا وہ چیرٹی میں دینا تھا۔ ایک اور ایڈ کی تمام رقم بھی اس نے چیرٹی میں دی تھی دوسرے ایڈ کی جو اماؤنٹ تھی وہ ظاہر ہے اس کے پاس ہی ہونی تھی اسی سلسلے میں وہ آج بینک جا رہا تھا۔ پانچ منٹ کی مسافت کے بعد وہ اس وسیع و عریض بینک کے احاطے میں چل رہا تھا اس کے گارڈز اسکے ہمراہ تھے۔

وہ آج بینک جا رہا تھا پانچ منٹ کی مسافت کے بعد وہ اس وسیع و عریض بینک کے

احاطے میں چل رہا تھا۔ اس کے گارڈز اسکے ہمراہ تھے وہ مینیجر کے روم میں آیا جہاں اسد پہلے سی ہی بیٹھا تھا تمام معاملات حل کروانے کے بعد مینجر جو کہ اسد کا خاصا اچھا دوست ہے کچھ دیر کے لئے اٹھ کر باہر گیا۔

"تمہیں پاکستان چلے جانا چاہیے کم از کم ایک چکر تو ضرور لگا آؤ آنٹی تمہیں کتنا یاد کرتی ہیں تہواروں پر بھی وہ لوگ آتے ہیں کیا ہو گیا ہے براق ہمیں ہمیشہ یہیں نہیں رہنا۔"

وہ جین کی کرسی پر آ کر بیٹھا اور اور لیپ ٹاپ کھولے کچھ دیکھنے لگا۔ اس کی ابھی کچھ دیر پہلے ہی فردوس سے بات ہوئی تھی وہ اسد کے گفٹس کا شکریہ ادا بھی کر رہی تھیں اور براق کے رویے سے نالاں بھی تھیں بھلا کسی بیٹے کے لئے اپنی ماں سے بھی بڑھ کر کچھ ہوتا ہے جو وہ اتنے اہم دن بھی نہ آئے اور غیروں کی طرح گفٹس بھجوا کر ایک ویڈیو چیٹ کر لے۔

"ہاں اس عید پر جاؤں گا اور مجھے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔"

سیل پر مصروف سے انداز میں وہ کہہ رہا تھا جب دروازے پر ناک ہوئی پھر وہ آہستہ سے کھلا اسد نے نظریں اٹھا کر دیکھا براق کی سانسوں نے کوئی بے بو خوشبو سونگھی تھی تبھی بس یوں ہی بے ارادہ اس نے نگاہیں اٹھائیں کیا غضب ہو گیا تھا نہیں اٹھانا کہ پھر وہ جھک ہی نہ پائیں وہی ذردی رنگ عبایہ وہی بڑا اسارا اسٹولر جس کے ایک سائیڈ پر سیاہ کروشیے والی لیس لگی تھی۔ وہی نقاب ویسی ہی ذہانت سے بھرپور آنکھیں ان آنکھوں نے آدھ سیکنڈ بھی اس پر نظر نہیں ڈالی اور ناک کی سیدھ میں اندر چلی آئی جبکہ اس کے ساتھ والی لڑکی کے پورے کے پورے بتیس دانت نظر آ رہے تھے۔ براق نے سیٹی کے سے انداز میں ہونٹوں کو گول کر کے ابرو اچکائے اس کی پرسنگ بھی ابرو کے ساتھ ہی اچکی تھی۔ یہ کون تھی جس نے دوسری بار براق کو نظرانداز کیا وہ بھی اتنا شدید نظرانداز! سیل فون سائیڈ پر رکھ کر وہ سینے پر بازو باندھے اسے دیکھنے لگا۔

وہ بالکل سیدھی بیٹھی تھی ٹانگ پر ٹانگ جمائے، اس کے کندھے بالکل سیدھے

تھے وہ جھکے نہیں تھے گردن بھی اٹھی ہوئی تھی کندھوں کے نیچے کہیں بھی ہنچ کے آثار نہیں تھے۔ وہ اس کی کمر پر غور نہیں کر پایا کرسی کی پشت آڑے آگئی۔ اس نے ایک سخت نگاہ اس لکڑی پر ڈالی جیسے وہ ان گریفائٹ آنکھوں میں چھپے انگاروں سے بھسم ہو جائے گی اور پھر اپنی بھرپور نگاہیں اس کی پشت پر جما کر بیٹھ گیا۔

سُولیم نے فائل اسد کی اور بڑھائی اور کہنے لگی۔

"ہمیں ڈاکٹر طاہر گوندل نے بھیجا ہے لون کے سلسلے میں۔"

وہ اسد کو جین سمجھ رہی تھی۔ براق نے اس کی آواز اچھے سے سماعت میں جذب کی ہمم بارعب آواز پلس نزاکت و معصومیت اچھا ہے۔

دعا کا دل دھک دھک کر رہا تھا وہ براق کو مڑ مڑ کر دیکھنے کی خواہ تھی لیکن اسے اندر دیکھتے ہی سُولیم نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا تھا کہ "خبردار اگر جو تم نے ایک نگاہ بھی اٹھا کر اسے دیکھا تو میں ساری رپورٹ چاچو کو دے دونگی' ہاتھ نے ہاتھ کے کان میں سرگوشی کی اور دعا کا یہ بڑا سارا ابھرا سا منہ بن

گیا۔

"ہاتم تو ہو ہی بچپن سے چغل خور۔"

"اوہ رئیلی تو پھر تو آپ کو مایوسی ہو گی کیونکہ آپکو لون نہیں دیا جا رہا۔"

وہ اس کی پشت سے مخاطب ہوا اس کے بولنے سے بھی پہلے اسد نے اس زرد عبایہ والی کے بالکل پیچھے بیٹھے اس سے اونچے اور چوڑے براق کو دیکھا۔

سُولیم سرد نظروں سے اسد کو دیکھ رہی تھی پیچھے والے کی جیسے اس نے سنی ہی نہ ہو۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں جتنی رقم ہمیں درکار ہے آپ دینے کے اہل ہیں اور کب تک مل جانی ہے؟"

براق نے نفی میں گردن ہلائی۔

"ایٹی ٹیوڈ پلس کانفیڈنس پلس کلاس"

"آئی نیڈ دس۔" دل پھسپھسایا۔

"لون نہیں ملے گا مطلب نہیں ملے گا۔'

پیچھے سے پھر سے نرم شائستہ بھاری دبدبے والی مردانہ آواز ابھری تھی۔

"ماما۔" اینا کی آوز سے اس کی آنکھ جھٹکے سے کھلی تھی. اجنبی نظروں سے وہ سرخ بالوں والی اینا کو دیکھنے لگی جس کے ہاتھ میں اسکا سٹف منکی تھا جسے وہ ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھی باقی اسکا سفید وجود نیچے لٹک رہا تھا۔ لوسا نے دھندھلی آنکھیں اپنی بیٹی پر ڈالی پس منظر میں اسے خفا سا کیون نظر آیا جو اسکا یوں بیٹھے ہوئے آنسوں بہانا بالکل ناپسند کر رہا تھا واپس اس کے دیکھنے پر کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا شاید اینا کافی دیر سے اسے آوازیں دے رہی تھی تبھی اس کی آوازیں سن کر ہی وہ باہر نکلا تھا. لوسا کو شرمندگی ہوئی الٹے ہاتھ کی ہتھیلی سے پیشانی مسلی اور پوچھنے لگی.

"اینا آپ کو کچھ چاہیے تھا؟"

'یس ماما آئی نیڈ ملک۔" وہ بھی شاید اس کے رونے سے روہانسی ہو گئی تھی تبھی آواز میں نمی پائی جاتی تھی.

وہ اثبات میں سر ہلا کر کچن کی طرف بڑھی اور اینا کے الفاظوں پر تھم گئی.

"ماما کیا آپ کی اور ڈیڈ کی لڑائی ہوئی ہے؟"

وہ فوراً پیچھے مڑ کر اسے دیکھنے لگی.

"ایسا کیوں کہا؟" آواز میں شک سا تھا کہیں اس نے کیون اور اسکی باتیں سن تو نہیں لیں۔

"آپ رو رہی ہو نا اس لئے پوچھا مجھے لگا آپ کا اور ڈیڈی کا جھگڑا ہوا ہے."

اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہیں ماما کو برا نہ لگ جائے لوسا بنا جواب دیے فریج میں سے دودھ نکال کر اوون میں رکھنے لگی۔ اینا اس کی خاموشی بھانپ کر اپنے اندر پنپتے خدشات سے اسے حیران کر رہی تھی۔

'میری دوست ہے نا وہ جو مسلم ہے وہ کہتی ہے تم لوگوں کے پیرنٹس جلد ہی الگ ہو

جاتے ہیں۔ وہ فیملیز بنانے کے قابل ہی نہیں ہوتے زرا سی بات پر ڈائیورس لے لیتے ہیں ابھی شیلس کی ماما کی بھی ڈائیورس ہوئی ہے اور وہ اپنے سٹیپ پاپا کے ساتھ رہتی ہے ماما کیا آپ بھی ڈیڈی سے علیحدہ ہو جاؤ گی؟"

ان لفظوں میں کتنا ڈر تھا اکیلے پڑ جانے کا خوف، فیملی ٹوٹ جانے کا خدشہ، لوسا کو بہت برا لگا وہ جان گئی تھی صرف سُولیم ہی تھی جو اسے سمجھتی تھی جو ان لوگوں کو جان گئی تھی کہ ان میں بھی جذبات ہوتے ہیں مکمل فیملی بنانے کی چاہ کہ وہ بھی انسان کی اولاد تھے ان کی بھی فطرت عام انسانوں کی طرح ہی ہوتی تھی۔ ڈھیر سارے بوائے فرینڈز بروکن فیملی یا موڈ ہونے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ لوگ شادی کو نہیں نباہ سکتے تھے اگر شادیاں کامیاب نہ ہوتیں تو ان کی قوم اب تک تباہ ہو چکی ہوتی۔

"اینا میں اور آپ کے ڈیڈی ہمیشہ ساتھ رہیں گے ہم کبھی الگ نہیں ہونگے پر امس آپ ہم دونوں کو ایک ساتھ بوڑھا ہوتے دیکھو گی اور اپنی اس دوست کی باتوں پر

زیادہ دھیان نہ دیا کرو اگر وہ بار بار کہے تو اسے کہنا ہم بھی انسان ہیں اور ہم میں بھی جذبات ہیں۔"

اوون سے دودھ نکال کر اسے گلاس میں انڈیلا اور اس کے سامنے دوزانوں ہو کر کہنے لگی کیون کچن میں پانی کی غرض سے آیا تھا لوسا کی اس بات نے اسے سرشار کر دیا۔ وہ آنکھوں میں ڈھیروں وعدے یقین لئے اسے دیکھتا مسکرا رہا تھا لوسا نے بھی اسے دیکھ کر اثبات میں سر ہلا دیا

پر فسوں ماضی کی کوئی بھی لکیر اب اس کی آنکھوں میں نہیں تھی وہ اپنا کو گلے لگائے کیون کو پر امید نگاہوں سے دیکھے گئی۔

"میں براق شاہ اپنے حوش و حواس میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرتا ہوں میں تمہارے تمام حقوق اپنے پاس اور اپنے تمہارے پاس لکھواتا ہوں آج سے تم میری

بیوی ہو۔ "

" تمہیں خود پر پچھتاوہ ہے اچھا ہے لیکن اس کو حاوی کر کے اپنی زندگی کو عذاب مت بناؤ اگر ایسا ہی چلتا رہا تو تم کبھی ریکور نہیں کر پاؤ گے۔ "

آج آسمان برف نہیں برسا رہا تھا لیکن موٹی دبیز دھند کی چادر آسمان سے زمین تک گرتی تھی جیسے کوئی باڑ سی کھڑی کر دی ہو۔ ان دو اہم اشیاء کے درمیان دھند کی چادر اتنی موٹی تھی کہ ہاتھ کے فاصلے سے بھی کوئی نظر نہیں آتا تھا. ذرائع مواصلات کچھ گھنٹوں کے لئے مکمل طور پر بند کر دیے گئے تھے۔ سڑکوں پر بچھی بے تحاشہ برف کو اٹھانے کے لئے بڑے بڑے ٹرک کام کر رہے تھے اور اپنے بڑے پیمانے پر بنے ویکیوم سے اس سفیدی کو اپنی پیٹ میں بھر رہے تھے ایسے میں وہ دمہ کا مریض ماضی کی تلخ یادوں سے دوھرا ہوا جاتا تھا۔ یہ وہ موسم تھا جب اس کی پورے سال کی تیاری خود کو پیمپر کیے ہوے وعدے وعید سب اس برف کی آغوش میں سو جاتے تھے آج بھی وہ دشمن جاں اسے شدید یاد آ رہی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو شیشے کے سامنے کھڑا کیا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا تسلیاں دے رہا تھا اور شیشے کے اس پار کھڑا اس کا عکس قہقہے لگاتا ہوا اس کا مزاق اڑا رہا تھا۔

"دنیا میں صرف ایک انسان نہیں ہوتا دنیا سینکڑوں انسانوں سے بھری ہوئی ہے۔ آپ کا دل ایک پر نہیں رک جاتا اسے کسی ایک پر رکنا بھی نہیں چاہیے اسے موو آن کرتے رہنا چاہیے ٹھیک ہے موو آن نا کرو چوائس تمہاری ہے لیکن ماضی کے آسیبوں میں خود کو مت گھراؤ اس سے فقط تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہو گا اٹھو اور دنیا کو بتاؤ تم وہی براق ہو جو اس کو جوتے کی نوک پر رکھتا تھا آل ان ون دی ون اینڈ اونلی براق شاہ۔"

موم کے الفاظ کھڑا وہ خود سے دھرا رہا تھا اور گریفائٹ آنکھیں بہے جا رہی تھیں۔

"میں آج بھی اس سے محبت کرتا ہوں دنیا میں صرف اور صرف وہی ہے اور کوئی نہیں سب جیسے غائب ہیں بچی ہے تو فقط وہ, دل ایک ہی انسان پر رک جاتا ہے اور

اسے رکنا بھی چاہیے اسے اسی شخص کے ساتھ موو آن کرنا چاہیے وہ نہیں تو کوئی نہیں, نہیں میں اتنا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کائنات کو جوتے کی نوک پر رکھوں میری اتنی اوقات ہی نہیں ہے. میں نہیں ہوں ون اینڈ اونلی مجھے بننا بھی نہیں ہے۔"

اس کا عکس آہستہ آہستہ آئنے میں سے غائب ہوا شیشے نے جھک کر دیکھا تو وہ شخص ڈریسنگ کی ڈرار کے ساتھ اکڑوں بیٹھا تھا. اس کا وجود بچوں کی مانند ہل رہا تھا اگر عاشق کی آنکھ سے دیکھو تو تمھیں آس پاس نادیدہ سا سرخ مائع بھی نظر آئے گا جو عین اسکے سینے کے سامنے سے نکلتا دکھے گا اور جو لاوے کی طرح پورے کمرے میں پھیلنے کی ٹھانے ہوئے تھا جلتا ہوا خون جو بہت سرخ تھا کچھ زیادہ ہی۔

"میں براق شاہ اپنے حوش و حواس میں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرتا ہوں میں تمہارے تمام حوق اپنے پاس اور اپنے تمہارے پاس لکھواتا ہوں آج سے تم میری بیوی ہو۔"

کمرے کی چھت پھٹی اور اس دبیز دھند کے ساتھ یہ الفاظ اس کے پاس وجود بن کر آ بیٹھے۔ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ اس کے سینے سے نکلتا خون اس ظالم دھند میں ڈوبنے لگا اس سرد چادر کے پیچھے سے کچھ بہت بہت تکلیف دہ نکل کر آ رہا تھا۔

"تم قاتل ہو تم نے ہمیں قتل کیا ہے۔ تم جہنمی ہو تم کرس ہو تبھی وہ آج تمہاری زندگی میں نہیں ہے تم نے اسے بھی قتل کر دیا تم واقعی ظالم ہو۔"

روتے بلکتے براق نے سکتے کے عالم میں سر اٹھایا۔ اس دبیز سرد چادر کے پیچھے سے وہ خون آلود لڑکیاں نکلنے لگیں جن کے چہرے وقت کی دھول بھی گرد آلود نہ کر پائی تھی جو اس کی چاہ میں اس کے گھر کے آگے برف میں کھڑی اپنی جانیں ہار گئیں تھیں۔ وہ اپنے ماضی میں زندہ رہنے والوں میں سے تھا یہ اس کے حال کو محفوظ رکھتا تھا اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ وہ خون ٹپکاتے وجود اس کی اور سست رفتاری سے بڑھ رہے تھے اسے ان کے خود کے قریب آنے کا ڈر نہیں تھا اسے اس الزام کا تھا

NC

جو ابھی ابھی اس پر لگایا گیا تھا۔

"میں۔۔ میں نے انہیں قتل نہیں کیا میں کبھی نہیں کر سکتا کبھی بھی نہیں."

وہ روہانسا ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا شدت گریہ کے سبب اسکی آواز بھاری ہو گئی تھی.

"تم نے کیا ہے۔" وہ لڑکیاں حلق کے بل چلائیں بہت خوفناک آواز میں۔

"تم نے اسے قتل کیا ہے تم اسکے مجرم ہو خدا تمہیں غارت کریگا۔"

"نہیں یہ بہتان ہے ایسا ظلم نہیں کرو۔"

وہ کانوں پر ہاتھ رکھ دائیں بائیں گرد ہلاتا کپکپا تا کہہ رہا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔" قہقے، بے جان بے درد قہقے، نسوانی چیخ دار قہقے۔

"دیکھو کون کہہ رہا ہے جو خود بہت بڑا ظالم ہے۔" پھر وہ رکیں اور ایک کورس میں توڑ توڑ کر بولیں۔

"تم۔۔ اس۔۔۔ کے قاتل ہو یقین نہیں تو خود اس سے پوچھ لو۔"

وہ ایک سائیڈ پر ہٹی تھیں۔ چھت کے اور آسمان کے پیٹ سے گول گول دائروں

کی صورت آتی موٹی سفید دھند جو اسکے کمرے میں ساکن ٹھرے ہوئے سمندر کی مانند تھی اس میں سے گدلی دھند میں سے چمکتی ہوئی تیز روشنی ابھری اتنی تیز کے نیچے بیٹھے پچھتاوں میں گھرے شخص کو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پڑے اور جو دائرے کی مانند خون ٹپکاتی لڑکیاں تھیں وہ بھی اس روشنی میں چھپ کر رہ گئیں۔ براق نے اپنے ہاتھوں کی دو انگلیوں سے دیکھا وہ دبیز تہہ کراس کر کے آ گئی تھی۔ روشنی غائب ہو گئی اس نے منہ سے ہاتھ ہٹایا، دیکھا وہ سفید لباس والی اسے سخت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھ رہی ہے اسے دیکھ کر براق کا سانس اکھڑنے لگا آنکھوں میں سمندر آن ٹھیرا۔

"کیا تمہیں اب بھی لگتا ہے تم میرے قاتل نہیں ہو؟ وہ تم ہی ہو جس نے مجھے مارا ہے جس نے سُولیم شفیق کو ختم کیا مان جاؤ براق شاہ وہ تم ہی ہو۔"

وہ شدید حقارت سے کہہ رہی تھی براق سینہ مسلنے لگا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" وہ دھاڑا یہ دھاڑ بھی دفاع کے لئے تھی کہ اب وہ اپنی آوز

بھی بھول چکا تھا۔

ابھی ابھی گیلری سے گزرتے اسد کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو وہ الٹے پاؤں اسکے کمرے کی اور دوڑا اٹھا۔

"میں نے آپ کو قتل نہیں کیا آپ پلیز اللہ کے واسطے ایسا مت کہیں۔ "

اسد پریشانی کے عالم میں دوڑ رہا تھا وہ اس کے کمرے سے چند قدم ہی دور تھا۔

"میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا آپ جانتی ہیں میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ "

اسد نے دروازہ دھاڑ سے کھولا۔ ان لڑکیوں نے مڑ کر دروازے کی سمت دیکھا جو بس ابھی کھلنے ہی والا تھا وہ فوراً دھند میں غائب ہوئیں ایک ہاتھ اس دبیز چادر میں سے نکلا اور آرام سے اس سفید عبایہ والی لڑکی کو اپنے ساتھ کھینچ گیا دروازہ کھلنے سے ایک سیکنڈ پہلے تیزی سے دھند کمرے سے آسمان کی طرف اڑی اور چاک ہوئی چھت برابر ہو گئی.

اسد نے دراوزہ کھولا کمرے کا منظر اس کا دل ہلا گیا. گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے وہ چیخ رہا تھا.

"میں نے نہیں مارا آپ کو.'

اسد تھکاوٹ سے اسکی طرف بڑھا اور کہنیوں سے تھام کر اسے کھڑا کرنے لگا۔

"اسد میں نے نہیں مارا انا نہیں۔"

وہ اسکا شانہ تھپک کر اسے ڈاکٹر کے پاس لے آیا تھا اس ہفتے کا یہ دوسرا اٹیک تھا وہ اسے اس کے سائکاٹرسٹ کے پاس لے آیا تھا۔

جو نیم دراز براق کو سمجھا رہے تھے وہ آنکھیں بند کیے ان کی باتیں سن رہا تھا. گھٹن اب بھی سینے میں باقی تھی جو سانس روکے دے رہی تھی۔

۔میرے دل سے وہ نکل نہیں پاتیں میں چاہ کر بھی وہ سب نکلا نہیں پا رہا کوئی نا کوئی بات لفظ میرے دل پر وار کر کے مجھے ساڑھے سات پیچھے دھکیل دیتا ہے پھر میں

اپنے آپ کو وہیں کھڑا پاتا ہوں میرے دل سے وہ نہیں جاتی میں انہیں نہیں مٹا سکتا۔"

بہت ہی متوازن لہجے میں وہ آرام سے گویا تھا۔ چہرے پر بہت سکون تھا اتنا کہ ایسا لگتا کچھ ہوا ہی نہیں۔

"تمہیں اسے مٹانا پڑے گا اسکے ریز ہوتے ہی تم اپنا پچھتاوا غائب کر سکو گے نہیں تو تم نہ صرف اپنے پیسے ضائع کر رہے ہو بلکہ اپنے وجود کو بھی دواؤں کا عادی بنا کر ناکارہ کر رہے ہو تمہاری ڈوز ضرورت سے زیادہ ہیوی ہوتی جارہی ہیں براق، مجھے افسوس ہے تم ایک جوان آدمی ہو اور جلد بوڑھے ہو رہے ہو 35 کے ہو اور ابھی سے تمہارے بالوں میں چاندی پڑنے لگ گئی ہے۔"

ان کی نظر اسکے والنٹ کلر بالوں میں تیرتی چاندی اور سفید قلموں پر پڑی. آنکھوں کے کنارے جھریوں کے سبب اکھٹے ہو چلے تھے ہونٹوں کی نوک بھی لائن زدہ ہو گئی تھی البتہ سکن جوان تھی۔

"اپنا دھیان رکھا کرو بیٹا۔ "

باہر اسد ہاتھوں کی مٹھی بنائے پر سوچ نظروں سے سفید ماربل میں پڑی دراڑ کو دیکھ رہا تھا فرش پر پڑی دراڑ جو بہت صفائی کے باوجود بھی گرد آلود تھی کیا براق کے اندر بھی یہ دراڑ پڑ گئی ہے جو آہستہ آہستہ اسکی دونوں سائیڈز کو گلا رہی ہے کیا اس ماربل کی طرح وہ بھی صفائی کے باوجود ہمیشہ ٹوٹا ہی رہے گا؟

'آپ آجائیں نہیں تو وہ خود کو ختم کر لے گا۔ "

دھند کی دبیز تہہ آج بھی ہر چیز پر لپٹی تھی گیلی سی نمی نے پورے ماحول کو پر سوز کر دیا تھا۔ اس پر سوز ماحول میں براق کی دل چیر حالت دیکھ کر اس نے فاروق کو کال ملائی تھی کیونکہ اب بہت ہو گیا تھا کچھ زیادہ ہی وہ اسی طرح کسی دن دماغ کی رگ پھٹ جانے سے مر سکتا تھا اور وہ اپنے دوست کی جوان موت کبھی بھی

برداشت نہیں کر پائے گا اب یا تو فاروق اسے اس خون چوس موسم سے نکالیں یا پھر خود بھی اس میں آن سمائیں سب ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس کا فرض تھا نہیں حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنا سو وہ کر رہا تھا۔

"اس کا دماغی مرض دن بدن بڑھتا جا رہا ہے انکل، اگر آپ کو اپنے بیٹے کی جان کی فکر ہے تو کچھ کریں یا یہاں آ جائیں یا پھر اسے وہاں بلا لیں۔"

فاروق نے پریشانی سے ماتھا مسلا۔

"تم کیا کہتے ہو۔" آواز میں زمانے بھر کی تھکن تھی۔

"اسے وہاں بلا لیں وہ یہاں رہے گا تو معذرت لیکن وہ مر جائے گا ڈاکٹر نے مجھے کہا ہے اگر اسی طرح چلتا رہا تو جلد یا بدیر اسے مینٹل ہاسپٹل شفٹ کرنا پڑے گا اور موت تو اس کی کسی بھی پل متوقع ہے۔ انکل وہ ایک سینس ایبل پیشنٹ ہے وہ جان بوجھ کر خود کو موت کے منہ میں دھکیل رہا ہے۔"

فاروق نے فون بند کر دیا بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی ساعت میں اس دھوکے باز کی

آوز گونجنے لگی۔

۔میں بالکل فٹ ہوں ڈیڈ، بزنس چلا رہا ہوں پی ایچ ڈی کا سوچ رہا ہوں اگر میں بیمار ہوتا تو یہ سب تو نہ کر پاتا نا۔"

وہ اس کے سکون پر غرائے تھے۔

"بکواس پر بکواس کئے جاتے ہو تم، کل ہی مجھے تمہارے ڈاکٹر کی میل موصول ہوئی جتنی ٹھیک ہے نا تمہارے دماغ کی حالت صاف پتا چلی ہے براق، کیوں اس بڑھاپے میں ہمیں اولاد کا دکھ دکھا رہے ہو رحم کرو ہم پر۔"

اس نے اپنے ہونٹ کچلے تھے پھر گلا صاف کرتے ہوئے موبائل کے اندر سے آواز میلوں دور پہنچائی۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہاری واپسی میں چاہتا ہوں تم اپنے ملک واپس لوٹو وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔"

حتمی انداز میں کہہ کر وہ اسکا جواب سننے لگے۔

"اگر آپ چاہتے ہیں میں مر جاؤں تو ٹھیک ہے میں آجاتا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں؟" فردوس کی آواز پر انہوں نے سرخ آنکھیں کھولیں۔

"وہ مر رہا ہے۔" فردوس نے نم آنکھوں سے دل پر ہاتھ رکھا۔

"اسد کہتا ہے ڈاکٹرز نے کہا ہے وہ کسی بھی پل مر سکتا ہے فردوس میں اسکی لاش نہیں دیکھ پاؤں گا۔"

فردوس نے ان کے ہاتھ تھامے آنکھوں سے آنسوں ٹپ ٹپ کر ان ہاتھوں پر گرنے لگے البتہ چہرا بالکل شانت تھا۔

"ہم نہیں دیکھیں گے سب ٹھیک ہو جائے گا ہم وہاں جائیں گے پیرنٹس کارڈ کھلیں گے اسے یہاں لائیں گے اسکی شادی کروائیں گے پھر وہ ٹھیک ہو جائے گا ایسا ہی ہو گا یقین کریں۔"

وہ اثبات میں سر ہلاتی انہیں یقین دہانی کروا رہی تھیں کتنا آسان تھا دو بول تسلی کے بول دینا اور کتنا ہی مشکل تھا اپنے کٹتے دل کو نظر انداز کرنا۔

فاروق ممنونیت سے انہیں دیکھے گئے ابا کے فیصلے پر ہر گزرتے دن انہیں یونہی ناز ہوا کرتا تھا جیسے اب ہو رہا تھا۔ ان کے ہاتھ پر واپس اپنا ہاتھ رکھ کر گویا دل نے صدا لگائی تھی۔

"ہاں فاروق سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مجھے کہنا پڑے گا جو نیو باکسرز آرہے ہیں دے آر روکس۔۔"

دھند کے دائروں میں لپٹی اس عمارت سے وہ دونوں ایک ساتھ نکلے تھے۔ اسد پریشان تھا لیکن بظاہر نارمل نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ اس کے ساتھ چلتا براق اندر باہر سے بالکل پر سکون تھا جیسے طوفان آنے کے بعد سمندر میں سکوت ٹھہر جاتا ہے پر اثرار سا سکوت۔

وہ دونوں نمی کے سبب باہر سے گیلی ہوئی گاڑی میں بیٹھے۔ اسد نے ڈرائیونگ سیٹ

سنبھالی تھی براق اسکے برابر بیٹھا تھا۔ اسد ماحول کی گھٹن گھٹانے کی غرض سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے کہنا پڑے گا جونیو باکسرز آرہے ہیں دے آر روکس مینڈی نے کچھ سالوں بعد تمہارا نام گرد آلود کر دینا ہے (ذہن کے دریچے پر تریڑ ذدہ میلا ماربل کا ٹکڑا ابھرا) سوچ لو ابھی بھی وقت ہے میں آج بھی تمہیں لانچ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

اسد کی پیشکش پر وہ ہنسا تھا ہنسنے کی سبب اس کی آنکھوں کے کنارے سکڑ گئے تھے۔

اسد کی نظران جھریوں پر پڑی اسے دکھ ہوا۔

"بھائی نام کیا ذات گرد آلود ہو جاتی ہے یہ دنیا ہے یہاں یہ سب چلتا رہتا ہے۔ مجھے اس سب سے کوئی سروکار نہیں کہ میں آج سے کتنے سال بعد یاد رہتا ہوں یا میرا فیم برقرار رہتا ہے کیونکہ کہ ایٹ دی اینڈ میں جانتا ہوں یہ سب ختم ہو جانا ہے۔

وہ کاندھے اچکا کر کہہ رہا تھا۔

NC

"کل میں تھا آج کوئی اور پھر اس کے بعد کوئی اور پھر کوئی اور، اس سلسلے نے چلتے رہنا ر کنا تھوڑی نا ہے وقت کی دھول بڑے بڑے سورماؤں کو ڈھانپ دیتی ہے پھر یہ براق شاہ کون ہے۔"

اسد نے نہ ماننے والے انداز میں بھنویں اچکائیں اور سگنل کی سرخ بتی پر رک گیا۔ اس کے نزدیک انسان جب تک اپنا سکہ برقرار رکھ سکتا ہے اسے رکھنا چاہیے لیکن اسکا یہ دوست یہ بات نہیں مان رہا تھا یا پھر ماننا نہیں چاہ رہا تھا

"براق۔" سگنل کھلنے پر اس نے سردی سے جمے ٹائروں کو حرکت دی تو وہ اپنے اندر زندگی محسوس کر کے آگے بڑھنے لگے۔

"ہمم۔" چونکا دینے والی نمی کے ساتھ گریفائٹ آنکھیں سڑک کی جانب مرکوز تھیں چہرے پر وہی نرم تاثر تھا جبکہ چہرے کے پیچھے غضب کا تہلکہ مچا ہوا تھا۔

"تو نا۔" اسکی طرف دیکھا پھر برف کے ڈھیروں والی سڑک پر نظر ڈالی۔ "خود کشی کر لے یقین جان روز روز مرنے سے بہتر ہے۔"

بڑے ہی پر سوچ انداز میں وہ گویا ملامتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

براق نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ضرور کرتا لیکن انہوں نے مجھے حرام چیز اپنانے سے منع کیا ہے۔"

اسد کا کھوکھلا قہقہہ برجستہ تھا وہ "انہوں" سے واقف تھا تبھی مسکراتے ہوئے افسوس سے سر ہلایا۔

"کیا تمہاری انہوں نے یہ نہیں سمجھایا کہ روز روز اکلوتے دوست کو خوار کرنا اس کا سانس بند کر دینا اسے مسلسل اذیت میں مبتلا رکھنا، ٹینشن کی تلوار ہر وقت اس کے سر پر ٹنگائے رکھنا بھی حرام ہے۔"

براق پر بھرپور نظر ڈال کر اس نے گاڑی بڑے سے گیٹ کے اندر ڈالی اور گاڑی سے اتر آیا۔ وہ ایک پینٹ ہاؤس تھا جو بہت ہی سادہ تھا۔ براق اسد کو لاؤنج میں بٹھا کر خود کچن میں آیا تھا سامنے ہی وہ کھڑی تھی چہرے پر خفگی طاری کیے کچھ غصہ سی۔

"کیا ہوا؟" وہ ان کا پھولا چہرا دیکھ کر چونکا تھا۔

"یہی تو براق شاہ کیا ہوا؟' آواز میں بھی وہی خفگی تھی۔ وہ بالکل ٹھہر گیا ان کے روٹھے لہجے نے دل پر پاؤں رکھا تھا۔

"آپ مجھ سے خفا ہیں؟" خدشے کو زباں دی اسد اسکے انتظار میں ہے وہ بھول ہی گیا۔

"اور میں کیوں ہونے لگی تم سے خفا۔" اس نے ہاٹ بلیک ٹی کپوں میں انڈیلی، وائیٹ ہنی خوبصورت سی کرسٹل پیالی میں نکالی کوکیز ویسی ہی کرسٹل کی چھوٹی سی بڈز والی پلیٹ میں رکھی اور ان سب کو ایک ٹرے میں رکھ دیا۔ وہ براق کو نہیں دیکھ رہی تھی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر رخ سامنے کیا۔

"مجھے کیوں نہیں دیکھ رہیں نظر انداز کیوں کر رہی ہیں۔" لفظوں میں زمانے بھر کا خوف آن سمایا۔

"تم کون ہو؟" سرد سا سوال اور براق کی جان گویا لبوں پر آ گئی دھڑکتے دل کے

NC

ساتھ لبوں کو بامشکل کھینچا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں آپ جانتی ہیں میری سانسیں چل رہی ہیں تو فقط آپکی بدولت مجھے پہچاننے سے انکار مت کریں۔"

"اور تم جو ہمارے ساتھ کر رہے ہو۔" براق نے سلیب کا سہارا لیا۔

"بات کیوں نہیں مانتے کر رہے ہو نا ظلم خود کے ساتھ ظالم کسی بھی صورت معاف نہیں ہوتا پھر وہ چاہے دوسروں پر ظلم کرے یا خود پر۔"

ٹرے اسکی اور کسکائی۔

"آپ جانتی ہیں اس معاملے میں، میں بالکل بے بس ہوں۔"

اس کے روٹھنے کا ڈر اس پر مکمل طور پر غالب تھا اسکی خفا آواز برداشت سے باہر تھی۔

وہ لب کچلتی سنک کی جانب بڑھی وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے میں بھی اس بات پر بے بس ہوں ایم سوری تم بزدل ہو اور مجھے

بزدل لوگ بالکل پسند نہیں ہیں۔"

برتن نل کے نیچے رکھے وہ دھونے لگی براق کو لفظ "بزدل" نے ٹھیس نہیں پہنچائی تھی اسکے بے رخی سے پلٹ جانے نے پہنچائی تھی۔

"آپ کو ایک بات بتاؤں۔" وہ یونہی سنک سے گرتے گرم پانی سے کھیلے گئ ہاتھوں پر سکربنگ گلوز تھے ان پر ڈش واشنگ لیکیوڈ سے بنا جھاگ تھا جو برتنوں پر سے چکنائی اتار کر اسے صاف کر رہا تھا۔ ایک ایک برتن دھل کر سلیب پر رکھا جاتا جنہیں بعد میں خشک کر کے ریک میں لگا یا جانا تھا۔

"مجھے کسی (لوسا) نے کہا تھا میں نے سنا تھا نعم البدل نہیں ہوتا لیکن بعد میں پتا چلا سب نعم البدل ہی تو ہوتا ہے یہ اس کسی کے الفاظ تھے جانتی ہیں ان کا کیا مطلب تھا۔"

"مجھے دلچسپی نہیں۔" خشک لہجے میں کہہ کر گویا اسے چپ ہو جانے کو کہا۔

"اس کا مطلب تھا ہم سمجھتے ہیں دنیا میں یہ چیز ہماری دسترس میں ہے اہم ہے ایک

ہے تو اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیں بہت عزیز ہے اس کے علاوہ ہمیں کوئی چاہیے ہی نہیں کیونکہ وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

غلط بالکل غلط۔"

"ایسا نہیں ہوتا ہر چیز کا کوئی نا کوئی نعم البدل ضرور ہوتا ہے چاہے وہ "چیز" ہو یا "انسان" نعم ابدل ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا ابھی ختم ہو جائے۔"

وہ اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگی جیسے کچھ سمجھ نہ آیا ہو وہ کہنے لگا۔

"جیسے ہم سمجھتے ہیں والدین کا نعم البدل کوئی نہیں پھر ہمیں ساس سسر مل جاتے ہیں بھائی کی جگہ بہنوئی ہو جاتا ہے بہن کا نعم البدل نند میں ڈھل جاتا ہے ایک دوست جائے گا تو دوسرا آ جاتا ہے پھر بیٹے کی جگہ بیٹی کا شوہر بیٹی کی جگہ بیٹے کی بیوی ایک سوٹ کی جگہ دوسرا ایک موسم کی بجائے دوسرا موسم ایک محبت ختم تو دوسری محبت جیسے سُولیم کی جگہ آپ ہر ایک کا نعم البدل ہوتا ہے بس وہ ہو بہو نہیں ہوتا۔"

اس نے خفا نظریں پلٹا لیں جیسے کہہ رہی ہو "مجھے کیوں بتا رہے ہو" وہ کچھ کہنے کو لب کھولنے لگی تھی جب اسد کچن کے فریم میں ابھرا۔

"بھائی میرے کافی بنانے گیا تھا یا پائے۔"

اس کی نظر سرد چولہے پر پڑی۔

"حد ہے بھئی تیری سستی کی سنک کے میلے برتنوں میں سے اس نے الیکٹرک کیتلی نکال کر مانجھنی شروع کی تھی۔" وہ ایک نظر اس پر ڈال کر کچن سے باہر جا رہی تھی دوسری طرف پاکستان کی زمین چھوڑتا ہوا ایک جہاز فضا میں بلند ہوا تھا۔

"اللہ تمہیں برباد کرے براق شاہ۔۔۔"

کچھ دیر بعد جب دھند کی دیوی نے اپنا قہر لندن کی زمین پر ترس کھا کر تھوڑا اٹالا تو وہیں ایک ریسٹورنٹ کے اندر بالکل کونے والی میز پر جہاں سے ٹاور برج نظر آتا تھا

وہاں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ یہ ڈنر کا ٹائم تھا اور اسد کی جیب ہلکی ہوئی چاہتی تھی کھانے کے لوازمات سفید پوشاک سے ڈھکی میز پر رکھے جا چکے تھے۔ اسد نے ڈش پر سے ڈھکن اٹھایا تو فرائڈ فش کی اشتہا انگیز خوشبو چہار سو پھیل گئ۔ کانٹے سے سالمن مچھلی اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے وہ گہری نظروں سے سامنے بیٹھے بندے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا اتنا مضمحل اتنا اضطراب اسنے کانٹے سے ایک بائیٹ منہ میں لیا اور جھک کر دوسری فش براق کی پلیٹ میں ڈالی اسکا چہرا زمانے بھر کی پریشانی سموئے ہوئے تھا۔

"قباحت ہی کیا ہے صرف ایک انٹرویو ہی تو ہے۔" براق نے ایسی نظروں سے اسے دیکھا کہ وہ شانے اچکا کر رہ گیا۔

"تم جانتے بھی ہو میں نے کتنی مشکل سے کتنے پیسے خرچ کر کے اپنا تمام ریکارڈ نیٹ سے کلئر کروایا ہر وہ کتاب ضائع کروائی جو کبھی براق شاہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھی ہر اس پنے کو مٹوایا جس میں کبھی وہ شخص بستا تھا اور اب پھر تم چاہتے ہو

بھولے ہوئے فراموش کیے ہوئے براق شاہ سے دنیا پھر سے واقف ہو جائے یہ سب میرے لئے کتنا تکلیف دہ ہے تم جانتے ہو۔"

ایک بڑے میگزین سے سے اسد کو میل آئی تھی کہ وہ براق شاہ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں اسی سلسلے میں اسد اس سے بات کر رہا تھا جو یہ سن کر حد سے زیادہ ٹینس ہو گیا۔

"مطلب میں پھر سے دنیا والوں کو دکھنے لگا ہوں۔" اسد نے یونہی سرسری سی اس کی بات سنی کہ پچھلے پچیس منٹ سے وقفے وقفے سے اسکی یہی گردان تھی۔

"ایسا ہے بھائی۔" اسد نے مچھلی کو حلق میں انڈیلا لیمنیڈ لبوں سے لگایا اور پھر کانٹے میں نیا ٹکڑا اپھنسا کر کہنے لگا۔

"جس حساب سے تو اینٹی سوشل ہو رہا ہے نا اور جو تیرا یہ دماغ چوبیس گھنٹے فضولیات سوچتا رہتا ہے اس سے نکلنے کا اس سے بہتر کوئی اور راستہ نہیں وہ تیرا ایک معمولی سے بزنس مین کا انٹرویو لیں گے پھر ان کی دیکھا دیکھی کوئی اور ایسی خواہش کریگا پھر یہ سلسہ چلتا جائے گا تجھے شوز پر بلایا جائے گا پارٹیز میں ایزاے چیف گیسٹ

مدعو کیا جائے گا پھر تو بھرپور سوشل ہو جائے گا لوگ تجھے پھر سے جاننے لگیں گے اور تیری لائف پھر سے "چل" ہونی شروع ہو جائے گی۔"

براق نے شدید ناگواری سے لیمنیڈ کا گلاس لبوں سے لگایا اسکی مچھلی پلیٹ میں ویسی ہی دھری ٹھنڈی ہو رہی تھی پس منظر میں تھامس ریور سے اٹھتی ٹھنڈی ہوائیں ان کے شیشے سے آکر ٹکرا رہی تھیں۔ براق نے دور سے نظر آتے اندھیرے اور مصنوئی روشنیوں میں ڈوبے اس ریور کو دیکھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا اور تو بھی نہیں۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا اسد نے کانٹے میں پھنسا نوالہ جھک کر اس کے منہ کی سمت بڑھایا براق نے کڑوا سا منہ بنا کر اسے دانتوں میں پکڑا۔

"ایسا ہے کہ میرے بھائی میں انہیں یس بول چکا ہوں کل صبح ٹھیک دس بجے وہ تمہارا انٹرویو لیں گے اور تم دو گے اور ہاں تمہارے ایسے گھورنے سے نا تو میں ڈرنے والا ہوں اور نہ ہی انکار کرنے والا اور نہ ہی تمہاری یہ ایکسٹرا اداکاری میرا دل

پگھلا سکتی ہے اگر تو انسان بن کر نارمل روٹین پر آ جاتو، تو میں کچھ سوچوں بھی۔"

اس نے اسد کی بات کاٹی۔

"میں نارمل ہی ہوں۔" چبا چبا کر غصے کی حدت سے کہا دور ٹاور برتج پر سے کوئی کار گزری تھی جس میں کوئی بیٹھا تھا اور ایسے ہی اس نے نظریں بھی اٹھائی تھیں سامنے شان سے کھڑی ریسٹورنٹ کی بلڈنگ کی سیکنڈ فلور پر اسے دو دانے سے بیٹھے نظر آئے تھے نظریں گھومیں اور سیل میں مصروف ہو گئیں۔

"اچھا۔" اچھا کو کافی لمبا کھینچ کر بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

براق نے ٹھاہ کی آواز سے ہاتھ جوڑے۔

"شادی کرا اور میری زندگی سے فارغ ہو میں عاجز آ چکا ہوں تیری بیویوں والی خصلت سے بس بہت نباہ لی دوستی اب میری برداشت جواب دے چکی ہے۔"

اسد نے ایک ابرو اچکا کر زچ ذدہ چہرے کو دیکھا اور پھر اسکے لبوں پر ایک مسکان رینگی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر دونوں ایک ساتھ کر لیتے ہیں۔"

"لاحول ولا قوت۔" براق نے انتہائی حقارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیرا تو دماغ ہی خراب ہے میں تو الگ الگ۔" بولتے بولتے اس کی نگاہ براق کے پیچھے پڑی اسد کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا پھر اس نے بامشکل کافی کیک پلیٹ میں ڈالتے براق کو دیکھا جو اسے چمچ کے ذریعے منہ میں لے جا رہا تھا۔

"میرا دل کرتا ہے میری سانس چلی جائیں یا پھر کوئی ایسی سبیل بن جائے کہ وہ یا پھر اس تک پہنچنے کا راستہ مجھ تک پہنچ جائے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ میں سُولیم کو پالوں وہ سُولیم ہر روز مجھ سے آکر گلہ کرتی ہے کہ میں اسے بھولتا جا رہا ہوں لیکن اسد کیا کوئی خود کو بھول سکتا ہے۔"

کبھی کے کہے گئے براق کے الفاظ اس کے اندر جلن سی پیدا کرنے لگے تھے۔ براق نے اس کے رک جانے پر گردن اٹھائی اسد کی آنکھوں میں بے چینی تھی الجھن اور ڈر بھی ڈر شاید خود کے جھوٹ پکڑے جانے کا تھا۔ براق نے اچھے سے اسکے کمپوزڈ

چہرے کو کھوجا نظروں کا اندازہ لگایا اور پھر اس کے اندر کچھ زوردار چھنا کے سے ٹوٹا تھا اسد بے فضول ہنستا کہہ رہا تھا۔

"میں تو الگ الگ لڑکیوں سے شادی کی بات کر رہا تھا تیرا دماغ جانے کیا کھچڑی پکاتا رہتا ہے دیکھ بھائی میں مسلمان ہوں ہاں۔"

وہ خاموشی سے اسے سنتا رہا سرد نظریں اس پر گاڑے دیکھتا رہا پھر اس کے الفاظوں نے اسد کا دماغ بھک سے اڑا دیا۔

"مجھے ایک عورت سے محبت ہوئی تھی پھر وہ عورت میری کوتاہیوں کی وجہ سے میری زندگی سے چلی گئی مجھے لگتا ہے وہ مر گئی ہے میرا دوست بھی یہی کہتا ہے مجھے اس پر ایمان ہے کیونکہ میں جانتا ہوں میرا بھائیوں جیسا دوست مجھسے جھوٹ نہیں بولے گا لیکن اگر اس نے بولا ہے تو میں نے اسے معاف کیا۔"

اسد نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما۔

"یہ سچ ہے۔"

براق کی آنکھوں کی نمی بڑھنے لگی گریفائٹ آنکھوں میں سونامی آنے ہی والی تھی۔

"پیچھے کون ہے؟"

اسد کا دل اچھل کر حلق میں آگیا وہ خاموش رہا آج ہی صبح کی تو بات تھی جب اسے اٹیک ہوا تھا کیا آج رات پھر اس پر عذاب ٹوٹنے والا تھا۔

"اسد۔۔ پیچھے۔۔۔ کون ہے۔" توڑ توڑ کر چبا چبا کر ضبط سے پوچھا۔

"دعا۔" اور سونامی آگئی اس کے پاؤں سے جان نکلی تھی۔ اسد نے گھبرا کر اسے دیکھا وہ سب سے الگ تھلگ ایسے بیٹھے تھے کہ کوئی بھی ان کو نہ دیکھ سکتا تھا خصوصا براق کو۔

"اگر میں اٹھوں تو وہ مجھے دیکھ سکے گی؟" آنکھیں رگڑ کر گیلی آواز سے پوچھا۔ اسد کی گردن ہاں میں ہلی تھی۔ براق نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سر گرا دیا پھر وہ موبائل اور والٹ سمیٹتا ایک جھٹکے سے اٹھا اور بغیر کہیں دیکھے میزوں کو چیرتا لفٹ چھوڑ سیڑھیوں کی سمت بڑھا تھا۔ اسد نے بوکھلا کر ڈھیر سارے نوٹ ٹیبل پر پھینکے

اوراس سے پہلے سیل فون پر لگی دعا اسے دیکھتی وہ نظر بچا کر وہاں سے گیا تھا سیاہ سکرین پر سفید موتی گرا تھا۔

۔اللہ تمہیں برباد کرے براق شاہ۔

دعا کے دل نے حقارت سے بد دعا دی۔

اس سیاہ سکرین پر گرا چھوٹا سا سمندر ابھی ماضی کی سیاہ فلم اپنی ساکت لہروں پر چلانے لگا تھا کیا اتنی جلدی ماضی دوھرانا ٹھیک تھا نہیں اس کے لئے ابھی ویٹ کرو ابھی پہلے اس شخص کی حالت تو دیکھ لو جو اس کہانی کا ہیرو اور ولن بیک وقت تھا۔

اسد دوڑتا ہوا اس تک پہنچا تھا مگر اس سے پہلے ہی وہ گاڑی بھگا لے گیا۔

"ڈیم۔" زمین کی طرف اشارہ کر کے اس نے مکا مارا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے وہ کیب رکوانے بھاگا۔

دو جگہ سگنل توڑ کر ایک ہاتھ سے سٹرینگ وہیل ہینڈل کر کے دوسرا لبوں پر دھرے وہ سیلاب زدہ آنکھوں کے ساتھ اپنے پینٹ ہاؤس پہنچا تھا۔ ٹائروں کے

ساکت ہونے سے پہلے ہی وہ گاڑی کا دروازہ کھلا چھوڑتا پورچ عبور کر کے اندر کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اسنے اپنا کوٹ اتار کر وہیں زمین پر گرایا، لاؤنج میں داخل ہوا، ٹائی اتار کر پھینکی سیڑھیاں پھلانگیں، سبز دھاری دار ٹائی سیاہ ماربل کی سیڑھیوں پر پھسل کر نیچے گر گئی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اسے لاک کیا اور باتھ ٹب میں جمع پانی میں خود کو اوندھے منہ گرا دیا۔ یخ بستہ پانی آہستہ آہستہ اس کے کپڑوں میں جذب ہوتا بدن کو چھونے لگا. اس کے چھوتے ہی ٹھنڈ سے جسم اکڑ کر سن سا ہو گیا کھلی ضبط سے سرخ آنکھیں سیاہ جکوزی میں بے حس و بے جان معلوم ہوتی تھیں۔

NC

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے تم نے کہا تھا تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

روئی گیلی درد سے کٹتی آواز اسکی سماعت کو مفلوج کرنے لگی۔

"محبت کرتا ہوں تبھی تو یہ کر رہا ہوں اگر ایسا نہ ہوا تو تم میری نہیں ہو سکو گی۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر جما لئے۔

سانس اکھڑنے لگا تو خود بخود آنکھوں سے گرتا پانی اس یخ سمندر سے ملنے لگا یخ پانی

میں وہ دو چار گرم بوندیں کچھ خاص فرق تو نہ لا پائی تھیں لیکن ہاں ان بوندوں میں بھرا درد اس پانی کو اور بے رحم بنا گیا تھا۔

"تم اس وقت نشے میں نہیں ہو تم حواسوں میں ہو اور حواس میں رہ کر تم بے مد ہوشوں والا کام نہیں کرو گے تم مجھے نہیں مارو گے ہے نا۔"

"میں یہ کرونگا۔"

براق کا گریبان کسی نے کھینچا تھا۔ وہ جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ وہ پانی کے اوپر سے اس ہنستی کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں پتا نہیں گیلی تھیں یا پانی میں رہنے کی سبب اسے لگ رہیں تھی۔

"تم ایک انتہا سے زیادہ بزدل انسان ہو میں نے تم جیسا قابل رحم انسان اپنی زندگی میں نہیں دیکھا مجھے آج تم سے نفرت ہو رہی ہے۔"

وہ غصے سے پھنکاری تھی ساتھ میں اس کا گریبان چھوڑ کر مڑنے لگی۔ پانی سے چھپاک کی آواز برآمد ہوئی وہ بیٹھا اور اس سے پہلے وہ جانے کیلئے مڑتی براق کے

ٹھنڈے گیلے ہاتھ نے اسکا گرم خشک ہاتھ پکڑ لیا ٹھنڈے اور گرم کا ملاپ

اس نے مڑ کر اسے دیکھا اور چہرے پر نفرت لانے لگی۔

"میں نے اس کے التجا کرنے پر بھی اسے مار دیا۔"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی پانی کا پتلا بولا تھا۔ ستواں کھڑی مغرور ناک گہری والنٹ رنگ کی پلکیں اور بھورے و گلابی لبوں سے پانی کے قطرے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"یو نو واٹ۔" ہاتھ کھینچا گیا لیکن یہ لاسٹ گرفت تھی آخری سہارا تبھی چھوڑا نہیں گیا۔

"تم ایک مریض ہو اس کے مریض۔"

پانی کا پتلا ہلا اثبات میں گردن نے جنبش کی۔

"ہاں میں آج بھی اس کا مریض ہوں۔"

درد سے پھٹی گیلی آواز۔

"مجھے آج بھی اس سے محبت ہے۔" دن گیلی پلکیں اٹھیں پانی کی رہی سہی بوندیں بھی پلکوں کو چھوڑ سمندر سے جا ملیں لیکن بالوں سے ہوتی مسلسل بارش ان کا بوجھ بڑھا رہی تھی۔

"مجھے آج بھی اس کی چاہ ہے۔" پتا نہیں وہ پلکوں سے گرتا پانی تھا یا پھر گریفائٹ آنکھیں اس کی آڑ میں اپنا درد چھپا رہی تھیں۔

"اسد کہتا ہے وہ مر گئی۔" اس کی آواز بلند ہوئی۔

"میری سُولیم مر گئی۔" ماربل سے ڈھکی دیواروں سے ٹکراتی آواز کمرے تک آنے لگی تھی جس کے باہر کھڑا اسد چیخ چیخ کر اسے دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔

"میں نے، میں نے ان ہاتھوں سے۔" وہ سامنے بت بنی کھڑی لڑکی سے مخاطب تھا کمرے کا دروازہ ہنوز لاکڈ تھا اور اس کے باہر کھڑا اسد مسلسل اپنا حلق پھاڑ رہا تھا۔

"کھول دروزہ تو ذلیل انسان۔"

مکے لاتیں ناب کو جھنجھوڑ کر وہ اپنے کمرے کی سمت دوڑا وہاں براق کے کمرے کی

سپئر چابی تھی۔

"ان ہاتھوں سے اسے مار دیا میں نے اپنی سُولیم کو مار دیا آآآآ۔۔۔"

وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ چابی اٹھاتے اسد کے ہاتھ کپکپا اٹھے، شانے ڈھلکے اور من من بھر کے قدموں کے ساتھ وہ اس کے کمرے کی سمت بڑھنے لگا روم سامنے تھا مسافت صدیوں کی۔۔ سفر میلوں دور۔

"تو پھر ٹھیک ہے تم بھی اس کے پاس جاؤ۔"

ایکدم ہاتھ چھڑوایا گیا۔ وہ جو اس کے سہارے پر ٹکا تھا جھٹکے سے پانی میں گرا اسد کی مسافت طویل تھی جامد آنکھوں سے وہ اس سفر پر روانہ تھا جو بہت پہلے لکھا جا چکا تھا۔

جھپاک سے ڈھیر سارا پانی اس کے وجود کے وزن سے آس پاس اچھلا کنارے بھیگے فرش کی سطح آدھ انچ کے سمندر میں ڈوب گئی۔ وہ گیلی سی اس کے چہرے کو پانی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے دیکھنے لگی کبھی صدیوں کے اوراق پلٹو تو ایک وسیع و

عریض جہاز سمندر کی تہہ میں ڈوبا تھا بے تحاشہ جانیں ضائع ہوئیں ڈھیر سارا خون بہا چیخ وپکار مدھر سا سوگ نما سنگیت گونج اٹھا اور کچھ اس یخ بستہ بے رحم پانی کے توسل سے لقمہ اجل بنے اور کچھ بھیانک داستان سینوں میں دبائے بجھے چہرے کے ساتھ زندہ و نامراد تھے بچ جانے سے زیادہ خوفناک تجربہ حاصل کرنے کا ڈر تھا۔

"آج اگر دیکھو تو وہ کوئی ٹائی ٹینک نہیں ڈوبا تھا آج بھی محبت ڈوبی تھی سمندر کا شور بھی ویسا ہی تھا بس چیخ وپکار نہیں تھی ہاں موت سامنے کھڑی آنسوں ضرور بہا رہی تھی۔ یہ وقت نہیں تھا مرنے کا ابھی نہیں روح کھینچی جانی تھی لیکن سبیل پیدا کر لی گئی موت کو بلا لیا گیا۔ آج بھی خون بہہ رہا تھا وہ ناک سمیت پانی میں ڈوب گیا آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئیں اور چہرے پر مردوں سی سفیدی پھیلنے لگی وہ ناک جو کبھی اسکا غرور تھی اسکے بالکل نیچے سے سرخ مائع نکل کر بے رنگ پانی کو آتشی رنگ میں بدلنے لگا۔ وہ خون برق رفتاری سے پانی میں مل رہا تھا ساکت وجود کو ایک جھٹکا لگا پھر دوسرا اور پھر تیسرا موت کے آنے سے پہلے کے جھٹکے۔۔ دیکھا

سامنے وہی عبایہ والی کھڑی تھی طنز و حقارت سے گھورتی ہوئی، موت کی دنیا میں ویلکم کرتی ہوئی، درد کی نہ ختم ہونے والی منزل کی طرف اشارہ کرتی ہوئی لیکن آج اس کا عبایہ سفید نہیں تھا آج وہ زرد تھا بالکل انڈے کی زردی جیسا زرد... آنکھوں کے اوپر جھلملاتے آتشی ہوتے پانی میں وقت کے بے رحم پنے کھلنے لگے تھے۔

موت سے زرا پہلے تلخ یادیں اسکی آنکھوں کے سامنے تھیں۔ سیاہ رنگ کی لمبی پوشاک میں ڈھکے وہ بے تحاشہ لوگ اسکی طرف بڑھتے رک گئے کہ ابھی وقت ہونے میں چند سیکنڈز باقی تھے تو چلو پھر ان باقی کے سیکنڈز میں وقت کا سفر کر کے آتے ہیں جو واقعی رکتا نہیں لیکن محفوظ ہو کر رہ جاتا ہے۔

"لون نہیں ملے گا مطلب نہیں ملے گا۔"

پیچھے سے پھر سے بھاری مردانہ شائستہ نرم آواز ابھری تھی اسد نے خشمگیں

نظروں سے اس ہٹیلے انسان کو دیکھا نظروں کا پیغام تھا "چپ کر سالے۔"

"مسٹر جین یہ بینک آپ کا ہے؟" ٹھنڈی سخت آواز سے جب اس نے پوچھا تو اسد نے نظریں گھما کر پیچھے کو دیکھا اسی پل دروازہ کھلا تھا اور دبلا پتلا پکا انگریز اندر داخل ہوا اتنا ؤذدہ ماحول سے دروازے کی ناب پکڑے پکڑے سب پر نظر ڈالی۔

"ایوری تھنگ از اوکے۔"

اسد نے نشست چھوڑی اور اس بارعب والی عبایہ میں ملبوس لڑکی کو اشارہ کر کے کہا۔

"مسٹر جین۔"

سُولیم پوری گھومی اس کے گھومنے سے دعا کے ہاتھ میں بھی حرکت آئی تھی سُولیم کی مٹھی میں جو تھا۔

"اوہ تو گویا آپ ہیں مسٹر جین کیا میں پوچھ سکتی ہوں یہ بینک آپ کا ہے؟"

جین رکا دروازے کی ناب چھوڑی پھر اس کے ساتھ بیٹھے براق کو دیکھا ساتھ ٹکے

اسد پر بھی نظریں پڑیں جس نے ابھی ابھی اسکی کرسی چھوڑی تھی جواب تک اس کے اٹھنے کی سبب لرزش میں تھی پھر ان سب نے دیکھا اس کا سر نفی میں ہلا پھر یکدم اثبات میں ہل گیا۔

"گڈ، مجھے طاہر گوندل نے بھیجا ہے لان کے سلسلے میں۔"

گلابی پن جھلکاتے لب گہری مسکراہٹ میں ڈھلے اور پر سنگ سے سجی ابرو اوپر کو اچکی۔

"دس از دی لیڈی۔۔" دل پھر پکارا۔

"اوم وہم۔" اس نے شش کہہ کر اسے لتاڑا۔

"ففٹی پرسنٹ شئیرز میرے بھی ہیں۔" پیچھے سے پھر سے آواز ابھری دعا نے جلاد سُولیم کی طرف دیکھا اب یہ کیا کرے گی۔

"اوہ میرا وقت برباد گیا۔" اونچی بڑبڑاہٹ کے ساتھ اس نے اپنی فائلز سمیٹی زمین پر رکھا بیگ کاندھے پر ڈالا اور دعا کو پکڑتی ہوا کی طرح وہاں سے نکل گئی۔ براق نے

گہرا سانس لیکر اس کی بے بو خشبو کو سانسوں میں اتارا تھا۔

"یہ سب کیا تھا۔" اسد نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا جین جھرجھری لیکر سیٹ پر آ بیٹھا۔

"نئے شکار کی تیاری مجھے یہ چاہیے۔"

اسد نے اتنی زور سے دانت کچکچائے کہ جین تک اس کی آواز گئی براق نے پلاٹینیم رنگ والی ابرو اچکائی۔

"وہ کوئی راہ چلتی نہیں ہے طارق گوندل کی بیٹی ہے تیری پہنچ سے بہت دور ہے وہ، بھول جا اس کو۔"

براق نے تپش لئے آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔

"دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز پیدا نہیں ہوئی جو براق شاہ کی پہنچ سے دور ہو کل تک مجھے اس کی ساری ڈیٹیل میری ٹیبل پر چاہیے انڈرسٹینڈ۔"

اسد کا دل کیا اس حکم نامے پر اس کے دانت توڑ دے۔

"نوکر نہیں ہوں تمہارا۔"

"دوست پلس مینیجر ہو اس لئے کہا۔"

"ایسی دوستی گئی تیل لینے۔" لیپ ٹاپ میں بظاہر بزی جین نے اس کی سکرین پر جھکتے ہوئے مسکراہٹ چھپائی تھی۔

جب کوئی آپ سے بے وجہ کا بیر باندھ لے تو دل ابل ابل جاتا ہے دل کرتا ہے وہ شخص سامنے آئے اور اسکا منہ نوچ لیں۔

آسمان آج کچھ کم ملگجا تھا۔ ہلکے سفید بادل دھوں کے مرغولوں کی طرح ادھر ادھر منڈلاتے ہوا کے دوش پر اٹھکیلیاں بھرتے دکھائی دیتے تھے ایسے اس پر فسوں ٹھنڈی ہوا والے موسم میں وہ شعلوں کی لپیٹ میں گھری ادھر سے ادھر چکر کاٹتی اپنے اور دعا کے مشترکہ کمرے میں بچھی رگز گھسا رہی تھی۔ عبایہ اتر کر ہینگر میں لٹک چکا تھا ٹیل پونی میں بندھے بال چلنے کے سبب ہلے جا رہے تھے اور سیاہ سوٹ

پر مرون جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ شدید سیخ پا ہو رہی کہے جا رہی تھی۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی مجھ سے پنگا لینے کی میری راہ میں حائل ہونے کی اللہ اسے ہدایت دے میرا دل چاہ رہا ہے میں اسکا خون پی جاؤں الو کا۔۔" وہ گالی دیتے دیتے رہ گئی۔ دعا کرسی پر ہاتھ میں چپس کا پیکٹ لئے اس چلتے پھرتے شو کو دیکھ رہی تھی توبہ، تھی اس لڑکی کے غصے کے بھی۔

"جرات دیکھو اس کی مجھے کہہ رہا ہے کہ لون نہیں ملے گا جیسے میں تو مرے جا رہی ہوں پیسوں کے لئے۔" (ہاں تم تو جیسے منسٹر کی اولاد ہو ناجو وہ تمہیں کہنے کی جرات نہیں کر سکتا) دعا کا دل جلا تھا ایک بار جو اس نے مڑ کر اسے دیکھنے دیا ہو جلاد کہیں کی۔

وہ ہنوز غصے کی کڑاہی میں پکی کہہ رہی تھی۔

"چیپ تھرڈ کلاس، حلیہ دیکھا تھا تم نے اسکا کانوں میں جھولتی بالی ابرو پر چپکا موتی اور غلیظ آنکھیں افففف۔۔"

دعا نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا چپس اور منہ کے درمیان ہاتھ ساکت رہ گیا (ایک نظر میں اتنا کچھ دیکھ لیا یوں تو کہتی ہے مجھے کسی کو دیکھنے کا شوق نہیں گھنی میسنی ہائے میں تو اس کی مشہور زمانہ آبرو بھی نہیں دیکھ سکی تھی) پھر سوچ میں ہی ٹھنڈی سانس فضا میں چھوڑ دی منہ میں چپس ڈالی اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑی ہوئی اور بیڈ پر دراز ہو گئی۔

"یار میں تو یہ سوچ رہی ہوں بندہ خوبصورت ہونے کے ساتھ مشہور بھی ہے اور شدید امیر بھی مطلب ون پیس۔"

سُولیم نے کرسی سے کشن اٹھا کر زور سے اسکی طرف پھینکا جسے وہ ڈاچ کر گئی۔

"حد ہے تمہارے فلپ دل کی وہ میری مشکلیں بڑھا گیا ہے اور تم ہو کہ اس کے حسن میں قصیدے پڑھے جا رہی ہو۔" تاؤ سے بولتی وہ پھنکاری تھی دعا نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہاں پر تم غلط ہو اور حد تمہاری ہے جب ڈیڈ بلینک چیک سائن کر چکے ہیں تو اس

اپر چونٹی سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ایک بات مجھے بھی ڈسٹرب کر رہی ہے وہ اتنی برجستگی سے ہمارے لون لینے کی درخواست کیوں رد کر رہا تھا جبکہ ہم دی طاہر گوندل کے نام پر وہاں گئے تھے ہمم۔" تھوڑی پر ہاتھ رکھے ہوئے کسی مفکر کی طرح گردن ہلائی۔

"اب آئی سمجھ۔" ٹہلتی سُولیم تھمی اسے دیکھا۔

"لگتا ہے اسے لو ایٹ فرسٹ سائٹ ہو گیا ہے اس نے مجھے دیکھا اور اسے مجھسے محبت ہو گئی رشتہ لانا چاہ رہا ہو گا تبھی لون اپروو نہیں کیا اب بھلا اپنے سسرالیوں کو۔"

NC

اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے زوردار کشن اپنا تھپڑ اسکے منہ پر رسید کر چکا تھا اس سے پہلے سُولیم اس پر جھپٹتی وہ "پیس پیس پیس" کی گردان کرتے ہوئے وائیٹ پلوا من کے سائن کے طور پر فضا میں لہرانے لگی۔ سولیم غصہ پیتی وہیں کرسی پر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

دعا نے احتیاط سے اپنا بھورا پاؤں پرپل رگز پر رکھا اور قدم قدم چلتی اس تک آئی کندھے پر ہاتھ رکھا تو سُولیم نے اسے جھٹک دیا۔

"یار تم نا کچھ ذیادہ ہی اوور ایکٹر ہوا گر میں نہ ہوں تو تمہاری زندگی بالکل تمہارے پسندیدہ موسم کی طرح ہو جائے زرد بے رونق سی اچھا اب گھورو تو مت ہر وقت کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو بندے کو شائستہ اچھا اچھا بھئی کچھ نہیں کہتی یہ بتاؤ آگے کیا کرو گی اب۔"

سُولیم نے خود کو کمپوز کیا اور اس براق شاہ پر لعنت بھیجتے ہوئے کہنے لگی۔

"آف کورس اپنا پلاٹ بیچوں گی بینک میں جتنے پیسے پڑے ہیں انہیں دیکھوں گی اور۔"

دعا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں ہاں معلوم ہے تم بہت امیر ہو کروڑوں کی جائداد کی مالک تمہارے باپ نے تمہارے لئے بہت سی دولت چھوڑی ہے لیکن فی الحال تم میرے ساتھ پارٹنر

شپ کر لو مجھ سے پیسے لو اور اپنا کاروبار شروع کرو۔"

سُولیم کی پوری آنکھیں کھلی تھیں حیرت سے اس غریب کو دیکھا جو ابھی کچھ دیر قبل چاچو کے بلینک چیک پر اسے مطلوبہ رقم سے زیادہ پیسے لکھنے کا کہہ رہی تھی تاکہ اس بے چاری کی اس مہینے کی پاکٹ منی بن سکے۔

"اور تم کہاں سے دو گی پیسے۔" مشکوک نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ (شکی عورت)

"الحمداللہ میں بھی امیر باپ کی بیٹی ہوں۔" ناک چڑھا کر کہا۔

"اور میرے اکاؤنٹ میں بھی پیسے ہوتے ہیں تم اپنا اکاؤنٹ خالی کرو میں اپنا دونوں کے پیسے مل کر دی عبایہ بنا لیتے ہیں۔"

باہر تیز چلتی ہوا نے کھڑکی سے اپنا منہ ٹکایا اور ٹھنڈی سانس لی شیشے پر گیلی نمی پھیلنے لگی۔

"ہرگز نہیں میرے اصولوں کے مطابق کبھی بھی اپنے رشتے داروں کے ساتھ

پارٹنرشپ نہیں کرنی چاہیے۔"

بے نیازی سے شانے اچکا کر وہ ہاتھ جھاڑتی کھڑی ہوئی تھی دعا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"پارٹنرشپ مبارک ہو اور ہاں۔" وہ قدم قدم چلتی پیچھے ہٹی۔

"میرے سسرالیوں کی زرا خاطر مدارت۔"

"دعا۔" سُولیم کشن اٹھاتی اس کے پیچھے بھاگی تھی آج پھر ان در و دیوار میں ان کی ہنسیاں گونج رہی تھیں۔

"دھمکا رہے ہو؟۔۔"

فضا میں عجیب سی سوندھی سی خوشبو پھیلی تھی شاید اس میں سوکھے پتوں کی اور خزاں رسیدہ درختوں کی بھی مہک رچی بسی تھی۔ اس کے اکویریم فلور والے گھر میں چہار سو ہلدی پھیلی ہوئی تھی۔ لان بالکل زردی میں ڈوبا ہوا تھا

سارے پھول مرجھا کر نیچے کو منہ لٹکائے بس بکھرنے کے منتظر دکھائی دے رہے تھے۔ جاتی خزاں نے اپنا رنگ خوب چھوڑا تھا کہ اس کے آثار اب تک دکھائی دیتے تھے۔ اس گھر کی وی شیپ چھت بڑے بڑے درختوں کے زرد پتوں سے ڈھکی تھی یہاں تک کہ پورچ بھی ان کڑکڑاڑے پتوں سے بکھرا پڑا تھا۔ وہاں ایک گاڑی کے ٹائر آکر تھمے پتے ان کے نیچے چرمر ہوئے لان کے بالکل وسط میں مرمیڈ کے فوارے کے ساتھ وکٹورین طرز کا ٹخنوں تک لباس پہنے سفید فراق پر سیاہ ایپرن پہنے بالوں پر ماتھے کے اوپر سیاہ رومال لپیٹ کر بڑی سی جھاڑو سے زرد پتے ایک طرف لگاتی میڈ نے سر اٹھایا۔ سیاہ کار کھلی اور اس میں سے سیاہ گھٹنوں تک اوور کوٹ پہنے سیاہ چشمہ لگائے براق باہر نکلا اس کے پیچھے اسکے گارڈز بھی تھے اکویریم فلور والے گھر کے پورچ میں سوکھے پتوں کے مرنے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ براق شاہ نے اپنا اوور کوٹ اتارا نیچے سے بھی سیاہ شرٹ ہی نکلی تھی جسکے بازو کہنیوں سے زرا نیچے جمع ہوئے تھے۔ وہ اندر جانے کی بجائے لان میں آنے لگا

میڈ نے اسے "گڈ نون" کہا تھا سر کو خفیف سی جنبش دے کر وہ ان لکڑی کے سے سٹائل میں بنی چھتری کے نیچے آ کر بیٹھا جس کے درمیان میں گول ویسی ہی میز رکھی تھی اور آس پاس ویسی ہی لکڑی کی طرح کی کرسیاں۔

اسے کافی سرو کی گئی موبائل پر لگا وہ گھونٹ بھرنے لگا دفعتاً جالی دار گیٹ کھلا اور ایک کار اندر داخل ہوئی۔ اس نے نگاہ نہیں اٹھائی یونہی بیٹھا رہا۔ دبلے قد کا ایک انگریز اس میں سے نکلا اور ہاتھ میں فائلز کا پلندہ اٹھا کر اسکی سمت بڑھنے لگا۔ رنگ ٹیون بجنے لگی تھی اس نے کال کاٹی اور اس شخص کو دیکھنے لگا جو اس کے سر پر کھڑا کہہ رہا تھا۔

"سر یہ اسد سر نے بھجوائی ہیں۔" براق نے گلاسز اتارے، سیل فون نیچے رکھا وکٹورین طرز کے لباس میں کھڑی میڈ اب وہاں سے جا رہی تھی جبکہ اس کے گارڈز دور کھڑے دکھائی دیتے تھے البتہ ایک گارڈ اب بھی اس کے سر پر کھڑا تھا یہ وہ تھا جو اس دبلے قد والے انگریز کی چیکنگ کر کے اسے ساتھ لایا تھا حالانکہ وہ

انگریز شناسا تھا لیکن احتیاط اپنی جگہ۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک فائل تھامی کھولی اور سیدھا ہو بیٹھا ہاتھ سے گارڈ کو چلے جانے کا اشارہ کیا اور اس دبکے قد والے کو بیٹھنے کو کہا۔

براق فائلز پڑھ رہا تھا ساتھ ساتھ وہ انگریز بریفنگ بھی دیے جا رہا تھا۔

"سران کا نام سُولیم ہے ڈاکٹر سُولیم شفیق، وہ ایک سائیکٹرسٹ ہیں اور "دی مائنڈ" میں حال ہی میں اپائنٹ ہوئی ہیں۔" وہ بولے جا رہا تھا براق صفحے پلٹائے جا رہا تھا۔

اس کی آواز کہیں دب گئی تھی فائل کے صفحوں میں درج انفارمیشن براق کی گریفائیٹ آنکھوں کو خیرہ کرنے لگیں لفظ بولنے لگے۔

"وہ ایک سخت مزاج لڑکی ہے ایک سنگین ڈاکٹر بھی لیکن دوست فطرت کی مالک ہے۔ چہرے پر غصہ بھرا ہوتا ہے لیکن پس پردہ بہت نرم خو سی ہے۔ آوز دبنگ ہے لیکن مٹھاس سے پر رہتی ہے دوستوں کی دوست ہے دشمنوں کے لئے جلاد۔۔

حاکمیت کوٹ کوٹ کر اس میں بھری ہے اور چجتی بھی ہے۔ قد میں وہ پانچ فٹ

سات انچ نمبر لے گئی ہے دیکھنے والوں کے لئے خوبصورت ہے نہ دیکھنے والوں کے لئے خرانٹ۔ تعلیم ماشاءاللہ بہت زیادہ ہے تبھی تو ڈاکٹر کی مسند پر قائم ہے گولڈ میڈلسٹ ہے اور پاکستان کی سائکاٹرسٹ میں نمبر دوم پر اپنا نام لکھواتی ہے۔ بہن بھائیوں میں تیسرے اور آخری نمبر پر ہے بھائی شادی شدہ ہے اور سعودی عرب میں ہوتا ہے جبکہ بہن مسقط میں اپنے شوہر کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔ والد صاحب نہیں ہیں اور والدہ چاچو کی فیملی کے ساتھ رہتی ہیں۔ چاچو کی لاڈلی ہے اور خاندان کی بااثر لڑکی، اہم بات وہ سنگل ہے۔

"گڈ ویری گڈ۔" اسد کی انفارمیشن بھلے ستائشی نہیں تھی پھر بھی اس نے سراہا آنکھ کے اشارے سے اس شخص کو جانے کا کہا اور کمینی مسکراہٹ کے ساتھ نمبر ڈائل کرنے لگا گو کہ وہ ٹین ایجر نہیں تھا لیکن پھر بھی کلام کے لئے تو اس برقی آلے کا سہارہ ہی لینا پڑتا ہے نا اس نے لیا تو بھلا کونسی قباحت ہو گئی۔

بیل جا رہی تھی ابھی ابھی کلینک سے لوٹی سُولیم نے خالی گھر کو دیکھا یعنی ابھی دعا اور

چاچو نہیں لوٹے تھے۔ کمرے میں جا کر وہ فریش ہوئی نماز پڑھی اس کے بعد ڈھیر ساری نیوز دیکھی ساتھ ساتھ نوڈلز سے بھی انصاف کیا بے وقت بھوک یو نو۔ پھر سیل اٹھا کر اس پر لگ گئی بے تحاشہ اپنے پیشے سے مطعلق ویب سائیٹس چیک کیں، کچھ امراض کی ریڈنگ کی کچھ پر بیٹھے بیٹھے تبصرے بھی کئے مغرب ہونے میں ابھی بیس منٹ پڑے تھے وہ ایک ویب سائیٹ کا پیج سکرول کر رہی تھی جب سیل فون بلاکڈ نمبر کی کال سے گونج اٹھا اس نے احتیاط سے کال اٹھائی اور ہیلو کہا۔

براق کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ دوڑ گئی وہ نیم دراز سا ٹیبل پر پاؤں رکھ کر بیٹھا اور فرصت سے ہائے بولا۔

سُولیم نے ٹی وی کی آواز میوٹ کی۔

"جی فرمائیں کون؟" آج گریفائیٹ آنکھوں کے اوپر ٹھہری بھوری آئبرو پر اوپر نیچے دو ننھے ننھے پلیٹینیم کے موتی چھدے تھے جو مغروریت سے بھنور اٹھانے پر اس کے ساتھ ہی اوپر اٹھتے چلے جاتے تھے لیکن اس وقت اسکی بھنور پر تناؤ نہیں تھا

متوازن تھیں۔

"میں۔۔" طویل وقفہ دیا تیز ہوا کا جھونکا آیا۔ "آپ کا بیمار۔" شا نے اچکائے درخت کی ٹہنیاں ہوا کے جھونکے کے ساتھ ڈھیر سے زرد پتے اس پر گرانے لگیں جسے لکڑی کے طرز کی بنی چھتری نے روک لیا تھا۔ وہ پتے وہاں سے پھسل کر لان کی پیلی ہوتی گھاس پر گرے اور کچھ مرمیڈ فاؤنٹین کے سفید پانی میں۔

"ایکسکیوزمی۔" آواز میں سختی در آئی کیا یہ ذومعنیت تھی یا حقیقی بیماری کا ذکر تھا۔

"میں نے آپ کو پہچانا نہیں آپ اپنا نام بتائیں۔"

براق نے چھتری کے چاروں اور سے گرتے زرد پتوں کو دیکھا جو بارش کی طرح اس کی سطح سے پھسل پھسل جا رہے تھے۔

"بندہ بشر کو براق شاہ کہتے ہیں۔" وہ یکدم سیدھی ہوئی ماتھے پر تیوری پڑی کیا یہ باکسر براق شاہ تھا اس نے دماغ میں جوڑ توڑ کی کہیں بھی کوئی بھی اس کا پیشنٹ براق شاہ نام کا نہیں تھا ہاں آج سے تین سال قبل جب وہ نئی نئی ڈاکٹر بنی تھی تب ایک

براق کا اس نے علاج کیا تھا لیکن وہ براق اصغر تھا اور اس کی کاسٹ بھی اعوان تھی مطلب کہ یہ وہی ہے۔

"سوری میں کسی براق شاہ کو نہیں جانتی۔" وہ کال کاٹنے ہی لگی تھی جب وہ جھٹ سے بولا۔

"کال نہیں کاٹ سکتیں آپ جب تک میں نہیں چاہتا سو پلیز چپ چاپ جو میں کہہ رہا ہوں سن لیں۔" عجیب سا حاکمانہ لہجہ تھا سُولیم نے فوراً ریڈ بٹن پر کلک کیا ندارد، کال چلتی رہی اوہ تو اب وہ اسکا سیل فون ہینڈل کر رہا ہے کیوں؟ وہ الجھ گئی۔

"تمھیں نہیں لگتا اس عمر میں یہ ٹین ایجر زوالی حرکتیں بہت ہی بچگانہ لگتیں ہیں دو منٹ میں جو کہنا ہے فٹافٹ کہو۔" سخت لہجہ اکھڑا انداز۔

براق سیدھا ہوا وہاں سے چل کر فاؤنٹین کہ ماربل پر ٹک گیا اندر پانی میں زرد پتے محو رقص تھے وہ کہہ رہے تھے۔

"باوقار پلس روڈ پلس میچور۔"

"آئی لائک اٹ۔"

"چند روز پہلے میں نے ایک بڑے سے اکویریم میں ایک انسانی مجسمہ دیکھا۔ زرد مجسمہ جیسے ابھی خزاں کے زور سے پتے ہوئے پڑے ہیں تم نے دیکھے پتے؟ دیکھنا اندازہ ہو جائے گا۔ اس مجسمے کا رنگ بھی بالکل ویسا ہی تھا لیکن وہ پانی میں تیرتا ہوا معلوم ہوتا تھا یا پھر پانی اس میں تیر رہا تھا۔" وہ کھویا اپنے وی شیپ میں کھڑے گھر کے دائیں بائیں لگے بڑے سارے درختوں کو دیکھا اس کی گریفائٹ آنکھوں میں زردی گھل گئی ایسا لگا اس فاؤنٹین کے سفید ماربل کے کنارے بیٹھے شخص کی آنکھیں زرد روشن نگینوں سے جگمگا اٹھی ہیں۔

"میرے دل کو اس مجسمے نے کھینچ لیا۔" سُولیم کے پلے ککھ اس کی بات نہیں پڑ رہی تھی لیکن اگلے الفاظ نے دھماکے کر دیے وہ فورا کھڑی ہوئی دماغ کی الجھن اس کے جوڑ توڑ بلا آخر سلجھ ہی گئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں وہاں سے چلا تو گیا تھا لیکن سوچ لیا تھا اس مجسمے کو اپنا ضرور بنا کر رہوں گا وہ کیا

ہے نا کہ ایک بار جو اس اڑیل دماغ میں بیٹھ جاتا ہے اسے نکالنا پھر نا ممکن ہو جاتا ہے۔ میں بہت ضدی آدمی ہوں ضد میں جان بھی لے لوں تو برا نہیں مانتا خیر پھر وہ مجسمہ مجھے بینک میں نظر آیا وہی رنگ وہی سراپا وہی انداز ہو سکتا ہے اگر رنگ چینج ہوتا تو میں اٹریکٹ نہ ہوتا لیکن مجھے نا اورنج مائل زرد رنگ بہت بھاتا ہے اب مجھے وہ مجسمہ چاہیے اور۔۔" وہ تھما سُولیم کا دل بھی تھم گیا۔ "ہر صورت چاہیے تو کیا کہتی ہیں اب ہم کب مل رہے ہیں؟"

سُولیم پہلے تو خوف زدہ سی سنتی رہی پھر شاک اترا اور ناگواری عود کر آئی بولی تو لہجے میں ویسی ہی سختی و سرد تھی۔

"وہ کیا ہے نا کہ مسٹر شاہ۔" وہ اس کے طرز تخاطب پر مسکرایا پلس الگ۔

"مجھے چیپ لوگوں سے انتہا سے زیادہ الرجی ہے ان سے ملنا تو دور بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی بہتر ہو گیا تھوڑا میچورٹی کا ثبوت دیں اور آئندہ مجھے کال نہ کریں۔"

"آف کورس میں میچورٹی کا ثبوت دونگا کال نہیں کرونگا ہم ملا کریں گے۔"

سُولیم نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔

"اللہ حفظ۔"

میں نے کہا نا کال تب تک چلے گی جب تک میں چاہوں گا اگر کال کاٹی جو کہ کٹے گی نہیں یا پھر فون بند کر کے رکھا تو باخدا دس منٹ میں میں تمہارے مقابل ہو نگا۔"

جنونیت سے بھری آواز پر سُولیم نے مقفل دروازوں کو دیکھا۔

"دھمکا رہے ہو؟"

"امم ہمم ڈرا رہا ہوں۔"

سُولیم مسکائی پھیکی مسکراہٹ چلو جی نئ مصیبت لگ گئ گلے۔

"تو ٹھیک ہے میں ڈر گئ اللہ سے۔"

اس نے جھٹ سے سیل کی بیک سائیڈ کھولی اور بیٹری نکال کر اسے صوفے پر اچھال دیا بلڈی ہیل۔

وہ ابھی پر سکون ہی ہوئی تھی کہ چنگھاڑتی گھنٹی سے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا

محتاط سی اٹھی مین ڈور تک آئی کی ہول سے جھانکا تو چاچو اور دعا کھڑے تھے اس کی جان میں جان آئی جھٹ سے دروازہ کھولا۔

"اسلام علیکم آج خاصی دیر کر دی آپ لوگوں نے۔" وہ سائیڈ پر ہوئی دونوں اندر آئے چاچو کے چہرے پر ناگواریت چھائی ہوئی تھی جبکہ دعا کا چہرا لٹک رہا تھا۔

"اپنی اس چہتی سے پوچھیں۔" وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے اندر کی طرف بڑھے۔

"کیا، کیا ہے دعا تم نے۔" دعا کے پیچھے پیچھے آتے اس نے پوچھا تھا پھر وہ کچن کی سمت بڑھ گئی۔ پانی کی بوتل اور دو گلاس اٹھا لائی چاچو کو دیا دعا کو دینے لگی انہوں نے ٹوک دیا دعا نے اس کے ہاتھ سے بوتل جھپٹی اور لبوں سے لگا لی چاچو کو اور غصہ آیا۔

"ناجانے کب یہ تمیز سیکھے گی۔" یہ ان کی آنکھوں کا پیغام تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا گاڑی ٹھک گئی تھی ڈیڈ سے لفٹ مانگی اس پر منہ بنائے بیٹھے ہیں کسی کلاس فیلو کے ساتھ آتی تب پتا چلتا۔" آخری جملہ منہ میں بڑبڑایا۔

"یہ بھی تو پوچھیں اس نے گاڑی ٹھوکی کیسے۔" (ہونہہ یہ میڈم آپ جناب پوچھیں شو چھیں اور میں تو تڑاک اس اُس)

"کیسے ٹھکی تمہاری گاڑی؟"

وہ اس کے اندر کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔

"کیوں بتاؤں تم کونسا میرے شوہ۔" لفظ آدھا منہ میں رہ گیا ڈیڈ کی سخت نگاہ اور سُولیم کا قہر۔۔ اس نے جھر جھری بھری جانے کن جلادوں میں پھنس گئی تھی وہ۔

اچھا اچھا بتاتی ہوں۔" ڈیڈ کی سختی سے خائف ہو کر کہنے لگی۔

"میں اپنی کلاس اچھا بھئی اپنے کلاس فیلو۔" ایک اور گھوری نے تصیح کروائی۔

"کے ساتھ ریس لگا رہی تھی ہاں ہاں مین روڈ پر تھی یہ ریس۔ (افففف توبہ ہے بھئی جیسے یہ تھوڑی تلے ہاتھ رکھے بیٹھی محترمہ جج ہیں جن سے جھوٹ بھی نہیں بولنا)

"پھر کیا تھا میں ریس جیت گئی پورے ٹین پونڈز لیکن۔" اب وہ سیخ پا کہہ رہی تھی۔" ان انکل نے میری جیتی رقم اس جیک کو واپس کر دی میں نے کتنی محنت

سے جیتی تھی وہ رقم کتنا پڑول جلایا اپنا اسے جیتنے میں۔"

طاہر نے آواز کے ساتھ گلاس ٹیبل پر رکھا سُولیم سیدھی ہو بیٹھی البتہ چہرے پر بالکل چاچو جیسی ناگواریت در آئی تھی۔

"اس نے۔" وہ انگلی سے دعا کی طرف اشارہ کرتے بولے جبکہ نگاہوں کا رخ سنجیدہ سُولیم پر تھا۔

"اس جیکب کی گاڑی ٹھوکی ایک چلان کیا اور اس بے چارے کا ماتھا پھوڑا اور پھر بھی یہ کہتی ہے کہ میں نے اس کی رقم واپس کیوں کی کیا میں نے غلط کیا؟"

"بالکل بھی نہیں چاچو۔" سُولیم نے فوراً تائید کی۔ دعا نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا کاش اسے اس سے محبت نہ ہوتی تصور کی آنکھ سے اس نے سامنے بیٹھی اس چاچو کی چمچی کا منہ نوچ ڈالا تھا دل کو ٹھنڈک ملی۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کیا یہ کوئی تمیز نہیں ہوتی ریس لگا رہی ہو وہ بھی پیسے سے دعا اب تم حرام کھاؤ گی۔" وہ پوری اس کی طرف مڑتی دکھ اور صدمے سے کہہ رہی

تھی

دعا تو پہلے ہی جلے بیٹھی تھی بھنا اٹھی۔

"محنت سے کمائی گئی چیز حرام نہیں ہوتی اس میں میرا پسینہ بہا تھا۔" بودی تاویل

سُولیم اسے افسوس سے دیکھے گئی وہیں مقابل صوفے پر بیٹھے طاہر نے بھی اپنا سر پکڑا

تھا جانے اس لڑکی کا کیا بنے گا۔

"پسینہ تو شراب بنانے میں بھی بہتا ہے تو کیا اس سے حاصل کئے گئے پیسے بھی

حلال ہو گئے۔"

"اچھا اچھا بس سمجھ گئی ہوں میں کوڑے سے اٹھا کر لائے تھے نا مجھے تبھی اتنی سختی

کرتے ہیں یاد رکھنا جس دن مجھے میرے اصل والدین مل گئے ناپلٹنا بھی نہیں ہے

میں نے۔"

اور یہ کہہ کر وہ جھپاک سے اپنا دوسٹر بیپس والا سٹرابیری بیگ اٹھا کر سیڑھیوں کی

اور بھاگی تھی سُلیم نے پھیکی سی مسکان سے چاچو کو دیکھا جو تھکی تھکی سی سانس

خارج کر رہے تھے۔

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کاش اس کو واقعی اس کے اصل والے والدین مل جائیں۔" سُولیم نے مسکراہٹ دبائی۔

"اسے آل ریڈی ملے ہوئے ہیں۔"

سُولیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا چیز ہے یہ۔" سیڑھیوں کی جانب دیکھتے وہ اس سے مخاطب تھے وہ گہرا مسکرا کر شانے اچکا گئی اور یہ مسکراہٹ اس کی چند منٹ قبل ہونے والی تلخ پریشان کن گفتگو کو بھولنے کی گواہ تھی۔

"ٹرکر۔۔ٹرکر سان؟"

ٹوں کی آواز نے بتایا کہ سیل کو بے جان کر دیا گیا ہے۔ شرارتی مسکراہٹ لبوں پر لا کر نفی میں سر ہلاتا وہ لاؤنج کے مین ڈور پر پہنچا ابھی اسکے قدم شیشے کے نیچے

ٹھہرے پانیوں والے فرش پر پڑے بھی نہیں تھے جب اسکی لاڈلی چہیتی اس کی جان گولڈی (گولڈ فش) پتا نہیں کہاں سے نکل کر دم ہلاتی ہوئی گولی کی سپیڈ سے اسکے قدموں میں پہنچی اور اس کے پاؤں چومنے لگی۔

"ہے ئی گولڈی کیسی ہو؟" ٹھک ٹھک پاؤں اس نے فرش پر مارا۔ وہ فرط مسرت سے اسکے پاؤں کے گرد چکر کاٹنے لگی۔

ہے ئی شین جانوروں کو خوراک ڈالو۔" اس نے ایک میڈ کو آواز دی دن میں دو بار اکویریم میں دانہ ڈالا جاتا تھا اب شام تھی اور کھانے کا وقت ہو چلا تھا۔

"شیور سر۔" مؤدب سی آواز آئی وہ اپنے روم کی طرف جانے لگا گولڈی اس کے ساتھ ساتھ تھی بالکل اس کے پاؤں سے چپکی ہوئی۔ وہ اپنے روم میں آیا شرٹ اتار کر صوفے پر پھینکی اور کمر کے بل بیڈ پر گر گیا خوشگوار چہرے پر سختی در آئی تھی ماتھے پر بل پڑے آنکھوں کی پتلیاں چھت پر لگے فانوس کو دیکھنے لگیں اس کی روشنی بہت چندھیا دینے والی تھی آنکھوں نے شٹر گرایا اور سیاہ پردے پر صبح کی

مصروفیت روشن ہونے لگی۔

وہ ایک ریمپ واک کے لئے انوائٹڈ تھا کیجوئل وئیر کو متعارف کرواتی ریمپ تھی یہ۔ جو ابھی وہ سوٹ پہن کر آیا تھا کٹس لگی جینز بالکل سادی شرٹ اور گھٹنوں کو چھوتا ڈبل بٹن سٹائل اوور کوٹ اور بلیو گاگلز یہ اسی برینڈ کے تھے جن کے لئے وہ واک کرنے گیا تھا تبھی اس کی آئبرو کی بالی کی جگہ یہ دو موتی آئے تھے بالوں کے سپائکس اور ہاتھ میں ڈھیر سارے ربڑ بینڈز کان کی بالی وہ ہی تھی۔ اوور کوٹ کے بٹن بند کر کے وہ ڈیزائنر لیسا کے ساتھ ریمپ پر آیا۔ وہ شو سٹاپر تھا دائیں بائیں ڈھیر سارے ماڈلز کھڑے تھے وہ ان کے بیچ لیسا کی برہنہ پشت پر ہاتھ رکھ کر اینڈ تک آیا فلیش لائٹس کلک کلک کی آوازیں لیسا نے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا وہ مسکایا اس کے تھوڑا اور قریب کھسکا اتنا کہ وہ بالکل اسکی بغل میں گھس گئی چند اور تصاویر اتاری گئیں۔

دفعتاً لیسا اسکے مقابل آئی اور نازیبا حرکت کر گئی تصاویر اتریں وہ اس کے ساتھ مڑ

گیا شو ختم ہوا لیکن گیدرنگ جاری تھی۔ وہ ایک ٹیبل سے پرے ہاتھ میں ہائی کوالٹی کی پر اثر شراب کا گلاس لئے کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا جب کھنکھارنے پر مڑا۔

اور پھر اسے حیرت بھرا اچنبا ہوا۔

"ٹرکر۔۔ٹرکرسان؟" مسکرا کر اسے مخاطب کیا۔

اس نوجوان نے شانے اچکا کر بھنوریں بھی اچکائیں۔ وہ اٹھارا سال کا بھی نہیں تھا لیکن اپنی عمر سے بڑا دکھتا تھا۔

"اوہ تو براق شاہ مجھے بھی جانتے ہیں۔" وہ باکسنگ میں نیا تھا اور اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے جوئنیرز میں خاصا نام کما رہا تھا۔

"لوزرز ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔" وہ کہنے والا تھا۔ "تمہیں کون نہیں جانتا بچے۔" لیکن شرارت کو من کیا تو چھیڑ دیا براقس ککس یو نو۔

اس نوجوان نے دانت کچکچائے۔

"کیا آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے کہ آپ جلد ہی بوڑھے ہونے والے ہیں اور تب

میں آپ کے مد مقابل آنے والا ہوں اور آپ کو اس سے زیادہ پیٹنے والا ہوں اس سے زیادہ ذلیل کرنے والا ہوں اور اس سے زیادہ ہی چیٹنگ کرنے والا ہوں جتنی آپ نے کی تھی۔"

براق کا قہقہ، بہت سی ستائشی نظریں اس طرف اٹھی کچھ میں پیغام بھی تھا۔

وہ گلاس خالی کر کے میز پر رکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھا اس کی ٹی شرٹ کا کالر درست کیا اور اس کے کان میں بولا۔

"نہیں لیکن بتانے کا شکریہ میں انتظار کروں گا۔"

پھر وہ سیدھا ہوا ویٹر کو دو انگلیوں سے آنے کا اشارہ کیا۔ دو گلاس اٹھائے اور اس کی طرف مڑا سرخ مشروب سے آدھا بھرا وائن گلاس اسکی اور بڑھایا۔

"مجھے بچہ نہ سمجھیں جب سے میں نے وہ میچ اور اسکے بعد ہونے والی گفتگو سنی ہے نا مجھے تم سے نفرت ہونے لگی ہے۔"

طرز تخاطب بدلا لیکن چونکہ وہ انگریزی میں بولتے تھے سو خاص فرق نہ پڑا۔

"میں تمہیں برباد کر کے رکھ دونگا۔"

براق نے گلاس خالی کیا خمار اس پر چڑھنے لگا تھا۔

"ول سی لیکن یاد رکھنا براق شاہ صرف ایک ہے نہ ہی وہ آج تک ہارا ہے اور نہ ہی ہارے گا اولمپک گولڈ میڈ لسٹ ہوں میں پیٹرسان جیسے ہزاروں پچھاڑ دوں۔"

اس کی ناک تک آتے ٹر کرنے خود کو بالکل اسکی ناک کے پاس روکا اور کہا۔

"میں وہ گولڈ میڈل تم سے چھیننے والا ہوں تب تک تم اس کا دھیان رکھنا۔" وہ پیچھے ہٹا اور ہٹا اور ہٹا پھر رکا اور اونچی آواز کے ساتھ بولا اتنی اونچی کہ آس پاس کے لوگوں نے بھی سنا۔

"ایلسا تمہاری گرل فرینڈ تھی نا سنا تھا وہ تمہاری اولاد کو اس دنیا میں لانے والی تھی کیا وہ لے آئی؟"

براق پورے دانتوں سے مسکرایا زہر خند انداز میں جو بات اس نے اپنے باپ سے بھی چھپائی تھی وہ اسے کیسے معلوم ہوئی ڈاکٹر ڈیل تم تو گئی کام سے۔

"نہیں لیکن یقین کرو جب میں باپ بنوں گا تو تمہیں ضرور بتاؤں گا ہوپ سو تب تک تم ڈائپر سے نکل چکے ہو گے چیئرز۔" دوسرا گلاس اوپر کر کے اسنے لبوں سے لگایا آس پاس کے لوگ جو بالکل ٹھہر گئے تھے اس کے لفظوں پر کھی کھی کرنے لگے ٹر کرنے سرد نظروں اسے دیکھ کر دبی آواز سے "آئی ول فینش یو" کہا۔ براق ایک اور گلاس کا ہاتھ بلند کر کے اسے چڑانے لگا۔

گھنٹی بجی اس نے چونک کر سیل فون اٹھایا ڈیل کالنگ۔

"تم ختم ہو۔" فقط تین لفظ اور رابطہ منقطع وہ بار بار پریشانی سے اسے کال ملاتی رہی لیکن وہ براق شاہ تھا ایک بار قطع تعلق کیا مطلب کیا۔

"سُولیم کیا آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے آپ غصے میں کس قدر کیوٹ لگتی ہیں۔۔"

"دی عبایہ" کی اوپننگ بڑے پیمانے پر تو نہیں ہوئی تھی لیکن ان کے تمام رشتے دار

عزیز و اقارب اور کچھ فیلوز اس تقریب میں شریک ہوئے تھے چونکہ سُولیم کی کوئی دوست نہیں تھی عجیب بات ہے لیکن واقعی اس کی کوئی دوست نہیں تھی تو دوستوں کی جگہ اس کے پیشنٹس نے اس تقریب کو رونق بخش دی تھی۔ چھوٹا سا "دی عبایہ" ڈھیر سارے پھولوں اور سُولیم کے ڈیزائن کردہ عبایہ سے سجا ہوا تھا۔ اندر باہر ڈمی نقاب اور بغیر نقاب کے کھڑے تھے۔ ریکس میں بھی عبایہ لٹک رہے تھے۔ چند ایک ٹی وی چینلز کی کوریج اور چند مشہور ڈیزائنر بھی یہاں موجود تھے اور کچھ مقامی لوگ بھی وہاں آئے ہوئے تھے اور ادھر ادھر ٹہل کر مناسب قیمت پر دستیاب عبایہ دیکھ رہے تھے لیکن چونکہ وہ یہ اسلامی پوشاک نہیں پہنتے تھے اس لئے وہ خرید بھی نہیں رہے تھے۔

کونے میں کھڑی گلابی عبایہ پہنے سُولیم چھپی مسکراہٹ کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھی۔ بچپن سے ہی اسے عبایہ کا شوق تھا دادی جب اپنا یہ لمبا کھلا ماہرانیوں جیسا عبایہ پہن کر اسے سکول ڈراپ کرنے یا کبھی کبھار لینے آتی تھیں تو اس کا بھی دل کرتا تھا

وہ بھی ان کی طرح یہ شہنشاہی لباس پہنے اور قدیم شہزادیوں کی طرح اکڑ کر چلے لیکن چونکہ دادی کی چال میں ایک وقار ہوتا تھا ایک عاجزی تو پھر وہ خود سے کہتی تھی "نہیں سُولیم انسان کی چال میں اکڑ نہیں ہونی چاہیے اگر تم اکڑ گئی نا تو ٹوٹ جاؤ گی۔" وہ ماما کی کہی بات خود سے دوھراتی تھی

پھر ایک دن یونہی اس نے دادی سے کہا اس نے بھی عبایہ پہننا ہے وہ چونکی اپنا نازک گولڈن فریم والا چشمہ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور تفصیل سے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے لیکن کیا یہ فن کے لئے ہے؟"

انہوں نے جنرل سا پوچھا سیونتھ کلاس کی سٹوڈنٹ نے شرمندگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہم کتنے دن تک کیری کرنا چاہتی ہو؟"

"ہمیشہ کے لئے۔" دبے دبے سے لہجے میں کہہ کر وہ ان کی رنگ برنگی اون کی سلائیوں کو دیکھنے لگی۔

"نقاب بھی کرو گی اس کے ساتھ۔"

اب کے اسنے خوف سے سر اٹھایا دادی کی بالکل پیچھے شیشے کی دیوار کے اس پار اسے اپنے ڈھیر سارے کزنز نظر آئے جن کے ساتھ وہ روز کبھی سنو کر کبھی کرکٹ تو کبھی والی بال کھیلتی تھی۔

ڈبڈبائی آنکھوں والی سیونتھ کلاس کی لڑکی کا سر اثبات میں ہلا حالانکہ اس نقاب کا مطلب وہ جانتی تھی۔

"تو پھر تم نے اس کو فن کیوں کہا۔"

دادی نے دلچسپی سے اس سے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے لگتا ہے یہ شہزادیوں کا ڈریس ہے لائک فیری ٹیل ورلڈ پوشاک ان میں جو لمبے لمبے گاؤن ہوتے ہیں وہ بھی تو ایسے ہی ہوتے ہیں نا۔"

اب دادی سنجیدہ ہوئیں۔

"سُولیم یہ پریوں کا لباس ہی ہے تمہیں ایسا لگتا کیوں ہے تمہیں اس پر یقین ہونا

چاہیے آج سے چودہ سو سال پہلے ہماری جتنی بھی مسلم ہیروز تھیں یہ ان کا لباس ہوتا تھا وہ اسے پہنتی تھیں اور اچھے سے کیری کرتی تھیں کیونکہ وہ پریاں تھیں۔"

اس کی آنکھوں میں چمک اٹھی۔

"اگر میں یہ پہنوں گی تو کیا ان کی طرح دکھنے لگوں گی؟"

"اگر تم اسے پہنو گی اس کی عزت کرو گی اسکی حفاظت کرو گی اور اس میں خیانت نہیں کرو گی تو واقعی تم ان کا نام روشن کرو گی اللہ تم سے خوش ہو گا۔"

"ہاں۔" فرط جوش پھر بجھتی جوت۔

"کیا یہ مجھے ایسے قبول کریں گے؟" سیونتھ سٹینڈر کی بڑی بڑی دکھتی بچی، دراز قد، گھیر دار شلوار کے ساتھ چھوٹی انگ رکھا ملٹی پرنٹڈ فراک سامنے سے بہت اونچے اٹھے بال اور پیچھے لمبی ٹیل پونی گلے میں ایک سائیڈ پر پڑا دوپٹہ۔

"کیا اللہ تمہیں ایسے قبول کرے گا؟" سوال تھا اور بہت گہرا تھا۔ بچپن سے دادی کے ساتھ رہنے والی سُولیم بالکل ان کے رنگ ڈھنگ میں بدل چکی تھی اسی سبب

اکثر اس کے کزنز اسے دادی اماں بلاتے تھے۔ وہ لوگ کوئی خاص مذہبی نہیں تھے لیکن ہاں صوم صلوۃ کے پابند اور بہترین تربیت کے حامل تھے۔ ہر کسی کو حق حاصل تھا کہ وہ ایک بار سمجھا دینے کے بعد اپنی طرز سے اسے زندگی جینے دے لیکن اس بات کو مد نظر رکھ کر کہ فیصلے کے دن انہیں اللہ کو خالی اپنا جواب نہیں دینا بلکہ اپنے سے جڑے اور رشتوں کے بارے میں بھی جواب دہ ہونا ہو گا۔

چار دن بعد دادو اس کے لئے خوبصورت سلک کا سیاہ عبایہ لے آئی تھیں جس کی سلویز پر باریک سا گولڈن کام تھا باقی پورا عبایہ سادہ تھا اسکا سکارف بھی سیاہ ہی تھا جب وہ کنفیوز اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اسے پہن کر سکول جانے کے لئے باہر آئی تو وہ جو سوچ بیٹھی تھی اس کے کزنز اسکا مزاق بنائیں گے اسے دادی دادی کہہ کر چھیڑیں گے اور اس پر غصہ کریں گے کہ یہ کیا، کیا پھر وہ ان کی وجہ سے روئے گی ڈپریشن میں چلی جائے گی اور پھر وہ عبایہ اتارنے پر مجبور ہو جائے گی لیکن وہ ایسا نہیں کرے گی وہ خود پر کنڑول رکھے گی۔ وہ جو پاپا نے اس کے لئے گھر لیا تھا

اس میں شفٹ ہو جائے گی تو ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ وہ تو سب کہ منہ سے یہ سن کر انگشت بنداں رہ گئی اس کے کزنز کہہ رہے تھے۔

"تم تو آج بالکل پرنسز لگ رہی ہو۔۔"

"یار یہ عبایہ تم پر بہت سوٹ کر رہا ہے۔۔"

"میں تو اس موٹی سمعیہ کو بھی کہتا ہوں عبایہ لے کر باہر جایا کرے تھل تھل اس کا گوشت ہلتا محسوس ہوتا ہے لیکن میری سنے کون۔"

وتینوں اپنی اپنی کہہ رہے تھے ان کے کہنے کے دوران ہی سیونتھ کلاس کی بچی کی امید بندھی پشت پر ہاتھ میں دبایا نقاب آگے کو کیا اور منہ پر نقاب لگا لیا۔ سب کزنز کھڑے تھے لڑکیاں بھی تھیں سب پر ایک بھرپور نگاہ ڈال کر نقاب لگانے کا مطلب تھا آج کے بعد تم مجھے ایسے ہی دیکھو گے۔

"اور یوں تو اس کی سکن بھی ٹھیک رہے گی جلے گی بھی نہیں۔"

ایک اور کزن کہہ رہا تھا تمام لڑکیاں بھی وہیں نارمل انداز میں کھڑیں تھی وہ بھی

کہہ رہی تھیں۔

"ہاں یہ اس پر سوٹ کر رہا ہے میں بھی لوں گی لیکن نقاب نہیں اوڑھوں گی دادی کی چوائس اچھی ہے۔"

"ہے یہ تو بہت اچھا ہے۔"

"ہا موٹے ہو گے تم خود میں تو الحمداللہ ہیلدی ہوں اور خبردار جو تم نے اب مجھے موٹی کہا تو دیکھنا کیسے ڈیڈی سے تمہاری ٹانگیں تڑواتی ہوں۔"

وہ یونہی ہنسی مزاق لڑتے جھگڑتے سکول و کالجز روانہ ہوئے تھے پھر وہ ہر جگہ مطلب ہر جگہ ایسے ہی جانے لگی چاہے پھر آؤٹنگ ہو ڈنر کا پلان ہو یا کھیل کود کوئی اسے کچھ نہیں کہتا تھا کسی کو تو جیسے فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ ان کے لئے تو سُو لیم کل بھی وہی تھی اور آج بھی وہی ہے واقعی جن کو ہم سے محبت ہوتی ہے ہماری پرواہ کرتے ہیں ان کے لئے اپیرنس بدل جانا کوئی معنی نہیں رکھتا نہیں صرف ہم سے غرض ہوتی ہے نہ کہ ہمارے کپڑوں یا ہماری پرسنالٹی سے، اس کے کزنز آج بھی اسے اسی

طرح ہر جگہ اپنے ساتھ لیکر جاتے تھے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے بغیر کسی روک ٹوک کے ان کے لئے سُولیم اہم تھی اور وہ اب جب بھی باہر جاتے یا برتھ ڈیز کرتے عید تہوار تو اب وہ اس کے لئے پیارے پیارے عبایہ لیکر آتے تھے اور ہر وچز بھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

شاکر کے پکارنے پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی مڑ کر اسے دیکھا جو اس کے بائیں سائڈ پر کھڑا تھا پھر مسکائی آنکھوں کے کنارے اکھٹی ہوتی جلد نے اس کی مسکراہٹ کا پیغام دیا تھا۔

"بس ایسے ہی۔" پھر نظر مرکزی ہال کی سمت ڈالی جہاں زیادہ تر اسکے خاندان والے تھے عبایہ برانڈ کھولنی کی بے ضرر سی خواہش گو یا رنگ لے آئی تھی۔

"خوش ہیں؟"

سُولیم نے اسے دیکھا وہ سوفٹ ڈرنک سے بھرا گلاس لبوں سے لگا رہا تھا وہ اس کا تایا زاد تھا۔

"بہت زیادہ۔"

"یو شولڈ بی۔" ایک نظر اسے دیکھ کر وہ پھر سے مہمانوں کو دیکھنے لگی تھی۔ شاکر نے دونوں لبوں کو دانتوں تلے لیکر سر جھکایا پھر اسے دیکھ کر ہچکچاتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ نے یہاں برانڈ کھول لی کیا یہیں رہنے کا ارادہ ہے؟"

سُولیم نے جھٹ نفی میں گردن ہلائی۔

"ہرگز نہیں آپ جانتے ہیں میں اس معاشرے اور ان لوگوں کے لئے نہیں بنی۔"

"ہاں مجھے پتا آپ پاکستان کے لئے بنی ہیں۔" مبہم سا ہنسا۔ "اور شاید پاکستان کے لوگوں کے لئے بھی۔" اپنی جانب ہاتھ سے اشارہ کر کے وہ کہہ رہا تھا آنکھوں میں بے پناہ جذبے تھے اور چہرے پر امید۔

جب اس نے عبایہ لینا شروع کیا تھا شاکر فرسٹ ائیر میں تھا۔ وہی تھا جو سب سے

زیادہ سُولیم کو سپورٹ کرتا تھا حالانکہ وہ اور اس کی فیملی خود بہت ماڈرن تھے لیکن اتنے بھی نہیں کہ ماڈرنزم میں آکر اپنی اخلاقیات بھول جائیں۔ وہ جو جیسا ہے اسکو ویسا قبولنے والے لوگ تھے اور شاکر تو یوں بھی اسے شروع سے ہی پسند کرتا تھا۔ واثق امید تھی کہ وہ دونوں جلد ہی نئے بندھن میں بندھ جائیں کیونکہ تمام گھر والوں کی بھی وہی سوچ تھی جو شاکر کی تھی رہی سُولیم تو وہ اپنے فیصلے بڑوں پر چھوڑنے والوں میں سے تھی وہ جو فیصلہ کریں وہی اس کے لئے بہتر۔

"آپ کیسی ہیں سُولیم۔" اس کے گلنار چہرے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ویسے تو میں بڑا ہوں لیکن چلو کوئی نہیں عزت تو ہر ایک کی کرنی چاہیئے نا۔"

"آپ کو نہیں لگتا ہمیں یہ نامناسب گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔" سخت آواز میں بولی عبایہ کی عزت۔

وہ اس کے یکدم سامنے آیا نظر آتا حال اس کے وجود کی آڑ میں چھپ گیا سُولیم نے نگاہیں اٹھائیں ان میں تنبیہہ تھی۔

"سُولیم کیا کبھی آپ کو کسی نے بتایا ہے آپ غصے میں کس قدر کیوٹ لگتی ہیں۔"

اس نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا وہ جو سمجھی تھی کہ یہ کچھ اور بولے گا جس طرح سامنے آیا تھا اس کے بر عکس بات سن کر اسے خوامخواہ ہنسنا آگیا۔

"شاکر میں چاچو سے آپ کی شکایت کرونگی۔" بامشکل ہنسی روک کر بولی۔"آپ ہر گز ہمارے فلیٹ میں نہیں ٹھہر رہے ہیں۔"

"محترمہ بندہ بشر کی آج کی فلائٹ ہے ایک اہم سرجری کرنی ہے۔" وہ انکلو جسٹ (ماہر سرطان) تھا۔"سو بے فکر رہیں۔"

وہ لب کھولنے لگی تھی تبھی ہال میں شور بلند ہوا غیر معمولی چھل پہل بھی، شاکر مڑا اس نے شاکر کے کندھے کے پیچھے سے دیکھا نک سک سا تیار براق شاہ اپنے گارڈز اور میڈیا کے ہجوم میں چلا آرہا تھا اس کے ساتھ ہی طرح طرح کے لوگ "دی عبایہ" میں آرہے تھے گو یا رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ سُولیم کے ماتھے پر بل پڑے شاکر واپس اس کی سمت مڑا اس کے مڑنے سے پہلے سُولیم نے دیکھا کہ

مسکراہٹ ذدہ چہرے والے براق شاہ کی آنکھیں شعلوں کی لپٹیں نکال رہیں تھی کیوں ابھی کچھ دیر میں پتا چل جائے گا۔

شاکر مڑا۔

"یہ وہی ہے ناآں کیانام ہے اسکا۔" وہ تھوڑی پر انگلی رکھ کر سوچنے لگا پھر آنکھیں چمکیں شناسائی کی رمق ابھری۔ "ہاں براق شاہ کیا کمال کا باکسر ہے یہ بہت بہت ہی ذبردست ہے۔ پاکستان سمیت دنیا کے کئ ممالک میں اسکی دھوم مچی ہوئی ہے بلکہ ہم مسلمان تو اس پر فخر کرتے ہیں اولمپک میں گولڈ میڈل جو ہے تم جانتی ہو پاکستان کے علاوہ میں نے نیوزی لینڈ، دبئ اور قاہرا میں بھی اس کے نام کے باکسنگ کلب دیکھے ہیں سنا ہے یہ ہی ڈونیٹ کرتا ہے انہیں، ویسے چیرٹی تو بہت کرتا ہے یہ بندہ اسے دیکھ کر حضرت عثمان یاد آجاتے ہیں جتنا اللہ پر اس کے بندوں پر خرچ کروگے وہ تمہیں اتنا ہی نوازے گا۔"

وہ فلو میں بولتا چلا گیا تھا تعریفوں کے درمیان اسکے لب "دور کے ڈھول سہانے

لگتے ہیں" جبکہ حضرت عثمان کے حوالے پر استغفر اللہ بڑ بڑائے تھے۔

"یوتھ کے لئے انسپریشن ہے یہ۔"

"شاکر اسے یہاں انوائٹ کس نے کیا؟"

سُولیم نے اسکی بات کاٹی تھی کیونکہ وہ علانیہ کہہ رہا تھا کہ وہ یہاں چیف گیسٹ کے طور پر مدعو کیا گیا ہے شاکر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم نے نہیں بلایا؟"

"امم ہمم۔" نفی میں سر ہلایا۔

"ہو سکتا ہے ماموں نے بلایا ہو۔"

وہ بھی اب اس کی طرف بڑھنے لگا تھا اسکے باقی کزنز بھی اس کے ساتھ سیل فیز بنا رہے تھے ایک دم سُولیم کے دماغ میں جھماکا ہوا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی مرکزی ہال سے پرے ایک کمرے میں گئی جہاں دعا اپنی مسلم فرینڈز کو اسکے عبایہ دکھا رہی تھی۔ یہ ڈریسنگ روم تھا جسکی فرنٹ وال دیوار گیر شیشے سے سجی تھی سُولیم نزدیک

آئی اس کی ایک دوست کو مسکرا کر دیکھا اور "ایکسکیوز" کرتی دعا کو کہنی سے تھا کر باہر لائی۔

"کس کی اجازت سے تم نے اس نمونے کو یہاں بلایا ہے۔"

وہ دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔

"بختاور لگتا ہے تمہارا دماغ چل گیا ہے خود ہی تو کہا تھا تم نے انوائٹ کرنے کو۔"

وہ کہہ کر اندر جانے لگی تھی جب سُولیم نے دوبارہ اسے کہنی سے کھینچا۔

"آؤچ، توبہ ہے لوہے کے ہاتھ ہیں تمہارے۔" اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے آنکھیں چودہ مرلے میں پھیلیں اور منہ پورا کھل گیا۔ سُولیم نے اس جوکر کی عجیب و غریب حالت پر اسکی نظروں کا تعاقب کیا اور ساری بات سمجھ گئی زور دور چپیٹ اسکی کہنی پر ماری۔

"براق شاہ وہ بھی یہاں۔" دونوں ہاتھ اور پاؤں ہلاتی وہ اچھلتی بولی تھی خوشی سے اسکا چہرا سرخ ہو گیا تھا اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔"

"براق شاہ یہاں۔"

اب کے کہتے ساتھ اسنے سُولیم کو دیکھا جو سرد تپتی نظریں اس پر گاڑی ہوئے تھی بازو سینے پر بندھے تھے۔

اوہ تو یہ اپنی فرینڈز کی بات کر رہی تھی وہ سمجھی براق کے بارے میں کہہ رہی ہے وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے زیادہ گھوریاں مت لگاؤ مجھے صرف ایک آٹو گراف لوں گی اور ایک سیل فی بناؤں گی بس۔"

اس نے تپ کر کہا۔

"اور بھی کچھ بچا ہے دعا خانم تو وہ بھی بتادو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔" اسنے انگلی اٹھائی تھی دعا نے گردن پیچھے کی۔

"آدھا خاندان یہاں موجود ہے کوئی اوچھی حرکت مت کرنا۔"

"چچ چچ چچ کتنی غلط سوچ ہے تمہاری اور آدھا خاندان جائے چولہے میں اتنا اچھا

موقع گنوا دوں ہائے براق شاہ ہماری سر منی میں مزا آگیا۔"

وہ خیالوں کی دنیا میں کھوئی باآواز بلند بڑبڑا رہی تھی ایک اور تھپڑ وہ کرہا کر رہ گئی۔

"خبردار جو تم۔" وہ ابھی کہہ ہی رہی تھی جب دعا راکٹ کی سپیڈ سے اسکی سائیڈ سے نکل کر براق کی طرف بڑھی سُولیم نے سر تھام لیا۔

"اف اس لڑکی کا کیا بنے گا۔"

"کچھ بھی نہیں، اسے ناسا والوں کو سونپنا ہو گا تا کہ اگلے مارس کے پراجیکٹ کیلیئے وہ اسے منتخب کر لیں۔"

چاچو نے پیچھے سے کہا تھا وہ مڑ کر انہیں دیکھنے لگی لبوں پر مسکان آئی تھی پر کچھ زیادہ نہیں۔

"پریشان نہ ہوں یہ ان سلیبرٹی کی ٹرک ہوتی ہے منظر عام پر رہنے کی آج کی کوئی بھی سٹریمنگ نہیں ہوئی ہو گی اس کی تبھی میڈیا کو لیکر یہاں آن پہنچا اب مختلف چینلز پر یہ لائیو جا رہا ہے ایسے مت دیکھو بیٹا یہ جو سڑک کراس کر کے بڑا سارا بنگلہ

NC

ہے نا یہ اسی کا ہے اچھا اتنی زیادہ حیران کیوں ہو رہی ہیں کہیں بھی زمین نہیں مل رہی تھی کوئی شاپ بھی دستیاب نہیں تھی یہ ملی تو لے لی فرنٹ پر ہے اور آس پاس کافی سلیبرٹی کے گھر بھی ہیں دوسرا یہ جگہ سیو بھی ہے۔"

چاچو اسکا شانہ تھپک کر آگے بڑھ گئے وہ پر سوچ و پریشان نگاہوں سے دعا کو دیکھنے لگی جو منہ کا پاؤٹ بنا کر اس کے ساتھ سیل فی لے رہی تھی پھر لوگ بکھر گئے رفریشمنٹ لینے لگے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ براق نے اپنے ساتھ کھڑے ایک آدمی کے کان میں کچھ کہا اور ٹراؤزر کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالتا سولیم تک آنے لگا۔ اس نے وائیٹ ٹراؤزر کے اوپر وائیٹ ہی ٹی شرٹ پہنی تھی جبکہ مسٹرڈ کلر کی جیکٹ سامنے سے کھلی تھی۔

وہ اسکے پاس آ کر رکا پر تپش مسکراہٹ اور سنجیدہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے بال مسٹرڈ کلر کی کنوٹی کی وول کیپ سے ڈھکے تھے جس کے سبب اسکی کان کی بالی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ہیلو سُو۔۔لیم۔" آواز بھی بالکل آنکھوں کی ترجمانی کرنے لگی آگ سے بھری ہوئی۔ وہ سمجھ نہیں پائی اتنی ٹھنڈ میں اسے کس بات کی آگ لگی ہوئی ہے سینے پر بازو باندھے آواز کو تھوڑا سخت بنا کر بولی۔

"یس فرمائیں۔"

"اوہ تو گویا نرم آواز کسی کسی کے لئے ہی ہے ہمم۔۔"

کہتے ساتھ اس نے دور کھڑے شاکر پر نظر ڈالی اور واپس اسے دیکھنے لگا۔

"ایکسکیوز می آپ کو نہیں لگتا آپ کو وہ بات کرنی چاہیے جس کے لئے یہاں آئے ہیں اور بائی داوے اپ کو انوائٹ کس نے کیا ہے کس کی اجازت سے میرے ایونٹ میں آئے ہیں۔"

وہ تمسخر سے مسکایا۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی بجائے میری باتیں کرنی چاہیے اور بائی داوے جو چیز مجھے اچھی لگتی ہے اس سے منسلک تمام چیزیں میری

ہوتی ہیں۔"

"اپنی حد میں رہو مسٹر براق شاہ۔" وہ شدید تاؤ میں آکر بولی۔

"میری حد تو تم ہی ہو تم میں ہی رہنے کی چاہ ہے۔'

موتیوں والی ابرو اچکا کر کہا سُولیم کے کان سرخ ہو گئے لیکن کنڑول ہو کر ٹھنڈی آواز میں بولی۔

"میرے اتنے سارے بھائی اس ایونٹ میں موجود ہیں کہ اگر میں نے ایک آواز دی ناتو انہوں نے تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دینی ہیں۔"

سخت آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے اس نے مرکزی ہال کی جانب اشارہ کیا جہاں اسکے ڈھیر سارے کزنز لڑکے لڑکیاں ہاتھوں میں سافٹ ڈرنک پکڑے یہاں وہاں ٹہل رہے تھے۔

براق کا قہقہ بس اتنا ہی اونچا تھا کہ وہ سن پاتی پھر اسنے بھی سینے پر بازو باندھے جس سے اس کے مسلز عیاں ہونے لگے تھے۔

"میرے بھی اتنے سارے گارڈز موجود ہیں۔ "

اس نے ڈھیر سارے سیاہ لباس میں موجود اپنے گارڈز کی جانب اشارہ کیا۔

"لیکن مجھے ان کی ضرورت نہیں یہ بات تم بھی جانتی ہو اور میں بھی کہ کون کس کی ہڈیاں توڑتا ہے لیکن تم یہ بات نہیں جانتی کہ میں بہت ظالم ہوں جب تک جو چیز مجھے پسند ہوتی ہے میں چاہتا ہوں صرف میری ہی رہے۔ "وہ رکا آواز میں ایسی سرداہٹ گھولی کہ سُولیم کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی۔

"دوسری صورت میں، میں دونوں کو ختم کر دیتا ہوں آئندہ۔ "اس کی آواز غصے سے پھٹنے لگی۔ "تم مجھے کسی کے بھی ساتھ ہنستی کھلکھلاتی نظر آئی تو تم گئی۔ "

کہتے ساتھ ہی وہ وہاں سے پلٹا تھا سُولیم سانس روکے اسے جاتا دیکھنے لگی اس کے ساتھ ہی میڈیا بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"سُولیم شفیق اب تم بہت ضروری ہو گئی ہو۔۔"

سرد رات میں اپنے بیڈروم میں آ کر اس نے جیکٹ کو زور سے نیچے پھینکا تھا اسد نے بغور اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھا۔

"سب خیر ہے؟" براق فورا بیڈ سے اٹھا بار کی جانب بڑھا ایک پیگ بنا کر لا یا اور پہلی باری میں ہی ختم کر دیا۔

"میں نے اسے کہا جب تک میں چاہوں گا کال چلتی رہے گی پھر بھی اس نے کال کاٹی آج وہی لڑکی ہنس ہنس کر اس وٹ ایور سے باتیں کر رہی تھی تم جانتے ہو۔"

وہ اسد کی طرف گھوما جو اس کے پوچھنے پر نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

"وہ پنچ کر رہی ہے یہاں پر مجھے۔" اس نے کنپٹی پر ہاتھ مارا۔ "جب تک حاصل نہیں کر لونگا چین نہیں آئے گا۔"

"براق وہ اس طرح کی لڑکی نہیں ہے۔" اسد نے اسکی بات کاٹی۔

"ہاں تو میں کب کہہ رہا ہوں وہ دو نمبر لڑکی ہے ہر لڑکی بوائے فرینڈ کے نہ ہونے پر

سادہ ہوتی لیکن جو نہی بوائے فرینڈ بنا سب ختم۔"

اسد نے اپنا سر پکڑا۔

براق وہ ایک شریف لڑکی ہے وہ طاہر گوندل کی بیٹی ہے جس کے ایمان کی قسمیں پورا لندن کھاتا ہے۔"

وہ ہنسا۔ "جس کے ایمان کی قسمیں کھائی جاتی ہیں ناوہ ہی سب سے بڑا بے ایمان ہوتا ہے اور رہی بات شرافت کی تو جو یہ لباس پہنتی ہے نا وہی بتا رہا ہے وہ کیسی ہے تم تانیہ کو بھول گئے ڈٹو اس جسی تھی دو ملاقاتوں میں میری گرل فرینڈ بن گئی۔"

"براق تم ہر کسی کو ایک پیمانے پر نہیں تول سکتے اس کے لباس کی وجہ سے اسے جج کرنا بند کر دو میری مانو تو اسکا پیچھا چھوڑ دو۔"

براق نے ایک ائبرو اچکائی طنز سے بھری آئبرو۔

"جو ایک بار میرے دماغ میں بیٹھ جاتا ہے نا تم جانتے ہو پھر وہ کیسے اترتا ہے مجھے صرف اسکے چند دن درکار ہیں پھر وہ اپنے راستے میں اپنے راستے اب تم یہاں سے

جا سکتے ہو گارڈ کو بولنا جیزی کو ویٹ کروا کر میرے روم میں بھیجے۔"

اسد ایک ملامتی نظر اس پر ڈال کر باہر آ گیا براق نے ٹی شرٹ اتاری اور کھولتے دماغ کے ساتھ پاؤں لٹکائے بیڈ پر لیٹ گیا۔

وہ ابھی ابھی کلب سے لوٹا تھا وائیٹ ٹراؤزر اور ٹی شرٹ پسینے سے بھیگ چکی تھی بلیک کافی کا سیاہ مگ لیکر وہ بالکونی میں آیا دوربین پر نظر ٹکائی اور سامنے ہی وہ کھڑی نظر آئی اپنے سے اونچے تھوڑے سانولے لیکن پرکشش دکھنے والے مرد سے باتیں کرتی ہوئی انہیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔

اس کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ رینگ گئی کیوں نا گیم کھیلی جائے نمبرز ڈائل کیئے خود کافی ختم کر کے جیکٹ پہنتا بالوں کو وول کیپ میں چھپائے وہ اکڑ کر اسکی فضول سی پوشاک والی دوکان کی جانب اپنے ہمراہ گارڈز لیے پہنچا۔ یہ شاپ اسے یہاں کیسے ملی یہ بھی براق شاہ جانتا تھا اس جگہ جہاں طاہر بوتیک کیلئے جگہ لینا چاہتا تھا اس نے وہاں اپنے سورسز استعمال کر کے اسے طاہر کیلئے ناقابل رسائی بنا دیا اور یوں

پھرتے پھرتے وہ اس عظیم جگہ پر آن پہنچے تھے جہاں براق شاہ رہتا تھا اور یہی تو وہ چاہتا تھا سو اس کی گیم آن تھی اور وہ اس سے خاصا حظ اٹھا رہا تھا۔ اسے بالکل فرق نہیں پڑتا تھا یہ مغرور سی لڑکی جس مرضی سے بات کرے یا جو بھی کرے اسے تو بس وہ کچھ دنوں کے لئے خود کیلیئے چاہیے تھی لیکن اسکی تلخ کلامی اور اگنور کرنا اسے کھلنے لگا تھا غصہ بھی آیا آنا بنتا بھی تھا جس کے ایک اشارے پر لڑکیاں جان دیتی ہوں وہ خود اس عام سی لڑکی سے مخاطب تھا اور وہ اسے اگنور کر رہی تھی مائے فٹ۔

"سُولیم شفیق اب تم بہت ضروری ہو گئی ہو۔"

جیزی دروازہ کھٹکھٹاتی اندر آ رہی تھی اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور مسکایا۔

"براق شاہ کی ایک اور فین ان کے گھر کے باہر برف میں دھنس کر مر گئی۔"

آسمان کا رنگ کیسا تھا بالکل نظر نہیں آتا تھا کیونکہ برف کے بوجھ سے لدے

بادلوں نے ظالم قبیلے کی طرح پورے آسمان پر اپنا قبضہ جما لیا تھا سورج تو نجانے کب سے اسکا قیدی تھا۔ یہ ظالم قبائل والے اپنے پورے قہر کے ساتھ سینہ تانے کھڑے زمین والوں کو للکار رہے تھے کہ ہے کسی میں ہمت تو آسمان کی چھب بھی دیکھ کر دکھائے پھر وہ ڈرانے کے لئے اپنا پیٹ چاک کر کے اس میں سے پتھر برسانے لگتے اور اولاد آدم اس سے عاجز آ کر گھروں میں چھپ بیٹھتی

ایسے میں جب اس آسمان پر قابض قبائل والے برف کے چھوٹے چھوٹے تودے نیچے گرا رہے تھے تو اس اندھری رات میں ایلسا دونوں بازوؤں کو باندھے "دی عبایہ" سے چند گز دور اس کے گھر کے سامنے کھڑی تھی چونکہ سردی اپنے عروج پر تھی اس لئے سڑکوں پر بھی الو بول رہے تھے اور ان خاموش گلیوں میں وہ اس کی محبت کا سوال لئے صبح ہونے تک سانس گوا بیٹھی تھی۔

"ذرائع کے مطابق ہمیں معلوم ہوا ہے باقی سینکڑوں فینز کی طرح ایلسا کینٹ بھی براق شاہ کی فین تھی اور ان سے شادی کرنے کی خواہشمند تھی۔ ایلسا کینٹ کا تعلق

لندن سے ہی تھا اور وہ ایک سٹوڈنٹ تھی۔ براق شاہ سے محبت شاید عام محبت نہیں تھی اس لئے انہوں نے ان کے گھر کے آگے برف میں دھنس کر موت کو منہ سے لگا لیا افسوس کے ساتھ براق شاہ نے اس کی خبر گیری بھی نہیں کی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اس لڑکی کی آمد سے بے خبر تھے اور اس واقعہ کی وہ شدید مذمت بھی کرتے ہیں۔'

"لیکن کیا معاملہ صرف ایک فین تک تھا یا پھر اس سے بھی آگے، کیا اس خودکشی کے پیچھے ایک بڑا ریزن ہے یا پھر یہ ایک جذباتی موت ہے؟ براق شاہ کے ساتھ اس لڑکی کے کیسے تعلقات تھے جاننے کے لئے دیکھتے رہیں این بی پی نیوز۔"

دعا منہ کھولے یہ خبر دیکھ رہی تھی اوپن کچن میں پاستہ بناتی سُولیم کے کان بھی بخوبی ان لفظوں کو سن رہے تھے مگر اس پر اتنا اثر نہیں ہوا تھا جتنا کہ دعا نے لیا تھا۔

'ایک ماہ میں یہ دوسری لڑکی کی موت ہے وہ بھی براق شاہ کے گھر کے سامنے۔" وہ کھوئی کھوئی سی بڑبڑا رہی تھی۔ "کیا وہ پاگل تھیں حد ہے۔" ریموٹ پھینکتے

ہوئے اس نے تعجب سے کہا۔

"مجھے تو یہ تمہاری بہنیں لگی ہیں جس طرح کی تم اس کی فین ہو اسے فالو کرتی ہو مجھے بھی تمہارا فیوچر ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔" (لا حولولا)

چھیڑنے کے سے انداز میں وہ پین میں سبزیاں ڈالتے ہوئے بولی تھی حالانکہ اس کا دل اندر سے ہچکولے کھانے لگا تھا کسی غیر مرد کے لئے خودکشی اسے شدید قسم کی جھرجھری پڑی۔

'توبہ کرو کانوں کو ہاتھ لگاؤ کسی کے لئے مرنے کی بجائے کوئی میرے لئے مرے گا دیکھنا تم۔'

اس کی اس قدر خوش فہمی پر سُولیم کی ہنسی چھوٹی تھی دعا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"لڑکی تمہارے لئے چوہا ہی مرنے والا ہے اس لئے زیادہ خوش فہمی کے سمندر میں مت تیرو غرق ہو جاؤ گی۔"

"غرق ہوں تمہارے اگلے تمہارے پچھلے مجھے کیوں بدعائیں دے رہی ہو۔" تڑخ

کر بولی تھی سُولیم نے سوتے ہوتی سبزیوں میں تھوڑا سا پانی کا چھینٹا مارا۔

"ہاں میرے آگے تو تم ہی ہو۔"

دعا نے ابرو اچکائے منہ بناتے اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "تمہاری بکواس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا کہے جاؤ جو کہنا ہے۔"

"پاگل فین تھی میری کوئی سائکولوجیکل پرابلم تھی اس کو پتا نہیں کہاں سے میرا نمبر اسے مل گیا تھا دن رات پریشان کرتی تھی۔"

سُولیم نے بڑے ہی ضبط سے اس بات کو سنا تھا دوسروں کو پریشان کرنے والا خود پریشان ہو ہی نہ جائے۔"

"حراساں کرنے کی کوشش الگ وہ مجھے مختلف قسم کی دھمکیاں بھی دیتی تھی ایک دو تو جھوٹی رپورٹس بھی بنوا لائی آپ تو جانتے ہیں آج کل دو نمبر رپورٹس کیسے کوڑیوں کے بھاؤ بنتی ہیں۔ میرے گارڈز پر بھی اس نے حملہ کرنے کی کوشش کی تھی آپ چاہیں تو آس پاس کے گھروں سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔ مجھے بہت افسوس

ہے اسکی موت کا میں یقیناً اسکی فیملی کو سپورٹ کرونگا ان کی جتنی مالی مدد ہو سکے ضرور کرونگا لیکن میری گورنمنٹ سے گزارش ہے کہ وہ مجھے سخت سکیورٹی دیں۔"

"لو کہہ کن سے رہا ہے جن کے پی ایم خود بغیر سکورٹی کے گھومتے ہیں۔"

دعا نے اپنا لقمہ دینا مناسب سمجھا۔

'ایسے لوگوں سے بچنے میں میری مدد کریں اور اس تمام معاملے کی چھان بین کروائیں میں نہیں چاہتا کل کو کوئی اور ایسے میرے گھر کے سامنے جان دے یہ بہت تکلیف دہ ہے اور ایسا ہونے سے میرا نام خراب ہو رہا ہے پلیز میرے ساتھ تعاون کیا جائے اور مجھے مزید اسطرح کے حادثات سے بچانے کے لئے کوئی اقدام کیا جائے شکریہ۔"

شستہ انگلش لہجے میں بولتا وہ میڈیا کے دائرے کو توڑ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔

سُولیم کو نجانے کیوں وہ جھوٹا لگا ابھی چند روز پہلے جو اسنے خود کا تاثر دیا تھا اس سے تو

وہ کم از کم دھوکے باز ہی لگ رہا تھا یوں بھی اس کے کرتوت وقتاً فوقتاً اخباروں کی سرخیاں بنتے رہتے تھے کیا وہ سب بھی جھوٹ تھے کوئی پوچھے اس کے ہی اتنی سکینڈلز کیوں بنتے ہیں چنگاری ہوتی ہے تو آگ لگتی ہے نا۔ وہ پین کو ہلائے سوچے جا رہی تھی جو بھی تھا اس کی بلا سے۔

"ویسے یار سُولیم کیا کوئی واقعی کسی کے لئے مر سکتا ہے؟"

دعا کا کھویا کھویا سا سوال اسے چونکا گیا۔

"جب انسان پر شیطان حاوی ہو جاتا ہے تو وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے اچھے برے کی تمیز اس میں عنقا ہو جاتی ہے پھر کیا صحیح ہے کیا غلط کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ گمراہی کی سیاہ پٹی جب آنکھوں پر بندھ جاتی ہے نا تو وہ انسان کو تاریکی میں دھکیل کر بھٹکا دیتی ہے اور بھٹکا ہوا انسان کچھ بھی کر گزرتا ہے پھر چاہے وہ خودکشی ہی کیوں نہ ہو۔"

دھواں اڑاتی سبزیوں میں اس نے سوتے ہوا چکن ڈالا اور پاستہ ڈال کر فرائنگ پین

کو فلیم پر آگے پیچھے ہلانے لگی۔

"ہنہ یہ کمینہ شیطان بھی نا ایک بار میرے سامنے آجائے میں گلا دبوچ لوں گی اس کا سارا فساد ہی یہ برپا کرتا ہے۔"

اس نے چپس کا پیکٹ ایسے تروڑا مروڑا جیسے واقع وہ شیطان کا گلہ دبوچ رہی ہو۔

"کچھ اس کی غلطی ہے کچھ ہماری۔"

"مجھے پتا ہے ساری کارستانی اس گھنے میسنے کی ہے اللہ کو نا اس کو بالکل چھوٹ نہیں دینی چاہیے تھی۔'

'پھر ہم جیسے انسانوں کی محبت کا کیسے پتا چلتا۔" فرائنگ پین پر شیشے کا ڈھکن ڈھک کر اب وہ پھیلاوا سمیٹنے لگی تھی گو کہ اسے عادت تھی ساتھ ساتھ چیزیں سمیٹنے کی لیکن کچھ پھر بھی بچ گئی تھیں۔

"کیسے پتا چلتا کون کتنے پانی میں ہے اللہ کی محبت کس کے دل میں کتنی ہے؟ محبت کے تقاضے یہی ہیں کہ آپ اپنے محبوب کی دلجوئی کی خاطر اس کی تمام ناپسندیدہ

چیزوں کو اپنی زندگی سے مائنس کر کے تمام پازیٹو چیزوں کو خود میں ایڈ کر لیں محبت میں یہی تو ہوتا ہے اور یہی ہوتا بھی آئے گا۔"

"اللہ بھی یہی چاہتا ہے کہ ہم اپنی لائف میں سے تمام نیگیٹوٹی کو ہٹا کر پازیٹوٹی کو ایڈ کر لیں اور پھر یہیں سے تو اصل امتحان شروع ہوتا ہے کیونکہ نیگٹوٹی میں بڑا چارم ہوتا ہے یہ مقناطیس کی طرح کھینچ کر خود سے چپکا لیتی ہے اب خود کو ہی دیکھ لو نیگٹوٹی کی طرف کھینچ کر خود کی سماعت کو تو آلودہ کر رہی ہو اور مجھے بھی پریشان کر رہی ہو اب مروڑو اس شیطان کا گلا جو بالکل تمہارے ساتھ بیٹھا ہے۔"

سُولیم نے اسکے نیوز ہٹا کر "چیپ تھرل "سونگ لگانے پر چوٹ کی تھی اس چوٹ پر وہ اچھل ہی تو پڑی۔

"کہاں ہے یہ کمینہ میں ابھی اسے بتاتی ہوں اسے ابھی نہیں پتا یہ کس سے پنگا لے رہا ہے۔"

اس نے "گیو تھینکس ٹو اللہ "لگا کر والیوم فل کر لیا۔

"اب تڑپ تڑپ کر بھاگے کا نا تب پتا چلے گا۔ "

سُولیم اسکی اوور ایکٹنگ پر مسکرا دی۔

"پاگل۔ "

"پلیز مجھے تنگ مت کرو میں تمہارے ٹائپ کی نہیں ہوں۔۔ "

آج تو بارش برس رہی تھی اور کیا خوب برس رہی تھی۔ آسمان زور و شور سے رو رہا تھا اسے ان ظالم قبیلے والوں سے رہائی چاہیے تھی کڑکتی بجلیاں سنسناتی ہوا ماحول میں ایک عجیب سی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ بادلوں کی گرج میں ہی اس نے فاروق کی کال اٹینڈ کی تھی جو اس طوفانی بارش سے زیادہ دھاڑتے ہوئے بولے تھے۔

"یہ کیا بکواس دیکھ رہا ہوں میں براق ایک اور لڑکی تمہارے گھر کے آگے مر گئی یہ سب کیا ہے؟" نہ سلام نہ دعا کال اٹھاتے ہی وہ چیخے تھے۔

'ڈیڈ یہ صرف پروپیگنڈہ ہے میرے خلاف سوچی سمجھی سازش ہے یہ، وہ بیٹر سان

کا بیٹا کیا نام ہے اسکا۔" اس نے ٹہلتے ہوئے ماتھے پر مکا مار کر یاد کیا۔ "ہاں ٹر کر یہ سب اس کا کیا دھرا ہے ابھی کچھ روز قبل ہی وہ مجھے فیشن ویک میں دھمکی دے کر گیا ہے آپ چاہیں تو سی سی ٹی فوٹیج دیکھ لیں اس نے با آواز بلند مجھے دھمکی دی ہے۔"

"براق وہ لڑکی سچ کہہ رہی تھی میرے بندوں نے بتائی ہے مجھے یہ بات اور ڈیل نے بھی۔"

انہوں نے اس ڈاکٹر کا نام لیا جو اس راز سے واقف تھی۔

براق نے لب کچلتے ہوئے آستین سے ماتھے کا پسینہ پونچھا تھا ان کے دبی آواز میں غرانے پر براق دانت کچکچا تا رہ گیا اب بے کار تھا جھوٹ بولنا۔

"ایم سوری ڈیڈ۔" سرخ چہرے کے ساتھ وہ بامشکل بولا۔

"سوری؟ آر یو سیریئس براق تم اتنا بڑا میس کری ایٹ کر کے مجھ سے سوری کر رہے ہو تمہیں شرم آ رہی ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم اتنے غیر ذمہ دار ثابت

ہو گے۔"

وہ بالکونی میں آ کھڑا ہوا شیشے کی سلائیڈ ونڈو پر پانی کی بوندیں آواز کے ساتھ گرنے لگیں وہ اس چمکتے گیلے شیشے میں متغیر ہوتا دی عبایہ دیکھ رہا تھا جو ور کر سے بھرا ہوا تھا ابھی وہ نہیں آئی تھی اس کے آنے میں وقت بچتا تھا۔

"اب کیا کروں شرمندہ ہونے سے کونسا سب پہلے جیسا ہو جانا ہے یا ایلسا نے واپس جنم لے لینا ہے۔"

رکھائی سے کہہ کر وہ شیشے کی نمی پر انگلی پھیرنے لگا بی ایس براق شاہ یا براق سُولیم اونہہ ہنہ براق شاہ۔

"تم انتہا سے زیادہ ڈھیٹ اور خود سر ہو گئے ہو براق کسی کی موت کا سبب بننا بھی تمہیں گلٹی نہیں کرتا تم سب تھے آوارہ بے ہودہ بری لت والے انسان لیکن تم بے حس نہیں تھے اور نہ ہی قاتل ان ڈائریکٹ یہ قتل ہی ہے سوچو اگر تمہاری موم کو میں نے یہ سب بتا دیا تو ان پر کیا گزرے گی میری نہیں اپنی ماں کی ہی فکر کر لو اگر

اس سے محبت کرتے ہو تو، تم نہیں جانتے کتنی مشکل سے میں ان سے یہ سب چھپا پاتا ہوں آج تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔"

ٹھنڈی آوز پر اسکا دل جما۔

"شکریہ تعریف کرنے پر۔"

"کاش میں تمہیں کہہ سکتا آج سے میرا اور تمہارا تعلق ختم لیکن آہ یہ اولاد کی محبت۔"

تعلق تو ختم نہیں کر سکتے تھے لیکن کال کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔ براق نے سیل ساتھ پڑے کاؤچ پر گرایا اور سنجیدہ نظروں سے دی عبایہ کو دیکھنے لگا وہ آئی کیوں نہیں اب تک کیا بارش کی وجہ سے؟

"تم اپنی آوٹ لٹ پر نہیں جا رہی۔"

دعا نے اس کے فرصت سے ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھنے پر پوچھا۔

"نہیں آج پیشنٹس کچھ ضرورت سے ہی زیادہ تھے اور ڈاکٹر راوانڈ بھی ایپ سنٹ

تھے ان کے مریض بھی مجھے دیکھنے پڑے آج بڑا ہی بزی ڈے تھا۔"

'ہاں اندازہ ہو رہا ہے تمہاری اتری ہوئی شکل دیکھ کر اچھا سنو۔"

اسے جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

"ڈیڈی کی کال آئی تھی تمہیں کی ہوگی لیکن سیل بند تھا تو مجھے کال کر لی۔ وہ آج گھر نہیں آئیں گے نائیٹ شفٹ ہے ان کی یار سُولیم یہ ذرا ڈیڈی پر تو نظر رکھو مجھے پورا یقین ہے انہوں نے دوسری شادی کی ہوئی ہے یا گرل فرینڈ بنائی ہوئی ہے یاد ہے پہلے جب ہم پاکستان میں تھے روز جان بوجھ کر رات کو ویڈیو چیٹ کیا کرتے تھے تاکہ ہمیں یقین ہو جائے بچہ معصوم ہے لیکن اب دیکھو ممی کو روز صبح فون کھڑکا رہے ہوتے ہیں کوئی پوچھے اب کہاں گئیں وہ رات والی کالز؟ جب بندہ ضرورت سے زیادہ کور کر رہا ہو نا تو سمجھ لو کچھ نا کچھ شدید والی گڑبڑ ہے اور ڈیڈی آجکل میری نظروں میں مشکوک ہیں میں نے تو مائکل کو کہہ دیا ہے زرا ان کا فون تو بگ کر کے دے مجھے۔'

NC

دانتوں سے چپس کترتے ہوئے وہ مسلسل بولے جا رہی تھی تھکی ہاری سُولیم فقط آنکھیں پھاڑے اسے تک رہی تھی۔

'تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے میرے چاچو پر شک کر رہی ہو اوپر سے ان کا سیل مائی گاڈ دعا آر یو سیریئس۔"

"لو جی اس میں اتنی حیرانی والی کیا بات ہے مجھے اپنی ممی سب سے زیادہ عزیز ہیں اور میں لندن میں ان کی جاسوس ہوں۔'

اس نے نادیدہ کالر کھڑے کرتے ہوئے کہا اب کہ سُولیم کا منہ بھی کھل گیا۔

"چاچی تم چاچی کی جاسوس ہو۔" بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

'اور نہیں تو کیا پورے چالیس ہزار ماہانہ پر انہوں نے مجھے ہائر کیا ہے اور خبر دار۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"خبر دار چھچی جو اگر تم نے ڈیڈی کو کچھ بھی بتایا ورنہ میں نے بگ بی عرف عام میں چاچی کو تمہاری شکایت لگا دینی ہے پھر آگے دیکھو تم پر کیا دفع لگنی ہے نانی یاد

آ جائے گی۔"

وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے وہاں سے اٹھی اس کی چپس ختم ہو گئی تھی اب اسے خود کے لئے فرنچ فرائز آرڈر کرنے تھے۔

سولیم فورا سنبھل کر چاچو کو کوڈ ورڈز میں اطلاع دینے ہی والی تھی کہ اسکا سیل چنگھاڑا اٹھا۔

"اوفو یار تم یہ اپنی گھٹیا رنگ ٹیون بدلو۔" کچن سے دعا نے ہانک لگائی تھی۔

"کم از کم یہ تمہاری پی کا چو سے تو بہتر ہے۔"

اس نے بھی باآواز بلند کہا اور کال اٹھالی۔

"ہیلو۔"

"زہے نصیب۔" شیشے کے سامنے کھڑے براق نے کہتے ہوئے اپنی بالی کو چھیڑا تھا آج بھنور پر گولڈن کلر کا موتی تھا جو بالی میں پرویا ہوا تھا۔ "کیسی ہو؟"

سُولیم نے اسکی آواز پہچانتے ہوئے سرد سانس خارج کیا پھر پیچھے مڑ کر دیکھا دعا کچن

میں بزی تھی۔

"اللہ حافظ۔"

"کال مت کاٹنا۔" وہ سخت لہجے میں دھاڑا پھر دھیمہ ہوا۔ "مجھے تم سے بات کرنی ہے پلیز۔"

مصلحت کا دامن تھامنا اس نے مناسب جانا تھا تبھی آخر میں نارمل ہوا۔

"تمہیں لگتا ہے اونچی آواز سے میں ڈر جاؤں گئی؟ میں آج ہی تمہاری سائبر کرائم والوں کو رپورٹ کرنے لگی ہوں حراسمنٹ کا کیس الگ۔"

وہ مسکایا۔

"نڈر پلس مضبوط پلس بے خوف۔"

"اوہ کم آن، اس سے تم جانتی ہو سفر کون کرے گا تم صرف مجھ سے دوستی کر لو چند دن کے لئے ہی صیح لیکن کر لو سیریسلی جنت کی سیر نہ کروادی تو میرا نام بھی براق شاہ نہیں۔"

سولیم کی طنزیہ مسکراہٹ سیل میں سے ابھری۔

"ہاں بالکل ویسی جیسی ایلسا نے کی میں خونی لوگوں سے نفرت کرتی ہوں اور تم فی الحال وہی ہو۔"

براق نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"وہ سب بکواس تھا فیک چھوڑو اسے اس پل صرف تمہاری اور میری بات ہو رہی ہے وہ کرو۔"

سُولیم نے آنکھیں بند کر کے خود پر کنٹرول کیا۔

"پلیز مجھے تنگ مت کرو میں تمہارے ٹائپ کی نہیں ہوں۔"

"ہاں بالکل ایسا ہی ہے تم واقعی میری ٹائپ کی نہیں ہو لیکن کوئی نہیں تھوڑی سی پالش سے تم میرے معیار پر اتر جاؤ گی اور اگر نہ بھی اتری تو میں ایڈجیسٹ کر لونگا کونسا میں نے تمہارے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے۔"

سُولیم کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا وہ خاموش رہی بار بار ریڈ بٹن کو پش کرتی پھر بھی

کال چلتی رہتی۔ "اس کے نمبر پر الارم لگانا پڑے گا تاکہ یہ مجھے کال کرے تو پتا چل جائے۔"

"کیا خاموش کیوں ہو گئی کچھ تو بولو۔"

"گو۔۔ ٹو۔۔ ہیل۔' اور پھر اس نے سیل کو بے جان کر دیا براق نے زور سے موبائل زمین پر مارا۔

"یو۔۔ بی"

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک مرد جب دوسری عورت پر پوری طرح حاوی ہو تو اسے نہیں للکارتے ورنہ بہت برا ہوتا ہے۔۔۔"

بارش ہنوز جاری و ساری تھی تیز بوچھاڑیں سڑکوں کو ڈبو گئی تھیں بجلی کی چمک الگ اور بادلوں کی گھن گرج کا شور الگ، ایسے میں وہ سٹڈی میں ایک کیس پر کام کر رہی تھی اور دعا کمرے میں تمام گھوڑے گدھے اور باقی جتنے بھی جانور تھے ان تمام کو

نیچ کر سوئی پڑی تھی۔ وہ سوتی کم بے ہوش زیادہ ہوتی تھی ڈھول بھی اسکے کانوں کے قریب بجالو مجال ہے جو اس کی نیند ٹوٹے۔

بیوٹی سلیپ آٹھ گھنٹے وہ لازمی سوتی تھی اور اس دوران تم چاہے تھپڑ لگالو اس نے نہیں جاگنا تھا۔

اوپر کمرے میں جہاں دعا الٹی لیٹی خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی وہیں وہ سٹڈی میں بلیو فائل میں غرق تھی ساتھ میں لیپ ٹاپ بھی کھلا پڑا تھا۔ وہ انمہاک سے کر سر پر انگلی پھیرتی دماغی تصاویر کو دیکھ رہی تھی جو کہ اسکے پیشنٹ کی تھیں تبھی باہر کھٹکا ہوا تھا۔ اس نے سکرین سے نظریں اٹھائیں سٹڈی کے دروازے کو دیکھا اور اسی پل جب اس نے واپس نظریں لیپ ٹاپ پر مرکوز کیں لائٹ بجلی کی کڑک کے ساتھ گل ہو گئی۔

"اففف یہ انگلینڈ والے کب سے ہم سے متاثر ہو گئے۔"

گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے لیپ ٹاپ کی روشنی میں ٹیبل کی سائیڈ دراز کھول

دی پن اوپر رکھا اور بیٹری لیمپ آن کر لیا پھر باہر کھٹکا ہوا تھا۔

"کون؟" اونچی آواز کے ساتھ کہا۔ "دعا یہ تم ہو۔"

ایک اور کھٹکا اس نے کرسی کی بیک سے کھینچ کر سٹولر سر پر باندھا احتیاط کے طور پر اسی کے سائیڈ کے پلو سے نقاب کیا اور سیل کی ٹارچ میں باہر آ گئی تیز بجلی کی کڑکیاں بادلوں کی گھن گرج اس نے آہستہ سے سٹڈی کا دروازہ بند کیا اور کچن کی سمت بڑھی۔

مدھم اندھیرے میں جذب ہوتی لائیٹ کو آس پاس مارتی وہ کچن میں آئی۔

"میاؤں۔۔" ساتھ والوں کی بلی نے اس پر جمپ ماری تھی۔

"اوہ سویٹی یہ تم ہو کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا شریف لوگ رات کو دوسروں کے گھروں میں داخل نہیں ہوتے۔"

وہ اس کے فلفی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی اندھیرے میں اس کی آواز سرگوشی نما لگ رہی تھی۔

"اور کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا جب کوئی آپ سے بات کر رہا ہو تو سنے بغیر فون بند نہیں کرتے۔"

بلی اور موبائل اس کے ہاتھ میں کانپا تھا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی اور روح اچھل کر حلق میں آگئی اپنے بالکل پیچھے بے حد قریب سے اسے وہ بھاری مردانہ آواز سنائی دی تھی اگر وہ مڑی تو وہ اس سے ٹکرا جائے گی اسے پورا یقین تھا۔

"اور کیا تمہیں یہ بھی کسی نے نہیں بتایا کسی کے صبر کو اتنا نہیں آزماتے۔"

سولیم کے موبائل کی ٹارچ بجھی بیٹری ختم یا اسے ختم کیا گیا۔ اس نے اس نے ماؤف دماغ کے ساتھ بلی کو نیچے اتارا جو اس کے چھوڑنے پر پتا نہیں کس سمت کو لپکی تھی اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو پر سکون کیا اور آگے بڑھی کی سر ٹکرا گیا۔

"آہ۔" وہ فریج تھا اس نے اندھیرے میں ماتھے کو سہلایا۔

"اور کیا تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا جب بصارت ساتھ چھوڑ جائے تو یوں تیز رفتار میں نہیں چلتے گرنے کے خدشات ہوتے ہیں۔"

وہ یکدم مڑی اندھیرے میں آنکھیں جھپک جھپک کر دیکھا ایک ہیولہ سا دیکھائی دیا جو اس کے بے حد نزدیک کھڑا تھا۔

"میں تمہارے خلاف رپورٹ کرونگی۔" شیرنی کی سی آواز میں بولی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا گھر آئے مہمان کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتے۔"

۔"دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔"

"اور کیا۔" اس نے لائٹر نکالا بجلی چمکی مگر اس کا چہرا نظر نہیں آیا کیونکہ ان کے شیڈز بند تھے اور اسے جلادیا جگنو سی زرد لائٹ میں وہ بلیک ہڈ والا چہرا ابھرا جس کی گریفائٹ آنکھیں اس سب سے زیادہ روشن تھیں۔ سُولیم نے دیکھا وہ فریج سے لگی کھڑی ہے براق کا ایک ہاتھ باڑ کی صورت فریج کی سائیڈ پر دھرا تھا دوسرا لائٹر جلائے ہوئے تھا وہ کب اسکے اتنے قریب چل کر آیا سُولیم کو پتا ہی نہ چلا۔

اس نے اپنی بھوری گھبرائی ہوئی آنکھوں سے اس دیو کو دیکھا جو آج اس پری کو

حراساں کرنے آیا تھا۔

"راستہ چھوڑو۔" مضبوط آواز سے کہا گیا۔

"اور کیا تمھیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک مرد جب دوسری عورت پر پوری طرح حاوی ہو تو اسے للکارتے نہیں ورنہ بہت برا ہوتا ہے۔"

وہ دم سادھے اسے دیکھے گئی۔

"تمھیں پتا ہے میں نے آج اپنا دفاع کرنا سیکھا۔"

یکدم منظر بدلا اندھیرے کچن کی جگہ چلچلاتے ایف ون ٹریک میں بنے پارک نے لے لی جہاں موجود سنڈریلا کی بگی میں بیٹھی دعا سیلفیز لینے کے ساتھ ساتھ اسے کہہ بھی رہی تھی۔ وہ اپنے سیل میں بزی تھی چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسا دفاع؟" اس کی آواز پاس سے گزرتے بدصورت فروزن کے قافلے میں چلتے انگلش سونگ میں دب کر رہ گئی۔

"میں نے سیکھا جب کوئی لڑکا آپکو ٹیز کر رہا ہو اسے کیسے دن میں تارے دکھائے

جاتے ہیں۔"

سُولیم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیسے ؟" دعا نے اشارے سے اسے قریب بلایا وہ کھسک کر آئی پھر وہ جھکی اور کان میں پھسپھسائی۔

لکڑی کے بنے ان چار سفید گھوڑوں کے ساتھ کھڑی سُولیم کے کان اس کی پھسپھساہٹ سے سرخ پڑ گئے تھے ایک زوردار تھپڑ اسنے دعا کی کہنی پر جڑا تھا۔

"زرا جو شرم باقی ہو تم میں۔"

"ہا شرم کی کیا بات جب کوئی آپ پر گھیرا تنگ کرتا ہے نا پھر کچھ نہیں سوجھتا صرف ادھر سے نکلنے کی پڑی ہوتی جس کا بس ایک یہی طریقہ ہے ورنہ دکھاؤ تم مجھے زرا اپنے اویس سے ہی بچ کر۔" اس نے تایازاد کا نام لیا جو کہ بیس کا تھا۔

"عزت بچانے کے لئے کرنا پڑتا ہے یہ مادام۔"

آوزدب گئی چلچلاتی دھوپ گہری تاریکی میں ڈھل گئی پر سکون ماحول کی جگہ یہ

گھٹن زدہ گرج سے بھری رات نے لے لی اور وہ ان فیری ٹیل گھوڑوں کی بجائے اس شیطان کی قید میں کھڑی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جب ایک ہینڈسم مرد تمہارے سامنے ہو تو چپ نہیں رہتے ہیلو سُولیم کیسی ہو؟"

"عزت بچانے کے لئے کرنا پڑتا ہے۔" اس نے خود سے کہا۔ اندھیرے اوپن کچن میں فریج سے لگی وہ اسکی لائٹر کی مدھم زرد روشنی میں شیطانیت کی چمک سے بھرپور گریفائٹ آنکھیں دیکھ رہی تھی جس کی چمک اسکی چہرے پر پڑ کر اسے اسے جھلسا رہی تھی۔

"عزت کے لئے کرنا پڑتا ہے۔"

اس نے الٹے ہاتھ کا مکا بنا کر پوری قوت سے اسکی گردن پر مارا تھا وہ بوکھلا کر تکلیف سے یکدم پیچھے ہٹا۔ اسے کھانسی چڑھ گئی تھی یقینا تھوڑی کے بالکل نیچے سُولیم کی روبی کی موٹی انگوٹھی کے لگنے سے خون بھی نکلا تھا۔ وہ شدید صدمے اور بے یقینی

سے اسے دیکھتا کھانس رہا تھا۔ سُولیم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فریج کے اوپر لے حصے سے برف کی کیوبز والا سٹینڈ نکالا اور زور سے اسکے منہ پر انداز اکیوبز اچھالیں کیونکہ لائٹر والا ہاتھ نیچے گر چکا تھا اور مدھم پیلی روشنی اطراف میں بکھرنے لگی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا ایک عورت کو ہلکا نہیں لینا چاہیے۔"

برف کے ٹکڑے لگنے سے وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا چہرے پر پھیلی بے یقینی مفقود ہوئی گردن پر پڑا ہاتھ ہٹا اور وہ مسکراہٹ سے سینے پر بازو باندھ کر اسے دیکھنے لگا جسکا نقاب تھوڑا سا ڈھلک گیا تھا۔

"موقع شناس پلس حاضر دماغ پلس طاقت ور۔"

سُولیم کی ٹانگیں کانپیں۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک باکسر پلس فائٹر کے لئے اتنی معمولی سی ضرب بالکل معنی نہیں رکھتی۔"

وہ سپیڈ سے کاؤنٹر کی پچھلی سائیڈ سے نکلی اور سیڑھیاں چڑھتے اپنے اور دعا کے

مشترکہ کمرے میں آ گئی۔ دروازہ اچھے سے لاک کیا ونڈو کے ہک کے لاک ہونے کی تصدیق کی اور دعا کے ساتھ کمبل میں لیٹ گئی کروٹ دعا کی طرف تھی اپنا کمبل پاؤں میں ہی رہ گیا۔ چند ساعتیں گزریں چیخ کی آواز آئی اسکا دل منہ میں بولنے لگا قدموں کی آواز سننی چاہی ندارد پھر کان کی لو کے بالکل قریب ایک آواز ابھری۔

"ویلکم ٹو براقس لائف تم نے مجھے متاثر کیا۔" اور پھر خاموشی۔

"دفع ہو جاؤ تم۔"

سورج طلوع ہو چکا تھا مینہ رک گیا تھا ظالم قبائل کے زوال کا وقت آن پہنچا۔ آج سورج کی حکمرانی کا دن تھا کوئی برفیلی ہوا نہیں کوئی بارش و بادل نہیں کوئی روئی کے گالے نہیں فقط پھیکی مہندی کی ٹکی جیسا سورج اور اسکی پیلی مدھم مگر حدت بھری شعائیں اور ان شاعوں میں کھڑا ان کا فلیٹ۔

چاچو آ گئے تھے اوپن کچن کے کاؤنٹر کے اس پار رکھی گول گھومنے والی پیرٹ رنگ کی کرسی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ آنکھوں سے غصے کی لپٹیں نکل رہی تھیں کاؤنٹر کی دوسری طرف واقع ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی پر دعا بیٹھی بریڈ پر مکھن لگاتی چہرے پر بارہ کا ہندسہ سجائے ہوئے تھی اور فلیم کے سامنے سینخ پاسی کھڑی سُولیم اپنی چائے میں جوش دے رہی تھی۔

"وہ چور آیا مجھے حراساں کرنے کی کوشش کی اور اس میڈم کو پتا بھی نہیں چلا میرا دل کر رہا ہے میں اس کا گلا دبا دوں۔"

"ہاں ایک میں ہی ملتی ہوں تم لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے، میں نے کہا تھا چور کو آئے اور تمہیں حراساں کرے اور تمہیں کس نے کہا تھا رات کے ڈیڑھ بجے لوڈشیڈنگ کے درمیان کچن میں جانے کو۔"

غصے سے بریڈ کو دانتوں میں کتر کر وہ بولی تھی۔

"دفع ہو جاؤ تم۔"

"چاچو اس سے کہیں میری نظروں سے غائب ہو جائے ورنہ میں واقعی اس کو قتل کر دونگی۔"

چائے مگ میں نکال کر وہ طیش میں بولی تھی۔

"میں تو خود اس سے ناک تک عاجز آچکا ہوں اتنی غفلت بھری نیند۔۔ ہزار بار کہا ہے چوکنا ہو کر سویا کرو لیکن ناجی میڈم کو کوئی سروکار ہی نہیں کوئی آکر انہیں قتل کر جائے انہیں تو پتا بھی نہ چلے۔"

دعا نے غصے بھرے لفظوں پر اپنے نیچے رکھے بیگ میں سے رجسٹر نکالا دو پیجز پھاڑے مکھن لگے سینڈوچیز (کہ ایک سے اس کا کہاں پیٹ بھرتا تھا) اس میں لپیٹ کر رجسٹر سمیت بیگ میں ڈالے اور جھوٹا طیش دکھاتی اسے دونوں کاندھوں پر ڈالتی سُولیم اور چاچو پر کڑی نظر ڈالتی وہاں سے نکلی۔

"یہ یہ دیکھ رہی ہو تم اس کے تیور سمجھنے کے قابل لگ رہی ہے یہ رکو تم۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھا کر لاؤنج کو پار کر رہی تھی جب چاچو کی غراتی آواز اسکے کانوں سے

ٹکرائی تھوک نگلتے ہوئے اس نے ہینڈ فریز کانوں میں لگائیں اور یہ جا وہ جا۔

سُولیم نے چاچو کو ہیر پھیر کر کے بتایا تھا لیکن وہ متفکر تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں نے سکیورٹی گارڈ کو کہہ دیا ہے آج سے ہمارے فلیٹ کے باہر ایک گارڈ ہمہ وقت موجود رہے گا اور یہ جس کی بھی ہمت ہوئی ہے یہاں آنے کی اسکی تو خیر نہیں میں نے کہا ہے سکیورٹی سے وہ سی سی ٹی وی فوٹیج نکال کر دیکھیں گے جو بھی ہو گا جلد پکڑا جائے گا۔"

"ہوپ سو۔" وہ منہ میں بڑبڑائی کیا کرنا چاہیے کیا نہیں شدید پریشان تھی اگر بتا دے بھی تو کیا؟ زیادہ سے زیادہ وہ لوگ حراسمنٹ کا کیس ہی کروا سکتے ہیں اس پر جس سے اس نے باآسانی نکل بھی جانا ہے اور کوئی یقین بھی نہیں کریگا کہ ان کا ہیرو ایک لڑکی کو حراس کرتا ہے اونہہ ہونہہ اس سے صرف وہ ہی جھوٹی کہلائے گی تو کیا اب وہ لوگوں کے ڈر سے اسے چھوڑ دے۔

"چلو براق شاہ اپنی اپنی ہمت آزماتے ہیں دیکھتے ہیں تم کس حد تک جاتے ہو اور میرا

صبر کہاں تک ساتھ دیتا ہے۔"

وہ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

دوسری سمت دعا تیزی سے پارکنگ میں آئی مگر گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے وہ سکیورٹی گارڈز کے پاس پہنچی تھی۔

"ہے ٹیرنس مجھے بتاؤ تم یہاں باتیں کرنے کے پیسے لیتے ہو؟"

ٹیرنس اپنے ساتھی مک کے ساتھ گپ شپ کر رہا تھا جب وہ دونوں ہاتھوں کو کمر پر ٹکاتی اس کے سر پر پہنچی تھی وہ بوکھلا یا۔

"جی میم۔"

"کل رات ہمارے گھر چور گھس گیا اور تم خواب و خرگوش کے مزے لوٹتے گئے تمہیں ذرہ شرم نہیں آئی بھلا اتنی غفلت کی نیند بھی کوئی سوتا ہے تم اپنے پیسے حرام کرتے ہو۔"

وہ نان سٹاپ بولے گئی ٹیرنس بچارہ سنیں میم سنیں میم کہتا رہا۔

"میں ابھی تمہاری اوپر شکایت کرتی ہوں تمہاری ویڈیوز جو گپے مارتے ہوئے میں نے بنائی ہیں وہ سوشل میڈیا پر ڈالتی ہوں دو دن میں تم اپنی جاب سے فارغ ہو گے۔"

"میم میری بات تو سن لیں۔" اس کے تیز آواز میں کہنے پر وہ بدک گئی۔

"تم اب مجھ سے اونچی آواز سے بات کرو گے؟"

"سوری پر کل میری ڈیوٹی نہیں تھی کل رات یہ تھا۔"

اس نے مک کی طرف اشارہ کیا جواب تھوک نگل رہا تھا کیونکہ توپوں کا رخ اس کی سمت ہو چکا تھا۔

"قسم سے میم آپ چاہیں فوٹیج دیکھ لیں میں ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا اور تو اور میری آنکھیں بھی پوری رات کھلی رہیں تھیں نہیں نہیں وہ بالکل ٹام (ٹام اینڈ جیری والے ٹام) جیسی نہیں کھلی تھیں میں نے بالکل بھی سٹکی نوٹ پر آنکھیں بنا کر انہیں اپنی بند آنکھوں پر نہیں چپکایا تھا یقین کریں۔"

اس پاکستانی لڑکی کے مشکوک انداز میں گھورنے پر وہ بے چارہ گھگھیا کر بولا تھا۔

اسے اپنی نوکری بڑی عزیز تھی کتنی مشکل سے توٹاول بوائے کی نوکری سے جان چھٹی تھی اب یہ بھی چلی جائے نا بابا نا۔

"وہ تو بیٹا شام کو پتا چلے گا۔" جھٹ سے واپس مڑی۔ مصنوعی غصہ اڑن چھو ہوا حقیقی پریشانی نے آن گھیرا۔

"میں کیسے اتنی بے خبر ہو سکتی ہوں کہیں اس کمینے نے سُولیم کو کچھ کہہ تو نہیں دیا کہیں کچھ چرا کر تو نہیں لے گیا؟ افف اللہ اگر میری سُولیم کو کچھ ہو جاتا تو میں کہاں سے اتنی پیاری بہن لاتی باقی تو ساری خاندان میں چڑیلیں بستی ہیں۔ اس چور کی تو خیر نہیں ایک بار میرے ہاتھوں میں آگیا نا تو نانی یاد کروا دینی ہے اسکی۔"

وہ باآواز بلند بڑبڑاتی گاڑی گیٹ سے باہر نکال رہی تھی اور وہ دونوں گارڈز اس کو سنتے کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے۔

۔۔۔

"دم دار ہے۔"

سُولیم کے فون کو بے جان کرنے پر براق کا پارہ چڑھا تھا پہلے ہی ایلسا والا رپھڑ اور ڈیڈ کی ناراضگی کی وجہ سے پریشان تھا اوپر سے اس محترمہ کی للکار وہ بلبلا اٹھا۔

آج وہ دکھا دے گا کہ براق شاہ خالی خولی دھمکیاں نہیں دیتا ان پر عمل بھی کرتا ہے گو کہ اس لڑکی کی ضرورت صرف چند دن کے لئے تھی لیکن پھر بھی اپنی چھاپ وہ اس پر تاحیات کے لئے چھوڑنا چاہتا تھا۔ ٹی شرٹ اتار کر اس نے چینج کی اس پر بلیک ہڈ والی جرسی پہنی سیل سائلنٹ پر لگا کر اس میں سونگ کی لسٹ آن کر کے ہینڈ فریز کانوں میں لگا لیں۔

NC

"لومی لائک یو ڈو" پورے زور و شور سے بجنے لگا اس نے سیل ٹراؤزر کی پاکٹ میں ڈالا جرسی کیپ سر پر چڑھا کر اس پر ہڈ ڈالی منہ پر آکسیجن ماسک کے طرز کا سیاہ ماسک لگایا جس نے اسکی آنکھوں سے نیچے والا حصہ مکمل طور پر ڈھک دیا تھا۔ جو گرز کی

لیسز باندھتا وہ بینڈز والے ہاتھ جرسی کی پاکٹس میں ڈالتا اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ سرونٹس نے دیکھ لیا وہ روز اس طرح باہر نکلتا تھا کبھی واک کے لئے تو کبھی یونہی اس لئے کسی نے خاص نوٹس نہیں لیا ان کا لینا بنتا بھی نہیں تھا نوکروں کو نوکر بن کر ہی رہنا چاہیے مالک کیا کر رہا ہے کیا نہیں یہ ان کا سر درد نہیں ہوتا۔

وہ گیٹ سے باہر نکلا ایک نظر اندھیرے میں ڈوبے "دی عبایہ" کو دیکھا اور اپنی کار سڑک پر ڈال دی۔ موسم کے تیور آج خاصے بدلے ہوئے تھے خوفناک گھن گرج کڑکتی بجلیاں جانے کیوں آسمان آج اس قدر رو رہا تھا۔ وائپر شیشے پر مارتا وہ اسکی بلڈنگ کے آگے رکا ہارن بجایا گیٹ کھولا گیا اس نے گاڑی کا شیشہ کھول کر گارڈ کو اپنا آئی ڈی دکھایا اور گاڑی کو پارکنگ میں روک دیا۔

باہر نکلا اور یونہی آرام سے جیبوں میں ہاتھ ڈالتا لفٹ میں چڑھ گیا۔ سیکنڈ فلور پر رک کر اس نے سیل نکال کر گانوں کی لسٹ بند کی ہینڈ فری لپیٹ کر پاکٹ میں رکھی اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مدھم آواز میں ہدایت دیتا وہ اب دبی مسکان

کے ساتھ انکے فلیٹ کے سامنے کھڑا تھا دوسری طرف سے ایک آدمی تیز تیز چلتا آیا مدھم ڈم لائٹ والے کاریڈور میں اس تک پہنچا کیز نکالیں اور کلک کی آواز کے ساتھ وہ دروازہ کھول دیا۔

براق اندر داخل ہوا اور فرصت سے اس فلیٹ کو دیکھنے لگا جو تھا تو چھوٹا لیکن ویل ڈیکوریٹڈ تھا۔

"تو سُولیم خانم تم یہاں رہتی ہو۔"

قدم قدم چلتا وہ لاؤنج میں آیا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سیل نکال کر اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے لگا چند منٹ گزارے پھر اپنے عقب میں روشن دروازے پر نظر ڈالی پورا فلیٹ اندھیرے میں ڈوبا تھا ماسوائے اس لاؤنج میں جلتے واحد ایل ای ڈی بلب کے جو کہ پھیکا تھا اور عقب میں موجود کمرے کے دروازے کی درز سے چھن کر آتی روشنی کے وہ مسکرایا کمینی مسکراہٹ۔

پھر پاؤں کے بالکل سامنے رکھی ٹیبل پر جو گرمار کھٹکے کی آواز پیدا ہوئی۔

"کون؟"

وہ جھٹکا کھا کر دبا سا ہنسا منہ سے ماسک اتار کر جرسی کی پاکٹ میں ڈالا اور پھر سے پاؤں ٹیبل پر مارا ساتھ میں ہاتھ میں پکڑے سیل پر سے ایک "ناؤ" لکھا میسج بھیجا اور اس کے کہنے کے ساتھ ہی بتی گل۔

براق نے دیکھا وہ محتاط سی باہر آ رہی ہے اس کا چہرا ڈھکا تھا گویا اس کو شک ہو گیا تھا۔

"احتیاط پسند پلس بہادر پلس چوکنا۔"

وہ اس کے ہیولے کو کچن کی سمت بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے رکتے ہی بلی نے اس پر چھلانگ ماری وہ نہیں جانتا تھا یہ بلی کہاں سے آئی لیکن اس کے نہ چیخنے پر اسے بہت اچھا لگا تھا تو یعنی یہ واقعی بہادر ہے کیونکہ عموماً اس کا جتنی بھی لڑکیوں سے پالا پڑا تھا کوئی نا کوئی کسی نا چیز سے خوف کھاتی تھی اور ایسی سچوئیشن میں تو اب تک بلڈنگ کے تمام لوگ اپنے بستر چھوڑ یہاں موجود ہوتے کہ دیکھیں تو سہی کون مرا ہے جو اتنا دلخراش واویلہ مچا ہے۔

محظوظ سا وہ گہری سانس چھوڑتا دبے قدموں کے ساتھ بالکل اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"اوہ سویٹی یہ تم ہو کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا شریف لوگ رات کو دوسروں کے گھروں میں داخل نہیں ہوتے۔"

وہ اس کے فلفی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔ براق کا دل چاہا جیسے وہ نرماہٹ سے اس بلی کے بالوں کو چھو رہی ہے ویسے ہی وہ بھی اس کے بالوں کو چھوئے اس کا ہاتھ بڑھا تھا اس فیروزی سٹالر کو کھینچ اتارنے کو پھر مصلحت کی خاطر وہ رک گیا مصلحت اور براق شاہ کیا بکواس ہے یہ۔

ہاتھ نیچے گرایا پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر سیل پر "یس" لکھ کر بھیجا اور بے حد قریب آ کر ڈرانے کی غرض سے بولا۔

"اور کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا جب کوئی آپ سے بات کر رہا ہو تو پوری بات سنے بغیر فون بند نہیں کرتے۔"

وہ اس کے وجود میں ہوتی لرزش کو بھانپ گیا تھا ڈر ویری گڈ چلو اس کو اور ہوا دیتے ہیں۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کسی کے صبر کو اتنا نہیں آزماتے۔"

اسکے ہاتھ میں موجود سیل بجھا تھا اور بلی بھی پھسلی تھی۔ وہ بالکل براق کے پاؤں کے پاس گری تھی اس نے بوٹ سے اسے پیچھے کیا وہ چنگھاڑتے ہوئے میاؤں کے ساتھ اس کے عقب میں دوڑی براق کو سُولیم کے گہرے سانس کی آواز آئی تھی پھر اس نے دیکھا وہ سایہ سا تیزی سے سامنے کی اور بڑھا ہے لیکن یہ کیا۔"

"آہ۔" یقیناً اس کے ماتھے پر فریج لگا تھا۔

"اوہ تو یعنی یہ اتنی بھی بہادر نہیں۔" وہ فریج سے ٹکرانے کے بعد سیدھی سائیڈ پر گرنے لگی تھی لیکن براق کے پاؤں کی آڑ نے اسے گرنے سے بچا لیا اُففف ایک گرل فرینڈ بنانے کے لئے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے۔

"اور کیا تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا جب بصارت ساتھ چھوڑ جائے تو یوں تیز رفتار

میں نہیں چلتے گرنے کے خدشات ہوتے ہیں۔"

وہ مڑی تھی اور آنکھیں پھاڑے اسکے وجود کی متلاشی تھی۔ ان اندھیرے میں ڈوبی آنکھوں میں ڈر بھی تھا غصہ بھی اور اکتاہٹ بھی پھر اسے اسکی مضبوط بظاہر مضبوط بنائی گئی آواز سنائی دی۔

"میں تمہارے خلاف رپورٹ کرونگی۔" وہ ہنسا آج مزا آرہا تھا شکار کا، نہیں اس نے آج سُولیم شفیق کا شکار نہیں کرنا تھا آج تو اس نے بھرپور اسے زچ کر کے اسکا مزا اٹھانا تھا یہی تو اسکا طریقہ تھا مقابل کو خود سے اتنا حراساں کردو کہ تم دن کہو تو وہ گھگھور اندھیری رات کو دن کہے اور تم رات کو تو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا وہ رات کہے تو آج براق شاہ بھی اس خود کو دکھانے آیا تھا یہ بتانے آیا تھا کہ اسے نظرانداز کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ گھر آتے مہمان کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتے۔"

وہ دبے قدموں اس کے نزدیک آیا معطر سی اسکے وجود کی خوشبو نے یکدم اسے بے حال کر دیا۔

"مائی گڈنس اب تو یہ بہت ضروری ہو گئی ہے۔"

اس نے ایک ہاتھ فریج کی سائیڈ پر رکھ کر اسکا راستہ بند کیا اور لائٹر سے نکلتی جگنو ذدہ روشنی میں اس کی بھوری گھبرائی ہوئی مضبوطی کا تاثر دیتی آنکھیں دیکھ کر کھو سا گیا۔

"راستہ چھوڑو میرا۔"

جھنجھلاہٹ سے بھرپور چٹان سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرا کر اسے فسوں سے کھینچ لائی۔

اس نے سنا دل کہہ رہا تھا اس سرکش حسینہ کو ابھی کہ ابھی اٹھا کر کہیں ایسی جگہ لے جا جہاں وہ خود کو بھی ڈھونڈ نہ سکے۔ اس کی تمام اکڑ نکال دے اور اسے بتائے کہ براق شاہ کون ہے جس سے وہ اتنا گریز برت رہی ہے لیکن اس نے سنا وہ جو اس کی

زبان بول رہی تھی وہ جو دل کا حال تھا وہ جو طلب تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک مرد جب دوسری عورت پر پوری طرح حاوی ہو تو اسے للکارتے نہیں ورنہ بہت برا ہوتا ہے۔"

حواس میں لوٹتے ہوئے وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سُولیم کے دماغ میں کیا چل رہا اسکی عمیق نظریں جانچ گئیں تھی وہ ابھی وار کرے گی ہاں وہ اسی بارے میں سوچ رہی ہے لیکن وہ کس قسم کا وار کرے گی وہ اسے کہاں مارے گی؟ کیا وہ اسے مارے گی یا چیخ چلائے گی نہیں یہ چیخنے چلانے والی لڑکی نہیں ہے اگر ہوتی تو اب تک یہاں ایک ہجوم اکٹھا ہوتا۔ یہ ایک مضبوط لڑکی ہے اپنا دفاع خود کرنے والی اوہ تو یہ اتنی گہرائی سے سوچنے لگی ہے اسے فینٹسی سے نکال کر حقیقت میں لانا ہی پڑے گا چلو پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اور یہ سوچتے براق شاہ کو اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ وہ دوسروں کا دماغ ان کے چہرے پڑھنے والی کو وہ فقط دو فون کالز اور دو ملاقاتوں میں اتنا جان گیا ہے۔

باہر برستی بارش نے سنا وہ گریفائٹ آنکھوں والا لڑکا کہہ رہا تھا۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جب آپ کے سامنے ایک ہینڈ سم باکسر کھڑا ہو تو چپ نہیں رہتے ہیلو سُولیم کیسی ہو؟"

اور پھر اسی پل زرد جگنو جیسی لائیٹ میں اس نے دیکھا فریج کے ساتھ چپکی فروزی سکارف والی کی آنکھوں میں جارحیت اتری ہے وہ جارحیت اتنی شدید ہو گی یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔ سُولیم کے پنچ نے واقعی اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے اتنا صحیح اور حساس جگہ پر مارے گئے پنچ کی وجہ سے اسکا نرخرا دکھا تھا اور اس کے دبنے کی وجہ سے ہی اسے کھانسی چڑھی تھی شاید وہاں خون بھی نکلا تھا کہ اسے بہت زور سے کسی چیز کے چبھنے کا احساس ہوا تھا۔ اسے درد ہوا لیکن فقط چند سیکنڈز کا زیادہ حیرانی اس نازک دکھتی لڑکی کی اس پھرتی پر تھی جو وہ دکھا رہی تھی ابھی وہ کھانس کر گلا درست کر ہی رہا تھا کہ اس نے اس یخ بستہ سردی میں برف کے کیوبز اس پر اچھال دیے گو کی اس نے منہ پھیر لیا تھا پھر بھی اس کے کان کی لو کے بالکل

ساتھ ایک ٹکڑا زور سے آ کر لگا۔

"یو بچ۔"

براق کے دل نے گالی دی وہ اسکی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک عورت کو ہلکا نہیں لینا چاہیے۔"

یہ عورت مجھے پل پل حیران کر رہی ہے یہ ہے کیا نقاب میں چھپا ایک ڈائنامائڈ یا پھر

یا پھر۔۔۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

کیا کسی لڑکی نے آج تک میرے ساتھ ایسا کیا، کیا کوئی کرنے کا سوچ بھی سکتی تھی؟

ہر گز نہیں یہ براق شاہ ہے جس پر ایک دنیا مرتی ہے یہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہینڈسم ہے مغرور ہے مشہور ہے یہ ایک برانڈ ہے یہ براق شاہ ہے اکیسویں صدی کا بے تاج بادشاہ تو وہ انسان جو اتنا مشہور و مطلوب ہے اس کے ساتھ اسطرح کا سلوک بھلا جچتا تھا بالکل بھی نہیں۔

تنے اعصاب ڈھیلے پڑے حیرانگی اڑن چھو ہوئی اور وہ سینے پر محظوظ سا ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا "میں تمہاری زندگی برباد کرنے والا ہوں۔" دل غرایا تھا اپنی ناقدری ہونے پر۔

"اور کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ایک باکسر پلس فائٹر کے لیے اتنی معمولی سی ضرب (جھوٹا) بالکل معنی نہیں رکھتی۔"

وہ گھبرا کر چند قدم پیچھے ہٹی۔ براق کو اس کے خوف نے لطیف سا احساس دیا اس کے ڈرنے گویا کہیں اندر پھن پھیلائے مردانگی کو سکون سا بخشا تھا۔ اس کی فاتح گریفائٹ آنکھوں نے دیکھا وہ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ بھاگ کر اوپر سیڑھیاں چڑھی ہے۔ وہ باہر نکلا لاک واپس لگایا اور اس آدمی کے ساتھ چلتا ہوا ان کے فلیٹ کی بیک سائیڈ پر آ گیا۔ ہکس کو ان لاک کیا اور اندر آ گیا شیطانی ہنسی اب بھی لبوں پر تھی ایسے ہی خون آلود گردن کو رگڑ کر وہ لرزش بھرے وجود کے پاس رکا۔

"میں تمہیں برباد کرنے جا رہا ہوں۔"

دل ہنوز خفا تھا ناراضگی سے بولا۔ لمبے چوڑے باکسر نے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے پھر وہ اس پر جھکا تھا۔ بیٹھے ہوئے بھی وہ بیڈ سے خاصا اونچا تھا تبھی پورا جھکا اس کے لب بدمعاشی سے مسکرائے۔

"ویلکم ٹو براقس لائف تم نے مجھے متاثر کیا۔"

"اب تو تم واقعی گئی۔" گویا دل نے ہاتھ جھاڑا تھا وہ چند ساعتیں اس کے خوف ذدہ دل کی آواز اپنے کانوں سے سنتا رہا پھر آخر اس پر ترس کھا کر اٹھا کھڑکی پھلانگی اسے بند کیا اور باہر منتظر کھڑے آدمی کو نوٹ تھمائے۔

"تم نے اچھا کام کیا ٹیرنس۔"

اس کی جیب نوٹوں سے بھرتا وہ سیٹی بجاتا وہاں سے جا رہا تھا۔ ٹیرنس اسکا ہڈ میں چھپا سر اور اکڑے کندھے دیکھتا رہا باہر ہنوز آسمان سے گرتی بوندوں کی تڑتڑ سنائی دے رہی تھی۔

اور ان گرتی بوندوں میں براق کی دھڑکن کہہ رہی تھی

"دم دار ہے امپریسو فدا۔۔"

"تم کچھ بجھی بجھی سی لگتی ہو۔"

دھوپ کا دن آج پوری شان سے سینہ تانے ان چھٹتے بادلوں کو دیکھ رہا تھا جن کے راج کا وقت ختم ہوا اور ہر سو سونے جیسی زردی پھیل گئی۔ اس زرد نرم گرم صبح میں "دی مائنڈ" میں بیٹھی سُولیم سوچوں کے یلغار میں گم تھی جب پیچھے سے جینی نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ چونکی پلکوں کو بے وجہ تین دفعہ جھپک کر جیسے اس آسیب سے چھٹکارا پانے کی سعی کی اور ایسا مسکائی کہ نقاب میں سے اسکی مسکان جھلکی بھی نہیں۔

"نہیں تو تمہیں ایسا کیوں لگا۔"

اپنی آواز سن کر وہ خود بھی ٹھٹھک گئی پریشان مضطرب۔

"بے بی تم آج چست نہیں ہو تمہاری آنکھوں میں۔" جینی نے اپنا چہرا اس کے منہ کے بالکل قریب کیا سُولیم نے سانس روک لیا۔

"ڈر ہے تذبذب ہے تمہاری بھنوئیں تناؤ کا شکار ہیں۔ تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے اختیار میں نہیں تمہارا دماغ بھٹکا ہوا ہے۔ تم کسی چیز کو اوائڈ کر رہی ہو جو کہ ہو نہیں رہی اور اسی وجہ سے تم ٹینس ہو رائیٹ؟"

سُولیم نے جھٹکے سے نظریں جھکا کر اپنا چہرا اسکے چہرے سے پیچھے کیا وہ کیسے بھول گئی جینی اس سے زیادہ سینئر ہے۔ جدوجہد کر کے خود کو بامشکل کمپوز کرنے کے باوجود وہ پکڑی گئی آل رائیٹ اسے مزید سیکھنے کی ضرورت ہے۔

جینی مسکائی مرروال سے باہر بیٹھے مریضوں کو دیکھا اور پھر اسے جو کہہ رہی تھی۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے تم مریضوں کو بھیج سکتی ہو۔" پریشانی اپنی جگہ کام اپنی جگہ۔

شانے اچکا کر اس نے باہر اخبار پڑھتے فون پر لگے تو کچھ بے مقصد ٹانگیں جھلاتے اپنی باری کے منتظر سٹیل کی سُوراخوں والی کرسیوں پر بیٹھے مریضوں کو دیکھا پھر

جینی کی جانب متوجہ ہوئی جو آج اپنے بال سرخ رنگ میں ڈائی کروا کر آئی تھی کانوں کی بالیاں بھی سرخ تھیں البتہ جو پاؤں تک چست پیچھے سے کٹ والا ٹاپ پہنا تھا وہ سفید تھا۔ بازوؤں کا اسے پتا نہیں چل سکا کہ ہیں بھی یا نہیں کیونکہ اسکے نام سے جگمگاتا اوور آل ہمیشہ کی طرح اسکی زینت بنا ہوا تھا۔

"ڈیڈی کیٹڈ ہو گڈ۔" اس نے پن گھماتے ہوئے اسے سراہا۔

"ایک پیشنٹ ہے جسے تمہیں پرائیوٹلی ڈیل کرنا ہے وہ ابھی بس آتا ہوگا اسے تمہیں اچھے سے سننا ہے دوسرے پیشنٹس کی پرواہ نہ کرو میں اور باقی سٹاف انہیں ہینڈل کرلیں گے تب تک تم چل کرو۔"

وہ نقاب میں چھپا اس کا گال تھپتھپا کر آگے بڑھ گئی۔ سُولیم کو دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔ وہ گہرا سانس لیکر اٹھی مر روال پر کونے پر لٹکتی ٹسل سے سجی رسی سی کھینچی پوری دیوار پر سفید شیڈز گر گئیں۔ اس نے دو انگلیوں سے نقاب کو نیچے کھینچا گردن کو دائیں بائیں کرکے کرسی پر آکر ٹک گئی۔ ٹیبل پر رکھے جگ میں

سے اس نے پانی گلاس میں انڈیلا ایک مخصوص آواز سی ابھری گلاس اٹھا کر اس نے لبوں سے لگا لیا۔

"کیا میں واقعی اسے ضرورت سے زیادہ خود پر سوار کر رہی ہوں۔ وہ آخر ہے کون جو یوں مجھے پریشان کرے اسے لگ رہا ہے میں اس سے متاثر ہو جاؤں گی ڈر جاؤں گی لیکن وہ نہیں جانتا اس نے کس کو چھیڑا ہے۔ مجھے اپنی حد تو پتا نہیں لیکن میں اللہ کی بنائی گئی حد نہیں پھلانگوں گی وہ میری آزمائش ہے یا میرے کسی ناکردہ گناہ کی سزا، مجھے پتا ہے اور میں اس آزمائش کیلئے تیار ہوں براق شاہ تم اپنی حد آزماؤ اور میں اپنا صبر دیکھتی ہوں، ول سی کس کی جیت ہو گی۔"

گلاس میں پانی ختم ہوا اس نے اسے میز پر رکھا۔ ابھی وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر آرام دہ ہوئی ہی تھی کہ دروازے پر کھٹکا ہوا سُولیم نے دو انگلیوں سے نقاب کو کھینچ کر اوپر چڑھایا دروازہ کھلا اور نووارد اس کے فریم میں ابھرا۔

اس کے لبوں پر مسکان تھی آنکھوں میں چمک، بال بکھرے سے تھے لیمن کلر کی ہڈ

پیچھے گری تھی۔ سیاہ جینز میں اس کی دراز ٹانگیں نمایاں تھیں دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں تھے اور وہ لبوں میں کچھ چبا بھی رہا تھا۔

"ہیلو ڈاکٹر۔" سُولیم نے چہرا اٹھا کر اسے دیکھا اور رک گئی۔ وہ قدم قدم چلتا نزدیک آرہا تھا میز کے اس پار وہ کرسی کے قریب رک گیا پھر وہاں سے گھوم کر وہ پیشنٹ چئیر پر آکر بیٹھا جو سٹیل کے گول سٹول جیسی تھی۔

"میں ٹرکر ہوں آپ ڈاکٹر سُولیم ہیں نا؟"

وہ اٹھارہ انیس کے درمیان کا خوش شکل اور خوش مزاج سا لڑکا تھا جو اپنی عمر سے بڑا دکھتا تھا قریبا یہی کوئی چھبیس ستائیس کا سُولیم نے اس کے سوال پر اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹرکر سان نوٹ پیڈ میں سے اس کا نام پڑھتے ہوئے وہ بولی جینی نے اسے بتا دیا تھا کہ مشہور سابقہ باکسر کا بیٹا آج اسکا پیشنٹ بننے والا ہے اچھا ہے۔

"تمہیں جو پرابلم ہے تم مجھے بتا سکتے ہو آج سے تم میرے پیشنٹ ہو۔"

وہ نرمی سے بولی تھی ڈاکٹری لہجہ۔

ٹر کرنے اس کے کیبن میں نظریں دوڑائیں مختلف دماغی تصاویر کمرے میں آویزاں تھیں۔ ایک روبوٹ بھی کھڑا تھا جو سفید رنگ کا تھا اور جس کا دماغ آدھا کھلا تھا۔ کونے میں روبوٹ سے ہٹ کر ایک چھوٹی سی ٹیبل پر سمال اور بگ انٹسٹائن بھی پڑی تھی جو کہ ظاہر سی بات ہے نقلی تھی۔ چند ایک پلاسٹک کی آنکھیں اور ایک دل بھی، وہاں سے ہٹ کر اس کی میز پر وہی ڈاکٹری چند ایک ایکو پینٹس گلوب اور دماغ بھی رکھا تھا ہاں اور ایک جگ اور شیشے کا گلاس بھی۔

"تمہارے کمرے میں دواؤں کی سمیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ گھٹن زدہ ہے تم اچھی ہو ڈاکٹر۔"

سُولیم مسکائی۔

"میرے نظریے کے مطابق ایک پیشنٹ کو ایسا ماحول دینا چاہیے جس میں وہ کمفرٹیبل ہو نا کہ اس کا سانس گھٹنے لگے میں تو ان سب کے۔۔" اس نے ٹیبل کی

جانب اشارہ کیا جس پر مختلف جسمانی نقلی اعضاء رکھے تھے جو کہ دکھنے میں تو بالکل بھی کراہیت آمیز نہیں تھے اور اچھے لگتے تھے۔

'بھی خلاف ہوں لیکن یہ جینیفر کا کلینک ہے اور میں یہاں کنسلٹنٹ ہوں تم کہو کیا پرابلم ہے۔"

'مجھے آپ کا خاصہ وقت درکار ہے ڈاکٹر۔"

ٹرکر کی صورت یکدم رونی بن گئی۔

"میں ہمہ تن گوش ہوں۔" وہ ہاتھوں کو باہم پھنسائے آگے کو ہو کر بیٹھی ٹرکر نے سرد آہ بھری اس کا دل بُرا سا ہونے لگا۔

'میں بہت مشکل میں ہوں ڈاکٹر شاید آپ جانتی ہوں میرا باپ ایک مشہور باکسر تھا اس کا ایک مقام تھا ایک عزت تھی لوگ اس کی بہت قدر کرتے تھے میڈیا اس کی رسیا تھی۔ تنقیدی مسائل سے تو ہر ایک گزرتا ہے لیکن پھر بھی جو منظور نظر ہو منظور نظر رہتا ہے میرا باپ بھی تھا لوگ اسے پناہیر و مانتے تھے چار بیلٹس تو نہیں

لیکن وہ تین کا مالک تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ ان تین بیلٹس کی چمکاہٹ میں وہ لوگوں کی جان تھا۔ وہ ان کے لئے سلیبرٹی تھا ان کا ٹائٹل حیران کن تھا لیکن پھر براق شاہ آگیا۔"

سُولیم کا حلق کڑوا ہوا کچھ لوگ بے فضول ہی گلے میں پھانس کی طرح چبھتے ہیں۔

"اس نے میرے باپ کو چیلنج کیا میچ ہوا اور میرے باپ کو ذلیل کر کے رکھ دیا ٹھیک ہے اس نے چیٹنگ نہیں کی تھی لیکن اس نے ٹرک اپنائی تھی اور پیٹر کو بہت پیٹا بھی چلو مان لیا یہ سب گیم کا حصہ ہے لیکن پھر اس کے بعد جو اس نے میرے باپ کی عزت کی دھجیاں اڑائیں یہ نا قابل برداشت ہے میرے لئے، اب میڈیا میں پیٹر کی تھو تھو ہو رہی ہے کہ وہ ایک نئے باکسر کے ہاتھوں اسطرح بے وقت ہوا۔ یہ سب بہت تکلیف دہ ہے میرے لئے، میں یہ برداشت نہیں کر سکتا مجھے اس کی فضول گوئی روزرات کو آکر سونے نہیں دیتی میرے باپ کی ندامت سے جھکی آنکھیں اس کے کسے گئے طنزیہ جملے ڈاکٹر میں شدید ڈپریشن کا شکار ہوں

میری سمجھ سے باہر ہے کہ میں کیا کروں میرا دل چاہتا ہے یا تو میں اس کو ختم کر دوں یا اپنی جان لے لوں مجھے لگتا ہے اگر ایسا ہی چلتا رہا تو واقعی کچھ بہت غلط ہو جائے گا جو کہ نہیں ہونا چاہیے۔"

سُولیم نے پوری توجہ سے اسے سنا وہ واقعی ڈسٹرب لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سرخ دھاگے ابھر چکے تھے پلکوں پر غور سے دیکھو تو معمولی سی نمی بھی تھی وہ ڈپریس تھا۔

"ٹھیک ہے برا وقت ہمیشہ کیلئے نہیں رہتا تمہارا ڈپریشن بھی جلد ہی چلا جائے گا میں تمہیں نیند کی گولیاں اور اینٹی ڈپریشن سجیسٹ کر رہی ہوں باقاعدگی سے لیتے رہنا جلد صحت یاب ہو جاؤ گے لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا خود کو زیادہ دواؤں کا عادی نہ بناؤ خاص کر نیند کے لئے فی الحال تو تمہاری کنڈیشن کی وجہ سے میں دے رہی ہوں تم سمجھ رہے ہو نا۔"

وہ کاغذ پر پن کو گھسیٹتے ہوئے کہہ رہی تھی ٹر کر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور اس کا استعمال مجھے کب تک کرنا ہے؟"

"یہ تو تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے تم کتنا خود کو ریلیکس رکھ پاتے ہو۔"

دواؤں والا نسخہ اس نے اس پیلی جیکٹ والے لڑکے کی جانب بڑھایا اس نے جیب سے ہاتھ نکال کر وہ نسخہ پکڑا اور مٹھی میں دبا کر واپس ہاتھ جیب میں چھپا لیا۔

"انسان ریلیکس نہیں رکھ پاتا خود کو خاص کر تب جب کوئی بری طرح آپ کے حواسوں پر سوار ہو اور آپ اس کی حرکتوں کی وجہ سے ناک تک تنگ آ گئے ہوں آپ نہیں سمجھیں گی ڈاکٹر کیونکہ آپ پر ایسی کوئی سچوئشن جو نہیں بیتی ہو گی۔"

اور اسی پل وہی چہرہ اسکی نگاہوں کے سامنے بھی ابھرا۔ اس نے لب کچل لئے واقعی ہمیں کچھ بھی جانے بغیر کسی کو جج نہیں کرنا چاہیے۔

"ہاں ٹھیک ہے لیکن تم کوشش تو کر سکتے ہو نا۔"

"بالکل میں آپ کو مایوس نہیں کرونگا ڈاکٹر۔" وہ مسکرا اٹھا اس مسکراہٹ میں بڑی ہی معنی خیزیت تھی کوئی تیر لگ جانے کا سرور تو کسی کی بربادی کا آغاز۔

"کہیں اس نے تمہاری بہن کے ساتھ کچھ کر تو نہیں دیا۔ "

چمکیلی صبح میں وہ پروفیسر بن کا لیکچر لے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ برق رفتاری سے ان کے منہ سے نکلتے لفظوں کو صفحے میں اتار رہے تھے جیسے ہی لیکچر ختم ہونے کی بیل بجی اکثر طلباء دروازے کی جانب دوڑے تھے تو کچھ ابھی بھی ان کو سننے میں مگن تھے ان میں دعا بھی تھی۔ پروفیسر کے آخری لفظوں کو جلدی سے ذہن نشین کر کے وہ رجسٹر پر لکھ رہی تھی جب میا اس کے کان کے پاس پھسپھسائی۔

"ہے تم اتنی چپ کیوں ہو آج؟"

پروفیسر اپنا سامان اکھٹا کر کے کلاس سے باہر نکل رہے تھے دعا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں تو تمہیں ایسا کیوں لگا۔ "

آخری لفظ لکھ کر اس نے رجسٹر بند کیا اور اسے اپنے دو بدریوں والے بیگ میں ڈالنے لگی۔

"کیوں کہ تمہارے منہ پر لکھا ہے کم آن ہم دوست ہیں اب بتا بھی دو۔"

میا نے اسے کہنی ماری تھی۔

"بالکل اب بتا بھی دو کیا بات ہے۔"

ڈیوڈ نے اوپر والی رو سے گردن نکال کر کہا تھا۔

"ہاں اب بولو بھی۔"

اس کا پورا گینگ بول اٹھا پوری کلاس خالی تھی سوائے دعا اور اس کے "#بڈیز" کے

اس نے گہرا سانس لیا۔

"کل رات ہمارے اپارٹمنٹ میں چور آ گیا تھا۔" اس نے افسردگی سے کہا۔

"اوہ تم ٹھیک ہو۔" مائیکل یکدم پریشان ہوا۔

"ہاں مجھے کیا ہونا ہے جب چور آیا تھا تو میں سو رہی تھی مجھے پتا ہی نہیں چلا وہ کب

آیا اور کب گیا البتہ میری بہن کا اس سے سامنا ہوا تھا۔"

"کہیں اس نے تمہاری بہن کے ساتھ کچھ کر تو نہیں دیا وہ ٹھیک ہے نا۔"

میا کی پریشانی بھی عروج پر تھی۔

"ہا اس کی اتنی جرات میری بہن پوری جلاد ہے مار بھگایا اس نے چور کو وہاں سے لیکن مجھے ایک بات ستائے دے رہی ہے وہ چور آیا کیسے ہمارے گھر سی سی ٹی وی فوٹیج میں بھی وہ کہیں نہیں ہے ہمارا مین ڈور اور ونڈوز وغیرہ بھی سب بند تھیں ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔"

ڈیوڈ ہنسا دعا نے سخت گھوری اسے لگائی وہ کھسیا سا گیا۔

"یار لگتا ہے تم بھول رہی ہو یہ اکیسویں صدی ہے یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے تالے توڑنا تو عام بات ہے تم بس یہ شکر کرو کہ تمہاری بہن ٹھیک ہے اور کوئی نقصان وغیرہ نہیں ہوا ویسے جس حساب سے چور خالی ہاتھ لوٹا ہے اس سے ثابت ہو رہا ہے تمہاری بہن واقعی جلاد ہے۔"

بولا اور بول کر اپنے پاؤں پر کلہاڑی خود ماری دعا نے پوری قوت سے جھک کر اس کے گھٹنے پر بیگ مارا تھا وہ بے چارہ کر اہا اٹھا باقی سب کے دبے دبے قہقہے۔

"خبر دار جو میری بہن کو تم نے جلاد کہا تو۔"

شیرنی کی طرح غراتے ہوئے وہ اسے آنکھیں دکھاتی وارن کر رہی تھی ڈیوڈ دونوں ہاتھ کھڑے کیے اسے سن رہا تھا۔

"اسے جلاد کہنے کا حق صرف میرے پاس ہے آئی سمجھ۔" اور پھر یکدم وہ کچھ کھٹکنے پر پوری اس کی طرف گھومی۔

"تمہیں کیسے پتا چور بالکل خالی ہاتھ گیا ہاں؟"

تفتیشی افسر کی طرح وہ پوری شکی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جیجس تم تو دوستوں پر بھی شک کرتی ہو سمپل سی بات ہے اگر چوری ہوئی ہوتی تو تم سب سے پہلے چرائی گئی چیزوں کا بتاتی۔"

دعا نے پانی کی بوتل لبوں سے لگانے کے بعد کہا۔

میں پھر بھی سب سے پہلے اپنی بہن کا ذکر کرتی چیزیں "ڈزنٹ میٹر سسٹر میٹرز۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔"

جہاں دعا اپنے دوستوں کے ساتھ زور و شور سے بحث میں لگی تھی وہیں دوسری جانب طاہر گوندل تفتیشی افسران کے ساتھ بیٹھے غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے۔

"کمال کرتے ہیں آپ لوگ کل رات میرے گھر چور گھس آیا میری بیٹی کو اس نے حراساں کرنے کی کوشش کی اور آپ لوگ کہتے ہیں کوئی بھی کلیو نہیں ملا ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ سی سی ٹی وی میں وہ نہیں دکھ رہا کسی بھی کیمرے میں اسکا وجود نہیں میرے گھر کے اندر وہ کیسے داخل ہوا کونسا تالا توڑا آپ لوگوں کو گھنٹے بیت گئے پتا ہی نہیں چلا۔ یہ صرف ایک چوری کا معاملہ نہیں ہے میری بیٹی کی جان بھی جا سکتی تھی۔ میں دو گھنٹے مزید تمہیں دیتا ہوں اس شخص کو ڈھونڈو نہیں تو تم لوگوں کی ریپورٹ بھی کرنی ہو گی مجھے۔"

وہ میز پر ہاتھ مارتے غصے میں پھنکار رہے تھے تفتیشی افسران نے زچ آتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"سر آپ ہمارا یقین کریں کل رات کوئی بھی آپ کے گھر اندر داخل نہیں ہوا اگر ہوتا تو اس کے پاؤں کے نشانات یا اسکے فنگر پرینٹس مل جاتے یا پھر وہ کچھ بھول جاتا لیکن ایسا کچھ بھی ہمیں نہیں ملا ضرور وہ کوئی ماہر چور ہو گا یا پھر کچھ اور لیکن آپ کے سامنے ہم نے اتنے گھنٹے چھان بین کی ہے کچھ بھی تسلی بخش نہیں مل سکا ہے لیکن پھر بھی اگر آپ مطمئن نہیں ہیں ہم ایک بار پھر سے سٹارٹ کر دیتے ہیں۔"

طاہر جھنجھلا گئے۔

"کچھ بھی کرو لیکن اس چور کو ڈھونڈو اور میرے سامنے لا کھڑا کرو ورنہ تم لوگ گئے کام سے۔"

کف نکالتے ہوئے وہ وہاں سے اٹھے تھے تفتیشی افسران نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ان کے جانے کے بعد ایک کال ملائی۔

"ہے جوس رائن کو ریڈی کرو۔"

"وہ تیری گرل فرینڈ کبھی نہیں بنے گی۔۔"

اس ہی زردی ملی دوپہر میں جب ہر طرف لوگوں کا غلہ نظر آتا تھا خوشیوں بھرے قہقے گلیوں کوچوں میں گونجتے تھے تو بورک کی جم میں براق شاہ پک ڈک مشین پر بیٹھا اپنے دونوں ہاتھوں سے مشین کی راڈ کو کھینچ رہا تھا ایسا کرنے سے اسکے ہاتھوں سمیت چھاتی کی بھی رگیں کھینچ جاتیں گھر گھر کی آواز کے ساتھ وہ اپنے ورک آؤٹ میں بزی تھا جب اسد اس کے سر پر پہنچا۔

"سنا ہے تم اب چور بھی بن گئے ہو۔" زبردست چوٹ کرنے کے سے انداز میں وہ تھری پیس میں کھڑا ڈریس پینٹ کی جیب میں ایک ہاتھ ڈالتا اس بر برسنے کے موڈ میں تھا۔ باکسر نے چہرا اٹھایا ماتھے پر پھسلتے پسینے کے قطرے اس بات کی شہادت دینے لگے کہ کافی گھنٹوں سے محنت کی جا رہی ہے چہرا اٹھانے پر پسینہ کنپٹی سے

رڑھکتا ہوا گردن پر گرنے لگا۔

"درست سنا۔" ہانپتی آواز کے ساتھ ائبرو جیولری سے سجی آنکھ مارتے ہوئے کہا اسد خون خوار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔

"تو پھر کیا چوری کیا؟" پسینے سے چپکے نیلے بنیان والا مشین کو روک کر اسے دیکھنے لگا اسکے شارٹس بھی گیلے تھے مشین روک دی یعنی اسکا ورک آؤٹ مکمل ہوا۔

"اس کا اعتماد خود پر یقین اور۔" دونوں ہاتھوں کو باہم ملا کر وہ آگے کو ہوا پس منظر سے بہت سے باکسرز، فائٹرز کے مشینز یوز کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"اور اس کی سوچ۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر اس ویل ڈریسڈ انسان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہا تھا اسد نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تیرا اسٹینڈر نہیں ہے براق جو ظاہر ہے نا بڑی کوئی اونچی چیز ہے عام بندہ نہیں ہے وہ اس سے پنگا نہ لے میں نہیں چاہتا اخبار کی سرخیوں میں تو چور کے نام سے پڑھا جائے۔"

چوڑے شانوں اور مضبوط عیاں مسلز والا فائٹر مسکایا تھا سخت آنکھوں سے طنزیہ مسکان۔

"جو براق شاہ ہے نا۔ بڑی۔ وہ بہت۔"

بہت کو لمبا کھینچ کر اس نے خاص انداز میں خم دیا۔

"بہت ہی کمینی چیز ہے اور اس کی پہنچ کہاں تک ہے وہ اس کا ایک بھائی ہے کیا نام ہے اسکا۔" پر سوچ انداز میں اس نے تھوڑی پر ہاتھ رکھا اسد یونہی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ "ہاں۔" شناسائی کی رمق جاگی۔ "اسد اسے پتا ہے وہ جانتا ہے کسی کے باپ کی جرات نہیں ہے براق شاہ کے بارے میں اخبار میں وہ چیز چلانا جو وہ خود نہیں چاہتا براق شاہ کا سٹینڈرڈ کوئی عام نہیں وہ تو ایک بار استعمال کی ہوئی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتا برانڈ ہے وہ چلتا پھرتا۔"

اسد نے گہری سانس بھری۔

"ایسی بات نہیں ہے وہ ایک حجابی لڑکی ہے شریف ہے، وہ یہ ون سٹینڈ نائیٹ افورڈ

نہیں کر سکتی۔"

اسد جھنجھلا گیا تھا براق نے اسے جتاتی نظروں سے دیکھا۔

"ون سٹینڈ نائیٹ کس نے کہا وہ مجھے صرف ایک رات کیلئے نہیں چاہیے اور نہ ہی کچھ دنوں کیلئے۔" اس نے بالی میں سجے تکون موتی والی ابرو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"پھر؟" اسد کو جھٹکا لگا کہیں معاملہ شادی تک تو نہیں پہنچ گیا براق کھڑا ہوا۔

"پھر یہ کہ وہ مجھے اپنی گرل فرینڈ کے طور پر چاہیے ایک رات نہیں چند عرصے کیلئے اور ہاں اگر وہ حجابی ہے تو کیا موتا بھی تو حجابی تھی نا۔"

اس نے اپنی ایکس ٹرکش گرل فرینڈ کا حوالہ دیا۔

وہ چلنے لگا تھا اسد بھی اسکے ساتھ مڑا۔

"موتا کی بات اور تھی وہ حجابی تھی شریف نہیں۔"

وہ دونوں چلتے ہوئے جم کے ڈریسنگ روم میں آئے وہاں دونوں دیواروں پر اوپر سے لیکر نیچے تک سلور وارڈروب لگی تھیں ہر کسی کے الگ الگ خانے تھے۔ ٹاول

بوائے کھڑا وہاں ایک لمبے بینچ پر رکھے ٹاول اٹھا رہا تھا۔ براق نے آگے بڑھ کر ایک لاک کھولا وہاں سے ٹاول نکالا بنیان اتار کر اس بینچ پر پھینکا پھر منہ گردن بازو چھاتی ٹانگیں پونچھیں اور ٹاول بینچ پر اچھال دیا۔ پی کیپ پہنے بوائے نے ٹاول اٹھایا اور اس باسکٹ میں ڈال کر باہر چلا گیا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک کہا یہ جو سُولیم ہے نا کچھ زیادہ ہی شریف ہے لیکن اب کیا کریں بھئی اب تو براق کی نظر اس پر پڑ گئی ہے اور ویسے بھی میں اس کے ساتھ ریلیشن میں رہنا چاہ رہا ہوں کونسا باقیوں جیسا سوچ رہا ہوں براق شاہ کی گرل فرینڈ ہونا کوئی عام بات نہیں۔"

ٹاول گاؤن اٹھاتا وہ شاور کے لئے ریڈی تھا۔

"وہ تیری گرل فرینڈ کبھی نہیں بنے گی۔"

اسد نے مایوسی سے کہا۔

"نہ بنے میں تو اسکا بوائے فرینڈ بن چکا ہوں نا اور یوں بھی اب وہ مجھے اگنور نہیں

کرے گی وہ جلد ہی براق شاہ کے ساتھ چلتی دکھے گی۔"

اسد کا شانہ تھپکتا وہ باتھ میں گھس گیا۔ سُولیم کا سراپا اسد کی نظروں میں لہرایا پھر اس نے کندھے اچکا دیے براق کے لئے کونسا کچھ مشکل ہوتا تھا۔

"چور پکڑا گیا ہے۔۔'

چمکیلی صبح کی سرد تاریک شام ہو چکی تھی پرندوں کے غول اپنے اپنے آشیانوں میں لوٹ رہے تھے۔ انسان سڑکوں کو زندہ کئے مستیوں میں مگن دو دن بعد آنے والی کرسمس کی تیاریوں کو دیکھتے خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے شاپنگس عروج پر تھیں سٹالز زندہ تھے ایسے میں وہ ذہنی تھکن کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔ دعا اور چاچو حسب معمول ابھی نہیں لوٹے تھے وہ فریش ہو کر نماز پڑھ کر لاؤنج میں نیچے کارپیٹ پر بیٹھی تھی سیل پر وہ ٹرکر کا آنے والا میسج پڑھ رہی تھی جب اس کا فون ایک نئے میسج سے چمک اٹھا وہ واٹس ایپ میسج

تھا اور چاچو کا تھا۔

"چور پکڑا گیا۔' ساتھ میں اسکا نام تصویر اور چند ایک ڈیٹیلز تھیں اس نے اینجل والا ایموجی چاچو کو بھیجا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کیئے نیم دراز ہو گئی۔

"ہیلو سُولیم۔"

بھاری مسکراتی مردانہ آواز سن کر وہ جھٹکے سے آنکھیں کھول کر اٹھی اس کا دل حلق میں دھڑکنے لگا تھا۔ کھڑے ہوتے ہوئے مڑ کر دیکھا اور یکدم اسکا دل نیچے گر گیا وہ سامنے ہی کھڑا تھا بلیک پینٹ کے ساتھ گرے کھڑے کالر والا گھٹنوں تک آتا کوٹ پہنے بھورے بال طریقے سے سیٹ کیئے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

سُولیم دکھ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئی۔ وہ وائیٹ کھلی شلوار اور چھوٹی پیرٹ کلر کی انگ رکھا سٹائل کی فراک میں کھڑی تھی فراک کے رنگ کا سلک کا

سٹولر اس کے دائیں شانے پر لٹک رہا تھا وہ جانتی تھی بیس پچیس منٹ تک کوئی نہیں آئے گا اور جو بھی آئے گا دروازہ ناک کر کے آئے گا یوں بھی دروازہ لاکڈ تھا تبھی وہ بالوں کی اونچی ڈھیلی ٹیل پونی باندھے ریلیکس سی آ کر بیٹھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا کہ کوئی چوری چھپے بھی اس کے گھر داخل ہو سکتا ہے وہ بھی اس صورت میں جب ان کے اپارٹمنٹ کے باہر سپیشل سے گارڈز پہرا دے رہے ہوں۔

"میں نے تمہیں آج بہت مس کیا سنا ہے وہ چور پکڑا گیا جو گزشتہ رات تمہیں حراساں کر کے گیا تھا۔"

سُولیم نے شاک سے نکل کر جھٹ سٹولر سر پر لپیٹا اور اس سے ہی نقاب کر لیا۔

'ویسے تمہیں نہیں لگتا کسی بے چارے بے قصور کو اس بات کی سزا دینا اچھا نہیں ہے جو اس نے کی ہی نہ ہو۔"

وہ دو قدم آگے بڑھا تھا سُولیم کی آنکھوں میں دکھ سے پانی بھر گیا جسے اس نے فورا ہی پیچھے دھکیلا تھا۔

"میرے گھر سے نکلو۔" وہ دبے دبے غصے سے غرائی۔

"پہلے خود کو تو ادھر سے نکالو۔' اس نے دماغ کی جانب اشارہ کیا۔" پھر تمہارے گھر سے بھی نکل جاؤں گا۔"

"میں پولیس کو تمہارا نام دونگی اور تہاری یہ خوش فہمی کہ میں تم سے ڈر گئ ہوں اسے تمہارے منہ پر ماروں گی۔"

وہ ہنسا تھا دو قدم مزید آگے آیا۔

'بے بی کیا تم چاہتی ہو تمہارا میرے ساتھ سکینڈل بنے اگر یس تو شوق سے دو کیونکہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

سُولیم نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"تم ایک قابل نفرت انسان ہو وہ جس سے گھن آئے۔"

"اور تم قابل محبت وہ جس سے کشش آئے مان جاؤ ڈارلنگ ہم ساتھ اچھا وقت بتائیں گے تم میں اور جنت میں تمہیں وہ سب دونگا جو آج تک تمہیں کسی نے نہ دیا

ہو میں تمہیں پرنسس بنا دونگا۔"

سُولیم کا دل کیا وہ اس انسان کا منہ نوچ لے اسکا رونے کو بھی دل چاہا اتنے غلیظ لفظ ایس گھٹیا چاہ اتنی گندی باتیں۔

'تمہیں شرم آنی چاہیے یہ بکواس کرتے ہوئے بھی خدا کا ذرا بھی خوف نہیں ہے تمہیں۔"

وہ روہانسی ہو گئی تھی آواز بھی گیلی سی نکلی براق نے شانے اچکا دیے۔

ویل خوف لفظ میری ڈکشنری میں کہیں نہیں ہے تو بولو اس حاکم کی ملکہ بننا ہے تمہیں۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے گارڈز گارڈز۔۔"

وہ پھر ہنسا۔

'تمہاری ہاں یا نا قطعی معنی نہیں رکھتی کیونکہ فیصلہ میرا اجازت بھی میری سو۔" وہ پھر آگے بڑھا دو قدم اب ان دونوں کے درمیان صوفہ تھا۔

"بی ریڈی فارمائی۔ 'اسنے سینے پر ہاتھوں سے دل بنایا تھا۔

"گارڈز۔۔۔" وہ حلق کے بل چلائی گارڈز حواس باختہ بھاگ کر آئے۔

"یس میم۔'

دروازے کی جانب منہ کر کے وہ چلا رہی تھی گارڈز کے ساتھ دعا بھی پریشان سی اندر آئی۔

"سُولیم۔" وہ اسکی کہنی تھامے کہہ رہی تھی

"یہ اندر۔" جونہی سُولیم نے چہرہ گھمایا فق رہ گئی وہ جگہ خالی تھی جہاں وہ کھڑا تھا اس نے چار بار پلیکیں جھپک کر ادھر دیکھا کوئی نہیں تھا دعا کا سوچ کر اس نے فوراً خود کو نارمل کیا۔

"وہ یہاں چھپکلی گری تھی۔"

مری مری مدھم آواز میں بولی۔

"کیاااا۔۔ 'دعا نے بیگ ایک گارڈ پر اچھالا دونوں ہاتھ جھلاتے ہوئے دوسرے

گارڈ کو نشانہ بنایا اور صوفے پر چڑھ کر چیخیں مارنے لگی۔

سُولیم نے بے اختیار اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا حد ہے اس کی بھی گارڈز بے چارے ہونق سے اس نادیدہ چھپکلی کو ڈھونڈنے لگے۔

ادھر چاچو جو اپارٹمنٹ کے پاس ہی پہنچے تھے چیخیں سن کر گولی کی سپیڈ سے اندر آئے وہاں کا منظر کچھ یوں تھا دعا صوفے پر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی سُولیم ہاتھ سے نقاب پکڑے اسے ریلیکس رہنے کا کہہ رہی تھی اور گارڈز چوزے بنے زمین پر کچھ تلاش رہے تھے۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔"

چاچو کا بوکھلایا سا چہرا متفکر آواز سُولیم نے فرصت سے ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھے وہ کتنے پریشان اور ڈرے ہوئے دیکھتے تھے کیا وہ انہیں اور پریشان کرے گی۔

"کچھ نہیں چاچو بس چھپکلی گر گئی تھی اس وجہ سے یہ خوف ذدہ ہے۔'

اس نے چور کے سے انداز میں کہا۔ چاچو پہلے چونکے پھر دھاڑتے ہوئے گارڈز کو

جانے کا کہا اور اس کے بعد ایک غصے سے بھرپور ڈانٹ بے چاری دعا کو سننی پڑی۔

'چھپکلی تھی کوئی ڈائناسار نہیں آگیا تھا جو تم یوں قبر میں پڑے مردوں کی طرح دھاڑ رہی تھیں۔ حد ہے بچپنے کی بھی ایسا چلتا رہا نا تو میں نے تم دونوں کو واپس پاکستان بھیج دینا ہے جانتی بھی ہو کل سے جان حلق میں اٹکی ہوئی ہے میری پھر بھی اس طرح کی حرکتیں کرنے سے باز نہیں آتے سن لو دعا، مجھے مجبور نا کرو کہ میں کوئی اہم قدم اٹھا لوں۔"

وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتے وہاں سے چل دیے ان دونوں کو دروازہ زور سے مار دینے کی آواز آئی تھی۔ سُولیم نے شرمندگی سے دعا کو دیکھا جو اپنے آنسو صاف کر رہی تھی یہ آنسو چھپکلی کی آمد کی وجہ سے تھے۔

'ایم سوری دعا۔" سُولیم نے اسکا سر شانے سے لگا کر کہا تھا۔

"ارے ہٹو بھی کیسی سوری چھپکلی کا بتا کر میری آدھی زندگی تو تم نے ختم کر دی ہائے اب میں رات کو کیسے سوؤں گی پتا نہیں کہاں چلی گئی ہو گی وہ۔" اس کی نظریں

اطراف میں دوڑ رہی تھیں سُولیم نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔

'تو تم چاچو کی ڈانٹ کی وجہ سے نہیں رو رہی؟"

"ہا تمہیں ایسا لگا مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کون روتاا۔۔۔" چاچو دروازہ کھول کر باہر آرہے تھے شاید انہوں نے خود کو شانت کر لیا تھا۔ دعا نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر اسکا تبخیری دماغ جمع تفریق کرنے لگا ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی سُولیم یکدم بوکھلائی اور چاچو انتہا سے زیادہ شرمندہ ہوئے۔

"جب دیکھو مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں چھپکلی تھی لیکن میرے لئے تو وہ ہمیشہ ڈائناسار سے بھی بڑھ کر ڈراؤنی ہوتی ہے جانتے بھی ہیں مجھے اس سے کتنا ڈر لگتا ہے پھر بھی پھر بھی مجھے ہی برا بھلا کہنا ہے میں آج ہی ممی کو فون کرونگی مجھے الگ اپارٹمنٹ میں شفٹ کریں مجھے نہیں رہنا ان کے پاس کاش میرے اصل ماں باپ مجھے مل جائیں۔"

جھوٹے نادیدہ آنسوں اور سوکھی ناک کو بار بار پونچھتی ہوئی وہ بولے جا رہی تھی۔

سُولیم نے نا سمجھ آنے والے انداز میں اسے پھر چاچو کو دیکھا جو دعا کے پاس بیٹھ رہے تھے۔

"میں نے سوچا تھا جب ہمیں کرسمس کی چھٹیاں ملیں گی تو ہم لندن سے باہر گھومنے جائیں گے اچھے سے ہوٹل میں پورے دو دن لگاتار بریک فاسٹ لنچ اور ڈنر کریں گے_ خوف ناک رائیڈز لیں گے، لوگوں کو چلتے مہذب انداز میں چھیڑیں گے ان کے ساتھ پرینک کریں گے ایک فیملی ویڈیو بنائیں گے اور اسے اپنے فیملی گروپ میں ڈال دیں گے تا کہ جو لوگ ایسا فن نہیں کر سکے ہیں وہ ہم سے جیلس ہوں لیکن چونکہ سُولیم۔"

وہ مسکراہٹ دباتے سُولیم کی جانب مڑے۔

"کوئی دوسرے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہونے کا کہہ رہا ہے اور وہ اپنے اصل والدین کی تلاش میں بھی ہے تو ایسا کرتے ہیں آپ اور میں چلتے ہیں کیونکہ یہ ایک پیور فیملی ٹریپ ہوگا اڈاپٹڈ کو ساتھ لے جانا جبکہ وہ خود بھی نہیں چاہتی اچھا نہیں ہے_ ہے

نا۔"

دعا نے انتہائی خشمگیں نظروں سے سُولیم کو گھورا اور پھر اپنے گھٹنے کے ساتھ لگ کر بیٹھے طاہر کو۔

"جھوٹے لوگ جھوٹی باتیں۔"

طاہر نے جیب سے تین ٹکٹس نکال کر ٹیبل پر دھریں دعا کی آنکھیں چمکیں لیکن اسنے اپنے اچھلتے دل کو ڈپٹ دیا ایگو بھی کوئی چیز ہوتی ہے یار۔

"ہنہ جیسے یہ اڈاپٹڈ مری جا رہی ہے نا جانے کے لئے کیلی فورنیا لیکر جائیں گے ہمیں آئے بڑے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر جانے لگی جب طاہر نے اسکا ہاتھ تھام لیا دعا نے مڑ کر نہیں دیکھا بس اپنا ہاتھ جھٹک کر چھڑوانے لگی۔

"لیکن ہم تو مرے جا رہے ہیں نا اپنی بیٹی کو ساتھ لے جانے کیلئے۔"

دعا کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی لیکن آواز سخت کر کے بولی۔

"یار سُولیم اپنے ڈیڈی سے کہو میرا ہاتھ چھوڑیں نہیں تو۔"

طاہر نے اسکا ہاتھ کھینچا وہ دھڑام سے صوفے پر گر گئ۔

"میرا بچہ۔" طاہر نے اسے سینے میں چھپایا دعا کے اندر تک طمانت اتر گئ۔ طاہر نے مسکراتے ہوۓ انہیں دیکھتی سُولیم کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا وہ اٹھ کر انکے پاس آئ طاہر نے دوسرا بازو پھیلا کر اسے بھی اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تم دونوں میں جان ہے میری، ڈر جاتا ہوں تبھی غصہ کر جاتا ہوں مجھ سے خفا نا ہوا کرو مجھے نیند نہیں آتی پھر

انسان بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن عکس ہمیشہ جوان رہتا ہے تم دونوں میرا عکس ہو میری زندگی کی کمائی۔"

دعا نے اسے آنکھ ماری تھی سُولیم پر سوچ انداز میں ان کے سینے سے لگی رہی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی میں کیا کروں اور کیا نہ۔"

سرد رات میں وہ اپنے لیپ ٹاپ پر ٹائپ کر رہی تھی۔ دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا کثافت ضرورت سے زیادہ تھی۔ وہ دعا سے بھی ڈسکس نہیں کر سکتی تھی کہ وہ براق کی پاگل کی حد تک فین تھی چاچو کو اس لئے نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ ان دونوں کے لئے حد سے زیادہ کانشس تھے وہ واقعی دعا کا ماسٹر درمیان میں چھڑوا کر انہیں پاکستان بھیج دیں گے کیا وہ دعا کا یہ خواب درمیان میں تڑوا دے گی ہر گز نہیں۔

'کس کو بتاؤں کس کو نہ آپا کو کہا تو انہوں نے فوراً اما کو بتا دینا ہے اور بھائی نے چوچو کو پھر آؤ دیکھنا ہے ناتاؤ فوراً پاکستان کی ٹکٹ کروا دینی ہے نہیں، پھر بچا طلحہ تو اس نے یہاں آدھمکنا ہے جذباتی ہے کچھ الٹا سیدھا کر دیا تو اور شاکر اگر اس سے کہا تو اس نے فوراً سے نکاح پڑھوا لینا ہے خدایا پلیز مجھے اس آزمائش سے نکال دیں اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دیں اللہ پاک پلیز مجھے بھٹکنے نہیں دینا۔"

سکرین کو تاریک کر کے وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی دعا کو دیکھا جو ابھی کچھ دیر قبل کہہ رہی تھی میں کیسے ایکسائٹمنٹ سے سوؤں گی تو سنیں اس کے خراٹے پورے کمرے میں

گونج رہے تھے۔ دعائیہ کلمات پڑھ کر چار قل اور آیۃ الکرسی پڑھ کر خود پر دعا اور پورے کمرے میں پھونکنے کے بعد وہ سیدھی سائیڈ پر کروٹ لیکر لیٹ گئی اس کے لب اب سونے کی دعا اور کلمے پڑھ رہے تھے کمرے میں اندھیرا تھا اسے جلد ہی نیند نے آن گھیرا۔

کچھ وقت گزرا تو کمرے میں کونے پر رکھے چھوٹے سے صوفے پر ایک وجود آ بیٹھا اور اسے فرصت سے دیکھے گیا اس نے اسے نظروں میں تب تک اتارا جب تم آسمان پر سرخ لائن پڑنے کا شبہ نا ہوا۔

سورج نہیں نکلا برف گری_ آسمان نہیں دکھتا تھا بادل تھے ہوا نہیں تھی خشک سی خنکی تھی رنگ برنگی چیزیں عنقا ہوئیں سفیدی کا راج دور چل نکلا یہ کرسمس سے ایک دن پہلا کا دن تھا۔ سفیدی سے ڈھکے درخت دکانیں سڑکیں گھر رنگ رنگ کے برقی قمقموں تاروں اور بولز سے سجے تھے جگہ جگہ جگمگاتے کرسمس ٹری سر اٹھائے راجہ بنے کھڑے تھے۔ سینٹا کلاس کے سوٹ میں ملبوس لوگ ادھر ادھر

منڈلاتے کرسمس پارٹی کے دعوت نامے بانٹتے پھر رہے تھے تو کوئی سٹالز اور سیل کے پمفلٹ بانٹ رہے تھے۔ گھروں میں سپیشل بریک فاسٹ کی خوشبوئیں پھیل رہی تھیں بالکل ایسے ہی اس اکویریم فلور والے گھر میں بھی اشتہا انگیز ناشتے کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ سفید کرسٹل کی ڈائننگ ٹیبل کے گرد اسد اور براق بیٹھے تھے دو سر جھکائے سرونٹ مودب سے دونوں سائیڈ پر کھڑے تھے اور کچن سے مس انڈیا رتیکا کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ براق کی نئی گرل فرینڈ تھی اور دونوں آجکل خاصے سرخیوں میں آ رہے تھے۔

"یہ مجھے پسند نہیں۔' اسد نے ٹانگ جھلاتے ہوئے منہ بسورتے کہا براق نے چونک کر سیل سے نگاہیں اٹھائیں۔

"تجھے کونسی میری گرل فرینڈ پسند آتی ہے؟" اس نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"تو کوئی طریقے کی بنائے تو بات ہے نا۔" رتیکا اٹھلاتی ہوئی ہاتھ میں باؤل تھامے وہاں آئی اور اسے میز پر دھر دیا۔

"بے بی تم اسے چکھو گے تو میرے ہاتھ کے ذائقے سے عش عش کر اٹھو گے۔"

براق پر جھک کر وہ اس کے کان میں سرگوشی کر رہی تھی۔ اسد کو اسکا کھلا گلا بے ڈھنگے کپڑے بڑے ہی عجیب لگے براق کے نزدیک وہ یہاں کا "شریف" باسی تھا۔

"ضرور۔" وہ بھی براق کے ساتھ ہی ٹک گئی۔

"تم بھی ٹیسٹ کرونا۔" اسد کی پلیٹ میں بھی اس نے پیلے رنگ کا عجیب و غریب مرغوب سا ڈالا اسد نے شیور کہہ کر ایک چمچ اسکا لیا باقی وہ اوٹس کھاتا رہا۔

"ہنی میں چاہتی ہوں کہ ہم کرسمس کی چھٹیوں میں کہیں چلیں پھر اسکے بعد تو میری شوٹنگ ہے اور تم بھی بزی ہو جاؤ گے۔"

چمچ چمچ مرغوب منہ میں ڈالتی وہ لاڈ سے اسے کہہ رہی تھی اسد نے نگاہیں اٹھا کر براق کو دیکھا۔

"ہاں کیوں نہیں میں بھی لیوز چاہ رہا تھا ہم دوپہر کو ہی کہیں نکلتے ہیں اسد۔" کہتے ساتھ اس نے اسد کو مخاطب کیا۔

"میرا جیٹ ریڈی کروا دینا اور یار جو تھوڑے بہت کام ہیں انہیں تم دیکھ لینا میں ساتھ آٹھ دن تک واپس آؤں گا۔"

رتیکا نے اپنے گلابی ہونٹوں سے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"آآ سو سویٹ آف یو۔"

"ہاں میں تو تمہارا نوکر ہوں نا۔" دل میں بڑبڑا کر اس نے جیب سے سیل نکالا اور رتیکا #آؤٹنگ #نیو گرل فرینڈ لکھ کر سینڈ کر دیا۔ براق جانتا تھا یہ میسج اڑ کر کہاں گیا ہے

تبھی ناک سے مکھی اڑا کر وہ رتیکا کے ساتھ باتوں میں مگن ہو گیا۔ پریس کانفرنس سے نکل کر وہ اپنا سیاہ لیس والا پرپل دوپٹہ سیٹ کرتی کہنی پر پرس ٹکائے گارڈز کے ہمراہ باہر آ رہی تھیں۔ وہ ایک این جیو کی آنر تھیں جب سیل کی بیپ پر انہوں نے ہاتھ میں تھاما ایپل موبائل کا لاک کھولا اور بی ٹو یعنی بیٹا ٹو کے نام سے آنے والے میسج کو پڑھنے لگیں ان کا ماتھا کھینچا تھا جھٹ کال ملائی۔ کاریڈور سے چلتے ہوئے وہ باہر

آئیں۔

'اسلام علیکم اسد کیسے ہو؟"گاڑی میں بیٹھتے ہوئے وہ شائستہ سی پوچھنے لگیں

دوسری جانب اسد نے ابھی چند ہی نوالے لئے تھے جب اس کا سیل بجنے لگا براق نے بالی کو چھیڑتے ہوئے ایک کڑی نگاہ اس مخبر پر ڈالی جو ایکسکیوزمی کہتا وہاں سے اٹھا تھا۔

"وعلیکم اسلام آنٹی میں ٹھیک آپ کیسی ہیں۔"

ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے منہ صاف کرتے ہوئے وہ تیز تیز چلتا اس گھر سے باہر لان میں آیا جہاں مرمیڈ فاؤنٹین زور و شور سے بہہ رہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے اس براق کو تم سنبھال نہیں سکتے اب وہ ریتیکا سیر ئسلی کہاں جا رہا ہے اس کے ساتھ۔"

وہ گویا اس لڑکے سے ناک تک عاجز آچکیں تھی شادی کرتا نہیں اور ایسی حرکتیں کر کے بلاوجہ ان کا فشار خون بلند کر دیتا تھا۔

"وہ بے لگام گھوڑا ہے آنٹی میرے بس میں نہیں۔" گہری سانس بھرتے کہا۔

"ناروے جا رہا ہے "انڈر" (یورپ کا پہلا انڈر واٹر ریسٹورنٹ جسکا نام انڈر رکھا تھا نارویگن میں انڈر کا مطلب ونڈر ہوتا ہے ونڈر یعنی حیران۔ یہ ریسٹورنٹ ناروے کے ساؤتھ میں واقع ہے اور اس کی شکل ایک بڑے کنکریٹ ٹیوب کی مانند ہے۔ یہ پانی کے اندر بنایا گیا ریسٹورنٹ نارویگن آرکیٹیکچر "سنوہیٹا" کا ڈیزائن کردہ ہے جنہوں نے "اوپیرا ہاؤس" بھی بنایا تھا اس ریسٹورنٹ میں اٹھارہ کورس میل مہیا کئے گئے ہیں جو کہ لوکل انگریڈئنٹس اور سی فوڈ سے بنائے گئے ہیں۔ ایک انسان 430$ پر ہیڈ ہے جس میں ڈرنکس بھی شامل ہیں یہ یقینا ایک زبردست اضافہ ہے سی لورز کے لئے اور براق تو تھا ہی پانی کا رسیا) وزٹ کرنے کل اوپننگ ہے اسکی اور میں اسے منع نہیں کر سکتا اگر رتیکا نہ ہوتی تو کسی کے بھی ساتھ اس نے چلے جانا تھا۔'

فردوس کو غصہ آیا۔

NC

"یہ سب فاروق کی ڈھیل ہے جو یہ اتنا سر چڑھ گیا ہے ٹھیک ہے گرل فرینڈ رکھنے سے منع نہیں کیا لیکن کسی ایک پر تو اکتفا کرے جس حساب سے آئے روز وہ لڑکیاں تبدیل کرتا ہے مجھے فکر ہے شادی کیسے نبھائے گا۔"

اسد ہنسا۔

'یہ تو آپ نے ٹھیک کہا شادی اور وہ سکے کے دو رخ ہیں جو کبھی آپس میں مل نہیں سکتے آنٹی میں تو کہتا ہوں اسے واپس پاکستان بلا لیں یا پھر آپ لوگ یہاں شفٹ ہو جائیں فیملی کا ساتھ بہت میٹر کرتا ہے۔"

اسکا لہجہ افسردہ ہو گیا تھا۔ جاپان میں آئے زلزلے میں اسکا پورا خاندان دھنس گیا تھا شاید اسکی زندگی تھی تبھی وہ اس وقت لندن میں تھا اور بچ گیا تھا۔ کبھی کبھی اپنی فیملی کی یاد بہت زور سے اسے آتی تھی لیکن یاد کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی کسی بھی وقت آسکتی ہے اس یاد کے سہارے کونسا زندگی بیتنی تھی سو اس نے موو آن کیا براق کی محبت آنٹی انکل کے پیار میں خود کو مضبوط بنایا اور زندگی کو گھسیٹنے لگا۔

'تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا لیکن جانتے تو ہو یہاں ہمارا کتنا پھیلاوا ہے کیسے سمیٹ سکتے ہیں بس براق کے ریٹائر ہونے کا انتظار ہے اس کے بعد میرے دونوں بیٹوں نے میرے ساتھ ہونا ہے۔"

وہ اس کے لہجے میں پوشیدہ دکھ کو جان گئیں تھی تبھی معمولی سے انداز میں پیار جتایا اگر یہ کہا جائے کہ اسدان کا فرمانبردار بیٹا ہے تو کم نا ہو گا۔

"بالکل۔"

"ڈزنی لینڈ۔۔"

کرسمس کی چھٹیوں کی وجہ سے شاہراہیں اپنی رونقوں کی وجہ سے چمک دمک رہی تھیں۔ سرد موسم کی گرم سی خوشی ہر جانب پھیل کر ذی روح کو آؤٹنگ پر اکسا رہی تھی ان ہی چھٹیوں کے موسم میں لندن سے جہاز اڑ کر کیلی فورنیا کے شہر سانٹا آنا کے ائیر پورٹ جون ویانا میں لینڈ کر گیا۔ اس جہاز میں تین سوار تھے دو لڑکیاں اور

ایک مرد وہ تینوں مسافر ائیر پورٹ کے باہر رکی کیب میں بیٹھ گئے تھے وہ کیب اکیس منٹ کی مسافت طے کر کے انہیں آنا ہیم لے آئی تھی۔ ہلٹن ہوٹل کے سامنے ان کی کیب رکی وہ سب اس میں سے اتر کر اندر بڑھنے لگے وہ جیسے ہی جدید طرز کی لابی میں داخل ہوئے۔

ہوٹل "ہلٹن" میں خوش آمدید ہے کہہ کر انہیں وش کیا گیا۔

یہ ایک بہت بڑی بلڈنگ نما ہوٹل تھا جو بہت سے فلور ز پر مشتمل تھا بکنگ چونکہ آن لائن کرائی گئی تھی تو وہ سب تھکن اتارنے روم میں چل دیے۔ دعا اور سُولیم کا کمرا نمبر 433 اور 432 طاہر کا تھا۔ جدید طرز کی لابی میں سے گزر کر وہ کاریڈور میں پہنچے تھے۔ سفید ڈارک چاکلیٹ اور گولڈن کلر سکیم میں سجا یہ ہوٹل دعا کو بہت بھایا تھا۔ ہوٹل سٹاف ایک کمرے کے سامنے رکا یہ دعا اور سُولیم کا کمرا تھا سٹاف کے ایک ممبر نے بلیک رنگ کا کارڈ سفید دروازے کے سیاہ سے گول دائرے پر رکھ کر اسے سکین کیا سبز چھوٹا سے دائرہ ابھرنے لگا مطلب دروازہ ان لاک ہو چکا ہے

طاہران دونوں کے ساتھ ہی اندر آ گئے ہوٹل سٹاف اب ان سے لنچ کا پوچھ رہے تھے دعا نے آرڈر کر دیا۔

"اب بتائیں کہاں کہاں چلنا ہے۔" وہ ایکسائٹڈ سی طاہر کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"آرام تو کر لو پہلے تم۔" طاہر نے ایک بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"لو فلائٹ میں آئے ہیں کونسا ٹرین کا سفر کیا ہے جو آرام کر لیں۔"

دروازہ ناک ہوا یونیفارم میں ملبوس ایک آدمی ٹرالی گھسیٹتا اندر آیا اور ٹیبل پر کھانا سرو کرنے لگا۔

"سر، میم اور کچھ چاہیے تو انٹر کام سے ہم سے رابطہ کر لیجئے گا۔"

وہ مودب سا کہتا دروازہ بند کر کے باہر گیا تھا۔ سُولیم منہ دھوتی واش روم سے باہر نکلی تھی کھانا دیکھ کر اسکے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"آجاؤ آجاؤ تمہارا ہی انتظار تھا۔" چاچو نے اسے جگہ دیتے ہوئے کہا وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

'یار جلدی جلدی کھانا کھا کر ریڈی ہو پھر گھومنے بھی چلنا ہے۔" وہ یہاں کا سپیشل فوڈ کھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہاں پہلے ہم ڈزنی لینڈ چلیں گے۔" طاہر نے پی نٹ چکن کے ساتھ سفید چاول کا نوالہ لیتے ہوئے کہا۔

'ڈزنی لینڈ۔' دعا کوا چھو لگا سُولیم کی آنکھیں چمکیں۔

'یار ڈیڈی ہم بچے تھوڑی ہیں جو ڈزنی لینڈ جائیں گے مجھے کوئی نہیں جانا بچوں کی جگہ۔"

کانٹا پلیٹ میں پٹختے ہوئے وہ بُرا سا منہ بنا رہی تھی۔

"میرے لئے تو تم بچے ہی ہو کیوں سُولیم۔"

انہوں نے سُولیم کی تائید چاہی جو مل بھی گئی۔

"بالکل۔"

"تم تو چپ کرو بابا آدم کے زمانے کی انسان پتا نہیں کس نے تمہیں ڈاکٹر بنا دیا

خبر دار جو اس بد رنگی سنڈریلا پھٹی ہوئی فروزن اور وہ پچکے منہ والی انسٹاسیا اور ڈرزلی والی جگہ جانے کا سوچا بھی تم نے ہم کوئی وہاں نہیں جا رہے بس۔"

کھانا بدمزا ہو گیا تھا اس ڈزنی لینڈ کا سن کر دعا کا۔

"ایسے ہی نہیں جا رہے ہم ابھی کچھ منٹوں بعد وہاں کے لئے نکل رہے ہیں تمہیں نہیں جانا تو نہ جاؤ میں اور چاچو چلے جائیں گے۔"

چاچو نے بھی بڑے مزے سے آئبرو اچکائی تھی۔ دعا کا حلق تک کڑوا ہو گیا (ہنہ چاچو کی چمچی_ سنکی عورت بڈھی روح، ڈھیر سارا تھان لپیٹنے والا مردا، سڑی ہوئی مولی) چاچو نے اس کے منہ کے زاویے بگڑتے دیکھ ایک چمچ اسکے گھٹنے پر مارا تھا دونوں جانتے تھے وہ دل ہی دل میں ان دونوں کو گالیاں نکال رہی ہے۔

"میں کوئی نہیں جا رہی کہیں گندہ ٹرپ۔"

وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"ڈزنی لینڈ ہی کیوں؟" دعا کے جانے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے چاچو سے

پوچھا۔

"بس میرا دل چاہ رہا تھا۔' انہوں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت دعا کو تنگ کرتے ہیں اب وہ مجھ سے بھی خفا ہے۔" پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے وہ متفکر سا کہہ رہی تھی۔

'کوئی خفا نہیں ڈرامے باز ہے سب سے بڑی اب چلو فٹافٹ تیار ہو جاؤ ہم ڈزنی لینڈ جا رہے ہیں یاد ہے جب آپ تھرڈ ائیر میں تھیں۔'

سُولیم نے نرم لہجے میں ان کی بات کاٹ دی۔

"اور سب کا پروگرام ڈزنی لینڈ جانے کا بنا تھا کیلی فورنیا کے ڈزنی لینڈ لیکن ان لکی لی ان دنوں جب ٹکٹس وغیرہ سب کنفرم تھا تو مجھے چکن پاکس نکل آئے تھے اور میرا جانا ملتوی ہو گیا تھا پھر میں بہت روئی تھی۔ میری وجہ سے آپ بھی نہیں گئے تھے اور آپ نے مجھ سے پرامس کیا تھا کہ آپ مجھے ایک دن ضرور وہاں لیکر جائیں گے لیکن کام کی ذیادتی کی وجہ سے ایسا ہر سال ناممکن بنا رہا پھر اب آپ کو چھٹیاں ملی ہیں

تو آپ یہاں آ گئے ٹکٹس دیکھ کر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ "

"تم کافی ذہین ہو گئی ہو۔" طاہر نے محبت سے اس کے سر پر چپت لگائی وہ مسکا دی تھی۔

اور پھر چاچو کا کہا ٹھیک نکلا۔

گاڑی میں سب سے پہلے بیٹھنے والی دعا ہی تھی ہاں اسکا چہرا پھولا تھا لیکن وہ سینے پر ہاتھ باندھے سخت چہرے کو موڑ کر ان دونوں کو نظر انداز کئے باہر کی سڑک دیکھے گئی۔ ڈزنی لینڈ کے موٹی اینٹوں والی سڑک پر چلتے ہوئے بھی اسکا چہرا سوجا ہوا تھا اور ہاتھ سینے پر بندھے تھے۔ ڈھیر سارے لوگ جا بجا بکھرے تھے۔ فینٹسی ورلڈ یہاں پر آباد تھی کہیں مکی اپنی پونچھ کو ہلاتا یہاں وہاں چل رہا تھا تو کہیں کیپٹن امریکہ سینہ تانے کھڑا لوگوں کے ساتھ سیل فیاں بنا رہا تھا سنو وائٹ اپنے پیلے نیلے پوشاک کو جھلاتی چل رہی تھی تو شائے سی ریڈ رائڈنگ ہڈ اپنی پھولوں سے بھری باسکٹ لئے کھڑے تھی۔ سُولیم چاچو کی کہنی تھامے زور و شور سے باتیں کرتی ان

کریکٹرز پر تبصرے کرتی چل رہی تھی ان کے پیچھے روٹھی ہوئی دعا تھی۔

اور اس پیاری سی روٹھی ہوئی صورت کو خوشگوار موڈ میں بدلنے کے لئے سپائڈر مین آگے بڑھا تھا گویا اپنی شامت لگوائی تھی۔

"ہے پریٹی گرل تم اداس کیوں ہو اداسیاں اچھی نہیں ہوتیں۔"

وہ اس کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگا تھا جسے دعا نے غصے سے جھٹک دیا۔

"خبردار، جو مجھے ٹچ بھی کیا تو ہاتھ توڑ دونگی میں تمہارا آئے بڑے دو نمبر سپائڈر مین جعلی انسان، چائنہ کا مال۔"

وہ بے چارہ تو خفت سے پیچھے ہٹ گیا البتہ لوگوں کے دیکھنے پر چاچو نے مڑ کر اسے گھورا تھا۔

"جو لوگ پارٹی چینج کر لیتے ہیں نا مجھے سخت زہر لگتے ہیں۔"

اس نے سُولیم پر چوٹ کی وہ چاچو سے ہاتھ چھڑا کر اسکی کہنی پکڑ کر چلنے لگی۔

"اور جو لوگ بلاوجہ مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔"

ڈارک پرپل عبایہ میں اپنے بڑے سارے سٹولر جس نے اسکے پوری سے بھی زیادہ کمر اور آگے سے گھٹنوں سے اونچا اسے ڈھک رکھا تھا۔ سٹولر اس ڈیزائن کا تھا کہ اس پر چاروں اور سیاہ کلر کی لیس لگی ہوئی تھی سامنے سے اس میں دو کٹ تھے جس میں سے ہاتھ نکلتے تھے اور ان نکلتے ہاتھوں کے سلیوز چٹّلا دار تھے اور ان پر جہاں تک دیکھو سیاہ ربن گول دائروں میں لگا تھا۔ بڑے سارے سٹولر پر لگے ہم رنگ نقاب میں سے چھلکتی آنکھوں میں مصنوعی خفگی طاری کر کے وہ کہہ رہی تھی۔

"اور جو لوگ مجھے فضول میں ناراضی کا ڈھونگ رچا کر بلیک میل کرتے ہیں میرا دل چاہتا ہے میں ان کا قتل کر دوں۔" چاچو کا لقمہ اور دعا کا پھٹنا۔

"ہاں سوتیلی جو ہوں قتل ہی کریں گے نا مجھے کاش میرے والدین۔" اس کی بک بک شروع ہو چکی تھی ہنستے کھلکھلاتے مصنوعی غصے میں انہوں نے خوب اس ڈزنی لینڈ کے مزے لئے تھے۔ سنڈریلا رائیڈ سپیس رائیڈ جیوراسک پارک بند تھا

سکریمنگ رائیڈ ہا تھی والا جھولا اور نا جانے دعا نے انہیں کس کس جھولے میں بٹھایا تھا بہر حال انہوں نے خوب انجوائے کیا اور تھک کر ڈھیر ساری شاپنگ کر کے جب وہ اپنے اپنے رومز میں لوٹے تو نیند ان پر پوری طرح حاوی ہو چکی تھی۔ چاچو نے کہا تھا کل وہ پھر وہاں جائیں گے لیکن شام میں کہ کل وہاں کرسمس کیک کٹنا تھا اور فیمیس کارٹون کریکٹرز کی رائیڈ بھی ہونی تھی سواسی ایکسائٹمنٹ میں وہ لبوں پر مسکان لئے میٹھی نیند کے زیر اثر تھی البتہ سُولیم کی دائیں آنکھ سے آنسو بند پلکوں کو پھلانگتے گر رہے تھے۔ اسے بہت تکلیف تھی اس بات کی کہ براق شاہ نے اسے دیکھ لیا تھا وہ کسی نامحرم کی نگاہوں میں آن بسی تھی۔ یہ آنسو جس کی وجہ سے نکل رہے تھے وہ اس وقت جدید طرز کی بنی سیڑھیاں پھلانگتا ر تیکا کی برہنہ کمر کو تھامے انڈر میں ریزرو اپنی ٹیبل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ یہ اسکی انو گریشن سے ایک دن بعد کی بات ہے ظاہر ہے پہلے دن لوگ بے تحاشہ تھے لیکن آج اس میں کچھ کمی تھی وہ کمفر ٹیبل تھا البتہ اس کے فین جو کہ یہاں بھی مل گئے تھے اس سے آٹو گراف لینے

ضرور پہنچے تھے۔ دو ایک کو سائن کر کے دو ایک کے ساتھ سیلفی بناتے جب وہ بالکل مرروال جس کے اس پرے گہرا سمندر تھا اور مچھلیاں یہاں سے وہاں تیرتی نظر آتی تھیں اپنی ٹیبل کے پاس رکا۔ رتیکا کے لئے اس نے کرسی آگے کھینچی وہ جو اس وقت اورنج ٹاپ میں تھی جو اس طرز کا بنا تھا کہ اسکے بازو غائب تھے اور کمر کا پچھلا حصہ بھی لیکن وہ پیٹ سے بالشت بھر چوڑا سا کپڑے کا ٹکڑا نچلے حصے سے ملتا تھا اور گھٹنوں سے بہت اونچا تھا یوں جو اس نے ٹاپ پہنا تھا وہ بیک لیس سلیولیس اور بند گلے والا تھا۔ اس بند گلے پر موٹے موتیوں والی مرون مالا جس میں کبوتر کے پر لٹک رہے تھے اس اورنج ٹاپ پر گری ہوئی تھی اور ویسے ہی دو موتیوں کے ساتھ ایک کبوتر کا پر فقط ایک کان میں لٹک رہا تھا دوسرا خالی تھا بالوں کو اس نے پرم کر رکھا تھا اور ہاتھوں میں قیمتی انگوٹھیوں کے ساتھ نازک سا بریسلٹ بھی پہنا تھا۔

براق کے کرسی کھینچنے پر وہ بال کان کے پیچھے اڑستی ایک ادا سے بیٹھی تھی۔ اپنا اورنج کلچ اس نے لکڑی کی طرز کی بغیر پوشاک کی میز پر رکھا براق گھومتا ہوا اس کے

NC

سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا جس کے بیچ میں خلا تھی۔ وہ مرون شرٹ پر گرے کوٹ اور کاہی مائل رنگ کی جینز میں ملبوس تھا دونوں پاؤں کرسی کی پشت پر جمائے دو انگلیوں سے ویٹر کو بلا رہا تھا آرڈر دیا گیا ویٹر کے جاتے ہی رتیکا اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"یہ کتنی خوبصورت جگہ ہے نا براق بالکل ہمارے رشتے کی طرح۔' رنگ رنگ کی مچھلیاں آبی جانور آبی پودے اور سمندر کا نیلا شفاف پانی اور وہ دونوں۔

"ہم سمندر میں ہیں سطح زمین سے تقریبا ساڑھے آٹھ میٹر نیچے یہ احساس بہت ہی دل چھو لینے والا ہے ہمارا یہ ٹریپ میرے لئے یادگار ثابت ہونے والا ہے۔"

براق نے شانے اچکا دیے حالانکہ یہ اس کیلئے اتنا معنی نہیں رکھتا تھا وہ اس سے پہلے "ال ماہارا"، کارگو ہولڈ، اکویریم ریسٹورنٹ، شارکس انڈر واٹر گرل، ایتھا، سب سکس اور سی اور ایٹ ریم بار غرض اب تک دنیا میں جتنے بھی انڈر واٹر ریسٹورنٹ تھے ان میں ہو آیا تھا کیونکہ پانی میں اس کا دل تھا اور وہ خود کو کسی بھی اس طرح کی

جگہ پر جانے سے روک نہ پاتا تھا۔

'یقینا میرے لئے بھی تم اچھی ہو۔' اس نے ایک بڑی مچھلی کو ان کی طرف آتے دیکھ کر کہا لبوں پر پیاری سی مسکان ابھری وہ ہنس دی۔

"ویسے تم تو بڑے سلیبرٹی ہو بھئی میں جو ایک کے بعد ایک بلاک باسٹر موویز دے رہی ہوں اس کو کوئی پوچھ نہیں رہا اور وہ جو کھلاڑی ہے ہر ایک کے دل پر چھایا ہوا ہے ویسے مجھ سے پہلے تمہاری کتنی گرل فینڈز تھیں۔"

"مجھے اندازہ نہیں۔' براق نے سبز ڈرنک اٹھا کر لبوں سے لگائی۔" اور اس سب کی ضرورت بھی نہیں۔'

"ہاں سمجھ گئی۔' اس نے اپنے بال آگے کو ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ جو بڑی مچھلی تھی اس نے ان میچ کپل کو دیکھ کر ناگواریت سے پوچھل شیشے پر ماری اور چل دی براق اسے دیکھ کر ہنسا مچھلیوں اور پانی میں تو اس کی جان تھی اسے بے ساختہ اپنی گولڈ فش یاد آگئی یقیناوہ اس کے بغیر اداس ہو گئی ہو گی۔

"توشادی کا موڈ ہے تمہارا؟" براق آگے کو جھکا اتنا آگے کہ خود کو آدھا ٹیبل پر گرا لیا اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے سر کی پشت پر رکھ کر اسے خود کی جانب کھینچا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لوگ دیکھ رہے ہیں سٹاف موجود ہے کیمرے لگے ہیں اسے کوئی پرواہ نہیں تھی فسوں تھا تو اس جگہ کا اس ماحول کا پانی کا اس میں بستی مخلوق کا اُگے پودوں کا اس پس منظر میں بجتے میوزک کا رتیکا کو چھوڑ کر وہ اپنی گریفائٹ آنکھوں میں سرشاریت لئے بولا۔

"ابھی سوچا نہیں ہے پانی میں چلیں تمہیں ڈر تو نہیں لگتا سیومنگ آتی ہے نا؟"

کھانا ابھی ابھی سرو ہوا تھا جب اسکی فرمائش جاگی تھی۔

'نہیں ڈر نہیں لگتا اور انٹر نیشنل لیول کی چیمپئن ہوں گولڈ میڈلسٹ۔" فخریہ بتایا۔

"لیکن یہ کھانا۔"

"بعد میں اور آرڈر کر لیں گے اٹھو۔" وہ کھڑا ہو گیا تھا انکی یہاں کی دو دن کے لئے بکنگ تھی (یاد رہے ہوٹلز میں رومز ہوتے ہیں ریسٹورنٹس میں نہیں سو انڈر صرف

ایک ڈائننگ ریسٹورنٹ ہے ہاں اس میں بار ضرور تھا لیکن یہ سین اور سٹے فرضی ہے) یہیں کا سٹے تھا ڈائورز اس کے یہاں کے بھی جاننے والے تھے۔ ایک فون کال کی اور وہ لوگ حاضر سیومنگ سوٹ پہن کر جس کا رنگ گہرا نیلا تھا منہ میں آکسیجن پائپ ڈال کر وہ ریسٹورنٹ سے نکل کر بوٹ میں بیٹھتا ایک مخصوص مقام پر پہنچا تھا۔ رتیکا نے بھی اس جیسا پورا ڈائورز والا سوٹ پہنا پاؤں میں ویسے ہی بطخ جیسے لچکیلے پلاسٹک پہنے تھے جن کا رنگ پیلا تھا انہوں نے ڈبکی لگائی سمندر کی سطح میں وہ ڈائورز کے ہمراہ جانے لگے۔

"ہے رتیکا سمائل۔' اس کا ہاتھ چھوڑتا وہ کیمرہ آن کیے تھوڑا پیچھے کو ہوا چمکیلے پانی میں ڈھیر سارے رنگ برنگے آبی پودوں کے سامنے تیرتی رتیکا نے خود کو پانی کے سہارے کھڑا کیا ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور دوسرے سے وی کا نشان بناتی مسکرائی تھی۔ براق تیرتا ہوا اس تک آیا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے لگا کر چند تصاویر کھینچیں پھر اسکا ہاتھ تھام کر اسکے ساتھ گہرائیوں میں بڑھنا لگا۔

"یہ میری زندگی کی سب سے خوبصورت ڈیٹ ہے تمہارا ساتھ آسودگی کا باعث ہے۔"

ایک آبی پھول توڑ کر اسکی اور بڑھاتے ہوئے وہ دل سے کہہ رہا تھا۔

"میرے لئے بھی۔' رتیکا نے عقیدت سے پھول اس کے ہاتھ سے تھاما۔

"کیا ہم لمبے عرصے کیلئے ساتھ رہ سکتے ہیں۔" براق نے اب کے جامنی پھول توڑ کر اسے دیا۔

'یہ میرے لئے اعزاز ہو گا۔" اس پھول کو اسنے آتش پھول کے ساتھ ننھی کیا تیز لہران کے قریب سے گزری پانی کے ساتھ وہ بھی اوپر نیچے ہو رہے تھے۔

"میں شادی کا سوچ سکتا ہوں۔"

ڈھیر ساری زیبرا سٹائل کی چھوٹی مچھلیوں کا ریلہ ان کے سروں پر سے گزرا براق نے ہاتھ بڑھا کر ایک کو پکڑا اور رتیکا کے طرف بڑھایا۔

"کیا واقعی؟" وہ خوشی سے اچھلی ایسے کہ اسکے ساتھ ایک بڑی لہر آئی۔

NC

"آں ہاں۔"

تینوں چیزیں تھامتی وہ تیرتی براق کے گلے لگی تھی۔ اس کا سارا وزن براق پر آگیا تھا ایسے کہ اسے اپنے پیچھے چھوٹی سی پہاڑی پر ہاتھ رکھنا پڑا جو کہ بھربھری تھی اور آتشی رنگ کی تھی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں جس پر اُگی تھیں اور جو اس کے وزن سے بھربھرانے لگی تھی آہستہ آہستہ ڈھینے لگی تھی۔

"کیا یہ پرپوزل ہے؟" براق نے اسکی پشت پر ہاتھ باندھا اسکی آواز خوشی کے سکوں سے کھنک رہی تھی۔

"ہاں کہہ سکتی ہو۔"

"براق۔" رتیکا نے فرط جوش سے پاؤں ہلاتے ہوئے اور وزن اس پر ڈالا پیچھے جو براق کے قد کی پہاڑی نما ٹیلا تھا پورا بھر بھرا گیا پانی میں بکھر گیا ٹوٹ گیا۔ یہ کہانی کا کیسا موڑ تھا؟ تیرتی مچھلیاں بے تابی سے ادھر ادھر تیرنے لگیں چند ایک پودے فوراً سے اپنے خول میں بند ہو گئے۔ گرنے سے پہلے ایک زرد پھول براق کے ہاتھ

لگا تھا وہ کھلا ہوا تھا براق کے چھونے پر جھٹ سے بند ہو گیا جب وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر گرتے نیچے بہہ رہے تھے وہ پھول براق کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

براق نے بہت محویت سے اسے خود سے دور جاتے دیکھا۔

"سٹیفن تم یہاں؟"

پورا دن سان فرانسکو میں گھومنے کے بعد وہ رات میں واپس آئے اور آتے ساتھ ہی ڈزنی لینڈ کا رخ کیا جہاں کرسمس کا بھرپور شور تھا۔ رنگ رنگ کے برقی قمقمے سانٹا کلاز ادھر ادھر منڈلا رہے تھے پریڈ ہو رہی تھی لوگ دوپٹڑیوں والی سڑک جو کی ایک ساتھ ملنے کے بعد دائیں بائیں جڑ جاتی تھی اس پر کرسیوں پر بیٹھے تھے تو کچھ زمین پر اور کچھ کھڑے تھے۔ لوگوں کا جم غفیر وہاں موجود تھا ہنستے کھلکھلاتے خوشی سے گلنار چہروں والے لوگ۔۔ پس منظر میں کاسل اپنی پوری شان کی ساتھ

فینٹسی دنیا کو آباد کرتا جگمگاتا کھڑا تھا۔ آسمان پر سے خود ساختہ تھوڑی مقدار میں برف کے گالے سے گرائے جا رہے تھے اور لائیٹس آنکھوں کو چندھیا دینے والی تھیں۔ سبز سرخ بیلوں اور اسی رنگ کے بلبوں سے سجی وہ عمارتیں جو کے ڈزنی لینڈ کے کریکٹرز کے گھر کی مانند تھیں جن کے آگے لوگ بیٹھے تھے بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ پھر پریڈ شروع ہوئی جانوروں کی پوشاکوں میں ملبوس لوگ آگے آ کر ڈانس کرنے لگے کسی نے شیر کی پوشاک پہنی تھی تو کوئی ڈکی کی پوشاک میں ملبوس تھا۔ یہ سب میکی ماؤس کارٹون کریکٹرز تھے جو دائیں بائیں چلتے آ رہے تھے وہ سیدھے چلتے آئے پھر ایک دوسرے کو کراس کر کے جگہ چینج کر لی گوفی اور پلوٹو اچھلتے ہوئے ایک دوجے کا ہاتھ تھامتے ایک دوسرے سے جگہ بدلے رہے تھے پس منظر میں خوبصورت سافیری ٹیل والا میوزک کان پھاڑے دے رہا تھا۔ ان کے ڈانس کے بعد پیچھے سے مکی اینڈ منی بڑی سی اپنی سواری میں سوار لوگوں پر فلائنگ کسز اچھالتے ہوئے آئے تھے۔ ان کی سواری کے پیچھے بڑا سا سبز کرسمس

ٹری تھا جو رنگ برنگی لائٹس سے سجا تھا باریک ربن بھی جس پر لگے تھے اور جس کے آخر کے کونے پر سب سے اوپر چمکتا ہوا پانچ تکونوں والا ستارہ جگمگا رہا تھا۔

گولڈن چمکتے ہوئے رنگوں سے سجی انکی سواری کے جاتے ہی ایلسا اور آنا کی سواری گزری تھی جس میں وہ دونوں بیٹھیں ہاتھ ہلا رہی تھیں۔

ان کی بگی کے پیچھے اور گھوڑوں کے آگے دو دو دربان چل رہے تھے جنہوں نے سفید شرٹ کے اوپر مٹی رنگ کے کوٹ اور سیاہ پینٹ پہنی ہوئی تھی لوگ اچھل اچھل کر انہیں ہاتھ ہلا رہے تھے۔

"ہائے کاش میرے پاس اس فروزن کی طاقتیں آجائیں میں نے تو سردی ختم ہی نہیں ہونے دینی ہے۔"

دعا نے شدید حسرت سے فروزن کے رنگ کے عبایہ اور سفید فر والے کوٹ میں بیٹھی سُولیم کے کان میں چیخ کر کہا تھا۔

"تبھی تو تمہارے پاس یہ ہے نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے بھوری پاؤں تک

جاتی جرسی میں ملبوس دعا کو کہا۔

وہ منہ بسورتے ہوئے مزید کچھ کہتی کہ سکینگ کرتے چند لڑکوں کے پیچھے سے اولاف اپنی سواری میں آتا ہوا نظر آیا جو کہ ایک گھر پر مشتمل تھی اور اسکی مسجد کے گنبد کے سٹائل کی کھڑکی جس پر کراس کے نشان لگے تھے اور سبز گھاس اگا کر برقی سفید قمقمے لگا کر اسے ٹمٹمایا گیا تھا۔ جس کے دروازے پر اوپر سے لیکر نیچے تک سبزہ اگا کر اسے بھی روشن کیا گیا تھا اولاف سب کو ہاتھ ہلاتا ٹھمکے لگاتا دائیں بائیں بیٹھی عوام کو دیکھ رہا تھا۔ دعا کی جونہی اس پر نظر پڑی وہ چیخ اٹھی ایسے کہ چاچو سمیت دو ایک لوگوں نے اتنے میوزک میں بھی کانوں میں ہاتھ ٹھونس لیے۔

"اولاف اولاف ہیئے۔" وہ کھڑی ہو کر اسے ہاتھ ہلا رہی تھی اور فلائنگ کسز پیش کر رہی تھی۔ "ہیئے آئی لو یو۔" وہ بری طرح چیخی کہ اسکی گردن کی لکیریں کھینچ گئیں بدلے میں اولاف کی نظریں بھی اس پر پڑیں تھیں اسنے بھی اسے منچلی کو فلائنگ کس دی اور ہارٹ کا سائن بنا دیا۔

"ہائے۔" دعا نے دل پر ہاتھ رکھا تھا سُولیم نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

'وہ کوئی کارٹون کریکٹر نہیں ہے اس کوسٹیوم کے نیچے ایک بندہ ہے جسے تم اچھل اچھل کر کس دے رہی ہو بد تمیز۔"

"کیا ہے بھئی۔' دعا اس کے جھڑکنے پر جھنجھلا اٹھی۔"میری مرضی میں جو مرضی کرتی پھروں آئی لوا ولاف اور تم جیلس نہ ہو۔"

نٹ کریکر کی سواری گزری اور اس کے پیچھے سے سلیپنگ بیوٹی مطلب سنو وائیٹ کے سات بونے ڈانس کرتے آتے دکھائی دیے۔

"ہاااللہ نا کروائے مجھے جیلیس اور جسے تم لو کر رہی ہو نا یہ پریڈ ختم ہو جائے اس سے بھی ملواتی ہوں میں تمہیں۔"

"ہیں کیا سچ میں۔' خوشی سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے ساتھ بیٹھی سُولیم کی کہنی تھام کر پوچھا چا چو تو بس ویڈیو بنانے میں لگے تھے بظاہر وہ ویڈیو بنا رہے تھے لیکن کان ان دونوں کی جانب بھی لگے تھے۔

'ہاں۔"اس نے شانے اچکا کر کہا۔"ہائے آئی لو یو ٹو یار۔" دعا نے اسے جپھی ڈالی۔

'زیادہ پیار شو کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تمہیں اس سے اسلئے ملوانا ہے تاکہ تمہارا خفت و شرمندگی سے بھرا چہرا دیکھ سکوں یہ جو تم اسے کسیز دے رہی تھیں نا پتا چلے گا جب وہ اپنا ماسک اتارے گا اور اندر سے ایک پھیکا چھلا ہوا انگریز نکلے گا۔"

بڑی ہی کوئی گندی گالی دعا کے لبوں میں دم توڑ گئی تھی نہیں تو ابھی اس سڑی ہوئی کے کانوں میں سے خون رس جانا تھا۔

سنو وائیٹ کی سواری سامنے آئی۔ دعا نے ساتھ بیٹھی عورت (سُولیم) کو ہوا سمجھ کر ادھر اپنا دھیان کیا سفید رائل انداز کی سواری جو بالکونی لگتی تھی اور جس کے چاروں جانب سفید ٹری کے طرز کے پھول لگے تھے اور ان میں موٹے موٹے رنگ برنگے بلب جل رہے تھے۔ بالکونی کے درمیان میں پیلی اور نیلی پوشاک والی سنو وائیٹ اور شہزادوں کی طرز کی سفید اور لال پوشاک پہنے پرنس فلورائن سالسہ

کرتے نظر آرہے تھے دونوں ڈانس کرت بہت اچھے لگ رہے تھے۔ دعا نے سرد آہ بھری کہاں ہوتے ہیں اسطرح کے پرنس۔

انکی سواری گزری تو پیچھے سے سنڈریلا کی گول چھے گھوڑوں والی بگی گزری جس میں وہ اور پرنس چارمنگ بیٹھے تھے۔

"ہنہ، سڑی ہوئی پھیکی پرنسز اس سے اچھی تو میں ہوں مجھ سے رابطہ کر لیتے نا جانے کس آنکھوں کے اندھے نے اس لڑکی کو یہ رول دے دیا یہ ڈریس تو مجھ پر ہی سوٹ کرنی تھی۔"

وہ باآواز بلند سوچ رہی تھی سُولیم کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"کچھ بہت جلنے کی بو آرہی۔" دعا نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"ہے تو یہ ڈزنی لینڈ لیکن بھڑیں یہاں بھی پائی جاتی ہیں کوئی بڑی ہی بھدی سی آواز ہے کان میں درد ہونے لگا ہے۔ میں نے آرگنائزر سے جاتے ہوئے بات ضرور کرنی ہے بھئی سپرے کر کے رکھا کریں تاکہ یہ بدرنگی آوازوں والی بھڑیں

تو یہاں سے غائب ہوں۔"

باقاعدہ کان میں انگلی مارتے ہوئے وہ پھر باآواز بلند بولی تھی سُولیم نے اسکی کہنی پر ایک ہاتھ رکھا۔

'توبہ سانڈوں کو بھی کھلا چھوڑا ہوا ہے یہاں۔"

"دعا۔'سُولیم نے اسکے بال کھینچ لئے تھے۔"میں تمہاری جان نکال دوں گی۔"

ان کی باتوں کے درمیان خوبصورت بہت خوبصورت کاسل کی پلرز والی سواری آئی آج کی حسین ترین سواری تھی وہ، اس کے پلرز سفید اور شیشے کے چمکیلے تھے بالکونی سی سجائی گئی تھی جس کی جالیوں میں پیلے پھول لگا کر اسے سجایا گیا تھا۔ ان جالیوں کے پیچھے بیوٹی اینڈ بیٹس کی جوڑی کھڑی تھی دونوں مخالف سمتوں میں کھڑے ڈانس کے سٹیپ کر رہے تھے پس منظر میں بجتا میوزک انکی محبت کی گواہی دے رہا تھا۔ بیوٹی اینڈ بیٹس کی پوری کاسٹ اس میں کھڑی تھی اس کے جاتے ہی رپینزل کا کاسل آگیا تھا جس کے سوراخ پر کہنی ٹکائے اور ہتھیلی پر تھوڑی رکھے وہ

عوام کو دوسرا ہاتھ ہلا رہی تھی نیچے فلن اسکا فرائنگ پین کاندھے پر ٹکائے ایک ادا سے کھڑا تھا۔ ٹوائے سٹوری بھی گزری اور پھر ڈھیر سارے لکڑی کے طرز کے بینڈ باجے والے آئے جنہوں نے سرخ اور سفید یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور بڑے سیاہ بوٹ پہنے تھے دائیں بائیں کھڑے ہو کر انہوں نے میوزک کا شو پیش کیا پھر بوٹوں کی دھمک کے ساتھ آگے بڑھنے لگے انکے پیچھے سینٹا کی سواری والے بارہ سنگھا تھے جو ڈانس کرتے اچھلتے مچلتے آگے بڑھے پیچھے سینٹا کی سواری تھی۔ وہ برف میں ڈھکا گھر تھا جس کی چمنی کے پاس سینٹا کی مخصوص بگی رکی تھی بگی اس طرح رکی ہوئی تھی کہ اس کی پیچھے کی سائیڈ اٹھی ہوئی تھی اس میں بیٹھا سانٹا ہاتھ ہلاتا ہنس رہا تھا پیچھے میوزک چینج ہوا سینٹا کے ہنسنے کی آوازیں چہار سو پھیلنے لگیں نیلا آسمان گرتی برف کرسمس کا میوزک اور سانٹا کی گزرتی سواری۔ سواری کے گزرتے ہی پیچھے سے میری کرسمس لکھا سفید روشنیوں سے جگمگاتا اور برقی قمقموں سے سجا بورڈ گزرا تھا۔

"ہاں کر دو قتل اچھا ہے میں نے پھر جنت میں چلے جانا ہے اور تم نے جہنم واسل ہونا ہے ان شاءاللہ۔"

پریڈ ختم ہوئی لوگ چھٹنے لگے ادھر ادھر بکھر کر وہ اس جگہ جانے لگے جہاں کرسمس کیک کٹنا تھا ناوہ لوگ اس سائیڈ پر گئے اور نا ہی کیک کھایا کھانا ہی نہیں تھا تو جاتے کیوں۔

ہاں البتہ اس سب کہ بعد ڈزنی ورلڈ کے کردار عوام میں گھرے ان سے خوش گپیوں میں لگ گئے تھے۔ سُولیم نے اسے ایک ہاتھ لگا کر اولاف سے ملوایا تھا جو کہ ایک ٹین ایجر تھا اور ویسا ہی تھا جیسا سُولیم نے اسکا خاکہ کھینچا تھا۔ وہ خود ایک سائیڈ پر کھڑی تھی چاچو ٹینگل کے کردار فلن سے بات کر رہے تھے اور جس طرح جوش سے کر رہے تھے صاف دکھتا تھا انہیں فلن بڑا پسند ہے دعا کن انکھیوں سے اپنے ڈیڈی کو دیکھ رہی تھی جو راپنزل سے قہقہ مار کر کچھ کہہ رہے تھے اس نے چپکے سے انکی تصویر نکالی آخر کو تنخواہ بھی تو حلال کرنی تھی نا۔

سُولیم شیریف ووڈی کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی جب اسکی نظر سٹیفن پر پڑی۔

"سٹیفن تم یہاں؟'

لوگوں کو چیرتی وہ اس اداس سے سٹیفن کے پاس پہنچی جس کے چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ڈوری مون والا غبارہ پکڑا ہوا تھا وہ سُولیم کو دیکھ کر کھل گیا پھر فوراً سے ہی سابقہ پوزیشن میں چلا گیا۔

"ہیلو ڈاکٹر۔"

"ہیلو کیسے ہو انجوائے کیا۔' بہت ہی خوشگوار موڈ سے اس نے پوچھا۔

"جس کی ماں ہر وقت فون پر بزنس کی باتیں کرتی رہتی ہو وہ کیا کچھ انجوائے کرے گا۔"

گہرا سانس بھر کر اس نے دور کھڑی اپنی ماں کو دیکھ کر کہا جو اب بھی فون پر کسی سے لڑ رہی تھی سُولیم کو اس پیلے بالوں والی لڑکی اور اس کے بیٹے پر بہت افسوس ہوا۔

"تم میرے ساتھ چلو ہم خوب انجوائے کریں گے ڈونٹ وری تمہاری مام سے اجازت لے لیتی ہوں۔"

کہتے ہی وہ اس پیلے بالوں والی کے پاس گئی اس سے کچھ کہا اس پیلے بالوں والی نے جھٹ اسکا ہاتھ تھام کر مصافحہ کیا پھر سٹیفن کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ سُولیم وکٹری کا نشان بناتی ہوئی اس تک آئی چاچو اور دعا کو میسج کیا اور سٹیفن کے ساتھ چل دی خوب رائیڈز لینے کارٹون کریکٹرز کے ساتھ باتیں کرنے اور سیل فیز بنانے کے بعد جب وہ فلاور کون سٹیفن کو لیکر دے رہی تھی تو پیچھے سے آتی آواز پر چونک گئی۔

"ہے ای تم کونسی کریکٹر بنی ہو؟"

*****

سُولیم نے اس سوال پر پوارا گھوم کر اس نو وارد کو دیکھا وہ پرنس چارمنگ تھا۔

"کیا مجھ سے۔" اپنی طرف اشارہ کر کے تصدیق چاہی۔

"ہاں بالکل تم سے۔" سُولیم مسکائی۔ "تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں کوئی بھی کریکٹر نہیں بنی ہوں اور یہ میرا عبایہ ہے میں مسلم ہوں۔"

"اوہ مجھے لگا تم شاید خیر چھوڑو پرنس چارمنگ کو تم اچھی لگی ہو اور میں تمہیں یہ رنگ دینا چاہتا ہوں۔"

اپنی جیب سے ایک رنگ نکال کر اسکی اور بڑھائی وہ مرون مخملی ڈبی تھی۔

"کیوں بھئی؟"

"یہ سنڈریلا کی رنگ ہے اور آج کی رات کی تم سنڈریلا ہو یہ اس جگہ موجود سب سے خوبصورت لڑکی کو دی جاتی ہے اور پرنس کو تم سب سے خوبصورت لگی ہو۔"

سٹیفن نے وضاحت دی تھی۔

"بالکل۔" پرنس نے ادا سے سر کو خم دیا اور پھر جیب میں سے مائک نکالا۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین اینڈ چلڈرن ٹو مجھے آج کی رات کی سنڈریلا مل گئی ہے اور میں اس کی خدمت میں یہ بیش قیمتی (جو کہ تھی نہیں) انگوٹھی پیش کرنے لگا

ہوں۔"

سپاٹ لائٹ پرنس پر پڑی اور اس کے سامنے کھڑی سُولیم پر بھی وہ عجیب سی ہو گئی متلاشی نظریں ہجوم پر ڈالیں جو اس کے ارد گرد اکھٹا ہونے لگا تھا دعا بھاگتی آئی۔

"ہاں سچی۔" وہ خوش ہوئی چاچو بھی آئے یہ سب وہ پہلے بھی دیکھ چکے تھے سو سائیڈ پر کھڑے رہے سُولیم نے مدد طلب نظروں سے انہیں دیکھا وہ کاندھے اچکا کر رہ گئے۔

پرنس اسے انگوٹھی پیش کر رہا تھا اس نے ڈبیہ کھولی اندر سے جھلملاتا ڈائمنڈ کی طرز کا نگ نظر آیا جو خوبصورت کٹاؤدار گول رنگ کے درمیان میں لگا تھا۔ یہ فینٹسی ورلڈ کی فینٹسی انگوٹھی تھی سُولیم نے محظوظ سے انداز میں اس پرنس کو دیکھا جو ایک ٹانگ زمین پر ٹکائے دوسری کھڑی کیے دوزانوں بیٹھا دونوں ہاتھوں سے کھلی ڈبی اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھا۔

"مے آئی۔" پرنس نے پہنانے کیلئے اجازت چاہی ہجوم میں یس کا شور مچ گیا۔

سُولیم نے مسکراتی نظروں سے نفی میں سر ہلایا اور ڈبی سے انگوٹھی نکال کر شہادت کی انگلی میں پہن لی پہلے ہجوم میں آآآ کا شور ابھرا پھر تالیاں گونجنے لگیں۔ پرنس نے اسے ڈانس کی آفر کی جو اس کے رد کرنے سے پہلے ہی دعا نے آگے بڑھ کر قبول کر لی چاچو اسے دو سٹیپ لینے کے بعد ہی کہنی سے کھینچ کر لے جا رہے تھے اس سے زیادہ وہ بغیرت نہیں بن سکتے تھے یہ تو طے تھا آج دعا کی خیر نہیں۔

جہاں دعا چاچو کے ساتھ کھنچتی جا رہی تھی وہیں ہوٹل کے کمرے میں کاؤچ پر رتیکا براق کے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی چینل سرچ کر رہی تھی یونہی سرچ کرتے ہوئے وہ ڈزنی لینڈ کی پریڈ دیکھنے لگی پریڈ ختم ہوئی کیک کاٹا گیا پھر پرنس چارمنگ کی اپنی پرنسس ڈھونڈنے کی باری شروع ہوئی۔

"کیا مجھ سے۔" اس آواز پر رتیکا کے بالوں میں انگلیاں چلاتا سیل میں بزی براق پوری طرح چونکا تھا نگاہیں اٹھائیں اور وہ ان گریفائیٹ آنکھوں میں آن سمائی۔

اب وہ سُولیم سے کچھ پوچھ رہا تھا اور وہ اسے اس کا جواب دے رہی تھی وہ یقیناً سُولیم

ہی تھی اس نے سیل میں کھولی ایپلی کیشن بند کی ساتھ میں رتیکا کے بالوں میں چلتی انگلیاں بھی ساکت ہو کر ان میں سے نکلیں جس پر رتیکا نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر اسکی محویت پر خود بھی ٹی وی کی جانب متوجہ ہو گئ۔

وہ پرنس اب پرپوزل سٹائل میں بیٹھا اسے انگوٹھی پیش کر رہا تھا براق کے ماتھے کے بل آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگے جبڑا آپ ہی آپ نجانے کیوں بھینچا۔

"کیا یہ لے گی اس سے انگوٹھی۔" وہ اپنی آنکھوں میں گلٹشیر بھرے اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں کے سرداہٹ میں صرف وہ تھی۔

"وہ شریف ہے ایسی ویسی نہیں ہے تیری پہنچ سے دور ہے۔" اسد کی آواز ابھری تھی۔ "اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے یقیناً وہ ایک مرد پر اکتفا کرنے والی عورت ہے اس کے پیچھے بھاگنا بے کار ہے یہ وہ عورت ہے جس پر کسی غیر مرد کا سایہ تک نہیں پڑا ہو گا۔"

ڈزنی لینڈ کی منتخب سنڈریلا نے انکار کیا سرد آنکھوں میں موجود برف پگھلنے لگی پھر

اس سنڈریلا نے پرنس کے ہاتھ سے انگوٹھی لیکر پہنی اور پبلک کو دکھائی پگھلتی برف شدت سے جمی اور اس میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ براق نے شدید نا گواریت سے اسے دیکھا اور بے فضول دانت کچکچائے رتیکا کو پرے ہٹا کر وہ اٹھا اور اور مرروال کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

"تم ٹھیک ہو۔" اس کے درشت رویے پر رتیکا نے اس سے پوچھا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں ڈونٹ وری۔" رتیکا نے شانے اچکائے اور ٹی وی کی جانب متوجہ ہو گئی۔

براق نے سیل نکالا اور نمبر ڈائل کرنے لگا بیل جا رہی تھی کال نہیں اٹھائی گئی اس نے عجلت میں پھر سے کال ملائی وہی جواب اس نے سیل میں کچھ ڈائل کیا اور کال ملائی فون اٹھوایا گیا بے ڈھنگا سا شور اور عجیب سی آوازیں آرہی تھیں۔

"سُولیم۔" وہ دبہ دبہ سا غرایا جواب ندارد کال کاٹی اور دوبارہ نمبر ملایا۔ عبایہ کی سائیڈ پاکٹ میں ہوتا زوں زوں اسے اب سنائی دیا تھا اس نے اس بھیڑ میں محتاط

انداز میں سیل نکالا اور سکرین سامنے دیکھی بلاکڈ نمبر کہیں براق کا تو نہیں؟ اسکے اتنے کانٹیکٹس بلاک نمبر کے تھے جن میں زیادہ تر اسکے پیشنٹس بھی شامل تھے۔ آخری بار جب اس نے براق سے بات کی تھی تو اس نے اسے کہا تھا کہ وہ اسکا نمبر بلاک کر دے گی اس کے خلاف رپورٹ کروائے گی لیکن اس بات پر وہ ہنسا تھا کہ اس کے اتنے پیشنٹس کے نمبر بلاکڈ ہو سکتے ہیں وہ کبھی اسکا نمبر رپورٹ نہیں کر سکتی اس بات پر وہ بولی تھی کہ وہ اس کے نمبر پر آلارم لگائے گی جس سے اسے پتا چل جائے گا کہ براق نے اسے کال کی ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہہ کر چپ ہو گیا تھا لیکن نا ہی سُولیم کمپیوٹر میں اتنی اچھی تھی اور نا ہی دعا سو وہ ایسا نہیں کر سکی اب سوچ کر لگ رہا تھا کہ اس نے غلط کیا ٹائم بچا کر کم از کم وہ اس کے خلاف کمپنی کو رپورٹ تو لکھوا ہی سکتی تھی۔ اب اس سکرین کو دیکھتے ہوئے اس نے بدمزہ ہو کر کال پک کر کے کان سے سیل لگایا اسکی بدمزگی میں اضافہ تب ہوا جب براق کی آواز ابھری وہ یقیناً اس کے خلاف رپورٹ کرے گی اب بس بہت ہوا۔

"تمہیں نہیں لگتا تھا جب وہ تمہیں رنگ دے رہا تھا تو تم اسے دھتکار کر آگے بڑھ جاتی یا بھرے مجمع میں اسکی بے عزتی کرتی تاکہ وہ دوبارہ ایسی حرکت کرنے کا سوچ بھی نہ۔"

اس کی غراہٹ سُولیم کے اعصاب تنا گئی۔

"کون ہو تم ؟"

"سُولیم شفیق مجھے مجبور مت کرو کہ میں کچھ غلط کر جاؤں۔" اس کی آنکھیں لال انگارہ ہو گئی تھیں۔

"مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمہیں براق شاہ سے متعارف کرواؤں۔"

اس کی غصے سے لبریز آواز پر سُولیم کو پتنگے لگ گئے۔

"میں ڈر گئی براق شاہ سیر ئسلی۔"

تضحیک آمیز انداز میں کہہ کر وہ خود بھی تڑخ سی رہی تھی۔ دعا اور چاچو سوفٹ کینڈی لینے لائن میں کھڑے تھے۔ چاچو نے سُولیم کے لئے لینی تھی انہوں نے

جب دعا سے کہا تھا کہ وہ سُولیم کے لئے بھی لے لے تو اس نے فٹ انکار کر دیا تھا جس پر چاچو اسے "تمہیں تو میں روم میں چل کر بتاؤں گا" کہہ کر لائن میں کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ بوڑھے نہیں تھے بس انکی تھوڑی پر ہلکی گرے سی داڑھی تھی جس کی عزت رکھتے ہوئے کچھ جوانوں نے چاچو کو آگے دعا سے کافی آگے جگہ دے دی تھی اب دعا ہاتھ ملتی ان سے کافی پیچھے کھڑی تھی اور سُولیم ان سے کچھ فاصلے پر ان بارہ بونوں سے باتیں کر رہی تھی جب اس کا سیل بج اٹھا تھا اور اسے یہ فضول سی بکواس سننی پڑی تھی۔

"تمہیں ڈرنا بھی چاہیے ڈارلنگ کیونکہ یہ تمہارے لئے اچھا ہے اب ایک منٹ سے پہلے جاؤ اور جو رنگ تمہاری انگلی کی زینت بنی ہوئی ہے اسے اتار کر اس پرنس کے منہ پر مار کر آؤ ہری اپ۔"

"شاید میں نے تم سے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟"

سُولیم جو یہ رنگ اپنے سے فاصلے پر کھڑی ٹنکر بیل جیسے ڈریس میں ملبوس بچی کو

NC

دینے کا ارادہ کر رہی تھی فوراً سے پہلے اسے ترک کر دیا۔

براق نے ضبط سے آنکھیں بند کیں غصہ اندر انڈیلا۔

"ضدی پلس اڑیل پلس چڑچڑا دینے والی۔"

"دیکھو۔۔ سُولیم۔" اس نے آواز کو نرم بنایا۔

"کسی انجان انسان سے انگوٹھی لینا اچھا نہیں ہے پتا نہیں اس نے کس نیت سے دی ہے بہتر ہے اسے واپس کر دو۔"

"کسی انجان انسان کا کہا ماننا بھی تو بہتر نہیں ہے نا میں کیوں تمہاری بات سنوں۔"

براق نے اتنی زور سے دانت کچکچائے کہ سُولیم نے بغور ان کی آواز سنی۔

"جب میری چیز میری مرضی کے خلاف چلتی ہے نا میرا دل چاہتا ہے میں اسے سزا کے طور پر مسخ کر دوں تم اتنی پیاری ہو (سُولیم نے قرب سے آنکھیں میچیں) یقیناً نہیں چاہو گی کہ تمہارا چہرا بگڑے۔"

"گو۔۔ ٹو۔۔ ہیل۔"

فون بے جان ہوا براق نے اپنا سیل قوت سے زمین پر مارا رتیکا چونکی اور پہلی فرصت سے اٹھ کر اس تک آئی۔

"بے بی تم ٹھیک ہو۔" رتیکا نے پشت پر سے اسکے سینے پر ہاتھ رکھا تھا براق نے اسے جھٹک دیا وہ ششدر رہ گئی۔

"کیا ہوا براق۔"

"آؤٹ۔" وہ طیش میں دھاڑا رتیکا نے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔

"براق۔"

"میں نے کہا مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" وہ اس کے قریب آیا اس کی کہنی تھامی اور کھینچتا ہوا اسے کمرے سے باہر لے آیا پھر چوکھٹ پر اسے کھڑا کر کے اسنے دروازہ ٹھاکی آواز سے بند کیا تھا ہتک و توہین سے رتیکا کا چہرا سرخ ہو گیا۔

رات بیتی اور دن چڑھ آیا دروازے کے پاس بیٹھی رتیکا کی آنکھ کھٹکے سے کھلی تھی۔ وہ گرے ٹراؤزر اور نیلی ہڈ میں تھی ٹراؤزر کے پائنچے ربڑ سٹائل کے تھے اور

پنڈلیوں سے خاصے اونچے تھے۔ اس نے ہڈ میں چھپا چہرا اٹھایا سامنے ہی براق کھڑا تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں شاید اسنے خاصی شراب پی تھی۔ رتیکا کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں چونکنے کا تاثر ابھرا تھا وہ تیار تھا بالکل اور شاید رتیکا کو ڈھونڈنے کے لئے نکل رہا تھا لیکن وہ دروازے میں ہی بیٹھی مل گئی۔ براق کے لب ہلنے لگے تھے جب وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کمرے میں گئی براق گہرا سانس لیکر اسکے پیچھے گیا تھا وہ بیڈ پر بیگ رکھے وارڈروب میں سے کپڑے نکال کر اس میں پھینک رہی تھی۔ براق کاؤچ پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تو یعنی تم نے بریک اپ کا سوچ لیا ہے۔"

"میں جا رہی ہوں۔" پھولے چہرے کے ساتھ اطلاع دی۔

"ہمم مطلب ہمارا بریک اپ ہوا۔"

"یو نو واٹ براق شاہ۔" اپنا ایک ڈریس بیگ میں پٹختے ہوئے وہ چیختی ہوئی بولی تھی۔

"میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں جس کے ساتھ تم اسطرح کا ناروا سلوک کرو گے اور

وہ برداشت کر جائے گی میں ایک سٹار ہو بالی ووڈ کی پہچان میں یہ سب برداشت نہیں کرونگی۔"

"مرضی تمہاری۔" وہ جتنی کڑوی ہو کر بولی تھی براق نے اتنا ہی ٹھنڈے انداز میں کہا رتیکا کی آنکھوں میں دکھ آن سمایا۔

"اور وہ جو کل تم نے مجھے پرپوز کیا تھا۔" دکھ نے لفظوں کی چادر اوڑھی۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑ رہا ہوں تم خود جا رہی ہو۔" وہ اب بھی نارمل تھا بالکل شانت۔

"میں تمہیں چھوڑ رہی ہوں؟" شدید صدمہ اس پر غالب آگیا "تم نے مجھے کل چھوڑا۔

""میں پریشان تھا۔" اپنی گریفائٹ آنکھیں اسنے رتیکا کی سیاہ آنکھوں میں گاڑیں۔

"تم مجھ سے اپنی پریشانی ڈسکس کر سکتے تھے لیکن نہیں تم نے تو مجھے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔"

اس کی آنکھ سے آنسوں گرا براق کو اچھا نہیں لگا۔

"تم لڑنا چاہ رہی ہو ٹھیک تو چلو لڑو مجھ سے۔"

"مجھے نہیں لڑنا تم سے مجھے صرف جانا ہے۔" وہ پھر سے کپڑے بھرنے لگی ساتھ ساتھ وہ بولے بھی جا رہی تھی اور روئے بھی۔

"میں تمہاری گرل فرینڈ ہوں بجائے اس کے مجھے اپنی پریشانی میں شریک کرو مجھے ہی دخل اندز کر دیا اتنی بھی ویلیو نہیں میری تمہاری نظر میں ہمارے رشتے کو مہینے ہو گئے ہیں اب بھی تم نہیں سمجھ پائے، مجھے تم نے بہت دکھ دیا ہے میں تم سے شدید خفا ہوں تم ایک خود پسند انسان ہو۔"

"رتیکا زبان کو لگام دو۔" اس نے برہمی سے اسے ٹوکا۔

"میں نے کہا نا میں پریشان تھا اس لئے تمہیں کمرے سے نکالا ایک بار میں تمہارے دماغ میں نہیں آتی یہ بات۔"

وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں تم میری گرل فرینڈ ہو اور یقیناً کچھ عرصے بعد ہم شادی کریں گے اگر آج بریک اپ نا ہوا تو، میں ٹینس تھا تم میری اپنی ہو اپنوں پر ہی غصہ اور بس چلتا ہے انسان کا جو اپنے ہوتے ہیں انہیں ہی ہم کچھ بھی کہہ دینے کا اختیار رکھتے ہیں اس یقین کے ساتھ کہ ہماری بد کلامی پر ہماری فرسٹریشن پر وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے سمجھیں گے کہ ہاں یہ شخص ہمارا ہے ہم پر غصہ نہیں کریگا تو کس پر کریگا ہم اوبلیبل نہیں ہوں گے تو کون ہو گا بس یہی غلطی کی میں نے تمہیں "اپنا" مان لیا اور اس اپنے پن کا حق جھاڑ دینے کے بعد جو مجھے احساس ہو رہا ہے بہت معنی رکھ رہا ہے تھینک یو سو مچ تم نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ تم میری اپنی نہیں ہو۔"

"براق۔" وہ اپنا ڈریس پھینکتی اسکی طرف لپکی۔

"تم نے اسے انا کا مسئلہ بنایا ہے یہ تمہاری عزت نفس پر گہری ضرب تھی تم ایک سٹار ہو تمہاری ایک پہچان ہے تم جا سکتی ہو۔"

"نہیں ایم سوری میں سمجھ نہیں پائی مجھے اچھا لگا تمہارا مجھے اپنا کہنا تمہارا طریقہ غلط

تھا تم غلط نہیں تھے ایم سوری پلیز مجھ سے ناراض نا ہو۔" وہ اسکی گود میں بیٹھ کر اسکے گلے میں بازو ڈال گئی تھی۔

"تم بریک اپ چاہتی تھی تم جا رہی تھی۔" وہ ناراض سا اسے یاد کروا رہا تھا پتا نہیں اس عورت پر اسے غصہ کیوں نہیں آ رہا تھا ورنہ اب تک تو جو بھی ہوتی اس کمرے سے دوبارہ باہر ہوتی۔

"میں نہیں چاہتی بالکل بھی نہیں۔" وہ براق کے سینے سے لگی تھی براق نے تھک کر اسکی پشت پر ہاتھ رکھ دیے تھے۔

اس کی کال کے بعد سُولیم نے فون کو دو ٹکڑ کیا، سم نکالی اور اسے پھینک دیا شاید وہ اسکا سیل ہیک کر رہا تھا اگر سم ہیک ہوئی تو اسنے نمبر چینج کر دینا ہے اس نے سوچ لیا۔

وہ دونوں آئسکریم کھاتی ہلٹن پہنچی تھیں۔ چا چو آتے ہی اندر چل دیے تھے جبکہ سُولیم زگ زیگ بنے ٹریک پر جس میں نیلے رنگ کے گول بلب اندر لگے تھے پر

چلنے لگی۔ وہ ایک فسوں خیز ساٹریک لگتا تھا دعا بھی اس کی دیکھا دیکھی دونوں ہاتھ کھولے پرندے کی نقل اتارتی اس پر بھاگنے لگی سُولیم نے مسکاتے ہوئے دیکھا۔ پام ٹری اس رات میں ساکت کھڑے تھے اس کا دل بوجھل ہوا وہ وفورا وہاں سے ہٹی اور اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ دعا چوچو کے ڈر سے ٹریک کے اختتام پر رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی کافی دیر بعد جب وہ اندر آئی تو سُولیم کمرے کی کھڑکی سے ڈزنی لینڈ میں ہوتا فائر ورکس دیکھ رہی تھی دعا کا منہ سوجا تھا صاف دیکھا جا سکتا تھا اسے ڈانٹ پڑ چکی ہے۔

اس کے کافی دیر نا آنے پر نیچے ہی آ کر چاچو نے دعا کی خوب درگت بنائی تھی۔ دو دن مکمل ہو گئے تھے پیکنگ جاری تھی صبح انہیں واپس لندن کے لئے نکلنا تھا۔

"میں نے رتیکا کو پرپوز کیا ہے۔"

دس دن کے بعد کی صبح بھی برف آلود تھی۔ سردی اتنی تھی کہ ہڈیاں جم جاتی تھیں

اس جماد دینے والی سردی میں سُولیم کلینک میں تھکا دینے والے برڈن کے ساتھ ناخوش سی بیٹھی تھی۔ وہ آج ضرورت سے زیادہ ہی تھک گئی تھی پیشنٹس اتنے تھے کہ الاالمان ڈاکٹر نوٹس کی چھٹی تھی اور اس چھٹی نے سُولیم کا پارہ ہائی کر دیا تھا جب دیکھو کوئی نا کوئی لیو پر ہوتا تھا بھئی کام کر رہے ہو تو باقاعدگی سے کرو ورنہ نا کرو۔ ڈاکٹر نوٹس کے تمام پیشنٹس سُولیم کو دیکھنے پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے وہ سخت کبیدہ خاطر ہو رہی تھی۔ حال یہ تھا کہ مریضوں کی ایسی بھرمار تھی لگتا تھا کہ پورا لندن ہی پاگل ہو گیا ہے۔ دنیا یہی تھی جہاں دیکھو لوگوں کا رش ان کی ریل پیل سمجھ سے باہر ہوتی تھی۔ جس جگہ جالو اتنی عوام کہ انسان پریشان ہو جائے کارڈیالوجی جاؤ وہاں لوگوں کا جم غفیر کڈنی ہاسپیٹل وہاں بھرمار پرائیویٹ ہسپتال گورنمنٹ ہسپتال ہر جگہ لوگوں کی اتنی تعداد ہونے لگی ہے کہ اب تو لگنے لگا ہے جیسے آدھی دنیا بیماریوں کی ذد میں ہے ہو سکتا ہے ایسا ہو بھی بہتر تو اللہ ہی جانتا ہے۔

"نیکسٹ۔" اس نے کال بٹن پر انگلی رکھ کر گویا اگلی پیشی لگوانے کا آرڈر دیا دروازہ

کھلا سُولیم نے تھکی سی نظریں اٹھائیں اور وہ ڈھیلی پڑ گئی۔

"اوہ ٹرکر تم ہو آؤ کیسے ہو۔" کرسی کی بیک سے پشت لگا کر اسنے کمر کو آرام دیا وہ حلقوں زدہ والا چہرا مسکراتے ہوئے پیشنٹ چیئر پر بیٹھ گیا۔

"میں اچھا ہوں ڈاکٹر لیکن لگتا ہے تم تھک گئی ہو۔" انگلش بولتے تھے تم کہو یا آپ استعمال تو یو نے ہی ہونا تھا سو کیا پتا چلتا اس نے آپ کہا ہے یا تم۔

"ہاں ٹھیک کہا آج کچھ زیادہ ہی مریض تھے۔" نیوی بلیو عبایہ کے کھلے سلیو پیچھے کر کے اس نے کلائی میں پہنی گولڈن گھڑی میں وقت دیکھا ساڑھے چھ آج اس نے ایک گھنٹہ زیادہ لگا دیا نائٹ شفٹ کے ڈاکٹرز آنا شروع ہو گئے تھے۔ نو سے پانچ چند ڈاکٹر ہوتے تھے اس کے بعد پانچ سے بارہ اور ڈاکٹرز ڈیوٹی دیتے تھے سُولیم کی ڈیوٹی صبح میں ہوتی تھی۔

"تم کیسے ہو۔" ٹائم دیکھنے کے بعد وہ اس سے مخاطب تھی ٹرکر نے ٹھنڈی آہ بھری پھر اپنا مسافتوں سے چور چہرا اٹھا کر اسے دیکھا۔

NC

"میں۔ "مراقبے میں گیا۔ "معلوم نہیں اب تو بہت عرصہ ہوا خود سے ملے ہوئے۔ "

"اوہ تو یعنی اس کا ڈپریشن ہنوز برقرار ہے یعنی اب اس کی ڈوز چینج کرنی پڑیں گی۔ "

"ٹر کر ڈھونڈو خود کو پاؤ اور جانو کہ کیا مسنگ ہے جب انسان خود سے مل لیتا ہے نا تو نوے فیصد مسائل تو تبھی ختم ہو جاتے ہیں۔ پریشانیوں کا دور تو شروع ہی تب ہوتا ہے جب ہم اپنی ذات کو کھو دیتے ہیں اپنے آپ کو جان لو سب ٹھیک ہو جائے گا ٹرسٹ می۔ "

اس کی حلقوں کے پیچھے چھپی آنکھیں مسکائیں جیسے اس نے کوئی راز پا لیا ہو جیسے کوئی بہت تسکین سی دل کو ملی ہو۔

"ٹھیک کہتی ہو ڈاکٹر پتا ہے مجھے تم سے بات کرنا بہت اچھا لگتا ہے میرا آدھا ڈپریشن تو تبھی ختم ہو جاتا ہے جب میں یہاں آتا ہوں لگتا ہے جیسے یہاں ہی سب ہے وہ سب جو مجھے سکون دے سکے جو میرے دل پر ٹھہرے بوجھ کو ہٹا سکے کاش میں

براق جیسے ظالم اور مغرور انسان کا کچھ کر سکتا لیکن اب میں نے اپنا تمام معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اب وہ ہی میری مدد کریگا۔"

دھیرے سے نرم لفظوں اور مظلومیت کے پراہنے میں خود کو ڈھانپ کر جال پھینکا اور وہ عین جگہ پر جا کر گر بھی گیا۔

سُولیم کاغذ پر اسکی دوائیں چینج کرتی اسے سن بھی رہی تھی۔ دن میں ڈھیروں کے حساب سے وہ اسطرح کی باتیں اپنے مریضوں سے سنتی تھی اس لئے اس کیلئے یہ سب بے معنی تھا لیکن ٹرکر کے منہ سے نکلا ایک لفظ اسے بری طرح چونکا گیا۔

"اللہ۔" اس نے تعجب سے یہ لفظ دھرایا وہ تو عیسائی تھا تو پھر اس نے اللہ کیوں کہا۔

"ہاں اللہ تمہارا رب وہی ہے ناسب کا رب وہی ہے ہم سب اسے مانتے ہیں بس اپنے اپنے دائروں میں گھرے ہوئے ہیں جیسے ایک مذہب میں سو فرقے ہوتے ہیں نا یو سمجھ لو یہ دنیا کے مذاہب بھی اپنے اپنے فرقوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک اللہ ہزار فرقے بدھمت یہودی عسائیت اینڈ آل دیٹ۔"

سُولیم کھلے منہ کے ساتھ اسے سن رہی تھی سمجھ نہیں آئی کیا کہے ٹرکر کے منہ سے یہ سب سننا عجیب سی سچوئیشن پیدا کر دینے جیسا تھا اس نے سنا اس کے لب کہہ رہے ہیں۔

"تم نے ٹھیک کہا سو فیصد درست تم اچھا بولتے ہو۔"

پھر سُولیم نے اسکا جنرل سا معائنہ کیا اور پہلے سے لکھی دواؤں والا نسخہ اس کی سمت بڑھایا۔

"ڈاکٹر سُولیم ڈاکٹر جینی نے کہا ہے تم جا سکتی ہو۔"

ٹرکر کے اٹھنے سے پہلے ایک سوپر نے دروازے سے منہ نکال کر اسے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ اپنا سامان بھی سمیٹنے لگی لمبی سٹرپ والا بیگ کاندھے پر ڈال کر وہ اٹھی تھی باہر آئی تو دیکھا فارمیسی سے دوائیں لیکر ٹرکر نکل رہا تھا اسے سامنے سے آتا دیکھ کر مسکرایا۔ وہ دونوں آگے پیچھے نکلتے ہوئے پارکنگ لاٹ میں آئے تھے سُولیم نے گاڑی کا لاک کھولا اور بیگ دوسری سیٹ پر ڈال کر اگنیشن میں چابی

گھمائی گھرررر کی آواز پیدا ہوئی گاڑی سٹارٹ ہو کر جھٹکے سے رک گئی۔ اس نے بھنوؤں کو سکیڑا اور پھر سے اسے سٹارٹ کرنے کی سعی کی لیکن ناکام رہی اپنی گاڑی میں بیٹھے ٹر کرنے چمکیلی نظروں سے اسے دیکھا پھر پارکنگ سے نکالی ہوئی گاڑی کو ریورس کرتا اس کی کار کے پاس آ کر رکا۔

"سب ٹھیک ہے ڈاکٹر۔" سُولیم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا دونوں کی گاڑی کے شیشے گرے تھے۔

"پتا نہیں سٹارٹ نہیں ہو رہی یہ صبح تک تو ٹھیک تھی۔" وہ پھر سے ناکام کوشش کرنے لگی ٹر کر اپنی سلور کار سے نکلا۔

"آپ باہر آئیں میں دیکھتا ہوں۔" ونڈو پر جھکتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا سُولیم کچھ سوچ کر باہر آ گئی بیگ بھی اٹھا لیا ٹر کر اندر بیٹھا اور زور آزمائی کرنے لگا لیکن نا گاڑی نے چلنا تھا اور نا ہی وہ چاہتا تھے کہ گاڑی چلے۔

"کوئی ٹیکنکل پرابلم ہے مکینک کو دکھانا پڑے گا۔"

سُولیم نے اوہ کے سے انداز میں لب فولڈ کیئے۔

"آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

باہر آکر اس نے اپنی من پسند بات کہی۔

"نہیں میں چلی جاؤں گی تمہارا شکریہ۔" گاڑی کو لاک کرتے ہوئے وہ بنا اس کی کچھ سنے پارکنگ لاٹ سے باہر آگئی ٹر کر نے سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھا اور اپنی سلور کار میں بیٹھ گیا۔ وہ باہر آئی برف زور و شور سے برس رہی تھی چاچو کو اس نے اطلاع کر دی تھی کہ وہ دیر سے آئے گی اب بھی نکلنے سے پہلے اس نے میسج کیا تھا کہ وہ پہنچ رہی ہے لیکن یہ مصیبت درمیان میں آن پہنچی باہر اس نے سڑک پر نگاہ دوڑائی۔ دن کی طرح زندہ کفن کی مانند سفید سڑک کی رونقیں اپنے عروج پر تھیں دکانیں شاپنگ مال سب کھلے تھے لوگوں کی ویسے ہی چہل قدمی جاری تھی وہ اس زندہ قوم میں کھڑی کیب کی منتظر تھی۔ دس منٹ گزرے کیب نہیں آئی اگر اب وہ چاچو کو کال کرتی ہے تو تقریبا تیس منٹ لگنے تھے انہیں آنے میں وہ کہاں

ویٹ کرے گی تیس منٹ تک آس پاس نگاہیں دوڑائیں ایک ریسٹورنٹ تھا وہ اس کی جانب بڑھ گئی ٹر کر کو غصہ آیا اس نے بھی کار سائیڈ پر لگائی اور اس کے پیچھے چل دیا۔

"چاچو کار خراب ہو گئی آپ آ سکتے ہیں۔" دو منٹ بعد اس میسج کا جواب اسے موصول ہوا۔

"سُولیم ایک امرجنسی کیس میں پھنس گیا ہوں تم ایک کام کرو دعا کو کہہ دو اور پریشان نا ہونا مجھے آنے میں دیر ہو جائے گی۔"

اس نے تھک کر یہ میسج پڑھا آج کا تو دن ہی خراب ہے۔ اس نے او کے لکھا اور پرس اٹھاتی کھڑی ہو گئی اب ڈنر کرنا فضول تھا دعا کے ساتھ ہی گھر جا کر کرے گی لیکن اٹھنے سے پہلے یکدم ہی اس کے دماغ میں بجلی کا کوندا سا لپکا سیل اٹھایا اور ٹائپ کرنے لگی۔

"اگر تو تمہیں ٹریٹ چاہیے تو فورا اس پتے پر پہنچ جاؤ۔" ایڈریس لکھ کر اس نے

سینڈ کیا اور وہ ویٹ کرنے لگی آدھ سیکنڈ میں ہی جواب آیا۔

"اگر تو تم اپنی خیر چاہتی ہو تو فوراً اس پتے پر پہنچ جاؤ۔" نیچے بریکٹ میں زکام زدہ ایموجی بھیجا اور اپارٹمنٹ کا پتہ بھی۔

سُولیم نے ڈھیلے سے انداز میں گردن کو دبایا اور وہاں سے بھی اٹھ گئی۔ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا ٹر کر ایک سیکنڈ میں کھڑا ہوا اس کے ہاتھ میں پیک بر گر تھا حفاظتی طور پر کہیں اسے شک نا ہو۔

"ارے ڈاکٹر آپ گئیں نہیں۔" زمانے بھر کی حیرت لئے وہ اس کے سامنے آیا۔

"نہیں بس جانے ہی والی ہوں۔"

"آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پھر سے کہہ رہا تھا سُولیم نے گردن اونچی کر کے سڑک پر نگاہ دوڑائی پھر مایوسی سے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں تم جاؤ شکریہ۔"

"مان جاؤ ڈاکٹر موسم کی خرابی کی وجہ سے ابھی کوئی کیب نہیں ملے گی اور وہ بھی تو انجان ہو گا نا جس کے ساتھ تم جاؤ گی میں تو پھر تمہارا پیشنٹ ہوں۔"

سُلو لیم نے پر سوچ انداز میں اسے دیکھا پھر لوگوں سے بھری سڑک کو اس کی بات میں دم تھا وہ چلنے لگی پھر یکدم رکی۔

"اوہ میرا پرس۔" ٹر کر نے اسکے کاندھے کی سمت دیکھا جو خالی تھا۔

"میں لاتا ہوں آپ یہ پکڑیں۔" شاپر اسے پکڑا کر وہ اندر کی جانب بڑھا تھا۔

"میں نے رتیکا کو پرپوز کیا ہے۔"

NC

گاڑی چلاتے اسد کا پاؤں جھٹ سے بریک پر گیا آنکھوں میں شاک ابھرا۔

"مجھے لگتا ہے میں اس کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہوں فار شور بہت جلد موم ڈیڈ کو اطلاع کروں اتنا حیران کیوں ہو رہا ہے ڈرائیونگ پر فوکس کر میں نے کوئی مارس کو تسخیر کرنے کی خبر تو نہیں سنائی۔"

شدید بدمزہ ہوتے ہے اسنے سر جھٹکا اسد سنبھلا لیکن چہرے پر نا گواریت پھیل گئی۔

"کس چیز کے لئے انفارم کرے گا نہیں۔" آواز میں بھی ناگواریت تھی۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے آف کورس شادی کے لئے اور میرے خیال سے پرپوز بھی اس لئے کیا جاتا ہے۔"

چبا چبا کر کہتا وہ اس کی ذہنی حالت پر شبہ کرنے لگا تھا۔

"وہ ہندو ہے۔" اسد نے اس سے بھی زیادہ چبا کر جیسے اس کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔

"سو واٹ۔" وہ اس کی طرف گھوما۔

"سو واٹ۔" اسد کو اسکے جواب سے شدید اچھنبھا ہوا ایک جگہ گاڑی پارک کی۔

"وہ ہندو ہے اس کی اور تیری شادی جائز نہیں جب تک کہ وہ مسلمان یا تو خدانخواستہ ہندو نہیں ہو جاتا تم دونوں کی شادی نہیں ہونی۔"

"کیا۔" براق ہنسا۔ "یہ کیسی جاہلانہ باتیں کر رہا ہے کیا جائز ناجائز ہم پیپر میرج کریں گے اور یہ قانونی شادی ہو گی تو پاگل ہو گیا ہے لگتا ہے۔"

اسد اسے خاموش سنجیدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"براق سیکولر سہی لیکن مسلمان ہیں ہم یہاں پلے بڑھے ہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان کی اقتدار بھی اپنالیں ٹھیک ہے ہم آدھے انگریز ہیں بلکہ آدھے سے بھی زیادہ لیکن جو حصہ انگریز نہیں ہے ناوہ آج بھی پاکستانی ہے اور اس سے بڑھ کر مسلمان اور اسلام میں ہندو اور مسلمان کی شادی جائز نہیں ہے۔"

براق نے ہق دق اسے دیکھا پھر گردگھما کر پیچھے "دی مائنڈ" کو وہ صبح ضرور اسد کو وہاں لیکر جائے گا۔ اس نے ابھی گردن سیدھی کر کے اسد کو کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے الفاظ حلق میں ہی دب گئے۔

سُولیم ٹر کر، ٹر کر سُولیم اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا وہ سامنے چھوٹے پیمانے پر بنے ریسٹورنٹ سے نکلتا ہوا آرہا تھا اس کے ہاتھ میں سفید لمبی سٹرپ والا پرس تھا جو اس نے سُولیم کی جانب بڑھایا وہ اسکے بڑھانے پر اسے الٹے ہاتھ سے تھام کر کندھے پر ڈالی رہی تھی کیونکہ سیدھے ہاتھ میں اسنے پارسل پکڑا ہوا تھا پھر ٹر کرنے

اسے کچھ کہا اور وہ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے فاصلے کے ساتھ لیکن ساتھ ساتھ۔ ٹرکر نے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولا اور وہ اس میں بیٹھ گئی۔ براق نے محسوس کیا اسکی گردن کی رگ طاقت سے کھینچی ہے یہ گاڑی ٹرکر کی ہے وہ پہچان گیا دونوں فاصلے سے گاڑی میں بیٹھے اور چند ساعتوں بعد وہ اسکے سامنے سے گزر گئی۔ اسد اسے کچھ کہہ رہا تھا شاید ملامت کر رہا تھا اسے کچھ سنائی نہیں دیا گھوم رہا تھا تو وہ منظر جس میں وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے اس کے دل کو کچھ عجیب سا ہوا۔

"میں تمہیں برباد کر دوں گا۔" یہ الفاظ ٹرکر کے تھے جو اس کے دماغ میں گونجنے لگے لیکن اب یہ ہی لفظ براق کے لبوں کی زینت بن رہے تھے اسد نے اس کی نظروں کا زاویہ دیکھا اور گریفائٹ آنکھوں میں ابھرتی برداشت کی لکیریں اس کا دماغ کھولا گئیں۔

"میں تمہیں برباد کر دونگا۔" براق کی غراہٹ نے گاڑی میں گویا آگ سی تپش پیدا کر دی تھی۔

"اور کیوں کرو گے کس لئے وہ دونوں ساتھ ہوں یا نا ہو تمہیں اس سے کیا تم تو رتیکا سے شادی کر رہے ہو نا۔" اسد نے جل کر اس پر چوٹ کی تھی براق نے ضبط کیا ایک یہ ہی تھا جس کی باتیں وہ پی جایا کرتا تھا۔

"وہ پہلے۔۔ میری ہے۔" اس نے اس قدر چبا کر کہا کہ اسد ٹھہر سا گیا۔ دور سوپ کی دوکان کے باہر لگے زرد بلبوں کی روشنی گاڑی کا شیشہ پار کر کے براق کی گولڈن بالی پر پڑ رہی تھی جس کے سبب اس میں سے پھوٹتی زرد روشنی بار بار اسد کی آنکھیں چندھیا دے رہی تھی۔

"پہلے اور بعد میں۔" اس کی بالی سے نظر چرا کر اس نے گریفائٹ آنکھوں میں جھانک کر پوچھا جس میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

"بعد میں ہو کیئر ز۔" شانے اچکا کر اس نے سیٹ کی پشت پر وزن ڈالا اور نمبر ڈائل کرنے لگا سم بند ہونے کا اشارہ ملا اس نے فون تک رسائی حاصل کی "ڈیڈ" اپنا سیل بے دردی سے ڈش بورڈ پر پٹختا ہوا وہ اسد سے کہہ رہا تھا۔

"تمہارے اپارٹمنٹ چلو رتیکا پوچھے تو کہہ دینا معلوم نہیں۔ "بدمزگی سے کہہ کر وہ خفا سے ونڈو سے باہر دیکھنے لگا اسد نے ایک خاموش نگاہ اس پر ڈالی اور گاڑی کو واپس موڑ لی۔

اس کا بڑا دل کیا کہہ دے سُولیم کے لئے رتیکا کو اگنور کرنے کا کیا مطلب لیکن مصلحت کی خاطر خاموش رہا۔ آسمان سے گرتے برف کے ٹکڑے اس سیاہ کار کی چھت پر اپنی جگہ بنا رہے تھے کچھ کن سویاں لینے والے تو ونڈو سے چپکے اس میسکولر انسان کو دیکھ رہے تھے سڑک پیچھے چھوٹ رہی تھی گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔

"چاچی وہ تو ابھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔ "

ٹرکر نے اپنی سلور کار انکی بلڈنگ کے اندر روکی سُولیم اپنا پرس تھامتی نیچے اتر آئی۔

"تمہارا شکریہ نیکسٹ اپائٹمنٹ پر تمہاری فیس آدھی۔ "ٹرکر اس کے ساتھ ہی باہر نکلا تھا سُولیم نے دوسری جانب کھڑے ہوتے ہوئے اس کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی ڈاکٹر تم معاوضہ دو گی۔" اس کی مسکراہٹ سُولیم کی بات سے دب گئی تھی وہ نروٹھا سا چلتا اس کی طرف آیا۔

"ہاں بالکل یہاں تک جو تمہارا پٹرول جلا ہے وہ یقیناً مفت نہیں آیا ہو گا جبکہ تمہارا گھر اوپوزٹ سائیڈ پر ہے۔"

"سو واٹ تم میری ڈاکٹر ہو تمہارے لئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" آواز میں ہنوز ناراضگی برقرار تھی۔

"گڈ نائیٹ۔" وہ کچھ بھی مزید کہے بغیر اندر کی جانب بڑھ گئی ٹر کرنے دور تک اسے جاتے ہوئے دیکھا پھر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"تمہارا شکریہ ٹائمنگ کمال کی تھی اس نے واقعی ہمیں دیکھ لیا انعام جلد تم تک پہنچ جائے گا۔"

سلور کار گیٹ عبور کر گئی تھی مدھم لو میں چلتی ہوا نے کھلے شیشے سے یہ الفاظ سنے تھے۔

"تمہیں کیا ہوا ہے۔" تاریکی میں ڈوبے لاؤنج کو روشن کرتی وہ اپنے اور دعا کے مشترکہ کمرے میں آئی جہاں وہ سر نہوڑے بیٹھے تھی۔ سُولیم کے پوچھنے پر منہ اوپر اٹھا وہ ٹھٹھک گئی دعا کی ناک اور اسکا نچلہ حصہ شدید سرخ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس میں سے ابھی خون رسنے لگ جائے گا آنکھیں بھی تقریباً ویسی ہی تھیں۔ ستا ہوا چہرا اور جوڑے سے نکلتے اطراف میں چپکے بال اسے ہڈیوں کو جما دینے والی سردی میں پسینہ آرہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ دعا اتنی بیمار تھی تو مجھے کال کر لیتی۔" پریشانی میں اپنا پرس پھینکتی وہ اس کے گھٹنے کے پاس زمین پر دوزانو بیٹھی تھی گھٹنے بھی آگ کی طرح جل رہے تھے۔

"تمہارا فون بند تھا۔" شڑ کر کے ناک سے نکلتا پانی روک کر وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔ سُولیم جانتی تھی بیماری میں دعا کسی دو سال کے بچے سے کم نا تھی ابھی اس کی کیا حالت ہے وہ سمجھ گئی تھی۔

"اچھا تم ٹینشن نا لو میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں۔" کہتے ساتھ ہی اس نے قریبی ڈاکٹر

کا نمبر ملایا اسے تمام صورتحال بتا کر وہ ایک اور نمبر ملانے لگی تھی جب دعا کی بات پر اس کا ہاتھ رک گیا۔

"خبردار جو تم ان انکل کو کال ملانے کی کوشش بھی کی تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ان کی انہیں انکا کام مبارک ہو۔"

ان انکل سے مراد سُولیم کے بے چارے طاہر چاچو تھے اکثر و بیشتر وہ دعا کے وجہ سے اس کے بھی انکل بن جایا کرتے تھے۔

"فون کھڑکایا اور کہہ دیا دیر سے آؤں گا بندہ پوچھے جوان جہان بیٹیاں گھر میں تنہا ہیں ان کی پہلے خیریت تو لے لیں لیکن نہیں ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں میں نے بھی کہہ دیا ماما کو دو گرل فرینڈز ہیں ان کی یہاں ایک سے تو بڑا پکے والا افئیر ہے۔" وہ مسلسل شڑ شڑ کرتی رونی آواز میں کہہ رہی تھی کوئی اور وقت ہوتا تو سُولیم اس کا سر پھاڑ دیتی ابھی صبر کا گھونٹ پینا پڑا لیکن حیرت ظاہر کر دی۔

"ایسا کیوں کہا تم نے دعا اچھا گھورو تو مت کب کہا؟"

"ابھی کے ابھی کہہ کر فون ڈیڈ کر دیا ابھی تم پر کال آئے گی اور اگر تم نے جو میں نے کہا ہے، نا کہا تو دیکھنا نہ تو میں نے دوائیں کھانی ہیں اور نا ہی تم سے بات کرنی ہے اور سب سے بڑی بات ڈاکٹر کو چیک بھی نہیں کروانا واش روم میں بند ہو جانا ہے۔ "

دعا کی زبان ابھی چل ہی رہی تھی جب اس کا موبائل چنگھاڑتے ہوئے اسے چاچی کالنگ بتا رہا تھا اس نے تھوک نگلا اور رونی صورت سے دعا کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"کسی کی کردار کشی کرنا انتہائی غلط بات ہے۔" اس نے دعا کو سمجھانا چاہا۔

"اور کسی کا دل دکھانا اس سے بھی زیادہ تم وہ کہو جو میں نے کہا ہے ورنہ میں وہ کرونگی جو میں کہہ چکی ہوں۔ "

"وہ بے گناہ ہیں اچھا رکو بیٹھ بھی جاؤ اب کہتی ہوں ان سے۔" دعا کے لڑکھڑاتے واش روم کی سمت بڑھتے قدم تھمے اور وہ واپس بیڈ پر گر گئی۔

"جی میں ٹھیک نہیں وہ تھوڑی نہیں بہت۔" دعا کی گھوری نے تھوڑی کو بہت میں بدل دیا۔ "بیمار ہے۔"

رسمی علیک سلیک کے بعد چاچی اصل بات کی طرف آئیں تھی۔

"تمہارے ڈیڈی کہاں ہیں۔"

سُولیم نے دعا کو دیکھا اور دل میں نعوذ باللہ پڑھ کر کہنا شروع کیا۔

"چاچی وہ تو ابھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔"

"سُولیم کیا وہ سب درست ہے جو دعا نے کہا ہے؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں۔" اس کی نظریں دعا کی طرف ہی تھیں جو اسے مسلسل گھور رہی تھی۔

"کیا واقعی طاہر کا کوئی افئیر نہیں ہے۔"

"جی ان کا افئیر ہے۔" دعا کے دل میں ٹھنڈ پڑی چاچی کا بھرپور "کیا" نکلا سُولیم نے آنکھیں میچ کر خود کو ملامت کیا۔

اور کال کاٹ دی چند منٹ بعد جب دعا زور شور سے انجیکشن نا لگوانے کے لئے دہائیاں دے رہی تھی تب سُولیم کی انگلیاں احتیاط سے میسج ٹائپ کر رہی تھیں تمام روداد لکھ کر اسنے وہ میسج پاکستان بھیجا تھا ان کی کال آنے لگی وہ ڈاکٹر کو چھوڑنے کے بہانے باہر آئی اور انہیں دروازے سے رخصت کر کے جھٹ کال اٹینڈ کی۔

"دعا کو غلط فہمی ہوئی ہے چاچی ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی میری آنکھوں نے وہ دیکھا جو نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔"

اس نے کرنٹ کھا کر سیل کان سے ہٹایا چاچی کی کال کو درمیان میں کاٹ کر یہ کال ملائی گئی تھی۔

اس نے سکرین آنکھوں کے سامنے کی بلینک نمبر سیل کو بے جان کر کے اس نے قدم کچن کی جانب بڑھائے۔

"دعا تمہارے لئے سوپ بنا رہی ہوں۔" وہ کچن میں آ گئی خود بھی بھوک لگی تھی وہ

NC

فریج سے چیزیں نکال کر کاؤنٹر پر رکھنے لگی۔

"میں نے کہا تھا نا اگر میری کال کاٹی تو میں تمہارے سامنے حاضر ہوں گا۔"

وہ اس آواز پر جم گئی جو عین اسکے پیچھے سے آ رہی تھی۔ سُولیم نے احتیاط سے سٹولر کا کونا پکڑ کر نقاب کیا اور اپنے ہاتھ لکڑی کے چمچے پر جما لیے۔

"تم خود اپنے لئے مشکلات پیدا کر رہی ہو دیکھو مجھ سے۔" اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ سُولیم نے پوری طاقت سے وہ چمچہ بنا دیکھے اسے مارا لیکن وہ دو قدم گھبرا کر پیچھے ہٹی چمچہ اس کے سامنے بالکل اس کے سامنے کھڑے براق میں سے آر پار ہو گیا۔ وہ حیرت سے پھیلی گھبرائی سوالیہ آنکھوں سے اس مسکراتے کچھ کچھ ڈرنک لگتے براق کو دیکھ رہی تھی جو ہنسے جا رہا تھا۔ سُولیم نے آنکھیں مسل کر اسے دیکھا آگے آئی اور لکڑی کا چمچہ دھیان سے آگے بڑھایا اور ریڈ ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں کھڑے براق کے بازو کی طرف کیا آر پار بازو سے ہوتے اس نے پورے اس کے وجود پر وہ ٹھوس چیز ماری جو آر پار ہوتی گئی۔

"چھلاوا۔ "اُمم ہمم کیا سوچ رہی ہے سُولیم۔

"ہولو گرافک تھری ڈی پروجکشن۔ "

آنکھ مار کر سامنے کھڑے براق نے بتایا وہ چونک گئی دفعتاً نگاہ چھت کی جانب اٹھی ضرور اس نے یہیں کہیں اس پروجیکٹر کو فٹ کیا ہو گا جس میں سے اسکی ریز نکل رہی ہیں۔

"کیا یہ ریکارڈڈ ہے؟ "محتاط انداز میں آس پاس دیکھتی ہو پوچھ رہی تھی براق آگے آیا اس نے اپنی سائیڈ سے کچھ اٹھایا تھا وہ وائین کا گلاس تھا لبوں سے لگایا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"یہ لائیو ہے میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں سن سکتا ہوں ہاں بس چھو۔ "اس نے ہاتھ آگے بڑھایا سُولیم جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔

"نہیں سکتا محسوس نہیں کر سکتا تو بتاؤ تم کیسی ہو؟ مجھ سے پوچھو تو میں اس حالت میں ہوں کہ کسی کا بھی قتل کر سکتا ہو ماسوائے تمہارے کیوں کیونکہ جس پر مجھے

غصہ ہوتا ہے میں اسے آسان موت نہیں دیا کرتا کہا تھا نا تمہیں پہلے میری گرل فرینڈ بنا ہے تم میری چیز ہو تو بتاؤ ٹر کر کے ساتھ تمہارے کیسے تعلقات ہیں کیوں جانتی ہو اسے اور کیا تمہیں اس کے ساتھ ڈیٹ کرتے ہوئے واقعی اپنی اپیرنس کا خیال نہیں آیا جلدی جلدی بولو تمہارا وقت شروع ہو چکا ہے۔"

خمار آلود چہرا ڈولتی ہوئی چال بے خود آنکھیں کاٹ دار لہجہ۔

سُولیم نے اس کے لفظوں کو برداشت کیا۔

"میں کسی کو بھی جواب دینے کی پابند نہیں ہوں اور تمہیں تو خاص کر نہیں بہتر ہے چلے جاؤ نہیں تو تمہارے عکس کو میں نے مٹا دینا ہے۔"

کمرے میں آتا اسد ٹھٹھکا تھا۔ اس کی ایل ای ڈی کے ساتھ کچھ چیزیں اٹیچ کر کے وہ اس سے لائیو بات کر رہا تھا۔

"تم ہولو یوز کر رہے ہو۔" اسد کے لفظوں میں حیرت تھی براق نے مڑ کر دیکھا اور اسی پل سُولیم منظر سے ہٹی اسے چھت کے کونے پر کچھ نا محوس سی چیز ملی تھی۔ وہ

لینز تھا جلدی سے سٹور روم سے وہ فولڈڈ سیڑھی اٹھا کر لائی

براق نے واپس چہرا موڑا اور اسے سامنے نا پا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا وہ سامنے سے سیڑھی اٹھاتی آرہی تھی۔

"تمھیں لگتا ہے اس کے بعد تم مجھ سے چھٹکارا پالو گی تم بچوں جیسی ہو سُولیم۔" وہ ہنستے ہوئے صوفے پر بیٹھا عجیب سا لگ رہا تھا کیونکہ وہ اسد کے گھر موجود اپنے روم میں صوفے پر بیٹھا تھا اور سُولیم کے گھر وہاں صوفہ نہیں تھا وہ چپ چاپ سیڑھی کو صحیح جگہ سیٹ کرتی اب محتاط سی اوپر چڑھ رہی تھی۔

"ذہین پلس مضبوط پلس دلفریب۔"

براق نے دلچسپی سے مٹھی پر تھوڑی ٹکالی غصہ دفعتاً رفع ہوا تھا جانے کیوں لیکن صرف اس پر ٹر کر کی تو خیر نہیں۔

وہ اوپر چڑھی چھت پر وہاں جہاں ایل ای ڈی لائیٹس کے لئے ہول بنائے گئے تھے جن کے چاروں اطراف گولڈن کلر کی سورج کی شعائیں نکالیں گئیں تھی وہاں ان

شعاعوں میں ایک چھوٹی سی چپ لگی تھی جو شعاعوں سی قدرے موٹی تھی۔ سُولیم نے ہاتھ بڑھا کر اس چیپ کو نکالا وہ ساؤنڈ چپ تھی براق شاہ اب اس لڑکی کی آواز نہیں سن سکتا تھا اور نا ہی اپنی آواز اسے سنا سکتا تھا۔ سُولیم نے چھت پر لٹکتے فانوس کے پاس صوفے سے سہارا دیکر سیڑھی کو کھڑا کیا پھر وہ رکی براق کو دیکھا اور اس پر چڑھ گئی۔ فانوس کے اندر لینز والی سائیڈ باہر کر کے ایک سفید ٹیب کے سائز کا پروجیکٹر لگایا گیا تھا جس سے نکلتی ریز براق کا وجود بناتی تھیں سُولیم نے اسے کھینچا ایک پتلی وائر جو اس سے اٹیچڈ تھی اس پر ہاتھ رکھا پھر براق کو جواب کھڑا ہو چکا تھا دیکھ کر طنزیہ بولی۔

"بو بائے مسٹر۔" اور پھر اس تار کر دو ٹکڑے کر دیے سفید تار ٹوٹی عکس جھلملالانے لگا بالکل ایسے جیسے پانی میں دیکھو تو لہراتا ہے۔ وہ نیچے اتری سینے پر بازو باندھے بہت پتلی سی روشنی والا براق شاہ اسے نامعلوم نظروں سے دیکھ رہا تھا سُولیم نے اس پروجیکٹر کو نیچے پھینکا اور ایک زوردار ضرب اس پر لگائی وہ ٹس سے مس نا ہوا

پھیکی روشنی والا براق دائیں جانب گردن گرا کر ہنسا۔ وہ تن فن کرتی کچن میں گئی ایک موٹا پتھر جو کاؤنٹر پر شوپیس کی طرح سجایا گیا تھا اسے اٹھا لائی۔

"برائی کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوتی وہ ایک نا ایک دن ختم ہو ہی جاتی ہے اور اس کا انجام بڑا ہی بھیانک ہوتا ہے۔"

اور پھر ٹھاہ کی آواز سے وہ سفید باڈی والا پروجیکٹر چکنا چور تو نہیں ہاں پر ٹوٹ گیا ساتھ میں براق شاہ کا وہ عکس بھی منظر سے ہٹا تھا کچھ چیزیں واقعی ظلم کرنے سے ختم ہوتی ہیں اس نے ایک نظر اس زچ زدہ چیز کو دیکھا پھر اپنا کام کرنے چلی گئی۔

"اور آج کے ونر ہیں براق شاہ۔"

جم اس کے ورک آؤٹ سے پر رونق تھا۔ پسینے میں نہایا وہ پک ڈک مشین کو چھوڑتا کھڑا ہوا ٹاول بوائے نے بھاگ کر اسے سفید نرم و ملائم تولیہ پیش کیا اپنا ٹیٹو والا بازو

صاف کرتا وہ رتیکا کو دیکھ کر مسکایا۔

"تم یہاں۔" گردن چھاتی سر صاف کر کے انرجی ڈرنک کو منہ سے لگاتا وہ محظوظ سا پوچھ رہا تھا۔

"کیسا لگا سرپرائز۔" ہاتھ پھیلاتی نزاکت سے چلتی وہ اس کے قریب آئی تھی اسے شوٹنگ پر جانا تھا تبھی وہ دو ہفتے سے غائب تھی۔

"ہمیشہ کی طرح خوبصورت۔" کسی کی بھی پرواہ کئے بغیر وہ اس کے نزدیک آیا تھا۔

"تم نے مجھے مس کیا۔" اپنے بھورے بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس نے اسکے مسلز بازوؤں کو دیکھ کر پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں میرا وقت اچھا گزرا ہمیشہ کی طرح۔" رتیکا کا منہ بنا۔

"تم بہت منہ پھٹ ہو کبھی تو دل رکھ لیا کرو۔" وہ اس کے ساتھ چلنے لگی تھی اس کے ہیل کی آواز جم میں ابھرنے لگی۔

"منہ پھٹ نہیں صاف گو تم بتاؤ تمہارا وقت کیسا رہا۔" تصیح کر کے وہ اب اس کی

کمر میں ہاتھ ڈال کر چل رہا تھا۔ اس کے قدم بینچ کی طرف تھے وہ خود کو وارم اپ کرنے آیا تھا اب سے کچھ دیر بعد اس کا میچ جو تھا۔

"میرا بھی خوبصورت۔" بھنویں اچکا کر گویا جتایا براق نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا انرجی ڈرنک کی کین منہ سے لگائی۔

"کل میں نے تمہاری اور روحت کی تصویر دیکھی اور یقین جانو میرا خون بہت کھولا، تمہیں میں نے کہا تھا جو جب تک میرا ہوتا ہے صرف میرا ہوتا ہے میرے بعد کوئی بھی ہو آئی ڈونٹ کئیر لیکن شاید تم مجھے سمجھ نہیں سکیں۔"

براق کا ٹھنڈا لہجہ اس کے طوطے چھڑوا گیا۔

"نن۔۔ نہیں براق وہ تو میں نے نہیں اس نے ہم پچھلی مووی کی پرموشن کے لئے گئے تھے اس نے کیا، میں تمہیں پسند کرتی ہو ٹرسٹ می۔"

براق نے سرد نگاہیں اس پر گاڑیں اور اسی لہجے میں بولا۔

"شاید میں تمہیں پرپوز کر چکا ہوں تم بھولتی جا رہی ہو گڈ فار یو میں اپنا پرپوزل

واپس لیتا ہوں انجوائے یور لائف۔"

"نہیں براق۔" رتیکا کی غلافی آنکھوں میں نمی یکدم تیری ساتھ میں ڈر بھی ڈر اس بات کا کہ ایک فینس باکسر اسے چھوڑنے جا رہا ہے جس سے شادی نا صرف ڈریم میرج ہوتی بلکہ مزید فیم کے ساتھ ساتھ بے انتہا دولت بھی ملتی۔

"ایسے مت کرو میرا یقین کرو میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"کچھ نہیں کیا تو اس نے تمہیں بھرے مجمع میں چھوا کیسے اور تمہارے لب وہ کیوں مسکراہٹ میں ڈھلے تھے کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

انرجی ڈرنک کی کین زور سے زمین پر پٹخی آواز آگ میں لپٹی سرد تھی۔

"میری مجبوری تھی وہ میری مووی روک دیتا وہ اسکا پرڈیوسر تھا میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو۔"

اس نے براق کا ہاتھ تھاما جسے اس نے جھٹک دیا۔

"یونو واٹ مجبوریاں بنائی جاتی ہیں ہوتی نہیں ہیں گڈ بائے بے بی۔"

حقارت سے کہتا وہ اس کے پاس سے اٹھتا جا رہا تھا رتیکا نے آنسوں پیتے ہوئے زور سے مکا بینچ پر مارا۔

براق ڈریسنگ روم میں آیا نہایا ڈریس چینج کیا اپنا مخصوص لباس پہنا اس کے اوپر اوور کوٹ لیا اور ڈھیر سارے گارڈز کے ہمراہ چلتے ہوئے سٹیڈیم کی جانب رواں دواں ہو گیا۔ وہ اس وقت مانچسٹر میں تھا اور اس کا قافلہ مانچسٹر سٹیڈیم کی راہ کا مسافر تھا۔ آج اس کا ایک اور بڑا میچ تھا انڑ ویو دیکر وارم ویلکم کے ساتھ اپنے حریف کو لفظوں میں پچھاڑ کر وہ رنگ میں طیش کے عالم میں کھڑا تھا۔ رتیکا کی حرکت اسے سخت کبیدہ خاطر کر رہی تھی وہ اس سے شادی کرنے جا رہا تھا اس کے باوجود وہ کیسے کسی اور کے ساتھ اٹیچ ہو سکتی ہے ساری خندس اپنے حریف پر نکال کر وہ جیسے شانت ہوا تھا۔

"اور آج کے ونر ہیں براق شاہ۔" ریفری نے اسکا ہاتھ اٹھا کر جیت کا اعلان کیا ہاتھ

کی پشت سے منہ پونچھتا وہ رنگ کی تاریں پھلانگتا میڈیا کو اکیسکیوز کرتا کیبن میں آیا تھا۔

"کیا ہوا اتنے اکھڑ کیوں رہے ہو۔" اسد نے اس کی بے زاریت جانچ لی تھی برابر بیٹھ کر پوچھا براق بے چین سا اسکی سمت مڑا۔

"رتیکا کے ساتھ بریک اپ ہو گیا ہے میرا اور یہی بات مجھے ڈسٹرب کر رہی ہے شاید میں بے غیرت ہو رہا ہوں اور اسے معاف کرنے کا سوچ رہا ہوں میں اس وقت شدید ذہنی تناؤ کا شکار ہوں۔" اپنے بال نوچتے ہوئے وہ واقعی ڈسٹرب لگ رہا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک مودب سا آدمی اندر آیا۔"

سر کچھ دیر بعد آپ کا انٹرویو ہے۔" براق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے اگر تو پیچ اپ کرنا چاہتا ہے تو اٹس اوکے یہ بات تو پہلے سے ہی طے تھی۔ وہ جس فیلڈ سے تعلق رکھتی ہے اس میں یہ سب عام بات ہے شادی کے بعد بھی ایسا ہی چلتا تو سینس ایبل انسان ہے جمع تفریق تو کی

ہو گی تو نے تو پھر بے فضول سٹریس لینے کا کیا فائدہ۔"

اس آدمی کے جانے کے بعد اس نے سہولت سے کہا تھا البتہ براق کا اس رتیکا کے لئے اتنا ٹچی ہونا اسے ایک آنکھ نا بھا رہا تھا کاش ان کا پیچ اپ نا ہو آمین۔

"معلوم ہے اور میں بھی کوئی اتنا تنگ نظر نہیں ہوں یہ سب تو چلتا رہتا ہے لیکن میں نہیں جانتا اتنے عرصے لبرل رہنے کے بعد یہ اچانک سے مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے یا شاید رتیکا وہ انسان ہے جسے میں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کر سکتا پتا نہیں سب جائے بھاڑ میں۔"

جھنجھلا کر وہ تیار ہونے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ سرسری کے ساتھ انٹرویو دیکر وہ مانچسٹر سے لندن کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا دل یہاں بہت برا ہو رہا تھا کچھ خالی پن کچھ مسنگ سا احساس تھا جو اسکے دن خراب کئے دے رہا تھا۔

جہاز لینڈ ہونے سے کچھ دن پیچھے رات کے وقت جب چاچو دبے قدموں اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہے تھے تو سُولیم کو لاؤنج میں پا کر ٹھٹھک گئے۔

"سب ٹھیک ہے۔" انہوں نے چونک کر پوچھا پھر نظریں فرش پر سفید ٹوٹے ڈیوائس پر پڑی۔ "یہ کیا ہے؟"

"بیٹھ جائیں تسلی سے سنیں آپ کے اعصاب اس وقت مضبوط ہیں یا یہ تھکن کا شکار ہیں۔" اس کی غیر معمولی سنجیدگی انہیں انہونی کا سائرن دے رہی تھی۔

"آپ مجھے ڈرا رہی ہیں کچھ برا ہوا ہے کیا۔" بریف کیس نیچے رکھ کر وہ بالکل اس کے پاس بیٹھے تھے سُولیم نے فیصلہ کن سانس خارج کی۔

"ایک سنکی انسان میرے پیچھے پڑا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی دوست (اس نے دانستا گرل فرینڈ لفظ کو گول کیا) بنوں اس سے فونز پر باتیں کروں اور اس کے ساتھ وقت بتاؤں۔ وہ میرا فون بھی بگ کر رہا ہے لیکن جب میں نے منع کیا تو مجھ سے بات کرنے کے لئے اس نے یہ ہائی ڈیفینیشن کوالٹی کا ہولو گرافک پروجیکٹر یہاں فٹ کر دیا تاکہ وہ جب مرضی چاہے مجھ سے بات کر سکے میرے ساتھ وقت بتا سکے لیکن میں نے اسے توڑ دیا ہے میں اس سب سے سخت پریشان ہوں اور چاہتی

ہوں آپ اس کا قیمہ بنا دئیں تا کہ وہ پھر کوئی جرات نا کر سکے۔"

طاہر کی گردن کی رگیں تنیں چہرہ ضبط کے باعث سرخ ہوا اور سانس غیر متوازن چلنے لگا۔

"نام کیا ہے اس کا؟" ان کی آواز غراہٹ میں بدل گئی تھی۔

"براق شاہ۔" چاچو نے بڑی مشکل سے اس نام کو نگلا۔

"وہی جو باکسر ہے؟" سُولیم نے اثبات میں سر ہلا دیا چاچو جھٹکے سے کھڑے ہوئے تھے۔

"سامان پیک کروا اپنا اور دعا کا تم دونوں صبح پاکستان کے لئے روانہ ہو رہے ہو۔"

"پر چاچو ہم ڈر کر نہیں بھاگے گیں ہم اس کا سدباب۔" طاہر نے اسکی بات درشتی سے کاٹ دی۔

"سُولیم بیٹیوں کے معاملے میں سدباب نہیں نکالے جاتے حل نکالے جاتے ہیں اور اس وقت تم دونوں کا پاکستان جانے سے اچھا حل میرے پاس نہیں ہے۔"

انہوں نے اپنی آنکھوں میں بڑھتی سرخی پر کنٹرول پاتے ہوئے دھیمے انداز میں سمجھانا چاہا وہ "براق شاہ" کی "دوستی" کا مطلب بخوبی جانتے تھے اور یہ جاننا ہی انکا فشار خون بلند کرنے کے لئے کافی تھا۔

"پر چاچو دعا کا سمسٹر۔" وہ ہارتے ہوئے منمنائی یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

"بھاڑ میں گیا سمسٹر تمہاری عزت سے بڑھ کر میرے لئے کچھ نہیں ہے ماسٹر کرنا ہے اس نے پاکستان سے کر لے گی ابھی تم وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"کیا۔" بیمار دعا کا "کیا" صدمے سے چور بڑا طویل تھا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے یہ میرا خواب ہے۔" وہ گرل کو تھامتی بامشکل سیڑھیاں اترتی نیچے آئی تھی۔

"تمہارا خواب اپنی بہن سے بڑا نہیں ہو سکتا جاؤ اور جا کر پیکنگ کرو۔" وہ بولے نہیں پھنکارے تھے۔

"میں نہیں جاؤں گی آپ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔" وہ ضد میں ان کے

مقابل آکر کھڑی ہوئی۔

"دعا مجھے سختی کرنے پر مجبور مت کرو۔" انہوں نے ضبط کی آخری سیڑھی پر پاؤں رکھا تھا سُولیم کا دل اپنی غلطی پر دھک دھک کرنے لگا۔

"میں نہیں کر رہی اور نا ہی میں جا رہی ہوں یہ میرے فیوچر کا سوال ہے آپ نے بھیجنا ہی ہے تو سُولیم کو بھیجیں مجھے کیوں بلی کا بکرا بنا رہے ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے چاچو۔" وہ یکدم درمیان میں بولی۔ "میں چلی جاتی ہوں آپ دعا کو یہیں رہنے دیں۔"

"ہر گز نہیں۔" انہوں نے سختی سے ٹوکا۔ "یہ تمہارے ساتھ جائے گی۔"

"میں نے کہا نا میں نہیں جاؤنگی۔" وہ اونچی آواز میں چیخی طاہر اور سُولیم دونوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"آپ ہمیشہ ایسا کرتے ہیں اس کے پیچھے ہر وقت میرا حق سلب کرتے رہتے ہیں مجھے بھول جاتے ہیں اسے یاد رکھتے حالانکہ آپکی سگی اولاد میں ہوں یہ نہیں۔"

"دعا۔" چٹاخ کے ساتھ چاچو کا ہاتھ دعا کا گال داغ دار کر گیا۔ وہ چیخ کے ساتھ گھبرا کر اٹھی خواب کی پٹی ہٹی اور وہ چندھائی نظروں سے کمرے میں پھیلے ملگجے اندھیرے کو دیکھنے لگی کھڑپڑ ہوئی اور جھٹ سے لائیٹ آن ہو گئی۔ چاچو بے تابی سے اس کی سمت بڑھے ان سے ابھی ابھی ناراضی ختم کر کے تھوڑی بیمار اور تھوڑی صحت یاب دعا متفکر سی اس کے پاس بیٹھی۔ چاچو ابھی چند یعنی بیس منٹ پہلے ہی آئے تھے دعا اٹھی تھی لیکن سُولیم کی نیند کے خیال سے اس نے زیرو پاور کا بلب ہی روشن رہنے دیا تھا۔ چاچو نے بھی اس حکمت عملی پر اکتفا کیا اور وہ دونوں دبی آواز میں ایک دوسرے کے ساتھ روٹھنے منانے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے جب سُولیم کی چیخ نے انہیں حواس باختہ کر دیا۔

"کیا ہوا بچے شششش سب ٹھیک ہے۔" وہ اس کے بال سہلانے لگے۔ اسے اپنے کاندھے سے لگایا ہوا تھا دعا نے فورا نے سے پانی اس کی سمت بڑھایا جو دھواں دھار روئے جا رہی تھی۔

"سُولیم کیا ہو گیا ہے۔" اس نے روہانسے سے انداز میں کہتے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا چند گھونٹ لے کر وہ کانپتے ہوئے چاچو کو دیکھ رہی تھی جو متفکر سے اس کے بال سہلا رہے تھے وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ غائب دماغی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"سُولیم بیٹا سب ٹھیک ہے ڈیڈی آپ کے پاس ہی ہیں۔"

"چاچو میں آپ پر بوجھ نہیں ہوں نا۔" اس نے روتے ہوئے پوچھا اس کا دماغ ابھی بھی حقیقت و خواب کے پینڈولم میں جھول رہا تھا۔

"ہر گز نہیں۔" چاچو نے اس پر گرفت مضبوط کی دعا نے فوراً اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر ساتھ کا احساس دلایا۔

"میں دعا کا حق سلب نہیں کرتی نا۔" اس کی آواز مدھم تھی سرگوشیوں میں، چاچو نے جھٹ خونخوار نظروں سے دعا کو دیکھا وہ تھوک نگلتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں میں نے کچھ نہیں کہا میں کچھ کہہ سکتی ہوں بھلا۔

"نہیں بیٹا ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔"

"میں آپ کی سگی اولاد نہیں ہوں جانتی ہوں لیکن دعا سے کہیں کہ مجھ سے بدگمان نا ہو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" دعا کے اوپر تو گویا اوس گر گئی وہ پھنسی پھنسی آواز میں وضاحت دینے لگی۔

"اس کا دماغ چل گیا ہے پاگلوں کا علاج کرتے کرتے خود پاگل ہو گئی ہے باخدا میں نے ایسا کچھ نہیں کہا یہ مسلسل مجھ پر بہتان باندھ رہی ہے۔"

چاچو کے عتاب سے ہی اس کی روح کانپ گئی اوپر سے سُولیم کی یہ اول فول سی باتیں۔

"آپ کہیں نہیں جائیں گی اور آپ میری سگی اولاد سے بھی بڑھ کر ہیں۔(ہاں وہ تو نظر آ رہا ہے بیٹی کو شک کی نظروں سے جو دیکھ رہے ہیں۔ دعا کے ایسے ایسے لاجواب منہ کے زاویے بن رہے تھے کہ کوئی حال نہیں)اور یہ فضولیات آپ سے کس نے کہی ہے۔"

دعا کا سانس رک گیا ضرور اس نے ڈر گز لینی سٹارٹ کر دی ہیں جوان کا الٹا اثر ہو رہا ہے یا اللہ بچا لے تو جانتا ہے میں بے قصور ہوں۔

سُولیم نے پلکیں جھپکائیں منظر صاف ہونے لگا دماغ کام کرنے لگا اس نے سر اٹھا کر چاچو کو دیکھا پھر وہ بولی تو دعا کے پاؤں سے زمین کھچ گئی۔

"دعا نے خواب میں، وہ بہت بھیانک خواب تھا۔" وہ جیسے ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی دماغ نے کام کرنا شروع کیا وہ خواب کو حقیقت نہیں بنا سکتی تھی کل رات کا کیا عہد اس نے توڑ دیا۔

"ایک چپیڑ نہیں رکھی آپ نے اسے۔" دعا نے احتجاجی نظروں سے باپ کو دیکھا۔

"رکھی تھی پر آپ نے وہ بہت بھیانک خواب تھا۔" دعا نے جھٹ گال پر ہاتھ رکھا۔

"یہ بالکل بھی صحیح بات نہیں ہے خود ہیروز بن کر مجھے ولن بنا رہے ہو ریڈرز کیا کہیں گے دعا کا کریکٹر کتنا نیگیٹو ہے خبر دار جو تم نے مجھے دغا باز ثابت کیا تو اور

ہاں۔" اب وہ چاچو کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "آپ بھی ایک بات ذہن نشین کر لیں یہاں کی پولیس کی کوئک سروس ہے۔"

چاچو نے کوئی بڑی ہی زبردست نظر اس پر ڈالی وہ کھسیا کر رہ گئی۔

"یہاں پر تو اپنے حق۔" اور اس لفظ پر اس نے فوراً اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھے

سُولیم نے اسے اگنور کیا۔

"آپ کب آئے تھے۔" چاچو جو دعا کو ملامت کرنے لگے تھے اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

"بس ابھی کچھ دیر پہلے۔"

"آپ کو بھوک لگی ہے۔" وہ سنبھل گئی تھی سیدھے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بھوک نہیں لیکن زوروں کی نیند آئی ہے آرام کرونگا اب۔" کہتے ساتھ انہیں جمائی بھی آ گئی تھی جسے انہوں نے ہتھیلیوں کی پشت سے روکا۔

"آر یو شیور۔" اسے تسلی نہیں ہو رہی تھی وہ سمجھنے لگی چاچو اس کے آرام کی وجہ

سے کہہ رہے ہیں۔

"یس آفکورس اور اب آپ بھی سو جائیں چھٹی کر لیں میں جینی کو کال کر دونگا آج ہم سنڈے کے علاوہ فیملی ڈے منائیں گے اور ہاں آئی لو یو۔" کھڑے ہو کر کہتے انہوں نے رک کر آئی لو یو کہا اور جھک کر اس کے ماتھے پر بوسا دیا۔ وہ سر شاریت سے مسکا دی جبکہ دوسری طرف دعا کا دل ابھی بھی خود کا ولن بننے کی وجہ سے جل رہا تھا۔ چاچو ایک کڑی نگاہ دعا پر ڈال کر چلے گئے جسے اس نے ناک پر سے مکھی کی طرح اُڑایا پھر وہ پھولے منہ کے ساتھ سُولیم کو دیکھنے لگی جو مسکراہٹ لبوں میں دبائے معذرت خواہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایم سوری۔" اس نے آہستگی سے کہا دعا چونکی پھر اکڑ کر پوچھا۔

"فار واٹ۔" ویسے ہی نروٹھے لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں ڈرانے کے لئے خواب میں پڑے تھپڑ کے لئے اور اب جو چاچو تمہیں شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے اس کے لئے۔"

"ہا، جیسے انکی شکی نگاہ سے میں بدک جاؤ نگی نا (حالانکہ ابھی اس کی انہی نظروں سے جان نکلی ہوئی تھی) لیکن میں تم سے شدید خفا ہوں تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں تمہارے بارے میں ایسا کہہ سکتی ہوں۔ تم نے مجھے تکلیف دی ہے میرا دل دکھا ہے اور میں تمہاری معذرت قبول کر کے تمہیں آخرت میں اس وجہ سے ممکنہ عذاب سے بچاتی ہوں کیونکہ تم میری بہن ہو اور میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

وہ اس کی بات پر مسکائی حالانکہ آنکھوں میں سرخ لائن ابھی بھی ابھری ہوئی تھی۔

"دعا ایک بات پوچھوں؟"

"سو پوچھو۔" اس نے کمبل دونوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اگر کبھی تمہیں میری وجہ سے اپنی پڑھائی چھوڑنی پڑے تو کیا تم چھوڑ دو گی۔"

دعا نے رک کر اسے دیکھا اور فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"میں چھوڑ دو نگی اور میں جھوٹ نہیں بول رہی۔"

اس کے نزدیک آکر دعا اس سے لپیٹ گئی تھی سُولیم مسکائی کیا وہ اتنی پیاری لڑکی کا

NC

خواب چکنا چور کر سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

"کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

سرزمین لندن کا موسم آج خاصہ خوشگوار تھا۔ دھوپ کے شگوفے تو کھلے ہوئے ہی تھے ساتھ میں بھینی بھینی مدھم ہوا بھی چل رہی تھی۔ سردی کا بول بالا تھا ہر چیز سفیدی ملی زردی میں گھلی تھی چونکہ دو دن سے مسلسل پڑتی برف باری آج رکی تھی تو درختوں کی ڈالیوں سے لیکر چشمے تک برف سے ڈھکے تھے جو اب دھوپ کی حدت کی وجہ سے رفتہ رفتہ پگھلے جا رہی تھی۔ پگھلتی برف جو سڑکوں کے کناروں گھروں کے لان اور درختوں کی شاخوں پر موجود تھی۔ اس پر گرے زرد پتے ایک فیری ٹیل جیسا تاثر دینے لگے اس فیری ٹیل لگتے موسم میں براق کے کمرے کے دبیز پردے سرکے ہوئے تھے۔ دیوار گیر ونڈو کا شیشہ سرکا ہوا تھا اور باہر کی منچلی ہوا بیڈ پر بیٹھے بغیر ٹی شرٹ کے براق شاہ کے بالوں کو چھیڑ رہی تھی۔ اس کے

بالکل ساتھ ہی وہ بھورے بالوں والی ہندو لڑکی بیٹھی تھی جس نے موسم کی مناسبت سے بلیک کٹس لگی جینز پر پتلی ہائی نیک پہنی ہوئی تھی جس کا رنگ بھی سیاہ تھا البتہ وہ تین شاخوں والا پینڈنٹ جو کہ اس کے گلے میں جھول رہا تھا وہ گولڈن رنگ کا تھا۔

"تھینک یو۔" محظوظ سی مسکان کے ساتھ اس نے رتیکا کے ہاتھ سے بیڈ ٹی پکڑی تھی۔

"کیسا لگا دن۔" اس نے دیوار گیر کھلے شیشے سے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا براق نے گردن موڑ کر دیکھا۔

"تمہاری طرح خوبصورت۔" وہ اس تعریف پر پھول گئی۔

"آج مجھے جانا ہے۔" اس نے سونے کے ورقوں جیسی اترتی دھوپ سے نگاہ ہٹا کر رتیکا کو دیکھا اسے پتا تھا آج رتیکا کو جانا تھا۔

"ہم کب ہے فلائٹ بھلا۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے پوچھا کپ کو

پرچ پر ٹکا کر اس نے سفید ٹی شرٹ بیڈ کی پشت سے اٹھا کر پہنی اور پھر چائے کا کپ اٹھا لیا۔

"دو گھنٹے بعد۔" باہر پھیلی دھوپ سے نگاہ ہٹا کر اس نے اندر موجود چمک کو دیکھ کر بتایا۔

"چلو پھر تمہیں اپنے ہاتھ کا بریک فاسٹ کرواتا ہوں۔" سلیپر پہنتا وہ کھڑا ہوا اس کا رخ واش روم کی جانب تھا۔

"سچ میں۔" رتیکا کی خوشی دیدنی تھی۔

"پازیٹو۔" واش روم کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر موتی سے سجی بھنور والی آنکھ مار کر وہ مسکاتا ہوا اندر گیا تھا۔ رتیکا دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر خوشی سے اچھلنے لگی واقعی دی گریٹ براق شاہ اس پر لٹو ہو چکا تھا۔ یہ اس کی زندگی کی اب تک کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔

نہا کر وہ رتیکا کے میچنگ کی ڈریسنگ کرتا ہاتھ رگڑتے ہوئے کچن میں داخل ہوا

جہاں موجود شیفس اسے دیکھ کر الرٹ ہو گئے۔

"ہے بڈیز میں آج تمہیں ایک زبردست ناشتہ بنانے سکھانے والا ہوں۔"

آج کے بریک فاسٹ میں اس نے "کمچی" کورین ڈش بنائی تھی۔ یہ ایک مشہور سائیڈ ڈش ہے لیکن براق اسے سائیڈ کی بجائے فرسٹ پر رکھتا تھا کیونکہ سالٹڈ سبزیوں سے بنی یہ ڈش ایک زبردست ہلیدی فوڈ تھی کیونکہ اس میں وٹامن اے، بی اور منرلز کی بھرمار تھی جیسے کیلشئیم آئرن وغیرہ سوا ٹالین بریک فاسٹ کے ساتھ اس نے خصوصا کمچی بنائی تھی۔ رتیکا خوشی سے مغلوب چہرے کے ساتھ اسے خود کو کھانا سرو کرتے دیکھ رہی تھی۔

NC

"پہلے تم یہ پہنو۔" براق نے اسکا فورک اٹھاتا ہاتھ روک کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں سفید ٹی شرٹ تھی جس پر سیاہ حرفوں میں گرل فرینڈ لکھا ہوا تھا منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے وہ ٹی شرٹ براق سے لی اور اپنی ہائی نیک پر پہن لی براق پہلے سے پہن چکا تھا جس پر بوائے فرینڈ لکھا تھا۔

"تو یعنی ہم اس ٹی شرٹ کے ذریعے وہ بات جو کن سوئیوں کی طرح ادھر ادھر پھیل رہی ہے اسے حقیقت میں ڈھالیں گے رائیٹ۔ "

"آف کورس رائیٹ۔ "ناشتہ سٹارٹ کرتے ہوئے براق نے گردن کو خم دیتے ہوئے کہا۔ رتیکا پورے دل سے ہنس دی پھر کچھ یاد آنے پر ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"اوہ ہاں میں بتانا بھول گئی اسد آیا تھا وہ کچھ دنوں کے لئے آؤٹ آف سٹیشن جا رہا ہے مجھے کہا میں تمہیں انفارم کر دوں کیونکہ تمہارا سیل آف تھا اور تم سو رہے تھے۔ "

براق چونکا۔

"تو اس نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔ "اس کا نمبر ملانے لگا۔ "پاورڈ آف۔ آہ ہ ہ۔۔۔ آج کا تو دن ہی برا ہے سب ہی کہیں نا کہیں جا رہے ہو۔ "

"تو میں نے تو کہا تھا میرے ساتھ چلو۔ "

"ہاں چل تو رہا ہوں چلو اٹھو خاصی دیر ہو گئی ہے فلائیٹ مس نا ہو جائے۔ "عجلت

میں کہتے گھڑی کا ہک بند کرتے ہوئے وہ کھڑا ہوا۔

"کیا تم میرے ساتھ جا رہے ہو۔" وہ بے یقینی و خوشی کے ملے جلے تاثرات میں گھر کر بولی۔

"ہاں نا۔" وہ ادا سے اسکی طرف چلتا آیا نیچے اس کے پاؤں سے چپکی گولڈ فش نے جھٹ پلکیں جھکائیں اور باقی آبی جانور یہاں وہاں ہو گئے براق ہٹا۔

"میں تمہارے ساتھ تمہیں ائیر پورٹ ڈراپ کرنے جا رہا ہوں وائف ٹو بی۔"

رتیکا نے اس کے سینے پر مکا مارا۔ "بد تمیز"

اس کی گاڑی جیسے ہی ائیر پورٹ کے احاطے میں رکی چہار جانب سے پتا نہیں کس کی مخبری کے تحت میڈیا والے شہد کی مکھیوں کی طرح ان کے ارد گرد منڈلانے لگے۔ تصاویر اتریں سوالات کی بوچھاڑ ہوئی گرل فرینڈ بوائے فرینڈ والی ٹی شرٹ نے سب کچھ واضح کر دیا تھا پھر بھی پیٹ کے ہلکے میڈیا والے اپنی تسلی کو پوچھے جا رہے تھے۔ ایک جیسی ڈریسنگ میں ایک جیسے بلیو و سفید شیڈز کے گلاسز لگاتے

ہاتھوں میں ہاتھ ڈالتے وہ اندر بڑھ گئے تھے۔

"جلدی آنا میرے پاس ایک زبردست پلان ہے۔" ماتھے پر بوسہ دیکر وہ اسے روانا کر رہا تھا۔ وہ چلی گئی براق میڈیا کا دائرہ توڑ کر اپنی سوک میں آ بیٹھا ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اس کے ساتھ ہی پیچھے ایک اور گارڈز کی گاڑی بھی چل پڑی۔

وہ سیل فون میں لگا تھا یونہی چہرہ اٹھا کر دیکھا ایک عبایہ والی زردی والی دھوپ میں کھڑی نظر آئی۔ اس کے ہاتھ میں گروسری کا سامان تھا اور اس کے ساتھ ایک ایجڈ آدمی بھی تھا وہ یقیناً سُولیم تھی اور شاید طاہر بھی، اس نے کار رکوائی ون وے روڈ پر اسکی کار ایک جانب رک گئی۔ اس کے ساتھ ہی گارڈز باہر نکلنے لگے لیکن اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا وہیکل آتی سائیڈ پر دیکھتا وہ بھاگتے ہوئے سڑک کراس کرتا اس کی سائیڈ پر آیا کیوں آیا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا شاید اس لئے کہ اس ایجڈ آدمی کا ہاتھ اس عبایہ والی کے ہاتھ میں تھا۔

"ہیلو ڈا۔" اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے وہ سُولیم نہیں تھی لڑکی نے حیرت

سے اسے دیکھا اور آدمی کے چہرے پر پھول کھلنے لگے۔

"مرحبا مرحبا تم فینس باکسر براق شاہ ہو نا۔" وہ ایجڈ آدمی اس کا ہاتھ تھام کر تیز تیز ہلانے لگا۔

آں ہاں گردن کو ہلایا اور پھر ان کو آٹو گراف دیکر سیل فی کھنچوا کر وہ منہ پر ہاتھ رکھتا سڑک کراس کر کے کار میں آن بیٹھا سر کو جھٹکا اور سیل میں لگ گیا۔

اس کی آنکھ اشتہا انگیز خوشبوں سے کھلی تھی۔ فریش ہو کر باہر آئی تو انگشت بنداں رہ گئی نا صرف اپارٹمنٹ صاف تھا بلکہ پاکستانی بریک فاسٹ بھی ریڈی تھا جس میں ظاہر ہے انڈا پراٹھا حلوا پوری اور نہاری بھی شامل تھی۔

"ڈونٹ ٹیل می چاچو کہ آپ نے آرام نہیں کیا اور سارا وقت یہ سب تیار کرنے میں لگے رہے۔" اس نے حیرت سے کرسی سنبھالی تھی۔

"خود بھی لگے رہے اور اپنی بیمار سپوت کو بھی لگائے رکھا یار میں نے تو سوچا تھا دو چار دن بیمار رہوں گی لیکن ان گوروں کی دوائیں بھی نا جھٹ سے ٹھیک کر دیتی ہیں

آئی لو پاکستان۔"

حسرت سے کہہ کر اس نے سُولیم کے ساتھ جگہ بنائی حالانکہ بخار اسے اب بھی تھا تھوڑا زکام اور کھانسی بھی برقرار تھی لیکن مجال تھی اس کی جو وہ پرہیز کرے اس کے ہاتھ نے سب سے پہلے پوریوں کو ترجیح دی۔

"نا کریں چاچو کیا ایسا ہی تھا۔" اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

"کیوں کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔" آستینیں چڑھاتے ہوئے وہ سُولیم کی طرف مڑی۔

"ہاں کام کم پھیلاوا زیادہ مچایا اس نے ایک نمبر کی پھوڑ ہے اپنی ماں کی طرح۔"

آخری جملہ انہوں نے دل میں دھرایا۔ اس سے کیا بعید تھی خرگوش کے کانوں والی تھی سب سے بڑی اپنی ماں کی جاسوس فوراً ریکارڈ کر کے آسیہ کے گوش گزارتی اور پھر وہ بے چارے تاویلیں دیتے رہ جاتے۔

"اسے کہتے ہیں احسان فراموش۔ اچھا ایم سوری۔" طاہر کی سخت نگاہوں پر وہ بدک

کر منمنائی۔ ہنستے کھلکھلاتے خوشی سے بھرپور موڈ میں انہوں نے ناشتہ کیا تھا۔

برتن دھونے کے بعد چاچو نے اسے سٹیڈی میں طلب کیا دعا الرٹ ہوئی سُولیم اندر آئی بیٹھی چاچو کھڑے ہوئے دروازے تک گئے اچھے سے تسلی کی آسیہ کی جاسوس وہاں موجود نہیں تھی وہ آکر سُولیم کے ساتھ بیٹھ گئے۔

جاسوس اپنے کمرے میں بیٹھی تھی اس کا سیل سٹڈی میں بالکل بڑے سارے واز کے لہورنگ پھولوں کے ساتھ رکھا تھا۔ سرخ پھولوں نے سرخ باڈی والا سیل چھپالیا تھا وہ الٹار کھا تھا اور اس پر کال چل رہی تھی جو دعا اپنے کمرے میں بیٹھی لینڈ لائن سے سن رہی تھی چاچو کہہ رہے تھے۔

"جو رشتے ہوتے ہیں نا بیٹا وہ کسی بھی اظہار کے محتاج نہیں ہوتے رشتوں میں اظہار بنتا بھی نہیں رشتوں میں عمل بنتے ہیں احساس بنتا ہے۔ میں جو آج تمہیں کہوں مجھے تم سے محبت ہے پھر وہ بس زبان کی حد تک ہی رہ جائے میں کہہ کر بھول جاؤں تمہارے لئے کچھ کروں نا تمہارا احساس نا کرو تو پھر وہ محبت کیسی رہی جو صرف

زبان تک ہی قائم ہو محبت تو عمل سے ظاہر ہوتی ہے ناوہ عمل جو شاید تم نے مجھ میں دیکھا ہو دعا میں دیکھا ہو دیکھا ہے یا نہیں؟"

"اتنا فلسفہ لگتا ہے اس بار کوئی رائٹر گرل فرینڈ بنی ہے ایک تو یہ پکی لڑکی منٹ منٹ بعد سو سو کرنے لگ جاتی ہے اس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔" اسے سُولیم کا رونا شدید ناپسند تھا حالانکہ وہ شاذ ونادر ہی روتی تھی۔

"مجھے آپ دونوں کی محبت پر کوئی شک نہیں۔" اس نے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر بتاؤ کیا مسئلہ ہے دعا سے جھگڑا ہوا ہے یا آسیہ کے منہ سے کچھ نکل گیا ہے۔" ان کی سنجیدگی دیدنی تھی۔ دعا بھی تھم سی گئی آگے پیچھے سارے دنوں کا حساب لگایا۔ اس نے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا وہ مطمئن ہوئی لیکن اپنی ماں کی طرف سے دھڑکے میں تھی اگر تو انہوں نے کچھ کہا ہے تو ان کی خیر نہیں۔

"نہیں چاچو دعا اور چاچی تو بہت اچھی ہیں انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا میں خود بس

تھوڑی پریشان تھی اوپر سے پھر وہ خواب سئیریسلی کسی نے کچھ نہیں کہا مجھے۔"

وہ بہت چھوٹی تھی جب اس کے بابا اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ بڑے بہن بھائیوں اور اس میں چونکہ کافی فرق تھا تو وہ دونوں پہلے سے شادی شدہ تھے۔ وہ چھوٹی تھی جوائنٹ فیملی میں بھی تنہا۔ پھر اس کی تنہائی کا سہارا چاچو بنے انہوں نے اس کے ابھرتی احساس کمتری کو بھانپ لیا بچی تھی چھوٹی چھوٹی بات پر شفیق کو یاد کرتی تھی روتی تھی اپنے عزیز از جان بھائی کی یہ سب سے لاڈلی اور آخری اولاد کو وہ ویسا تڑپتا چھوڑ دیتے ناممکن، دعا سے پہلے ہی وہ اسے اپنی اولاد کی طرح ٹریٹ کرتے تھے یہی بات تھی جو وہ سب سے زیادہ ان سے اٹیچ تھی اوپر سے آسیہ بھی بہت نرم خو اور محبت کرنے والی تھیں۔ وہ سارا سارا دن ان کے پاس ہی رہتی تھی کبھی آسیہ اس کے لئے کوئی ڈش بناتی تو کبھی کوئی زیادہ تر سُولیم کو سکول بھی وہی چھوڑنے جاتی تھیں کہ حلیمہ اس وقت عدت میں تھیں یوں سُولیم آسیہ کی بڑی بیٹی اور پھر دعا چھوٹی بیٹی بن گئی تھی۔ اصل بات یہ تھی جتنا آسیہ کو سُولیم پر یقین تھا اتنا دعا پر بھی

نہیں تھا کچھ کہنا تو دور وہ سُولیم پر ایک سخت نگاہ بھی نہیں ڈالتی تھیں کیونکہ انہیں سُلیم سے محبت تھی۔

"صحیح تو پھر جلدی سے اپنی ہریشانی بتاؤ تمہارے چاچو کے کان بہت بے تاب ہو رہے ہیں اسے سننے کے لئے۔" وہ تھوڑے ڈھیلے ہوئے آسیہ اور دعا کی جو کوئی بات نہیں نکلی تھی انہیں صبح سے بس ان دونوں کی طرف سے ہی دھڑکا تھا کیونکہ کل جو سُولیم کی حالت تھی وہ کوئی عام بات نہیں تھی۔ وہ بہت کم روتی تھی روتی تھی بھی تو چھپ کر کل اس کا یوں اچانک بچوں کی طرح رونا انہیں از حد ڈسٹرب کر گیا تھا۔

سُولیم نے انگلیاں مروڑیں نظریں جھکی تھیں چاچو بغور اسکا اضطراب دیکھ رہے تھے۔

"دی عبایہ میں اس بار نقصان ہو گیا ہے۔ فیشن ویک میں جو عبایہ ہم نے انٹرڈیوس کرانے تھے وہ مکمل نہیں ہو سکے سٹاف کے چند اہم ممبر جو آپس میں رشتے دار تھے

ان کا آتے ہوئے ایکسڈینٹ ہو گیا جس وجہ سے آرڈرز کمپلیٹ نہیں ہو سکے مارکیٹ میں ہمارا بہت نام خراب ہوا ہے۔ ایڈورٹائزمنٹ ہونے کے بعد عبایہ کا وہاں نا ہونا پبلک کو ان کا نا دیکھنا بہت بڑا خسارا بن گیا ہے یہی وجہ تھی اس سب سچوئیشن کی۔"

ابھی صبح ہی اس کی مینیجر نے اسے کال کر کے ایکسڈینٹ کا بتایا تھا اور یہ بھی کہ وہ آرڈر تیار نہیں کر پائیں ہیں بس چند ہی عبایاز تھے جو تیار ہوئے تھے اور یہ سب کافی نہیں تھے۔ اسے رونا تو آیا لیکن برداشت کیا فیشن ویک کے آرگنائزر کو کال کر کے معذرت کی اور اپنی مینیجر کو کہا وہ کسی بھی ماڈل کو پکڑے ایڈورٹائزنگ کمپنی سے رابطہ کرے اور جو بن چکے ہیں ان عبایہ کا ایڈ بنوا کر اسے ہر چھوٹے بڑے چینل اور نیوز پیپر میں چھپوا دے۔ چاچو نے بہت تسلی سے اس کی بات سنی۔

"ہم اور وہ ماڈلز جو ریمپ پر واک کی پریکٹس کر رہی تھیں ان کا کیا؟"

"چونکہ عبایہ شادی کے لئے تھے تو جو پہلے سے ریڈی تھے وہ اور ایک دو کے جو سیمپل بنوائے تھے انہیں پہن کر وہ پریکٹس کرتی تھیں میں نے انہیں ہالف پیمنٹ

کر دی ہے ان کا کہنا ہے کہ اب وہ میری برینڈ کے ساتھ کام نہیں کریں گی۔"

چاچو نے اس کا شانہ تھپکا نقصان واقعی زیادہ تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ غیر معمولی ڈپریشن کا شکار ہو جائے۔

"کوئی نہیں زندگی میں یہ سب چلتا رہتا ہے پریشان نا ہو اللہ بہتر کرے گا۔" سُولیم نے اثبات میں سر ہلایا۔ "جی۔"

"شا کرا اچھا ہے ہے نا۔" یکدم غیر متوقع بات پر سُولیم تو سُولیم کال کاٹتی دعا بھی ٹھٹھکی تھی۔

"جی۔" ویسے ہی چونکی ہوئی آواز نکلی۔

چاچو آگے ہوئے اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے سُولیم کا دل بے ترتیبی سے دھڑکنے لگا چاچو کیا کہنے جا رہے ہیں۔

"اس نے مجھ سے میری بہت قیمتی چیز مانگی ہے۔" دعا نے فوراً ماتھے پر ہاتھ پٹخا سُولیم نے تھوک نگلا۔

"اور میں اس بارے میں تھوڑا کنفیوز ہوں کبھی سوچتا ہوں ہاں کہہ دوں تو کبھی سوچ میں ہی پڑ جاتا ہوں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں اپنی قیمتی چیز کے لئے چاہت دیکھی ہے اور اب میں اپنی چاہت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی چاہت کیا ہے؟"

وہ اس کے لب کچلتے دانت اور جھکی پلکوں سے بہت محظوظ ہوئے تھے اپنی بیٹی کی معصومیت انہیں بہت بھا رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا چاچو جو آپ، چاچی اور امی چاہیں اب میں جاؤں۔" وہ اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دیکھتی بولی تھی۔

"آپ کو یقین ہے نا کہ میں آپ کے بارے میں بہتر فیصلہ کرونگا۔" دعا نے زور سے نفی میں سر ہلایا جیسے وہی تو سُولیم تھی اور اس سے ہی تو سوال پوچھا جا رہا تھا۔

"کیونکہ آپ کی ماما اور بھائی کی طرف سے ہاں ہے آخری فیصلہ انہوں نے مجھ پر چھوڑ دیا میں چاہوں ہاں کہوں میں چاہوں نا اور آپ جانتی ہیں میں وہ ہی کہوں گا جو

آپ کہیں گی۔"

اس نے چاچو کی آنکھوں میں اقرار دیکھ لیا تھا اس کی آنکھوں میں ضبط کے باوجود آنسوں تیرنے لگے چاچو کہہ رہے تھے۔

"شاکر بہت اچھا انسان ہے پڑھا لکھا ہے سمجھدار ہے رشتوں سے محبت کرنے والا ان کا احترام کرنے والا ہے۔ ڈاکٹر ہے اپنا بزنس بھی ہے اس کا، سب سے بڑی بات وہ آپ سے محبت کرتا ہے اب سے نہیں شاید بچپن سے محبت سے زیادہ میں نے اس کی آنکھوں میں اور اس کے عمل میں آپ کے لئے عزت دیکھی ہے اور جو انسان عزت کرتا ہے نا اسے کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ محبت کرنے والے ہزار مل جائیں گے عزت کرنے والا کوئی کوئی ہی ہوتا ہے پھر میں کیا جواب دوں ان کو وہ جلد از جلد نکاح کرنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں مجھے منظور نہیں یہ رشتہ خبردار جو اتنی سی عمر میں اس کی شادی کی تو۔" دعا کی دھاڑ گملے کے پاس رکھے سیل میں سے گونج کر ان دونوں کو حیران کر گئی۔

دونوں نے جھٹ نظروں کا تبادلہ کیا سب سے پہلے سنبھلنے والے چاچو تھے دانت پیس کر وہ اٹھے اور سیل کا بٹن دبا کر اسے آف کر دیا۔

"آخر کو جائے گی تو ماں پر ہی ناپکی جاسوس کی اولاد۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس آکر بیٹھے کچھ دیر والی سچوئیشن کچھ اور میں بدل گئی تھی سُولیم مسکراہٹ دباتی چاچو کو دیکھنے لگی۔

"آپ اگنور کریں اسے مجھے اپنا فیصلہ بتائیں۔"

دھاڑ سے دروازہ کھلا ٹراؤزر اور لمبی ٹی شرٹ میں دعا چوکھٹے میں حاضر ہوئی۔

"یار ڈیڈا اتنی سی عمر میں کون شادی۔" طاہر کی سخت سے بھی سخت گھوری نے اسے تمیز کے دائرے میں لا کھڑا کیا اس نے وہی بات نئے سرے سے شروع کی۔

"ڈیڈی اتنی چھوٹی عمر کی شادیاں زیادہ عرصے تک نہیں چلتی اور ویسے بھی سُولیم ایک ورکنگ وومن آں نہیں لڑکی ہے اور ابھی تو اس نے اپنا کریئر سٹارٹ کیا ہے ابھی سے شادی کر لے گی تو اپنے کام پر کیسے فوکس کر پائے گی کیوں سُولیم۔"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی سُولیم نے پزل نظروں سے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"سُولیم پچیس کی ہے اور یہ عمر چھوٹی نہیں ہے رہی کریئر کی بات تو شاکر جتنا اس کا ساتھ دے گا نا تم سوچ بھی نہیں سکتی بس مجھے اس بارے میں بحث نہیں کرنی سُولیم مجھے آپکی رضامندی چاہیے بھلے تو ٹائم لے لیں یا ابھی بتادیں۔"

"یہ سوچے گی۔" دعا نے لقمہ دیا چاچو نے آگ کی لپٹیں آنکھوں کے رستے اس پر برسائیں سُولیم نے کنفیوز نظریں چاچو پر گاڑ دیں۔

"میں آپ کو کل بتاؤں۔"

"شیور۔"

"کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

کچھ روز پہلے کا دن برفیلی ہواؤں کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔ درختوں کی ٹہنیوں کے

ساتھ ساتھ پرندوں کے گھونسلے بھی برف سے اٹے ہوئے تھے۔ اس برفیلی صبح میں لندن کے ایک پارک میں وہ گرے ٹراؤزر شرٹ پہنے جوگنگ ایریا میں دوڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس کا منہ اور ناک مسلسل دھواں نکال رہے تھے۔ وہ اس ٹھٹھرتی سردی میں پسینے میں نہایا ایک درخت کے پاس آکر رکا چند دن بعد اسکا مانچسٹر میں میچ تھا اور اسے وہاں کے لئے نکلنا تھا۔ فٹ تو وہ تھا ہی جاگنگ اور ورک آؤٹ تو اس کا ڈیلی روٹین کا کام تھا۔ آج اس نے کچھ ہٹ کر کیا تھا اور ایسا وہ کبھی کبھی ہی کرتا تھا اس نے آج ورک آؤٹ نہیں کیا جسٹ جاگینگ کی۔

چڑیا کی آواز آئی اس نے درخت کی طرف نگاہ کی برف سے ڈھکے شاخوں والے درخت میں وہ اپنا گھونسلہ تلاش رہی تھی۔ براق نے اسے دلچسپی سے دیکھا وہ یہاں وہاں پر مارتی اس درخت کا طواف کر رہی تھی ساتھ میں مسلسل چوں چوں بھی جاری تھا۔

"ہے لٹل پرنسز لگتا ہے یہ برف تمہارا گھر ڈھانپ گئی ہے سائیڈ پر ہو جاؤ میں

تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔"

چڑیا نے حیرت سے اسے دیکھا کیا وہ واقعی اس کی مدد کرنے والا ہے۔ برف کے بوجھ سے لدے درخت کی شاخوں میں ہی کہیں نا کہیں اسکا گھونسلہ تھا براق نے طائرانہ نظر ادھر ادھر ڈالی پھر اپنے جو گر والے پاؤں کو الٹا چلانے لگا ساتھ اس تنا آور درخت پر اسکی نظر بھی تھی اگر وہ زور کی ضرب مارے گا تو اسکا برف میں دھنسنا متوقع تھا۔ وہ کافی دور گیا چڑیا چوں چوں کرتی مسلسل اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکی چھوٹی چوٹی آنکھوں میں آس تھی امید تھی وہ جانتی تھی اس کی مدد ضرور ہو گی براق نے ماسک میں سے چھلکتی آنکھوں کو چندھیا کر اسے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"پھر ملتے ہیں۔" چڑیا کو آنکھ مار کر وہ مخالف سمت میں مڑ کر بھاگنے لگا چڑیا کی آنکھ کی جوت بجھی۔ وہ شدت سے چوں چوں کرنے لگی آنکھوں میں شاید آنسوں بھی تیرنے لگے۔ وہ بھی نا کس سے امید باندھ گئی تھی انسان ہمیشہ دھوکے باز ہوتا ہے

اس نے دور جاتے براق کو دیکھ کر سوچا جو شرارت کو دباتے ہوئے یکدم بھاگتے بھاگتے مڑا۔ اس کا رخ اس درخت کی جانب تھا وہ فل سپیڈ سے بھاگ رہا تھا چڑیا نے نا سمجھی و خوشی کے ملے جلے تاثرات سے پر مارے ہر انسان برا نہیں ہوتا اور جو سامنے سے بھاگتا آرہا تھا وہ برا بھی تھا اور نہیں بھی، براق نے سانس پھلائی اور درخت کے قریب پہنچ کر زوردار ضرب اس کے تنے پر لگائی۔ برف کا پہاڑ ٹہنیوں سے سر کا براق نے دونوں ہاتھ سر پر باندھ لئے برف کا پہاڑ اس پر گرتا شور مچاتا دھواں اڑا گیا۔ چڑیا پریشانی سے نیچے آئی اس برف کے تودے پر آس پاس منڈلانے لگی اس کا متلاشی براق تھا جو اب برف کے وزن کو پرے دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"شٹ یار بھیگ گیا۔" اپنی ہڈ جھاڑتے اس نے چہرا اٹھایا تھا وہ مٹی رنگ کی چڑیا متفکر نظروں سے بالکل اسے منہ کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہے تم پریشان دکھ رہی ہو کم آن میں ٹھیک ہوں۔" اس نے نظریں اوپر کو اٹھائیں۔ "تمہارے بچے ٹھیک ہیں ایک منٹ کیا تمہارے بچے ہیں۔"

مشکوک نظروں سے چڑیا کو دیکھتا ہوا وہ درخت پر چڑھنے لگا تھا چڑیا بھی اس کے پیچھے ہو لی۔

"لٹس سی میں بتا رہا ہوں اگر تمہارے بچے نا ہوئے تو میں نے خود اس برف کو واپس تمہارے گھونسلے پر ڈال دینا ہے۔"

وہ درخت کی ٹاپ پر پہنچ گیا تھا۔ چڑیا اس کے ساتھ ہی تھی براق نے دیکھا ایک گھونسلہ ڈھیر سارے تنکوں سے بھرا پڑا ہے اس نے چڑیا کی جانب دیکھا اور پھر گھونسلے کی جانب ہاتھ بڑھائے چڑیا نے چوں چوں کا شور مچا کر اس کے ہاتھ پر ٹھونگیں ماریں۔

"آہ تم تو بہت احسان فراموش ہو۔" وہ ناراض ہوا۔

"بھاڑ میں جاؤ ایویں ہی انسان بے وفا مشہور ہیں۔" ایک ٹہنی پر ٹکا وہ اس چھوٹے سے پرندے پر بپھر رہا تھا جو تیز تیز چونچ سے ان تنکوں کو ہٹا رہی تھی۔ تنکے ہٹے اور اس گھونسلے میں دو چھوٹی چوٹی ننھی جانیں نظر آئیں براق کی گریفائیٹ آنکھوں

میں یکدم تفکر ابھرا۔

"کیا یہ زندہ ہیں۔" وہ جو نیچے اترنے لگا تھا رک کر پوچھنے لگا چڑیا انہیں چونچیں مار رہی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے۔

"تم رکو میں ابھی آیا۔" برق رفتاری سے اس درخت سے اترا اور پارک کی جانب دوڑنے لگا۔ فوڈ شاپ کے پاس آ کر اس نے بسکٹ اور پانی لیا اور بھاگتے ہوئے واپس اس درخت کی طرف آیا۔ ایک ٹھنے پر ٹک کر اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا اس میں پانی ڈال کر اس گھونسلے میں رکھ دیا ساتھ میں بسکٹ کا ریزہ ریزہ کر کے وہیں کونے میں ڈال دیا چڑیا نے چونچ میں پانی بھر کر ان کے منہ میں باری باری ڈالا ننھی جانیں کسمسا کر اٹھ گئیں براق مسکرایا۔

"کونگراچولیشنز مومی تمہارے بچے زندہ ہیں۔" وہ نیچے اتر آیا تھا اس کے قدم باہر کی جانب تھے چڑیا پر مارتی اس کے نزدیک آئی اور اس کے کان میں کہنے لگی۔

"اللہ تمہاری خوشی جلد تمہیں دے اسے دے جسے تم چاہتے ہو وہ جو صرف تمہاری

ہے۔"

براق نے جھٹکا کھا کر اس چڑیا کو دیکھا اس کی آنکھوں میں الجھن تھی وہ مسکراتی ہوئی کھلکھلا کر اڑ گئی براق جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

"ان بلیوایبل ایک پرندہ کیسے بول سکتا ہے۔"

وہ شدید سردی میں بھیگا ہوا گھر آیا۔ اس کی گولڈ فش اسے دیکھ کر نہال ہوئی تھی تبھی آج پھر اس کے قدموں سے چپکی تھی وہ نہا کر فرش ہو کر ٹی وہ لگا کر بیٹھا اس کے ہاتھ میں بلیک کافی کا مگ تھا سرسری نظر نوٹیفکیشن پر ڈالتا وہ یکدم چونکا چہرا اٹھایا آنکھوں میں سختی در آنے لگی۔

"دی عبایہ آج فیشن ویک میں شامل نہیں ہو سکا اس بار کے برائیڈل تھیم میں دی عبایہ کی جانب سے مختلف طرز کے عبایہ مسلم برائیڈل کے لئے متعارف ہونے تھے لیکن ان کی غیر سنجیدگی نے نا صرف فیشن ویک پر اثر ڈالا ہے بلکہ ماڈلز کا وقت برباد ہونے کی وجہ سے وہ بھی سخت غصہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے اس برانڈ کی اونر سُلیم

شفیق نا صرف غیر سنجیدہ ہیں بلکہ ان کی برانڈ کے ساتھ کام کرنا انتہائی حماقت کے سوا کچھ نہیں سُولیم شفیق کا نام اس بار بہت خراب ہوا ہے یہ یقینا ان کے کریئر پر ایک بڑا داغ ہے اب چلتے ہیں شمالی کوریا کی جانب۔"

براق نے ٹی وی آف کیا اور ایک نمبر ملایا۔

"یس جمکن یہ اس رپوٹر اور یہ جو ماڈلز ہیں ان کا اچھا انتظام ہونا چاہیے۔" اس نے نیوز سننے کے دوران کھینچیں گئیں تصاویر اس کو سینڈ کیں اور سُولیم کا نمبر ملایا اس سے اس سے ملنا چاہیے بل جا رہی تھی کال اٹینڈ نہیں ہوئی اس نے اپنے طریقے سے کال اٹینڈ کروائی۔

"سُولیم میری بات سنو سُولیم۔" کال چل رہی تھی لیکن پیچھے سے شور کی آواز آرہی تھی وہ یقینا کلینک میں تھی اور شاید اس کے کاریڈور میں سے گزر رہی تھی۔

وہ خاموش ہوا تحمل سے سننے لگا جیسے ہی شور کی آواز ختم ہوئی وہ پکار بیٹھا۔

"سُولیم شفیق مجھے تم سے بات کرنی ہے میں پچھلے پانچ منٹ سے ہولڈ پر ہوں۔"

سُولیم نے چونکتے ہوئے فوراً سے سیل بیگ سے نکالا آگے اس کی کال چل رہی تھی گہرا سانس چھوڑ کر اس نے سیل الٹا کر کے رکھ دیا لینڈ لائن اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"مسٹر تھامس سُولیم شفیق از ہئیر۔"

"یس مس شفیق۔"

"مسٹر تھامس میں نے آپ کو براق شاہ کے خلاف رپورٹ لکھوائی تھی لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے یہاں کا سائبر کرائم بڑا ہی ڈھیلا ہے کبھی آنا پاکستان وہاں کی کوئک سروس دکھاؤں گی میں آپ کو۔"

ٹھا کی آواز کے ساتھ اس نے اسے کریڈل پر پٹخا۔

براق نے دونوں ہی آوازیں سنیں اس کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ آن کھلی غصہ رفع ہوا اور وہ کچھ سوچ کر مسکا دیا۔

"غصہ ور پلس کنڑولڈ پلس واٹ لگانے والی۔"

"بے بی فوراً سے اپنے کیبن میں پہنچو ایک پیشنٹ تمہارا منتظر ہے۔"

جینی کی عجلت پر وہ چونکی تھی وہ اس وقت سیشن روم میں لوسا کو ٹریٹمنٹ کر رہی تھی اس افتاد پر وہ اپنا سیشن تھوڑی نا بیچ میں چھوڑ دیتی اوکے کہہ کر اس نے جینی کی کال کاٹی اور لوسا کی جانب مڑی۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟" اس کے لفظوں میں شائستگی تھی لیکن آنکھوں میں تفکر وہ سوکھ گئی تھی اور اس کا رنگ بھی کملا گیا تھا واقعی گناہ انسان کے چہرے کا نور چھین لیتا ہے۔

"میں ٹھیک ہوں شاید۔" وہ رکی۔ "نہیں مجھے کچھ پتا نہیں بس میرے شام و سحر ایک عجیب سی کیفیت سے گزرتے ہیں کب دن ہوا کب رات کب رات گئی کب صبح طلوع ہوئی کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔"

وہ ٹرانس میں بول رہی تھی اس کے لفظ بکھرے ہوئے تھے سُولیم نے اسے روہانسا ہو کر دیکھا۔

"ڈاکٹر کیا زندگی ایسی ہوتی ہے بے جان بے رونق بے مقصد سی۔" وہ اس کے نقاب لیس چہرے کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی سُولیم نے گہرا سانس چھوڑا۔

"اگر ہم اس کے آگے سے "بے" ہٹا دیں تو زندگی واقعی ایسی ہوتی ہے رونق سے بھری ہوئی جان دار اور مقصد والی لوسا میں تمہیں ایک جاب آفر کرتی ہوں گو کہ اس وقت میری برانڈ خسارے میں جا رہی ہے لیکن میں چاہتی ہوں تم وہاں کام کرو تم ٹیلنٹڈ ہو اور مجھے تمہاری ضرورت ہے تو کہو تم کب سے جوائننگ دے رہی ہو۔"

اس نے یکدم بات بدلی تھی اور یہ خیال بھی اسے اسی وقت آیا تھا ایسے وہ لازمی اپنے ڈپریشن سے نکل جائے گی ہوپ سو۔

لوسا کے چہرے پر تحیر ابھرا اتنی بڑی برانڈ میں بھلا وہ کیا کام کر سکتی ہے جب کہ وہ صرف انٹر ہے سُولیم نے اس کی پریشانی بھانپ لی۔

"تم پریشان نا ہو تمہیں کسٹمر کو ڈیل کرنا ہو گا اور مجھے لگتا ہے وہ تم اچھے سے کر سکتی

ہو دیکھو لوسا تم نے کہا تھا ہم فرینڈز ہیں اور مشکل میں دوست ہی دوست کے کام آتا ہے اب مجھے تمہاری ضرورت ہے انکار مت کرنا۔"

اس کا ہاتھ تھامتی وہ منت آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی لوسا گڑ بڑائی۔

"ہم دوست ہیں اور میں تمہاری مدد کرونگی ڈاکٹر میں کل۔"

"کل نہیں آج۔" سُولیم نے فوراً اسے کاٹا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر میں آج سے ہی جوائن کرتی ہوں۔" وہ شش و پنج میں گھری انگلیاں چٹخاتی کہہ رہی تھی۔

"تمہارا شکریہ۔"

"ڈاکٹر، ڈاکٹر جینی آپ کو بلا رہی ہیں۔" پیون نے دروازے سے سر اندر نکال کر کہا۔

"اُفف اس ٹرکر کو بھی نا چین نہیں ہے۔" اس کی پیون کی طرف پشت تھی نقاب اوپر چڑھاتی وہ لوسا کو فارغ کر کے اپنے کیبن کی جانب بڑھنے لگی۔

خزاں گزری تھی اس کے جانے سے پہلے ہی سردی آگئی اب سردی جا رہی تھی اور اس کے جانے سے پہلے بہار نہیں آئی تھی۔ زردی جلدی آتی ہے رنگ آہستہ آہستہ ہی اپنی چھب دکھلاتے ہیں لیکن جب یہ چڑھتے ہیں نا تو سالہا سال اپنے رنگ میں رنگ جاتے ہیں آج جو ہوئی تھی وہ ہو سکتا ہے لندن کی آخری برف باری ہو یا پھر ابھی ایک اور بار ہو اور اتنی بھیانک ہو کہ اپنی سفیدی میں سب مردہ کر دے سب بے رونق کر دے ہو سکتا ہے کہ شاید جواب برف باری ہو اس میں اس کہانی کا ایک اہم کردار ہی درمیان سے چلا جائے یا پھر نا جائے اللہ جانے۔

"اُفف پریٹی گرل تم نے اس اہم شخصیت کو کتنا ویٹ کروایا۔" جینی اسے آتے دیکھ فوراً اس کی جانب بڑھی اور اس کے کان میں پھسپھسائی۔

"جینی میں بھی ایک اہم شخصیت ہوں تم کیوں بھول جاتی ہو اور میں آتو رہی تھی میرا اپیشنٹ میرے ساتھ تھا پہلے مجھے اسے وقت دینا تھا۔"

وہ جینی کے کھلے لبوں کو اگنور کر کے اپنے کیبن کا دروازہ کھول کر آگے بڑھ گئی۔

"افففففف۔" دونوں ہاتھوں کو پھلا کر جینی واپس اپنے کیبن کی سمت بڑھی۔

سُولیم دروازہ کھول کر اندر آئی اس نے دیکھا سامنے اسکی جانب پشت کئے وہ سیل میں بزی تھا۔

"ٹر کر صبر بھی کسی چیز کا نام ہے تم یہاں آئے ہو تو تمہیں انتظار کرنا پڑے گا میرے لئے میرا ہر مریض برا۔۔" وہ تیز تیز بولتی اپنی کرسی کی جانب آئی بیگ رکھ کر نظر اٹھائی اور ٹھٹھک گئی۔

وہ اپنی روئیں ذدہ تھوڑی ہاتھ پر ٹکائے اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وائیٹ وی گلے والی ٹی شرٹ پر اس نے سبز جیکٹ پہنی ہوئی تھی.

******

وہ اپنی روئیں ذدہ تھوڑی ہاتھ پر ٹکائے اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وائیٹ وی گلے والی ٹی شرٹ پر اس نے سبز جیکٹ پہنی ہوئی تھی جس پر پولن ئیر دھاڑتا ہوا کھڑا تھا۔ چاکلیٹ رنگ کی جینز اور ڈیزرٹ شوز میں وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔ بال

بڑھے ہوئے لگتے تھے تبھی آدھے اٹھا کر اوپر کر کے ان کا چھوٹا سا جوڑا بنایا ہوا تھا باقی ویسے ہی نیچے گردن پر پڑے تھے۔ سبز اور سیاہ امتزاج کے بلیزر اس کی آنکھوں پر ٹکے تھے اتنی فارمل لک شاید اس نے کسی نئی برینڈ کے لئے اپنی لک چینج کی تھی اس کے برعکس سُولیم آج پیور سیاہ عبایہ میں تھی۔

وہ اسے دیکھ کر مسکایا تھا لیکن ٹر کر کے نام پر سبز و سیاہ شیشوں کے پیچھے گریفائیٹ آنکھوں میں کیسا تاثر ابھرا تھا وہ اس نے خود سے بھی مخفی رکھا اس ناگواریت کو پیچھے دھکیلا اور عینک کو اتار کر سامنے وی گلے میں لٹکا لئے۔

'ہیلو ڈاکٹر کیسی ہو میں نے تمہیں مس کیا۔"

محبت لک سے نہیں ہوتی محبت میں ذات پات پیسہ اونچائی نہیں دیکھی جاتی نا ہی یہ وجود سے ہوتی ہے اور نا ہی شکل وصورت سے محبت تو روح سے کی جاتی ہے اگر اس میں صدق ہے لگن ہے اور ایمانداری ہے تو یہ آپ کو مل کر رہتی ہے چاہے آپ ایک دوسرے سے کتنی ہی خار کیوں نا کھائیں ایک دوسرے کی آمد سے کتنے

ہی بے زار کیوں نا ہو محبت کی جب آمد ہوتی ہے نا سب بے زاری سب کوفت اڑن چھو ہو جاتی ہے ایک منٹ، یہاں پر محبت کا کیا ذکر براق شاہ کو تو سُولیم شفیق سے محبت نہیں ہے۔ اسے تو اس سے ایک نا قابل اعتراض چیز کی تمنا ہے تو پھر اس محبت کے فلسفے سے ہٹ کر ہم ان دونوں کی طرف چلتے ہیں۔

سُولیم نے نا محسوس انداز میں اپنی مٹھیوں کو بھینچا اور کرسی پر بیٹھ گئی اسے خود پر کنٹرول رکھنا تھا وہ اس سے نہیں دبے گی۔

"کیا کچھ کہا تم نے؟"

میز پر آگے ہاتھ رکھے وہ آگے کو ہو کر بیٹھی تھی۔ سنجیدہ خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی دراصل بولنے کا لائحہ عمل طے کر رہی تھی یہ ان دونوں کی براہ راست پہلی ملاقات تھی۔

"کہیے کس سلسلے میں آئے ہیں آپ۔" بالکل نظر انداز کر کے بھول کر وہ پیشہ ورانہ لہجے میں پوچھنے لگی ساتھ میں اپنا نوٹ پیڈ اور قلم بھی اٹھا لیا تھا براق تو بڑا دلکشی سے

مسکرایا۔

یہ انداز افف۔

آگے کو جھک کر بیٹھا بغور اس کے اعتماد سے اٹھی آنکھوں میں دیکھا اور پوچھنے لگا۔

"دل کے سلسلے میں آیا ہوں اور پوچھنا ہے ڈاکٹر اگر دل میں کوئی بس جائے تو کیا کرنا چاہیے۔"

واضح بالکل واضح اس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ دیکھی جاسکتی تھی سُولیم نے خود کو کالم ڈاؤن کیا۔

"میں دماغ کی ڈاکٹر ہوں دل کی نہیں۔" ناچاہتے ہوئے بھی لفظوں میں ناگواری سمٹ گئی تھی جسے مقابل نے محسوس کر کے بھی اگنور کیا شاید وہ ڈھیٹ تھا یا پھر اس کے معاملے میں ہو جاتا تھا۔

"اچھا۔" پر سوچ انداز میں اپنا وزن کرسی کی پشت پر گرایا۔

"تو پھر اگر کوئی دماغ میں اڑ جائے تو۔۔" شرارت جاری تھی تنگ کرنے میں بھی

ایک مزا تھا جو اسے مل رہا تھا۔

"پھر دماغ کا اوپر والا حصہ کاٹ کر پھینک دو۔"

اس نے نوٹ پیڈ کو بھی پرے دھکیلا اس تحمل سے کام لینا تھا سو وہ لے رہی تھی کلینک میں وہ کوئی میس نہیں چاہتی تھی۔

"اوہ یو مین بال رائیٹ۔" وہ جانتا تھا سامنے بیٹھی لڑکی کو اس کے بڑھتے بالوں میں کوئی دلچسپی نہیں پھر بھی جان بوجھ کر یہ شو کروانے لگا جیسے اسے اس کے بالوں کا یہ سٹائل پسند نا آیا ہو۔

"اور اگر کوئی بالوں میں بس جائے تو؟"

"مسٹر براق شاہ یور ٹائم از اوور دروازہ اس طرف ہے۔" بس بہت ہو گیا اس سے زیادہ وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"اوہ۔" وہ آگے کو ہوا۔ "تو گویا آپ مجھے نکال رہی ہیں گڈ لیکن ایک بات تو بتا دیں اگر کوئی خیالات میں بس جائے تو کیا کرنا چاہیے۔" سُولیم نے اسے دیکھا چند ثانیے

دیکھتی رہی

براق نے کاندھے اچکا کر پوچھا۔

"واٹ؟"

"اوکے فائن لٹس ٹالک، ایک سینسنس ایبل گفتگو کرتے ہیں کوئی بولنگ نہیں کوئی مزاق نہیں ایک میچور اور سیریس ٹالک۔"

اپنے ہونٹوں کے اوپر مونچھوں والی جگہ پر اگے بھورے روئیں پر شہادت کی انگلی جمائے وہ اس سنجیدہ کو غیر سنجیدگی سے دیکھتا پھر پیچھے کو جھکا اور ہاتھ اوپر اٹھا کر اوکے فائن بولا۔

"ٹھیک جو میرے دل میں چل رہا ہے وہ میں تمہیں صاف صاف بتا دیتا ہوں جو تم سوچتی ہو مجھے بتا دو لیکن پرامس کرو تمہیں مجھے تحمل سے سننا ہوگا درمیان میں نہیں ٹوکو گی۔ اس کے بعد میں تمہیں بالکل خاموشی سے سنوں گا اس وعدے کے ساتھ کہ میں تمہیں پل نہیں کرونگا۔"

"شروع کرو۔" سُولیم نے آہستہ سے اپنی سائیڈ کی دراز کھولی اور سٹریس بال نکال کر مٹھی میں جکڑ لی وہ بولنا شروع ہو چکا تھا۔

"سو سُولیم شفیق تم مجھے اچھی لگتی ہو اتنی اچھی کہ میں تمہیں اپنی گرل فرینڈ بنانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں تم کچھ عرصے میرے ساتھ میرے گھر رہو۔" نقاب کے پیچھے سُولیم کے لب بری طرح بھینچے تھے سٹریس بال بیچاری اسکی مٹھی میں جکڑی دہائیاں دے رہی تھی۔

"میرے ساتھ میری ہر چیز شئیر کرو حالانکہ یہ سہولت آج تک میری کسی گرل فرینڈ کو میسر نہیں ہوئی ہے لیکن تم ہو نا تمہاری بات الگ ہے مجھے جو تمہارا وجود ہے نا۔" سُولیم نے دوسرے ہاتھ کو بھی سختی سے بند کر لیا۔

"اس میں سو جو خوشبو اُٹھتی ہے وہ بہت پاگل کرتی ہے۔" سُولیم چونکی بہت بری طرح چونکی، وہ تو کبھی بھی کوئی بھی خوشبو لگا کر باہر نہیں جاتی تھی ہاں گھر لگا لیتی تھی لیکن کہیں بھی جانے سے پہلے وہ باتھ ضرور لیتی تھی تو پھر یہ کس خوشبو کی

بات کر رہا ہے یا پھر جان بوجھ کر اس پر اپنا پینترا چلا رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا یہ کونسی سمیل ہے لیکن مجھے کہنا پڑے گا تمہارا ٹیسٹ بہت اچھا ہے۔ مجھے تمہاری آواز بھی پسند ہے یہ گرج دار معصوم ہے یا معصوم ہے اسے تم میرے لئے گرج دار بنا دیتی ہو ہاں مجھے تمہارے چہرے سے کوئی سروکار نہیں ٹرسٹ می میں نے آج تک تمہیں نہیں دیکھا اس دن بھی اور اس دن بھی۔"

اس نے ہاتھ کو پیچھے کر کے کہا۔

"وہ سب ریکارڈنگ تھی ہاں یہ عجیب بات ہے لیکن میں جانتا تھا تم مجھ سے کیا کیا پوچھو گی کہو گی سو وہ سب ریکارڈنگ تھا اور یقین جانو مجھے تمہیں دیکھنی کا شوق بھی نہیں، ایک سے ایک حسین چہرے دیکھے ہیں میں نے سو مجھے اب خوبصورتی اٹریکٹ نہین کرتی۔" سٹریس بال پر ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہوئی دل سے بھاری بوجھ اترا۔

"لیکن مجھے سُولیم شفیق اٹریکٹ کرتی ہے اینڈ یو آر سو لکی ٹرسٹ می ناؤ یور ٹرن۔"

سُولیم ہلکا سانس چھوڑا۔

"مجھے نہ ہی تم پسند ہو اور نہ ہی ناپسند اور نا تم مجھے اٹریکٹ کرتے ہو کیوں؟ کیونکہ میں تمہیں نہیں جانتی میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔" براق کے موتیوں والی آئبرو اچکی۔

"اور نا ہی خدانخواستہ میں بنانا چاہتی ہوں۔" باہر روئی کے گالوں میں چھپی محبت کا قطرہ منہ پر ہاتھ رکھ کر دباد باسا مسکایا تھا۔

"سب سے اہم بات میں جلد ہی شادی کرنے والی ہوں۔" گریفائیٹ آنکھوں کی نرمی رفتہ رفتہ جانے لگی۔

"سو، تمہاری مہربانی ہو گی میرے راستے میں نا آؤ تہی دامنگی کے علاوہ تمہیں کچھ میسر نہیں ہو گا دیٹس آل۔"

بات ختم کی سٹریس بال دراز میں ڈالی اور ہاتھوں کو باہم پھنسائے اسے دیکھنے لگی۔

براق نے دائیں جانب گردن گرا کر نچلا لب اوپر کے دانتوں میں ڈال کر اسے مروڑ

کر چھوڑا پھر اسے دیکھ کر میز پر ہاتھ مارا۔

"شادی تو میں بھی کرنے والا ہوں لیکن تمہیں سب سے پہلے میری گرل فرینڈ بننا ہو گا ایک بات یاد رکھنا۔" وہ یکدم کھڑا ہوا تھا۔ میز پر آگے کو جھکے سینے پر ہاتھ باندھی سُولیم کی آنکھوں میں اپنی گریفائیٹ آنکھیں گاڑ کر بولا۔

"تمہاری زندگی میں سب سے پہلے آنے والا مرد میں ہونگا میں۔" سینے پر انگلی بجائی۔

"اس کے علاوہ تم نے کسی کے بارے میں سوچا بھی تو جان لو میں بہت ظالم انسان ہوں۔"

سُولیم نے حقارت سے ہنکارہ بھرا۔

"میں چاہوں تو ابھی اسی وقت تم میری بانہوں میں ہو لیکن چونکہ تم شریف ہو تو میں لحاظ کر جاتا ہوں ورنہ جب سے تمہیں ٹر کر کے ساتھ دیکھا ہے ناخدا قسم جان لینے کو دل کر رہا تھا اوہ ہاں تمہیں میں نے بتایا ٹر کر کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے اور بائے

گاڈ۔" وہ تھوڑا اور آگے جھکا سُولیم کے دل میں جوالہ مکھی پھٹنے لگا تھا۔

"وہ ایکسیڈنٹ میں نے نہیں کروایا لیکن ہاں۔" اس کی ابرو کے موتی چمکنے لگے۔

"اگر تم اس کے پاس پھٹکی بھی تو تمہارے چاچو تمہیں ڈھونڈتے رہیں گے۔"

"ہو گیا۔" سُولیم کی آواز میں ضبط کی ہنسی تھی جس میں تضحیک کا ٹچ معلوم ہوتا تھا۔

"تو سن لو کسی کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کسی کو بھی کبھی بھی کچھ بھی نہیں کر سکتا اینڈ سئیر سلی تمہاری طفل دھمکیوں سے میں ہرگز نہیں ڈرنے والی کیوں کیونکہ میں جانتی ہوں مجھ سے ضرور کوئی نا کوئی گناہ سرزد ہوا ہے جس کے سبب تم میرے سر پر مسلط ہو اور مجھے تمہیں برداشت کرنا ہے اب پلیز کیا تم جاؤ گے میرے پیشنٹس میرا ویٹ کر رہے ہیں۔"

براق ہنسا ہنستا چلا گیا۔

"تمہاری کون کونسی ادا پر نامروں میں پھر کہتی ہو مجھے تنگ نا کرو لیڈی تم ون پیس ہو لیکن میرے بعد۔" وہ سیدھا ہوا سُولیم کی باتوں سے شرمندہ ہونے کی بجائے وہ

NC

محظوظ ہوا تھا۔

"ملتے ہیں پھر بہت جلد۔" کرسی کو ٹھوکر مارتا وہ دروازے کی سمت بڑھا پھر رکا اور مڑا مڑنے کے سبب اسکی کان کی بالی زور سے جھولی تھی۔

"اور ہاں وہ "کوئی" براق شاہ نہیں ہے میں میری مرضی سے کبھی بھی کسی کو بھی کچھ بھی کر سکتا ہوں ٹرسٹ می۔" سیدھے ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھا کر اس نے اپنی آنکھوں کی جانب لے جا کر پھر سُولیم کی جانب اشارہ کیا اور موتیوں سے سجی بھنور والی آنکھ مارتا وہ کمرے کے باہر تھا۔

سُولیم نے تھکن زدہ سانس نکال کر کرسی کی بیک سے پشت لگائی آنکھیں یکدم بھرا گئیں۔ پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا تو دو موتی ٹوٹ کر گلاس کی سطح میں جذب ہو گئے اس نے فوراً ٹشو سے چہرا تھپتھپایا اور سیل اٹھا کر میسج ٹائپ کرنے لگی۔

ٹوں ٹوں کی آواز پر دعا نے گاڑی سے باہر جھانکا چاچو کون والے کے پاس کھڑے اسے فلاور کون بنانے کا کہہ رہے تھے۔ دعا نے سیل جھپٹا بیٹاون کے نام سے میسج آیا

NC

تھا اس نے فورا پیٹرن لگا کر سیل ان لاک کیا کہ اسے پیٹرن معلوم تھا۔ ایک دفعہ طاہر نے پیٹرن لگا کر سیل کو ان لاک کیا ہی تھا کہ دروازے پر کوریئر سروس والا آ گیا تھا دعا نے ان کا سیل اٹھایا اسے روشنی کی سمت چہرے سے اونچا کیا تو انسانی پوروں سے نکلنے والا تیل سیاہ سکرین پر پیٹرن کا سکیچ بنا گیا تھا پھر کیا تھا رات میں طاہر سوئے تو وہ دبے قدموں بلی کی چال چلتے ہوئے ان کے کمرے میں داخل ہوئی سیل چوری کیا اسے ان لاک کیا اور کسی سوزین سے اپنی مرضی کی چیٹ میں لگ گئی اور اس چیٹ کی تصاویر بنا کر اس نے آسیہ کو واٹس ایپ کر دیا، پھر کیا تھا بے چارے طاہر قرآن کا حلف لینے کو تیار ہو گئے تھے اوپر سے اس سوزین کی چپکا چپکی الگ وہ دور طاہر کے برے دوروں میں شمار ہوتا تھا اور دعا کے اچھے کہ اسکی تنخواہ بڑھ گئی تھی اوپر سے شاباشی الگ۔

اس نے جھٹ سے میسج اوپن کیا اور پڑھ کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

"چاچو میں شاکر کے ساتھ نکاح پر راضی ہوں آپ جب چاہیں انہیں انفارم

کر دیں۔"

اس نے ناگواریت سے اس میسج کو ڈلیٹ کیا اور سیل رکھ کر سیدھی ہو بیٹھی طاہر خوبصورت رنگوں سے سجی فلاور کون اس کے لیے لے آئے تھے۔ کھڑکی سے اسے پکڑائی اور دوسری سائیڈ سے اندر آ کر بیٹھ گئے دعا نے انہیں ارجنٹ آنے کو کہا تھا تبھی وہ سب چھوڑ چھاڑ فوراً اسے لینے پہنچ گئے تھے۔

"بولو ایسی کیا افتاد آن پہنچی تھی جو تم نے سیکنڈ میں آنے کو کہا۔"

سیٹ بیلٹ باندھ کر وہ اس کی طرف مڑتے پوچھ رہے تھے۔ دعا نے کون کے ساتھ چند ایک سیلفیز اتار کر سٹیٹس لگایا اور سیل سائیڈ پر رکھ کر انہیں دیکھنے لگی۔

'آج سٹرائیک تھی مجھے پتا نہیں چلا فضول کا وقت برباد کرنے سے بہتر میں نے سوچا گھر چلی جاؤں تھوڑی بہت صفائی ہی کر لوں کیا ہے بھئی پہلے کبھی نہیں کی صفائی جو ایسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے ہیں۔" اس نے بدمزا ہو کر اپنی سائیڈ کا شیشہ چڑھایا۔

"کوئی بہت ہی بد تمیز ہو تم کاش میں تمہاری تربیت ڈھنگ سے کر پاتا۔ "انہوں نے سر جھٹکا۔

"خیر یہ بتاؤ سُولیم نے کیا کہا پھر؟"

"کس بارے میں۔ "وہ جو منہ کھولنے والی تھی جان کر انجان بنتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"اوفوہ بھئی شاکر والی بات۔ "انہوں نے ماتھا مسلا تھا۔

دعا نے گہری سانس چھوڑی۔

"کیا آپ کو واقعی لگتا ہے کہ اب سُولیم کی شادی کر دینی چاہیے اور کیا شاکر اسے خوش رکھ پائے گا دیکھیں ڈیڈی میری ایک ہی بہن ہے اور میں نہیں چاہتی وہ جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ لے۔"

طاہر اسے دیکھتے رہے چند منٹ کے توقف کے بعد بولے۔

"دعا آپ اور بی سئیریس۔ "آپ لفظ سن کر دعا کو اچھو لگا تھا چاچو نے اسے فورا

جھڑک دیا وہ واقعی سنجیدہ ہو گئی وہ سر جھٹک کر پھر شروع ہوئے۔

"تم اور سُولیم میرے لئے بہت معنی رکھتے ہو تم دونوں کا میں جو بھی فیصلہ کرونگا بہت سوچ سمجھ کر ہی کرونگا۔ اولاد ہو تم دونوں میری میں نہیں جانتا اب میری زندگی کتنی پڑی ہے سال دو سال دس سال یا چند ہفتے یا دن۔" دعا روہانسی ہوئی۔

"لیکن میری جتنی بھی ماندہ زندگی ہے میں اس میں تم دونوں کا کچھ کرنا چاہتا ہوں میں تم دونوں کو ایسے مضبوط سہارے تھما کر مرنا چاہتا ہوں جن کا مجھے یقین ہو کہ ہاں یہ دونوں مجھ سے بڑھ کر تمہارا خیال رکھیں گے تمہیں محبت دیں گے اور رہی بات کم عمری کی شادی تو تم آج کی نوجوانوں کو تیس انیتس عمر شادی کے لئے پرفیکٹ لگتی ہے جبکہ ہمارے دور میں تو اٹھارہ سولہ سال کی ہی لڑکی کی شادی ہو جاتی تھی۔ میں نے تم دونوں کو اس لئے فورس نہیں کیا کہ کل کو خدانخواستہ تم میں سے کسی کی بھی شادی ناکام ہو جاتی ہے تو تم یہ نا کہو کہ ڈیڈی نے اتنی کم عمر میں ہماری شادی کر دی اور ہم نباہ نا سکے۔"

"دعا۔" انہوں نے دعا کے ہاتھ تھامے۔ "اپنے ڈیڈی پر یقین ہے؟" اس نے کسی ٹرانس کی طرح اپنا سر ہلا دیا۔

"طلحہ بہت اچھا ہے بیٹا، وہ تمہارا بہت دھیان رکھے گا فرقان (شاکر اور طلحہ کے والد) نے تمہیں اپنے بیٹے کے لئے مانگا ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے جب میں سُولیم کا نکاح کرونگا اس وقت آپ میری دعا کو اپنا بنا لینا لیکن یہ صرف نکاح ہوگا شادی تمہاری سٹڈی کمپلیٹ ہونے کے بعد ہی ہوگی اور طلحہ نے مجھے کہا ہے وہ تمہارا بزنس خود سیٹل کروائے گا۔"

چاچو نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا وہ اپنا سا منہ لیکر بیٹھ گئی۔ یہ والدین بھی نا کیسے اموشنل کارڈ کھیلتے ہیں اور اس طلحہ کو تو میں پوچھونگی۔

کون پر زبان پھیرتی وہ طلحہ کی واٹ لگانے کا سوچنے لگی۔ شک تو اسے چند سالوں سے ہی تھا کہ وہ موٹا سانڈ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے لیکن یہ نظر اتنے پکے رنگ والی ہوگی اس کا علم نا تھا لیکن وہ خوش تھی کیونکہ سُولیم کا خود سے دور جانا اسے بری

طرح ڈسٹرب کر رہا تھا اب جب طلحہ کے پرپوزل کی بات ہوئی تو اس کا دل ہلکا ہو گیا لیکن وہ ابھی بھی اتنی جلدی شادی کے حق میں نہیں تھی۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے تم تسلی سے سوچ لو میں نے ہاں نہیں کی ہے ابھی (ابھی بھی ہاں کہنے کی کسر رہ گئی ہے) اور سُولیم سے بھی پوچھ لینا۔" (شکر ہے میں نے اس کا میسج ڈلیٹ کر دیا)

پر سوچ نظریں ونڈو سکرین پر گاڑے سر ہلانے لگی۔

"میں نے ایک بار جسے چھوڑ دیا مطلب چھوڑ دیا۔"

یہ کچھ دن بعد کی بات تھی جب ماضی گھوم کر حال میں آملا لندن کی سر زمین پر لینڈ ہوتا جہاز بہار کی نوید کے ساتھ ساتھ براق شاہ کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ برف کا دور ختم ہوا پہاڑوں سے یہ پگھل کر سمندروں میں ملنے لگی اور گھروں سے سرک کر زمین پر بہنے لگی اس گیلی پانی ذدہ زمین پر وہ اپنا عبایہ اوپر اٹھا کر سہج سہج کر چل رہی

تھی۔ اس کے جامنی موتیوں والے کوٹ شوز اپنی نچلی سطح پانی میں بھگا چکے تھے ہاں اوپر کی بیس جو پیلے رنگ کی تھی وہ سوکھی تھی اور اس پر لگے جامنی چمکتے موتی بھی۔

"کیا کر رہی ہو یار جلدی آؤ نا۔" اس سے خاصی دور دعا نے دونوں ہاتھوں کا منہ پر پیالا بنا کر اسے آواز لگائی تھی سُولیم نے جھنجھلا کر اسے دیکھا۔

"آ تو رہی ہوں تمہاری طرح جنگلی تھوڑی نا ہوں کپڑوں جوتوں کی پرواہ کیے بغیر پاگلوں کی طرح چلتی بنوں مجھے اپنے شوز پلس عبایہ بڑا پیارا ہے۔"

عبایہ اونچا کر کے وہ بہت مشکل سے اس سڑک کو کراس کر پائی تھی۔ آگے پیچھے دیکھا اس کا پیلا عبایہ بالکل بے داغ تھا سکون کا سانس خارج کیا۔ آج سنڈے تھا وہ دعا کے ساتھ گروسری کے لئے آئی تھی محترمہ اسے مال کی بجائے لوکل مارکیٹ لے آئی تھی وجہ اڈوینچر تھا دعا اور اس کے اڈوینچر زافففف۔

"میں تمہیں آج کے دن کے لئے ہرگز معاف نہیں کرنے والی۔" اس کے قریب آ کر دانت کچکچا کر وہ دبے دبے لہجے میں بولی تھی۔

'ہا جیسے تمہاری معافی کے لئے میں تو مری جا رہی ہوں گرل فرینڈ، کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا والا کام نا کرو مت بھولو تم پاکستان کی پیداوار ہو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے نہیں یہاں آئے ہوئے اور نخرے چیک کرو میڈم کے۔"

"دعا۔" سُولیم نے اس کی چپڑ چپڑ بولتی زبان کو کہنی پر ضرب مار کر روکا تھا۔

"اپنے آپ سے مجھے کمپئیر نا کرو نعوذ باللہ، میرا پاکستان یہاں سے تو صاف ہے اور اگر وہاں گندگی ہے بھی تو ڈھنگ کی ہے یہاں کی طرح نہیں اور۔" وہ رکی آنکھیں سکوڑ کر اس اورنج پونچو پہنے لڑکی کو غور سے دیکھا جو اتنا گلا پھاڑ کر ہنسنے لگی تھی کہ اس کے گلے کی گھنٹی بھی نظر آ رہی تھی۔

"ڈھنگ کی گندگی ہنی گندگی بھی ڈھنگ کی ہوتی ہے۔" سُولیم نے خود کو کام ڈاؤن کیا اور مچھلی والے ٹھیلے پر چلی گئ۔

"سالمن فش ہو گی۔" اس نے ایپرن اور فیروزی گلوز پہنے نو عمر لڑکے سے پوچھا وہ فوراً اثبات میں سر ہلاتا اسے مچھلیاں دکھانے لگا پھر کیا تھا دعا نے اس مچھلی کی بتائی گئ

قیمت سے بھی چوتھائی حصہ بے چارے مچھلی فروش کو دیا۔ اس کا منہ دیکھنے والا تھا سُولیم نے جاتے جاتے اسے پیسے پکڑانے چاہے تو دعا نے اسے پہلے آگے چلنے کو کہا پھر پیچھے آئی۔

"توبہ دعا آئندہ جو میں تمہارے ساتھ آجاؤں تم نے تو آج بہت بے عزتی کروائی کوئی یقین کرے گا کہ تم اس طرح عورتوں کی طرح بیچ بزار کے کھڑی بھاؤ مول کر رہی تھی چاچو کو پتا چلا نا تو تم تو گئی کام سے۔" سُولیم ایک ایک دوکان سے دعا کے ساتھ ذلیل ہونے کے بعد شدید تھکن اور خفت محسوس کر رہی تھی۔

"دیکھو سُولیم یار نمبر ایک مجھے اپنے چاچو کی دھمکی نا دیا کرو نمبر دو میں تمہاری طرح امیر نہیں ہوں نہ میری کوئی جائیدادیں ہیں نمبر تین پیسے بہت مشکل سے کمائے جاتے ہیں (دونوں کے دماغ میں جھٹ بے کسور بے چارے طاہر صاحب آئے جو آئے روز کسی نا کسی جھوٹی کہانی کی وجہ سے اپنا بی پی بڑھا لیتے تھے) اور نمبر چار کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔"

سُولیم اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی۔ وہ دونوں سڑک کے کنارے چل رہی تھیں گیارہ بارہ بجے کا وقت تھا۔ موسم اچھا تھا تو دعا نے اسے پیدل مارچ کی دعوت دی جو اسے چاروناچار ماننے کے ہی بنی چاچو کو آج کام تھا سو وہ صبح کے ہی نکلے ہوئے تھے۔ وہ دونوں اس سمے فٹ پاتھ پر چل رہی تھیں دعا کی ٹیپ حسب عادت سٹارٹ ہو چکی تھی جبکہ اسے لگنے لگا تھا بس اب تو کان میں سے لہو رسا تو رسا دفعتاً اس کی نگاہ سامنے پڑی۔ ایک سرمئی رنگ کی کار سائیڈ پر رکی ہوئی تھی اس کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی کوئی پیلے بالوں والی لڑکی فون پر کسی سے تیز تیز لڑ رہی تھی جبکہ اس کے ساتھ بیٹھا بچہ بے زاریت سے ایک ہاتھ گاڑی سے باہر نکالے اس ہاتھ پر سر ٹکائے ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا تارکول کی سڑک کو گھورے جا رہا تھا۔

"سٹیفن۔" سُولیم کے لب پھڑ پھڑائے اسے افسوس ہوا۔

"اور تم جانتی ہو اومائی گاڈ۔" سُولیم دعا کے یکدم بولتے چیخنے پر بدک کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"دعا یہ کوئی تمیز ہوتی ہے بھلا تم ایسے کیوں چیخ رہی ہو۔" اس نے دعا کی نظروں کا تعاقب کیا اور اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ سامنے سے براق شاہ سڑک کے بیچ چلتا دونوں ہاتھوں سے ٹریفک کو رکنے کا اشارہ کرتا ہوا یقیناً ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

"چلو دعا۔" سُولیم نے دعا کا بازو کھینچا وہ ٹس سے مس نا ہوئی۔

"دعا میں نے کہا چلو۔" اس کی کہنی پکڑ کر وہ ہلکے سے غرائی تھی۔ دعا سٹپٹائی سُولیم کی غصہ سے بھری آواز اسے چونکا گئی تھی۔ وہ براق کو ناپسند کرتی ہے یہ تو دعا کو پتا تھا لیکن اس سے ڈرتی بھی ہے یہ اسے آج پتا چل رہا تھا۔

دعا نے ایک نظر لمبے ڈگ بھرتے لمبے چوڑے رف سی ڈریسنگ کے ساتھ بالوں کا جوڑا باندھے عینک آنکھوں میں جمائے ان کی جانب آتے براق شاہ کو دیکھا اور دوسری نظر سُولیم پر ڈالی پھر اس نے دیکھا اس کے قدم سُولیم کے قدموں کے ساتھ ملنے لگے ہیں۔

"سُولیم سٹا۔" فٹ پاتھ پر آ کر اس نے تھوڑی سی اونچی آواز کے ساتھ درمیان میں

پکار چھوڑ دی سُولیم کا اسے اگنور کرنا اسکے غصے کی رگ پھڑکا گیا۔

"آئی ول سی یو ب۔" گالی اس نے منہ میں دبائی اور واپس اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا ہوا ہو گئی عزت۔" اسد محظوظ سا بولا براق نے عینک کے پیچھے سے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"اسے تو اب میں بتاؤں گا بہت ہو گئی شرافت اسے اب براق شاہ سے ملوانا ہی پڑے گا۔"

اپنی بڑھی ہوئی بھوری داڑھی پر ہاتھ پھیرتا وہ خطرناک عزائم سوچ رہا تھا اسد تھم سا گیا۔

"کیا مطلب ہے تیرا نہیں براق ہر گز نہیں یہ اچھا نہیں ہے جھٹک اپنی سوچ کو فورا جھٹک شیطان تجھ پر حملہ کر رہا ہے مت جیتنے دے اسے خود سے۔" اسد اس کی کہنی جھنجھوڑ کر کہنے لگا اس کے لفظوں میں خدشات تھے براق کی آواز میں چھپے طوفان کا

ڈر تھا۔

"اس نے مجھے اگنور کیا۔" عینک اتار کر گلے میں اٹکا تا وہ غرایا۔ "مجھے براق شاہ کو یقین کرو گے یہی جس کے لئے تم اتنا پریشان ہو رہے ہو ٹر کر کے بالکل ساتھ بیٹھ کر اس کی گاڑی میں جاتی ہے اس کے ساتھ ہوٹلنگ کرتی ہے اور اس پرنس چارمنگ سے بھرے مجمع میں انگوٹھی لیتی ہے یقین کرو گے تم۔"

"ہاں میں کرونگا کیونکہ یہ سب چیزیں بہت عام سی ہیں لیکن جو تمہاری سوری ٹو سے رتیکا کرتی ہے یا اور گرل فرینڈز کرتی ہیں نا ان سب کے آگے یہ سب کچھ بھی نہیں گرو اپ براق اور جو تمہارے دل میں اس کے لئے سوفٹ کارنر بن رہا ہے نا اسے خود تک ہی محدود رکھو کھولو مت۔" اسد اس کا سینہ تھپک کر کہہ رہا تھا براق کی بھنویں آپس میں ملیں۔

"میں نے ایک بار کسی کو چھوڑ دیا مطلب چھوڑ دیا اور۔" اس کی آواز غصے کی شدت سے کانپی۔

'اس کے لئے یہ سافٹ کارنر نہیں ضد ہے اور میں اپنی ضدیں پوری کرنے والا بندہ ہوں کیونکہ مجھے خود سے بے انتہا پیار ہے آئی سمجھ۔"

اس نے گاڑی جھٹکے سے سٹارٹ کی اسد نے بے بسی سے سر ونڈو کی جانب کیا۔ اس ونڈو سے باہر اسد کی آنکھوں نے دیکھا دور وہ دونوں ایک کیب میں بیٹھ کر جا رہی تھیں سُولیم پہلے بیٹھی تھی دعا بعد میں۔

"مجھے نہیں پتا تھا تم اس سے ڈرتی ہو ہاں وہ کچھ زیادہ ہی ہائیٹڈ اور چوڑا ہے لیکن یہ سب بھی اس لئے ہے کیونکہ وہ ایک باکسر ہے اور شاید کثرت سے ورزش کرتا ہے۔"

سُولیم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آر یو سیریئس تمہیں لگتا ہے میں اس انسان سے ڈروں گی نہیں دعا بی بی (ایک تو اس عورت کو پتا نہیں کیا ہے تھوڑی سی تپ چڑھی نہیں بی بی گردان شروع ہو گئی۔ اس نے ٹیڑھا منہ بنا کر سوچا) میں اس سے ڈرتی نہیں ہوں گھن کھاتی ہوں

اور جس چیز سے گھن کھائی جائے نا اس سے ایسے ہی چھٹکارا پایا جاتا ہے۔'

"ایویں ای اتنا اچھا تو ہے تمہیں پتا نہیں کیوں خوامخواہ اس سے گھن آتی ہے۔'

اوہ دیکھو کہہ کون رہا تھا وہ جو وقت کے کچھ پنے پلٹنے کے بعد سب سے زیادہ اس سے گھن و کراہیت محسوس کرے گی۔

سُولیم کی نا جانے کیوں پلکیں بھیگنے لگیں۔ دعا کے دیکھنے سے پہلے ہی اس نے منہ کھڑکی کی جانب کر لیا وہ یونہی تو نہیں دعا کو بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ اس کے آنسوں نکلنے لگے اسے دعا کا براق کی سائیڈ لینا بہت کھلا اتنا کہ اس کا دل بھر آگیا۔

اپنے آنسوں اپنی ہی پلکوں میں جذب کرتی وہ گھرا سانس لیکر اس موت کا سندیسہ دینے والی بہار کو دیکھنے لگی کسے پتا تھا ان کھلتے رنگوں میں کسی کا خون چڑھ رہا تھا۔

"دکھ انسان نہیں دیتا دکھ اس سے جڑی فضول کی امیدیں دیتی ہیں امیدوں کا دائرہ چھوٹا کردو دکھ کی لائن بھی کم پڑ جائے گی۔"

اس ٹھنڈی ہوا والے دن میں ٹریڈ مل پر کسی کے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں ان قدموں کی آواز میں اتنی شدت تھی کہ معلوم ہوتا تھا ابھی کسی کو مرگھٹ میں دفنانے کی چاہ ہو۔

اس نے ایک جھٹکے سے مشین بند کی اور چلتی سے نیچے اتر آیا۔ راڈ کو تھام کر وہ چن اپ کر رہا تھا ایک ہاتھ سے اپنا وزن اٹھائے وہ دوسرا ہاتھ کمر پر باندھے ہوئے تھا۔ پسینہ اس کی گریفائیٹ آنکھوں کے کناروں سے پھسل کر اس کے کھلے گریبان والے سیاہ فروزی لائن والے بنیان میں جذب ہو رہا تھا۔ اس نے راڈ چھوڑی اور ٹاول بوائے سے تولیہ لیکر پسینہ پونچھتا ڈریسنگ روم میں آ گیا ٹاول کو اس نے پوری شدت سے زمین پر پٹخا تھا۔

"چاچو میں شاکر کے ساتھ نکاح پر راضی ہوں آپ جب چاہیں انہیں انفارم کر دیں۔"

"آآآ۔۔۔" اس نے ٹھوکر سے سٹیل کے بینچ کو زمین پر گرایا اور بالوں کو تھام کر

ٹہلنے لگا۔

اسد کے الفاظ اس کے دماغ میں گھومنے لگے۔

"میں نے محبت کی دو صورتیں پائی ہیں ایک ہوس زدہ اور ایک پاک، ہوس سے بھرپور محبت ظاہر ہے ناپاک اور غلیظ ہوتی ہے۔ ریت کے بھربھرے وقتی محل کی طرح جو زرا سے وزن سے زمین بوس ہو جاتا ہے اور یہ حاصل ہونے کے بعد بے نام و نشاں ہو جاتی ہے بالکل ایک ایسے تارے کی طرح جو بھرپور چمک کر ٹوٹتا ہے اور پھر بے وجود ہو جاتا ہے جبکہ پاکیزہ محبت آسمان پر چمکتے اس روشنی کے گولے کی مانند ہے جسے وقت بھی پھیکا نہیں کر سکتا وہ معصوم فرشتے کی طرح بالکل پاک اور آب حیات کی طرح امر رہتی ہے۔ کسی بھی نورانی پھول کی طرح ملائم اور معصوم، اب تم بتاؤ تمہاری محبت کیا ہے وقتی ابال یا دل کا روگ؟ ہوس زدہ یا پاکیزہ اور پلیز مجھسے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو میں جان گیا ہوں تمہارے دل کی بات۔"

وہ دونوں رتیکا کی بات کر رہے تھے درمیان میں کب سُولیم آئی پتا ہی نا چلا اسد نے

ایسے اسے کہا کہ وہ چاہے تو اسے رتیکا سے منسلک کرے چاہے تو سُولیم سے اس کی مرضی۔

"سر گاڑی ریڈی ہے۔" گارڈ کی آمد پر چونکا شارٹس اور بنیان میں ہی باہر نکلا منہ پر گاڑی میں سے اٹھا کر ماسک لگایا۔

"سر میچ کی ٹائمنگ۔" اس کی ایک کڑی نظر نے مقابل کی بولتی بند کر دی۔ وہ آج یو ایف سی کے لئے لڑنے والا تھا اور ہر بار کی طرح یہ میچ بھی اس کے لئے بچوں کا کھیل لگ رہا تھا جبکہ حقیقت کچھ اور تھی۔ آج جیت کسی اور کے کھاتے میں جانے والی تھی آج براق شاہ بری طرح مات کھانے والا تھا۔ اس کے مدمقابل ٹر کرسان تھا وہی ٹر کرسان جسے اس نے کار ایکسیڈنٹ میں زخمی کروا کر ایک مہینہ بیڈ پر ڈالا تھا۔ آج براق شاہ اس کے ہاتھوں مات کھانے والا تھا کیا تم یقین کرو گے؟

لمبی سڑک پر وہ ہوا کی رفتار سے بھاگتا اپنے اندر کا لاوا نکال رہا تھا۔ اپنا اپنی ذات کا اگنور کیا جانا اس کے لئے کسی گالی سے کم نا تھا اور آج جب اس نے سُولیم کا میسج پڑھا تو

اسے یہ کسی گالی سے کم نہیں لگا۔ چند عرصہ اسے ریلیکسیشن دینے اپنے کاموں میں بزی ہونے کی وجہ سے وہ اس پر نظر نہیں رکھ رہا تھا لیکن آج جب فرصت میں اس نے میسج کھول کر پڑھے تو اس کا دماغ گھوم گیا اب وہ واقعی سُولیم شفیق کو نہیں چھوڑے گا۔

اس کے دوڑتے قدم رکے، کلین شیو چھوٹے بالوں والا براق شاہ اینٹرنس گیٹ کے سامنے رکا گارڈز نے اسے پہچان لیا جھٹ اپنے دائرے میں اسے ڈریسنگ روم میں لیکر گئے جہاں پہلے سے ہی اسد مضطرب سا بیٹھا تھا۔

"براق کہاں تھا تو۔' وہ اسے دیکھتے ہی کھڑا ہوا براق کی حالت سے ٹھٹھکا ضرور لیکن اگنور کیا۔

"کب سے تیرا ویٹ کر رہے ہیں ٹرکر کی اینٹری ہو بھی گئی اور تو اب پہنچ رہا ہے شاور نہیں لیا؟ براق چینج تو کر براق براق۔"

وہ اسے ایسے ہی پسینہ پونچھتے مین گیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے روکنے لگا لیکن اس کا

روکنا بیکار گیا۔ اپنی اناؤنسمنٹ ہونے سے پہلے ہی وہ سلائڈنگ ڈور کو کھلوا کر عوام میں آ گیا تھا۔ چھوٹے بال کلین شیو مضبوط مسلز والا جسم سیاہ شارٹس جس پر فیروزی لائن تھی۔ سیاہ بنیان جس کے گلے اور شانوں پر فیروزی چوڑا کپڑا لگ رہا تھا معلوم ہوتا تھا جیسے نیچے دوسرا بنیان پہنا ہو کان میں جھولتی بالی اور بھنور پر چمکتے موتی، بغیر ہینڈ ریپ کے وہ دونوں بازوؤں کو ہلاتا رنگ کی جانب چلنے لگا اناؤنسر نے گڑبڑا کر اسے دیکھا اور اسے ویلکم کرنے لگا۔ اس کے نام پکارے جانے کے ساتھ ہی سپاٹ لائیٹ اس پر پڑی وہ منتشر ذہن کے ساتھ تیز تیز جالیوں سے ڈھکے رنگ میں چڑھ گیا اسد اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

"کیا کر رہا ہے براق یہ کوئی طریقہ ہوتا ہے۔" وہ براق کے رنگ میں اپنی جگہ آ کر بیٹھنے پر اس کے بازوؤں کے مسلز رگڑتے ہوئے کہہ رہا تھا انداز جارحانہ تھا تبھی مسلز کو رگڑ کم کچل زیادہ رہا تھا۔

"ایک تو جم سے بغیر بتائے چلا گیا تو اوپر سے یہاں اس قسم کی اینٹری کیوں اپنا دشمن

بنا ہوا ہے پریس میں اب دیکھ کیا کیا چھپے گا۔" وہ غصے کی انتہا پر پہنچتا اس کے ہاتھوں پر اب ہینڈ ریپ لپیٹ رہا تھا۔ پاس ہی ٹاول بوائے نے اس کے لئے گلوز رکھے تھے ریپنگ لپیٹنے کے بعد وہ اس کے ہاتھ میں سرخ گلوز پہنا رہا تھا۔

"پتا نہیں کیا تیرے دماغ میں چلتا رہتا ہے اگر رتیکا کی وجہ سے پریشان۔" براق کی لہو نظر نے اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔ وہ اس کے دانتوں میں ماؤتھ گارڈ فٹ کرنے لگا ساتھ میں لب کچھ بڑبڑا بھی رہے تھے۔ سیٹی بجی ریفری نے راؤنڈ ون شروع ہونے کی اطلاع دی۔ ایک نیم برہنہ لڑکی ہاتھ میں وائیٹ بورڈ پر ون راؤنڈ کا پر چار کرتی ڈانس کرتی ہوئی وہاں سے گزر گئی بڑی بڑی سکرینز پر راؤنڈ ون ایک دوسرے میں گول دائرہ بنا کر گم ہوئے اور ان میں براق اور ٹرکر نظر آنے لگے۔

"میں نے کہا تھا نا ایک دن میں تمہیں اسی طرح ذلیل کرونگا جتنا تم نے میرے باپ کو کیا تھا آج وہ ذلالت کا دن ہے براق شاہ آج تم بہت بری شکست کھانے والے ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں ٹکرا کر پھنکارتے ہوئے بولا تھا دونوں ایک دوسرے کے گرد دائروں میں گھوم رہے تھے۔

"تم نے مجھے زخم دیے ہیں آج میں تمہیں زخم دینے والا ہوں۔"

اس نے ایک پنچ براق کی سمت اچھالا جسے وہ ڈاچ کر گیا براق کا دماغ ماؤف ہوا اور آنکھوں کے سامنے عجیب سی دھند آن سمائی۔

"گھٹیا انسان گھٹیا ہی بک سکتے ہیں اور تم تو پور پور گھٹیے پن میں ڈوبے ہوئے ہو۔"

دھند موٹی ہوتی گئی اتنی موٹی کہ وہ باکسنگ رنگ سے نکل کر پچھلے دن میں جا کھڑا ہوا اس پچھلے دن میں خراماں خراماں چلتے ہوئے اس نے دیکھا کہ وہ بیڈ پر لیٹا ہے اور اس کے پہلو میں مشہور و معروف بزنس مین کی بیٹی حوش و خرد سے بیگانہ ہیپی سلیپ میں گم ہے۔

سیل کی آواز پر براق نے مندی مندی آنکھیں کھولیں گردن موڑ کر دیکھا اینجلینا ابھی نیند میں ہی تھی۔ واپس گردن سیدھی کی سیل سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا اور کال

پک کر کے سیل کان سے لگا لیا۔

'یس ڈب لیو ہمم اچھ ہاں میں آ رہا ہوں پہنچ رہا ہوں او کے۔" کال کاٹ کر اس نے سیل واپس اسکی جگہ پر رکھا۔ کمبل خود سے ہٹاتا ہوا وہ سلیپر پہن کر اٹھا، ایک نظر گہری نیند میں سوئی اس کی نئ گرل فرینڈ پر ڈالی اور واش روم میں گھس گیا۔

ڈریس اپ ہو کر وہ بالوں میں کیچر لگاتا خود پر پرفیوم چھڑکنے لگا۔ کیچر کی سبب اسکے بالوں میں لائینز بن گئ تھیں بڑھی داڑھی کھلے بھورے بال بھنور پر موتی اور کان میں بالی، فیروزی پینٹ کے ساتھ اس نے ڈینم کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ آج گلے میں سیاہ و سفید رنگ کی مالا بھی تھی۔ والٹ وغیرہ اٹھا کر وہ اپنے روم سے نکل کر اس روم میں آیا جس میں انجلینا سوئی ہوئی تھی۔ اس کا پرسنل روم الگ ہوتا تھا اور گرل فرینڈز کے ساتھ شئیر کرنے والا کمرا الگ ابھی وہ ادھر ہی آیا وہ ہنوز سو رہی تھی براق نے ڈریسنگ ٹیبل سے سٹکی پیپر اٹھایا اور اس پر

"پریس شوٹ کے لئے جا رہا ہوں شام کو ملتے ہیں میری طرف سے کس۔"

لکھ کر ڈریسنگ کے شیشے پر چپکا دیا اور خود باہر آ گیا۔ اسد آج اپنے کلب میں کچھ چینگ کروا رہا تھا اس لئے وہ بزی تھا براق اپنے گارڈز کے ساتھ اس شوٹ والی جگہ پر پہنچا۔

"سر آپ کی ہئیر ڈریسنگ ہو گی۔" مینجمنٹ کی ایک لڑکی نے آ کر اسے اطلاع دی۔

"ہم وائے ناٹ۔" اورنج جوس کو ٹیبل پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا یہ تو معمول کی بات تھی جتنے ایڈز اتنی لک چینج آج بھی اس کی لک چینج ہونی تھی۔ کلین شیف چھوٹے بال،

ایڈ کی شوٹنگ سے فارغ ہو کر وہ اسد کے کلب جانے لگا پھر جاتے جاتے وہ مڑ گیا اس کی گریفائیٹ رنگ کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"میں نے کہا تھا انہیں ٹینشن سے دور رکھیں اگر اسی طرح چلتا رہا تو یہ بالکل بھی اس فیز سے باہر نہیں نکل پائیں گے۔'

سولیم نے پیشنٹ کو میڈیسن لکھ کر دیں وہ باہر گئے اور براق دروازہ کھٹکھٹاتا ہوا

اندر آیا۔ مصروف سی سُولیم نے ایک اچٹتی نظر سامنے ڈالی اور پھر واپس گرالی لیکن واپس گری نظر نے امیج واضح کیا دماغ کو پہنچایا اور واپس نظر اٹھ گئی۔

گرے جینز شرٹ پر سیاہ جیکٹ پہنے سیاہ شوز اور گول گلے میں اٹکے ہوئے گلاسز کے ساتھ وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

'ہیلو بی لوڈ کیسی ہو میں نے تمہیں مس کیا۔" وہ چلتا ہوا آیا پاؤں کی ٹھوکر سے کرسی کو پیچھے کھینچا اور جیکٹ کو جھٹک کر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گیا۔

"مائنڈ یور لینگویج مسٹر براق شاہ۔" اس کی آنکھوں سے آگ کی لپٹیں نکلنے لگی تھی یہ طرز تخاطب اس کا جی چاہا اس شخص کا منہ نوچ لے۔

"اوہ اوکے آں ہیلو ڈیئر سُولیم کسی ہو میں نے تمہیں مس کیا۔" اٹک اٹک رک رک کر سوچ سوچ کر لفظوں کا چناؤ وہ ایسے کر رہا تھا جیسے کتنی لمبی تقریر جھاڑنی ہو حالانکہ صرف ایک لفظ کو کک آؤٹ کیا تھا اور ویسا ہی لفظ ایڈ کیا تھا اور پھر اتنی معصومیت سے پوچھا جیسے اس سے زیادہ شریف انسان اس دنیا میں ہی نا ہو۔

(ہیل براق شاہ)

"اب ٹھیک ہے۔"

سُولیم نے اپنے اندر پکتے گندے سے ابال کو روکا جو آج پھٹ پڑنے کے لئے بے قرار تھا برداشت کی حد جو ہو گئی تھی۔

"یہاں کس لئے ہو؟"

"تمہارے لئے آف کورس۔' سیدھا ہوا۔" بہت ہی بری میزبان ہو مہمان کی خاطر داری تو کرنی ہی نہیں آتی۔" آگے جھک کر اسکا انٹرکام اٹھایا اور دو بلیک کافی بغیر چینی کے آرڈر کر دیں۔

" کبھی مجھے موقع دو پھر دکھاتا ہوں مہمانوں کی کیسے۔" سُولیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے آج نا ہی کوئی فضول کی بات سننی ہے اور نا ہی میرا اچھا موڈ ہے بہتر ہو گا تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے بڑی مشکل سے خود پر بندھ باندھ کر کہا جبکہ دل تو کچھ اور ہی چاہ رہا تھا۔

"موڈ! کیا ہوا موڈ کو میرے ساتھ آؤ دیکھو پل میں تمہارا موڈ کیسے بدلتا ہے۔" وہ یکدم کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگا سُولیم کے دل نے اسے کام ڈاؤن رہنے کو کہا۔

"تم جا سکتے ہو۔' براق نے آنکھیں سُکیڑیں ابھی کل ہی کی تو بات تھی جب وہ اسے اگنور کر کے بھاگی تھی اس نے واپس کرسی سنبھال لی۔

"ڈیئر آج میں جانے کے لئے نہیں آیا آج میں تمہیں ساتھ لے جانے کے لئے آیا ہوں اور تم چلو گی بھی۔" ٹیبل سے کرسٹل بال اٹھا کر اسے گول گول گھماتے ہوئے وہ کڑے تیوروں سے اسے گھور رہا تھا بدلتی آواز بدلتا لہجہ بدلتی آنکھیں۔

سُولیم نے انٹر کام اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اس نے چھین لیا

"آآ، میرے ہاسپٹل میں میری اجازت کے بغیر تم کچھ بھی نہیں کر سکتیں کافی نہیں آئی گی دو کافی مطلب دو گھنٹے بغیر چینی کہ مطلب کوئی ڈسٹربنس نہیں سو۔"

اس نے کارڈلیس اٹھا کر گھمایا۔" یہ بھی بے کار ہے زیادہ حیران نا ہو یہ سچ ہے۔"

"لیکن یہ تو جینی کا کلینک۔" حیران آواز حیران آنکھیں اس کا جملہ بیچ میں ہی چھوٹ گیا۔

"جینیفر کے یہ ہینڈ اوور ہے۔ اس کا فنڈ دی براق شاہ کمپنی دیتی ہے مطلب جو تم تنخواہ لیتی ہو وہ بھی میری جیب سے ملتی ہے تمہیں، میں پیسے ناودں تو معمولی فیس پر عوام کی خدمت کی غرض سے کھولا گیا یہ عالیشان پرائیوٹ کلینک دوسرے دن ہی بند ہو جائے۔"

سُولیم چند ثانیے اسے دیکھتی رہی اس کی بات کا یقین کرنے پر خود کو آمادہ کرتی رہی پھر توقف کے بعد وہ جھٹکے سے اٹھی اور اگلے پل ہی بدک گئی۔ وہ جو اپنا بیگ اٹھاتی دروازے کی جانب جا رہی تھی براق کے یکدم سامنے آنے پر بری طرح چونکی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے راستہ دو مجھے۔" بیگ کی سٹرپ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ ضبط سے بھری آواز میں بولی براق دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"منزل تمہارے سامنے کھڑی ہے اور تم راستے کی بات کر رہی ہو کتنی بیوقوف ہو

تم چچ چچ چچ۔ "دروازے سے ٹیک لگا کر ایک پاؤں زمین پر تو دوسرا دروازے کی سطح پر جمائے وہ اس پر افسوس کر رہا تھا۔

"بھاڑ۔۔ میں۔۔ جاؤ۔" پوری آنکھیں کھول کر بیگ میں گن ہونے کی تصدیق پر وہ اس پر دبی آواز میں چلائی۔

براق نے ہونٹوں کو سیٹی کے انداز میں گول کر کے موتی والی بھنورا چکا کر دیکھا۔

"غصہ پلس کڑواہٹ پلس شیرنی"

"آئی لائک یور کانفیڈنس لیکن ایک بات میری بھی سن لو آج، جب تک بات کلیئر نہیں ہو جاتی تم یہاں سے کہیں نہیں جا سکتی آ آ فون نکالنے کی زحمت نا ہی کرو تو بہتر ہے سگنلز نہیں ہیں صرف تمہارے فون کے۔"

"کیا بات کرنی ہے تم نے۔" اس نے جیسے ہار مان کر پوچھا اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں تھا۔

"اوہ تو یعنی مس سُولیم شفیق بات کرنے پر راضی ہو گئی ہیں تشریف رکھیے۔" اس

نے سیدھے ہوتے ہوئے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

"جو کہنا ہے یہیں کہو۔" کڑواہٹ سے کہتی وہ اب اسے غصہ دلا رہی تھی۔

"دیکھو گیو اینڈ ٹیک ہوتا ہے لائف میں، ہر چیز کی ادل بدل ہوتی ہے جیسے مثال لے لو۔" اس نے اپنی کیلین شیو تھوڑی کھجائی۔ "تم میری عزت کرو گی رائیٹ۔" وہ اس کی جانب اشارہ کر کے کہہ رہا تھا پھر اس نے ہاتھ اپنی جانب موڑا۔

"تو میں تمہاری عزت کرونگا لیکن اگر تم نے میری عزت نا کی تو میں پھر بھی مجبوراً تمہاری عزت کرونگا کیونکہ میں کرتا ہوں لیکن میری جگہ اگر کوئی اور ہوا تو بلیو می تم گئی کام سے۔"

"مطلب کی بات کرو براق شاہ۔" سُولیم نے گہرا سانس بھرتے ہوئے شاکر کو بتانے کا سوچ کر کہا۔

"اوہ مطلب، ہاں ٹھیک ہے۔" کھڑکی پر درخت کا گرتا پتا آ کر چپکا کہ دیکھوں تو سہی آخر اندر چل کیا رہا ہے لیکن وہ بے چارہ پھسل گیا باہر درخت کے مردہ پتے

جا بجا بکھر رہے تھے آج ٹہنیوں کی آزادی کا دن جو تھا۔

"اب جب تم خود ہی ڈائریکٹ مطلب پر آگئی ہو تو ٹھیک ہے میں ایزیویل ہمیشہ کی طرح چاہتا ہوں کہ تم میری گرل فرینڈ بن جاؤ میں تمہارے ساتھ بہت سنہری دن گزارنا چاہتا ہوں مان جاؤ یار ایک بات ریپیٹ کر کر کے میں سچ میں عاجز آگیا ہوں۔"

اس نے واقعی اکتاہٹ سے کہا تھا۔

"اپنا طرز تخاطب ٹھیک کرو اور اگر میں نہ کہوں تو پھر۔" سُولیم نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

براق ہنسا گریفائیٹ آنکھیں خجل سی ہوئیں سر کھجایا اور جھک کر رازدارانہ انداز میں کہا۔

"ناں کی تو گنجائش ہی نہیں ہے میں بہت براشیر ہوں شکار خود آرام سے آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ میرا وار بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔"

اسے نہیں پتا تھا ایک دن اس کے خود کے الفاظ ہی اسے سونے نہیں دیں گے اس لیے کہتے ہیں سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔ براق کا چہرہ معصومیت طاری کیے ہوئے تھا جبکہ آنکھوں میں انگارے جل رہے تھے غصہ و معصومیت عجیب امتزاج تھا آج کے وقت کا۔

"ڈرا رہے ہو۔"

"امم ہمم سمجھا رہا ہوں۔" فوراً نفی میں سر ہلاتے ہوئے سچی بات کہی۔

"تو پھر سن لو اپنی سمجھ اپنی دھمکی اپنا ڈراوا اپنے تک محدود رکھو میں تم سے نہیں ڈرتی اور جو تم چاہ رہے ہو افسوس کہ یہ آج کی دنیا میں تو ممکن نہیں ہے تم اپنا اور میرا وقت برباد کر رہے ہو بہتر اب سامنے سے ہٹو اور مجھے جانے دو۔"

ویسے ہی سینے پر ہاتھ باندھے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بے خوف لہجے میں بولی تھی۔ براق دو قدم اس کے نزدیک آیا وہ نہیں ہلی براق نے اس کے سیاہ عبایہ کے نقاب سے جھلکتی آنکھوں میں دیکھا اور بولا سرگوشی والے مدھم الفاظ، غصے کے

بوجھ سے دبے ہوئے الفاظ۔

"براق شاہ کے دماغ میں جو ایک بار بیٹھ جاتا ہے تو پھر اسے نکالنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔" وہ رکا لفظوں کو مزید چبایا۔ "ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ جاتا ہوں تم میری گرل فرینڈ مت بنو لیکن آج کا وقت کل کے اس وقت تک میرے ساتھ بتاؤ میں تمہیں آزاد کر دونگا۔"

سُولیم نے اسے سرخ آنکھوں سے دیکھا۔ ماحول میں تناؤ مزید بڑھا وقفہ ہوا دونوں اپنی اپنی جگہ کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھے گئے پھر اس لڑکی کا صبر ہمت ہار گیا۔

"چٹاخ۔۔۔" آواز شیشے سے چپکے نئے پتے نے سنی اور دل حلق میں لیے خوف ذدہ سے پھسل گیا اس میں دیکھنے کی تاب کہا تھی بھلا۔

اس کے تھپڑ سے اس کی قوت سے اس کے اتنے دن کی فرسٹریشن سے براق کا چہرا دائیں جانب ہل گیا اور پھر وہیں پڑا رہا۔ اس نے چہرا اس کی جانب نہیں کیا تھوڑا

پاؤس پھر سے ہوا اور سُولیم کی گرج دار آواز گونجی۔

" گھٹیا انسان گھٹیا ہی بک سکتے ہیں اور تم تو پور پور گھٹیے پن میں ڈوبے ہوئے ہو۔"

براق نے ایک سیکنڈ میں اپنا چہرا اس کی جانب کیا سُولیم نے دیکھا اس کی مٹھیاں ضبط سے آپس میں بھینچی ہیں اور گردن پر بے شمار رگیں ابھر گئی تھیں۔

'تم نے میرا گھٹیا پن دیکھا ہی کب ہے سُولیم شفیق تم شریف ہو اس لئے لحاظ تھا لیکن اب میں تمہارے ساتھ وہ کرونگا کہ تمہاری روح بھی کانپے گی۔" وہ شدید طیش میں پھنکارا اتنا کہ اس کے میں سے کف نکلنے لگا۔ وہ کیسے خود پر بندھ باندھے ہوئے تھا یہ صرف وہی جانتا تھا ورنہ آج ابھی اسی وقت ایمو بلینس ایک لاش کو لیکر جا رہی ہوتی۔

" مجھے تم سے خوف نہیں آتا کیونکہ میرے پاس اللہ ہے تمہاری دھمکیوں سے زیادہ میں اس کے قہر سے ڈرتی ہوں جس گناہ کی طرف تم مجھے مائل کرنے کی کوشش کر رہے ہونا اس کی طرف میں تو کیا میرا سایہ بھی بھٹکنے سے گریز کرے تو اپنائے جاؤ

اپنے ہتھکنڈے میں نے خود کو اللہ کے سپرد کیا کیونکہ اب وہ میری حفاظت کرے گا آزمالو جو آزمانا ہے تم نے لیکن ایک بات یاد رکھنا شکست ہمیشہ خاک کی ہی ہوتی ہے رلنا مٹی کے نصیب میں ہی ہے۔"

وہ بے خوف تھی بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ براق اس کے نزدیک آیا وہ پیچھے ہوئی۔

"میں چاہوں گا کہ تم بچ جاؤ میں چاہوں گا کہ تمہیں تکلیف نا ہو میں چاہوں گا کہ تمہاری معصومیت برقرار رہے اور میں چاہوں گا کہ تم جیو لیکن۔" وہ تھا۔"اس کے بالکل اپوزٹ جو میرے اندر شیر بیٹھا ہے ظالم شیر وہ اس کی آنکھیں تمہاری موت دیکھ رہی ہیں جو میرے لفظ ہیں ان کا الٹ سوچ رہی ہیں سُو لیم شفیق گاڈ تمہیں جنت میں جگہ دے تم جا سکتی ہو۔"

کون جان سکتا تھا اس کہانی کا بیک وقت ہیرو اور ولن جو غصے کی شدت سے مغلوب ہو کر کہہ رہا وہ کچھ وقت بعد سچ ہو جانا ہے۔

اس نے دروازہ کھول دیا سُولیم گولی کی سپیڈ سے وہاں سے نکلی تھی۔ کسی کو بھی دیکھے بغیر وہ گاڑی میں آکر بیٹھی آنکھوں سے جھڑی لگ گئی۔ اسے شدید دکھ ہو رہا تھا کیا تھا جو اگر دعا اس شخص کی فین نا ہوتی کیا تھا جو چاچو اس سے اتنی محبت نا کرتے اس شدید دکھ ہونے لگا شاید اس لئے کیونکہ وہ ان کی محبت کی خاطر کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی اس کی کچھ سمجھ نہیں آیا اس نے شاکر کو میسج کیا تھا۔

"دکھ انسان نہیں دیتا دکھ انسان سے جڑی فضول کی امیدیں دیتی ہیں امیدوں کا دائرہ چھوٹا کر دو دکھ کی لائن بھی کم پڑ جائے گی۔"

خود کو تسلی دیتے ہوئے اس نے یہ میسج شاکر کو سینڈ کیا اس کی فورا کال آ گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں۔" اپنی ذبان اپنا لہجہ اس کی آنکھیں بھرا گئیں۔

"میں ٹھیک ہوں بس تھوڑی اداس تھی تو آپ کو میسج کر دیا سوری آپ پریشان ہوئے۔"

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے بھرائی آواز سے کہا۔ شاکر نے اوور آل اتار کر ماتھا

مسلا جس پر واضح پریشانی کی لکیریں نظر آنے لگی تھیں سُولیم کا اداس ہونا مطلب کسی بڑی بات کا ہونا تھا۔

"سُولیم میں اور آپ ہم دونوں ایک دوسرے کے کزن ہونے کے ساتھ بہت اچھے دوست ہیں مجھ سے شئیر کریں میں یقین دلاتا ہوں آپ کی پریشانی دور کرنے کی پوری کوشش کرونگا۔"

اس کے لفظوں میں کتنا صدق تھا یہ سُولیم ہی جانتی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے آنسوں کو گرنے دیا شاکر نے بہت ضبط سے اس کے گرتے آنسوں کی آواز سنی تھی۔

"اللہ کی آزمائش ہے بس آپ دعا کریں میں اس آزمائش پر پورا اتروں۔"

"میں دعا کرونگا لیکن کبھی کبھی آزمائشیں بانٹنے سے بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ آپ مجھے کہیں مجھ سے شئیر کریں ہم دونوں جو بھی مسائل ہیں."

******

"میں دعا کرونگا لیکن کبھی کبھی آزمائشیں بانٹنے سے بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں آپ مجھے کہیں مجھ سے شئیر کریں ہم دونوں جو بھی مسائل ہیں اسے مل کر سولو کریں گے ٹرسٹ می، میں زندگی کے ہر قدم پر آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں میں وہ بولڈ مرد نہیں بننا چاہتا جو یہ کہتا ہے اس کی بیوی اس سے دو قدم آگے رہے بلکہ میں وہ حساس مرد بننا چاہتا ہوں جو اپنی بیوی کے ساتھ ہر قدم اٹھائے تاکہ کبھی خدانخواستہ وہ ٹھوکر سے گرنے لگے تو دو بازو اسے تھامنے کے لئے اس کے ساتھ ہوں نا کہ اس سے دو قدم پیچھے کہ ہاتھ تھامنے کے لئے جب وہ قدم اٹھائے اتنے میں اس کی ساتھی منہ کے بل گر جائے سُولیم میں آج بھی آپ کا منتظر ہوں اور رہوں گا میں چاہتا ہوں آپ کی پریشانی مجھ پر منتقل ہو جائے۔"

عزت کیا ہوتی ہے لفظوں کی مٹھاس کیا ہوتی ہے مان کیا ہوتا ہے اعتبار و وفا کیا ہوتی ہے یہ سُولیم کو تب تب پتا چلتا تھا جب جب وہ شاکر سے بات کرتی تھی آج اسے اپنے فیصلے پر مان ہوا اپنی قسمت پر رشک آیا اس نے آنسوں پونچھ لیے۔

"میں جلد آپ کو بتاؤ نگی اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔"

"میں انتظار کرونگا۔"

اس نے کال بند کر دی تھی دل کو تھوڑا سکون ملا تھا۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور گھر کی جانب موڑلی ٹائروں سے اٹھتی آواز سے زیادہ سُولیم کے کیبن مین ٹوٹنے والی چیزوں کی آواز تھی براق نے اس کے جاتے ہی کمرے کا حشر کر دیا تھا آخری چیز جو اس نے اٹھا کر پھینکی تھی وہ لیپ ٹاپ تھا جس کے کی بورڈ کے بٹن جا بجا بکھر گئے تھے۔ ایک بٹن براق کے منہ پر ٹھاہ کر کے لگا تھا اس نے آنکھیں کھولیں اور منہ کو جھٹکے سے پیچھے کیا دھند چھٹی جگہ گم ہوئی ماضی بھاگا اور حال سامنے سینے پر بازو لپیٹے آن کھڑا ہوا۔ براق نے دیکھا ہر جانب اس کے نام کا شور تھا میچ شروع ہو چکا تھا وہ رنگ میں کھڑا تھا اس بٹن کا درد زیادہ تھا کیونکہ عین اسی جگہ ابھی ٹرکر نے اسے مکا مارا تھا۔ براق نے دھندلی آنکھیں جھپک جھپک کر ٹرکر کو دیکھنا چاہا آوازیں گڈ مڈ ہونے لگی تھیں سب ویسا ہی تھا لیکن اس ٹرکر کی جگہ سُولیم نظر آنے لگی اس نے پھر

آنکھوں کے سامنے ہاتھ پھیرا لیکن ہاں وہ سُو لیم ہی تھی۔ دفاع میں اٹھتے اس کے ہاتھ ڈھلکے اسد نے پیشانی مسلی اور ٹر کر کے ماتھا تفکر کی لکیریں بنانے لگا۔

"ہے تم لڑکیوں نہیں رہے تم میرا کرئیر برباد نہیں کر سکتے تم مجھ پر فلسنگ کا داغ نہیں لگا سکتے تم لڑو براق شاہ لڑو مجھ سے۔" وہ اس پر مکوں کی بونچھاڑ کرتا کہہ رہا تھا براق نے سنا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں ان لڑکیوں جیسی ہوں جو ہر مرد کی بانہوں میں جھول جائے نہیں براق شاہ میں تمہیں کبھی نہیں ملنے والی۔"

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے تمہیں لڑنا ہوگا۔" ٹر کر نے اسکی موتیوں سے سجی بھنور پر زور دز پنچ مارا اس کی شدت اتنی تھی کہ براق کے بھنور سے خون رستا ہوا اسکی پلکوں پر ٹھہرا پھر وہاں سے ندی کی طرح اس کے پورے گال پر بہنے لگا۔

سناٹا چھا گیا اسکے فینز کو سانپ سونگھ گیا ٹی وی کے آگے براجمان لوگوں کے دل تھم گئے ریڈیوں سنتے سگنل پر رکی عوام سانس روک گئی یورپ ایشیاء افریکا مشرق

مغرب شمال جنوب دنیا کے ہر خطے میں واقع اس کے فینز اس برے کھیل پر آنکھیں پھاڑے دم سادھے ہوئے تھے۔

اسد نے سختی سے رنگ کی جالیاں پکڑیں سامنے پٹتے ان بیٹ ایبل بیڈ لائن کو یوں چوہوں کی طرح پٹتے دیکھنا اس کے لئے قرب آمیز تھا اس نے زیر لب براق کا نام پکارا۔

"تم لڑو گے۔" ٹرکر نے ایک اور زوردار پنچ اسی جگہ مارا تھا۔ براق کی بھنور پھٹ گئی وہ منہ کے بل خون تھوکتا گرا تھا۔ براق شاہ ہار گیا پہلے ہی راؤنڈ میں، ریفری آیا نیم بے ہوش براق شاہ کو دیکھا اور ٹرکر کو جیت کا خطاب دے دیا براق کا بیلٹ ٹرکر کی کمر کا زینت بنا۔

جالیوں کا دروازہ کھلتے ہی اسد برق رفتاری سے اسکی جانب بڑھا۔

"ہے براق یار ٹھیک ہے تو۔" وہ کانپتے ہاتھوں اور پریشان آواز سے اسکا گال تھپک رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ مضبوطی سے براق کی بھنور سے نکلتے خون پر جمایا سٹریچر لایا

NC

گیا براق کو اس پر لٹا کر لے گئے اسد کھڑا ہوا اور طیش کے عالم میں برے موڈ کے ساتھ کھڑے ٹر کر کی طرف بڑھا اور ایک شدید مکا اس کے گال پر جڑ دیا اس کے گارڈز اسد کی جانب بڑھے لیکن ٹر کر نے منع کر دیا۔

"جانے دو اسے ان کے زوال کا وقت بس شروع ہو گیا۔" طنز و تحقیر سے کہہ کر وہ رخ موڑ گیا تھا۔

"زوال کس کا ہے یہ تو وقت بتائے گا ٹر کر سان یو بلڈی فکسر۔" ٹر کر نے گھٹے سانس کے ساتھ اس ٹکسیڈو میں ملبوس وجیہہ نوجوان کو دیکھا جو اس کے ڈر کو لفظوں کا پیراہن اوڑھا گیا تھا۔

اگر براق شاہ نے اس کے ساتھ ایسا کیا تو وہ اس کی دنیا برباد کر دے گا۔ اس نے سرخ آنکھوں کے ساتھ خطرناک عزائم سوچے۔

"اپنا خیال رکھنا میں جانتا ہوں میرا بچہ بہت بہادر ہے۔"

خنک ذدہ شام میں جہاں بہار کے پھولوں کی مہک گھلی تھی وہاں سٹی ہاسپٹل کے ایک کمرے میں آرٹیفیشل پھولوں کی مہک میں وہ سخت تاثرات کے ساتھ نیم دراز تھا۔ اس کی خوبصورت گریفائیٹ کلر کی آنکھوں کے اوپر موجود بھنور اس سے سفید پٹی سے چھپی ہوئی تھی۔ پرسنگ ہٹادی گئی تھی بھنور کا گوشت پھٹ گیا تھا وہ جگہ جہاں پلیہ ٹینیم کے موتی جھلملاتے تھے وہاں کے جگہ اب ناکارہ ہو گئی تھی۔ اس کی بھنور کے بیچ میں کٹ پڑ گیا تھا۔ وہ اب پرسنگ نہیں کروا سکتا تھا چاہے تو اس جگہ سے تھوڑا آگے جب زخم مندمل ہو جائیں وہ دوبارہ بھنور سجا سکتا تھا لیکن اب براق شاہ کا ارادہ بدل گیا تھا اب اس کی بھنور نے خالی رہنا تھا جو چیز جہاں تھی وہیں اچھی لگتی تھی جگہ بدلنے سے اس کی خوبصورتی ماند پڑ جاتی اور براق شاہ کو بدصورت چیزیں ہر گز پسند نہیں تھیں۔

"تم ٹھیک ہو۔" رتیکا کی نرم انگلیاں اس کے بال سنوار رہی تھیں سامنے صوفے پر اسد ہاتھوں کی مٹھیاں ہونٹوں پر ٹکائے بیٹھا تھا یقیناً اس نے ہی رتیکا کو بلایا تھا اس

نے جواب نہیں دیا۔

"ہنی کچھ تو بولو تمہاری خاموشی خطرناک ہے۔" وہ ٹھس بیٹھا رہا اسد کا دل گھبرایا اسے براق کے خاموشی کے پیچھے چھپا طوفان ڈرا رہا تھا۔

"ابھی تم ڈسچارج ہو جاؤ گے پھر ہم ایک ساتھ ڈنر کریں گے۔" وہ بالکل اس کے ساتھ لگی جھکی بیٹھی تھی۔ اس کے بھورے سلکی بال براق کے شانے پر گرے ہوئے تھے۔ اس کے گول فر گلے والی بنفشی ٹی شرٹ کے فر براق کے گال کو ہلکا سا مس ہو رہے تھے۔ براق کا ہاتھ ہلکے سرمئی کلر کی پرنٹڈ شارٹ سکرٹ کے کپڑے پر پڑا تھا جو رتیکا نے اٹھا کر اپنے گھٹنے پر رکھا تھا لیکن وہ ڈھلکا گیا ہاتھ کے ڈھلکنے سے ہی اس کی سکرٹ براق کے ہاتھ کے ساتھ سرکتی گئی تھی۔ وہ جامد ایکسپریشنز کے ساتھ غیر مرئی نقطے کو گھورنے کے شغل میں مصروف تھا۔ رتیکا کی آمد اسے نا ہی کوفت میں مبتلا کر رہی تھی اور نا ہی اس کے ساتھ سے وہ کچھ محسوس کر پا رہا تھا وہ خالی تھا اندر باہر سے بالکل خالی شاید زندگی کی پہلی بھیانک ہار کو تسلیم کرنے میں

ابھی کچھ وقت درکار تھا۔

"ٹی وی آن کرو۔" سرد آواز سے حکم دیا گیا اسد چونکا رتیکا بوکھلائی۔

"نن نہیں ابھی نہیں کل دیکھ لینا بے بی ابھی اپنی آنکھ کو ریسٹ۔"

اس نے دانت چباتے ہوئے درشتی سے رتیکا کی بات کاٹی۔

"میں نے کہا ٹی وی آن کرو۔" اسد دونوں ہاتھ ٹانگوں پر مارتا جھنجھلاتا ہوا کھڑا ہوا۔

"اُفف براق اُفف تم تمہاری ضد تمہاری من مانیاں مجھے بتاؤ۔" وہ اس کے بیڈ کی پائنتی پکڑ کر کھڑا ہوا۔

"اس وقت ٹی وی دیکھنا زیادہ ضروری ہے یا تمہارا ریسٹ کرنا تم جانتے ہو میڈیا کو، وہ کیا اگل رہی ہے تم یہ بھی جانتے ہو پھر اس سب کا کیا مطلب انکل آنٹی پچھلے پندرہ منٹ سے تمہاری فرصت کا انتظار کر رہے ہیں انہیں تم سے بات کرنی ہے۔ میں رتیکا پچھلے چار گھنٹے سے تمہارے ساتھ گونگوں کی طرح بیٹھے ہیں لیکن تمہیں ٹی وی دیکھنا ہے واؤ۔"

اس کی جھنجھلاہٹ فرسٹریشن اسکے بے ربط جملوں میں چھلکتی تھی براق کا پتھر وجود ٹس سے مس نہیں ہوا اس نے انٹر کام اٹھایا۔

"آکر ٹی وی چلاؤ۔" اسد نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کمر پر باندھے دو سکینڈ بعد ہی ایک نرس اندر آئی او بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ سب کو وش کرتی نیوز چینل لگا گئی۔

"براق شاہ کی فلسنگ ان کے شاندار کرئیر پر بڑا داغ ہے یہ فلسنگ پیسوں کے لئے تھی یا کوئی اور وجہ تھی جاننے کے لئے دیکھت۔"

براق نے اس چینل پر بولتے اینکر کی آواز گھوٹی اور دوسرا چینل لگا لیا۔ نرس اسے ریموٹ دے گئی تھی دوسرا چینل بدل کر اس نے تیسرا لگایا اور ٹھہر گیا اسد نے ایک ناپسندیدہ نگاہ اس کمینے شخص پر ڈالی اور پھر بڑی ساری ایل ای ڈی کو دیکھنے لگا جس پر بہت غلط دکھایا جا رہا تھا۔ اس پر براق کے پٹنے کی ویڈیو کلپ بار بار ریوائن کر کے دکھائی جا رہی تھی اور اینکر ساتھ ساتھ بکواس بکے جا رہا تھا۔ اسد نے اس اینکر کا چہرا اپنی آنکھوں میں سکین کیا اور براق پر بڑی ضط نگاہیں ڈال کر کھڑا رہا۔

"کہتے ہیں عروج کو زوال ہے زوال کو عروج براق شاہ کی کامیابی کا چڑھتا سورج اب ڈوبنے کو ہے۔ اس بری طرح یو ایف سی کا نام خراب کرتے ہوئے براق شاہ پہلے ہی راؤنڈ میں چاروں شانے چت ہو گئے اس کلپ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ٹرکرسان دی گریٹ لائین کو کیسے پچھاڑ رہے ہیں لیکن اس پچھاڑ کے پیچھے چھپی ہے فکسنگ، براق شاہ نے اتنے بڑے میچ کو ٹرکرسان کے ساتھ فکس کیا اور ناقابل یقین ہار کو اپنا مقدر بنا کر نا صرف اپنے فینز کی تعداد گھٹا لی ہے بلکہ وہ اپنا رتبہ و معیار کھو چکے ہیں ان کی شخصیت اس فکسنگ۔" اینکر کی آواز رک گئ۔

NC

براق کا قہقہ اس اینکر کی آواز دبا گیا۔ اسد نے آنکھوں میں سرخ ڈورے بھرے رتیکا نے اس کا ہاتھ سختی سے تھاما وہ ہنس رہا تھا تھوڑا پھر زیادہ پھر اور زیادہ اور پھر بے تحاشہ ہنستا چلا گیا اتنا کہ اس کی آنکھوں کے کونے گیلے سے محسوس ہوئے رتیکا پریشان نظروں سے اسد کو دیکھنے لگی۔

"یہ، یہ تو وہی ہو گیا ہم تو ڈوبے صنم تمہیں بھی ساتھ لے ڈوبے۔" ہنسی کے

دوران اس نے رک کر کہا ہنسنے کی سبب براق کے چہرے کے مسلز کھچے اور بھنور پر لگے ٹانکے ہل سے گئے خون کے ننھے ننھے ٹیکے سفید پٹی میں سے اپنی چھب دکھلانے لگے۔

"کین یو پلیز سٹاپ دس نان سینس۔" اسد نے کیبل کی وائر کھینچتے ہوئے براق کو ہنسنے سے روکا تھا وہ اسی طرح دیوانہ وار ہنستا ہوا رتیکا کا ہاتھ چھڑوا کر چادر پرے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا اسد اس کے اٹھنے سے دو قدم آگے بڑھا تھا۔

"میرا نام تو گیا وہ ٹرکر سان وہ بے چارہ تو کریئر کے شروع میں ہی اپنا نام ڈبوا بیٹھا لک اسد مجھے ہرانے کا کہہ رہا تھا آج خود بھی ہار گیا۔" اس نے جھک کر شوز پہنے وہ اپنی بھوری جینز اور فان ٹی شرٹ میں تھا وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا غائب دماغ تھا تبھی ڈاکٹر نے چند گھنٹے انڈر آبزرویشن اسے رکھا تھا۔

"کہا جا رہا ہے۔" اسد اس کے سامنے آیا رتیکا بھی کھڑی ہوئی تھی۔

"ٹرکر کی ہار کا جشن منانے۔" وہ مسکراہٹ دباتے کہہ رہا تھا اسد کو اس کی مسکان

جھوٹی لگی غصے کی آگ میں لپٹی جھوٹی مسکان۔

"نہیں براق ہم ابھی اسی وقت گھر جارہے ہیں اور تم میرا کہا مانو گے انڈرسٹینڈ۔"

اسد جانتا تھا اس وقت اگر اس نے براق کو تنہا چھوڑ دیا مطلب کسی بڑی مصیبت کو گلے لگا لیا اور فی الحال وہ کوئی بھی مصیبت افورڈ نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ براق کی کیا جو کسی کی بات مان لے اسد کا شانہ تھپک کر آگے بڑھ گیا۔

"براق میں نے کچھ کہا ہے۔" اسد کی آواز پر وہ مڑا اور پھر جو اس کی نظریں تھیں یہ رتیکا اور اسد ہی جانتے تھے۔ الاؤ میں دہکی سخت خون آشام نگاہیں اور لبوں پر مسکان وہ کچھ نہیں بولا صرف اسد کو دیکھا اور ہالف سلیو والی ٹی شرٹ میں جھلکتا ٹیٹو زدہ بازو سہلاتا ہوا دروازہ پار کر گیا۔

"آپ کا جانا ضروری ہے کیا؟" وہ منہ بسورے چاچو کے سامنے کھڑی تھی اور دعا مونگ پھلی کھاتے اس میلو ڈرامہ کو بڑا انجوئے کر رہی تھی بخدا اسے بالکل بھی کسی سٹار پلس کے ڈرامے کی ضرورت نہیں تھی یہاں ہی اس کے مزے پورے

ہو جاتے تھے۔

"آف کورس وہاں کا وزٹ ضروری ہے دو دن میں تو آجانا ہے میں نے اور بیٹا آج بتائیں گی آپ اتنی بضد کیوں ہو رہی ہیں بالکل کسی پیٹو کی طرح۔" انہوں نے کن انکھیوں سے دعا پر چوٹ کی تھی جو مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح اس بات کو اگنور کر گئی۔

"اب چلیں مجھے بہت دیر ہو رہی ہے۔" انہوں نے اپنا چھوٹا ٹرالی بیگ اٹھالیا۔

"بھئی میں نے نہیں جانا چھوڑنے میرا اسیئریل آنا ہے۔" چاچو نے کڑوی نظروں سے اسے دیکھا سُولیم کو اس پر غصہ آیا۔

"تم کسی سئیرل سے کم ہو کیا چپ چاپ اٹھو اور چلو میرے ساتھ کوئی بُسرا ہوا منہ نہیں۔"

دعا کے چھوٹے احتجاج کو سولیم نے نظر انداز کرتے ہوئے حکم صادر کیا چاچو کو اس پر فخر ہوا گاڑی میں پھولے ہوئے منہ کے ساتھ وہ بیٹھی تھی یہ منہ ائیر پورٹ تک

برقرار رہا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا میں جانتا ہوں میرا بچہ بہت بہادر ہے۔" چاچو نے محبت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا دوانگارہ آنکھوں نے اس منظر کو خوب حافظہ میں بھرا۔ دعا نے دانت نکالتے ان باپ بیٹی کے سین کو انجوائے کیا سُولیم نے اپنے بھرتے دل پر بند باندھا جس طرح کی سنگین صورتحال تھی وہ نہیں چاہتی تھی چاچو دو سیکنڈ کے لئے بھی اس کی نظروں سے دور جائیں۔

"جی۔" سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے زیادہ تسلی خود کو بھی دی۔

"اور اس کا بھی، بڑی بھاری ذمہ داری ہے لیکن میں جانتا ہوں میرا طاقت ور بچہ اسے بھی نبھائے گا۔" دعا کے بال خراب کرتے ہوئے انہوں نے پھر اس کے وزن پر چوٹ کی تھی اب وہ چپ نہیں رہ پائی۔

"ہا طاقت ور بچے سے مکھی تو ماری نہیں جاتی دعا گوندل کو سنبھالے گی اور خبردار جو آئندہ میرے وزن پر چوٹ کی ہو تو ماشاءاللہ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق ہے میرا

سو کا کا کرٹ بننے کا مجھے قطعی شوق نہیں ہے آئے بڑے کہنے والے خود کو دیکھو کیسے ہماری پولیس کی طرح توند آں نہیں میں تو کہہ رہی تھی ماشاءاللہ سے آج کل بڑے صحت یاب ہو رہے ہیں ڈاکٹر صاحب اللہ ہمیشہ یونہی فٹ فاٹ رکھے توند تو بالکل بھی نہیں بس یہ سویٹر ایسا ہے۔"

چاچو کے سینے پر ہاتھ باندھ کر اسے بھرپور موڈ میں سننے پر اس کی سیٹی گم ہوئی تھی۔

وہ جانتی تھی یہ پوز تبھی ہوتا ہے جب اس بے چاری کی پاکٹ منی گم ہونے والی ہوتی ہے اور وہ اس مہینے کی اپنی پاکٹ منی کو ہر گز ہر گز نہیں گنوا سکتی تھی تبھی فوراً سے بات اور آواز بدل گئی۔

سُولیم نے جھنجھلا کر اس کی بات کاٹ دی۔

"دعا تم اپنی فضول گوئی کو بریک لگا سکتی ہو پلیز۔"

"نہیں بیٹا بولنے دیں اسے مجھے بھی تو پتا چلے باپ کی کس کس چیز پر نظر ہے اس کی۔"

چاچو نے سُولیم کو اپنے پاس کر کے دعا کو ہاتھ سے شروع ہونے کا اشارہ کیا۔

"توبہ توبہ ایک مرد ایک بوڑھے ہوتے مرد کو اپنے وزن کی بات کیسے تیر کی طرح لگی ہے اور مجھ بے چاری کو جو آئے دن یہ بوڑھا ہوتا انسان تنگ کر رہا ہے وہ؟ یا اللہ یہ تو کھلا تضاد نہیں۔" دماغ سوچ رہا تھا لیکن اس نے تھوک نگلا۔

"ارے میں اپنے پیارے ڈیڈی کی کسی چیز پر کیوں نظر رکھوں گی آفٹر آل آپ میرے ڈیڈی ہیں مجھے آپ سے پیار ہے اور میں چاہتی ہوں میرے ڈیڈی اتنے موٹے ہو جائیں کہ مجھے دعا خانم کو آسانی سے اٹھا سکیں۔"

وہ مکھن لگانے کی انتہا کرتے ہوئے ان کے سینے سے لگی تھی۔ طاہر نے مسکراہٹ دبائی سُولیم نے اس کی کہنی پر چپت رسید کی تھی۔

"پکی ڈرامے باز ہو تم۔" (ہاں تم دونوں باپ بیٹی پر جو گئی ہوں۔ طاہر کے سینے سے لگی وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ہنسی والی مسکراہٹ سے سوچ رہی تھی) چاچو نے سُولیم کو بھی خود سے لگایا اور پھر اپنے نام کی اناؤنسمنٹ ہونے پر آگے کو چل دیے۔

"یار سُولیم ایک بات کہوں۔" مونگ پھلی کے بچے کھچے دانے کھاتے ہوئے وہ طاہر گوندل کے غائب ہونے پر بولی۔

"ہاں کہو۔" سُولیم نے چاچو کے مڑنے سے پہلے ان کو دیکھنے پر زور سے ہاتھ بلند کر کے ہلایا۔

"ہماری۔۔ آزادی۔" وہ دونوں ہاتھ کھڑے کئے زور سے چیخنے لگی سُولیم اس کے چیخنے پر سٹپٹا گئی۔

"حد ہے دعا حد ہے۔" تیز تیز چلتے ہوئے وہ خوشی سے مخمور دعا کو جھڑکتے ہوئے بولی۔

"حدیں ہی تو ختم وہ بھی دو دن کے لئے یار سُولیم خبردار جو تم نے یہ اپنی ڈھائی گز کی ٹانگ اڑائی میری آزادی کے بیچ بخدا کاٹ نادی ناتو میرا نام بھی ارے نہیں یار میری جان تم بہت اعلیٰ ہو ساتھ مزے کریں گے کیا یاد کرو گی تم لیکن واقعی اگر تم نے کوئی چوں چراں۔۔۔ کیا ہے بھئی دونوں ہی باپ بیٹی ایک جیسے ہو میری

خوشیوں سے جلنے والے افف سُولیم افف میں کوئی نہیں جا رہی پارکنگ میں اب خود نکال کر آؤ گاڑی۔"

وہ سُولیم کے بالکل چاچو کی نظروں سے گھورنے پر جھنجھلا گئی لگتا تھا جیسے وہ جاتے ہوئے اپنی آنکھیں اسے ادھار دے گئے ہوں۔ سُولیم نے گہرا سانس بھرا اور پارکنگ کی سمت بڑھ گئی بے وقوف دعا سمجھی کھڑی تھی اب وہ تنہا ہیں یہ نہیں جانتی تھی مسلسل پیچھے چلتا باڈی بلڈر ٹائپ کا انسان ان کا باڈی گارڈ ہے جسے چاچو جاتے ہوئے ہائیر کر گئے تھے واقعی اس لڑکی کا کچھ نہیں ہونے والا۔

اس نے دور سے ہی گاڑی کو ریموٹ سے ان لاک کیا ٹوں ٹوں کی آواز ایک سکینڈ کو پھیل کر بند ہو گئی پھر وہ آواز دوبارہ فضا میں بلند ہوئی پھر بند ہوئی پھر گونجی پھر رکی سُولیم نے سنسان پڑے پارکنگ ایئریا پر نظریں دوڑائیں اور جلدی سے اپنی گاڑی کی سمت بڑھی لب آئیۃ الکرسی دھرانے لگے۔

"تیز قدم بھی کوئی معنی نہیں رکھتے جب زمین ایک جگہ جامد ہو جائے تمہاری زمین

تواب ویسے ہی تنگ پڑنے والی ہے گول گول گھوم کر واپس تم نے اسے مقام پر آجانا ہے جہاں سے چلنا شروع کیا تھا۔"

سُولیم مڑی نہیں ویسے ہی کھڑی رہی وہ ہلا نہیں وہیں اس کے پیچھے بولتا رہا۔

"جب ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے نا تو ظالم کو سزا دینی ہی پڑتی ہے اب خود بتاؤ کیا سزا تجویز کروں تمہارے لئے خود کو تم میں بسا لوں یا تم کو خود میں بخدا دونوں سزائیں قاتلانہ ہیں اور تم تو پہلے دن سے ہی ظالم ٹھہری ہو۔"

سُولیم نے قدم آگے بڑھائے وہ واضح اپنے قدموں کے ساتھ دوسرے قدموں کی چاپیں سن سکتی تھی۔

"اور جو آج تم نے کیا ہے یقین کرو آج تمہاری وجہ سے میرا کرئیر تباہ ہو گیا۔"

آگ بھری آواز تھی تیز چبھتی ہوئی جیسے بدن میں گرم سلاخیں پیوست ہو رہی ہوں۔

"اللہ اعمال کا بدلہ دیتا ہے براق شاہ کسی کو آخرت میں تو کسی کو دنیا میں جو تمہارے

ساتھ ہو رہا ہے وہ تمہارا بویا ہوا ہے کبھی غور کرنا الزامات کی سطر حیں کم پڑ جائیں گی۔"

وہ نیوز دیکھ چکی تھی براق کی تباہی سے واقف تھی اور ناجانے کیوں ٹھنڈی بھی۔

"صحیح کہا دنیا میں بھی بدلے ملا کرتے ہیں۔" سُولیم نے گاڑی کا دروازہ کھولا براق نے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر جھٹکے سے بند کر دیا ضبط کی ٹھنڈی لہر اپنے اندر بہتے ہوئے محسوس کر کے سُولیم نے خود کے سامنے دور کھڑے گارڈ کو دیکھا جو براق کے اشارے سے مزید دور جا کھڑا ہوا تھا۔

"بکاؤ کہیں کا۔"

"اور جو دنیا میں ملا کرتا ہے نا اس کا نعم البدل کوئی نہیں یہ تم جیسا انسان ہی سوچ سکتا ہے۔" سُولیم نے اس کے وجود کو خود کے انتہائی قریب محسوس کرتے ہوئے اسی کے جیسے سلگتے لہجے میں کہا اور پھر سے گاڑی کا دروازہ کھولا پر اس بار بھی براق کی انگلیوں نے اسے کھلنے نا دیا۔ وہ ادھ کھلا تھا سُولیم

سینے پر بازو باندھ کر پلٹی۔

براق نے ہڈ میں اپنا سر آنکھوں تک اور چہرا ماسک سے چھپایا ہوا تھا یوں سُولیم فقط اسکی جلتی سرخ آنکھوں کے اور کچھ نا دیکھ سکتی تھی نا اس کے چہرے پر پڑے زخم اور نا ہی پھٹی ہوئی بھنور۔

"مجھے مجبور مت کرو براق شاہ اگر میں مجبور ہو گئی نا تم بہت پچھتاؤ گے ہاتھ ہٹاؤ مجھے جانا ہے دعا میرا انتظار کر رہی ہے۔"

سینے پر بازو باندھے وہ سیاہ نقاب میں چھپے چہرے سے مخاطب تھی سیاہ نقاب والے کی شاید مسکراہٹ پھیلی لبوں نے وہ کہا جو اس عبایہ والی نے سنا۔

"دعا ہاں دعا وہ ضرور تمہارے ساتھ کسی بہت بہت بہت اچھے باکسر کا بھی انتظار کر رہی ہو گی کیوں نا اس کی زندگی میں انٹری ماری جائے۔"

اور سُولیم کو لگا پورے پارکنگ ائیریا کی چھت اس کے وجود کو زمین میں دھنسا گئی ہے پہلی بار فقط پہلی بار وہ حقیقی معنی میں خوف زدہ ہوئی تھی۔

"ہنہ تمہیں لگ رہا ہے ایسی باتیں کر کے تم مجھے ڈراؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے دعا میری بہن ہے جب تم میرا کچھ نہیں بگاڑ پائے تو اس کا کیا بگاڑ سکو گے۔"

ایک خیال ہی ہوتا ہے جو مضبوط بنائے رکھتا ہے ایک تسلی ایک امید ایک مان جو ابھی سُولیم میں وافر مقدار میں پایا جا رہا تھا۔

"میں ڈرا نہیں رہا لیڈی تم ڈر رہی ہو اینڈ ڈونٹ وری اس میں کوئی چارم نہیں جو سرور ہے تم میں ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو گرانے کے لئے ریڑھ کی ہڈی پر وار کرتے ہیں۔ میں تو صرف یہ دیکھ رہا تھا اگر کبھی کسی کا ووٹ چاہیے ہو تو وہ کون ہو گا تمہارے گھر سے جو میرا ساتھ دے گا اینڈ تھینکس ٹو یو مجھے یہ بتانے کے لئے کہ تمہاری دعا میری طرف ہے سی یو سون سُولیم۔" اور پھر وہ چلا گیا سُولیم نے زوردار ٹھوکر گاڑی کو لگائی تھی پتا نہیں کیوں آنسوں بہنے لگے۔

"حد ہے یار کب سے چابی ہاتھ میں لئے کھڑی ہو اب جاؤ بھی لے کر آؤ گاڑی پارکنگ لاٹ سے اور یاد رکھو میں نہیں جا رہی تمہارے ساتھ میں شدید خفا

ہوں۔"

دعا کے جھنجھلاتی آواز سے وہ چونکی آنکھوں میں تحیر لیکر وہ دعا کو دیکھ رہی تھی مکینکی انداز میں اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں وہ تو وہیں کھڑی تھی دعا کے ساتھ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی پھر وہ کیا تھا جو ابھی ابھی ہوا۔

"مائی گاڈ۔" اس نے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر حیران کن نظروں سے دعا کو دیکھا۔

"تم میرے ساتھ چلو گی ورنہ میں نہیں جا رہی۔"

عبایہ والی نے اپنے الفاظ سنے تھے۔

"سنبل"

پتا نہیں کتنی زمین ناپ کر کہاں کہاں اپنا غصہ نکال کر جب اسد اس اکویریم فلور والے گھر پہنچا تو غیر معمولی سا سناٹا اسے چونکا گیا۔ تو وہ کمینہ وہاں تھا جہاں کا اس نے سوچا بھی نہیں تھا اس کے تیز قدم اوپری منزل پر بنے جم کی طرف تھے۔

سیڑھیوں پر آواز پیدا کرتے ہوئے بھاگتا وہ جم کا دروازہ ٹھاہ کی آواز سے کھولتا اندر آیا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں کچھ دیکھ نہیں پائیں سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر اس نے اس اندھیرے میں روشنی بکھیری اور خود کو گہری کھائی میں گرا گیا۔ اس کا دل نیچے گرا تھا۔

"براق۔" دل بولا اس کے لب نہیں ہلے وہ وہیں ڈھیلا کھڑا رہا۔ اس سے کچھ فاصلے پر پنچنگ بیگ مدھم آواز کے ساتھ ہل رہا تھا۔ نیلا بیگ دو جگہ سے سرخ رنگ میں رنگا تھا کوئی مائع سا تھا جو اس پر سے ٹپک رہا تھا چکنی جلد پر چپکا خشک جمتا خون بوند بوند گر رہا تھا۔ اسد کے نظریں بوندوں سے نیچے پھسلیں وہ چت دونوں بازو پھیلائے لیٹا یک ٹک کسی نقطے کو کھوجے جا رہا تھا۔ اس کے وجود پر سرخ لکیر بے ترتیبی سے پھیلی ہوئی تھی وہ خود بھی بے ترتیب سا تھا۔ اسد نے قدم اٹھائے صدیاں پار کرتا اس تک پہنچا اور بیگ کو ہلنے سے روکا اب خون کی بوندیں براق کے پیٹ پر گر رہی تھیں۔

NC

"تو اٹھے گا یا میں اٹھاؤں۔" وہ لیٹا رہا میڈیا میں جو اس کے کردار اس کے کریئر کی دھجیاں اڑائی گئی تھیں وہ واقعی اس جیسے خود پسند بندے کیلئے کوئی عام بات نہیں تھی۔ وہ خود سے اور خود کی ذات سے بہت لگاؤ رکھتا تھا بہت محبت کرتا تھا اور آج وہ خود کو ہی بے مول ہوتے دیکھ بے بس تھا کہ جو ہوا تھا اس کی وجہ سے ہی ہوا تھا۔

"وہ آئی اور مجھے تباہ کر گئی اور میں چاہ کر بھی اسے کچھ نا کہہ پایا۔" مجسمے کے لب ہلے۔

"اس نے پیچ پبلک کے باکسنگ رنگ میں عین میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے برباد کر دیا اور میں کچھ نہیں کر پایا۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا مجھے مارا یہاں۔" انگلی اپنی بھنور پر رکھ کر اشارہ کیا۔ "اور میں اسے روک نا سکا کیونکہ میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا لیکن میں اسے برباد ضرور کر سکتا ہوں بالکل اس طرح جسطرح وہ کر گئی ہے لیکن مجھے اپنے یہ لفظ بھی کھوکھلے لگ رہے ہیں۔ میں اپنی سوچوں سے پریشان ہوں چاہ کچھ رہا ہوں ہو کچھ رہا ہے اب مجھے اس کے قریب رہنا ہے لیکن

NC

اس سے پہلے۔"

براق یکدم کھڑا ہوا خون اسکے کپڑوں پر جم چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی جلد پھٹی ہوئی تھی گلوز ندارد ہینڈ ریپ بھی نہیں تھا اور ہاتھ کی جلد سے خون اب بھی بہہ رہا تھا۔ اسد کو افسوس ہوا اور براق کی بات کھٹک گئی۔

"میری گاڑی کا ایکسڈینٹ کرواؤ براق شاہ کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرو وہ کچھ عرصے کیلئے بریک چاہتا ہے ڈاکٹر کے انڈر آبزویشن ہے۔ اس کی دماغی حالت خراب ہے وہ شدید فرسٹریشن میں ہے پھر اس کے لئے ایک سائکاٹرسٹ ڈھونڈو پھر اس کی اپائنمنٹ ڈاکٹر سُولیم سے لو لیکن ان سب سے پہلے سڈنی کے لئے ایک سیٹ بک کرواؤ۔"

بھاری بوجھل آواز لڑکھڑاتا وجود سرخ آنکھیں وہ مکمل طور پر مدہوشی کی حالت میں تھا ادھ کھلی آنکھوں سے اسد کو دیکھ کر اگلے دنوں کا لائحہ عمل طے کر رہا تھا۔

"اس کے ساتھ کیا کرے گا۔" براق اس سوال پر ہنسا لڑکھڑاتے ہوئے اسد کے

مقابل آن کھڑا ہوا۔

"کیا کرنا چاہیے؟"

"وہ ویسی نہیں ہے اس سب میں شاید اس کا قصور بھی نہیں ہے اسے چھوڑ دے جو میس پھیلا ہے ٹھیک ہو جائے گا مجھ پر یقین رکھ۔"

براق اسے خون آشام نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر اس کے خون آلود ہاتھوں نے اسد کا گریبان پکڑا تھا۔

"اس نے باکسنگ رنگ میں کھڑے ہو کر میری سوچ پر وار کیا، میری آنکھوں سے بینائی چھین کر ان میں اپنے رنگ بھرے میرے دماغ کو اپنی مٹھی میں قید کر کے مجھے بے بس کر ڈالا مجھ پر وار کیا۔ اس نے مجھے بھرے مجمعے میں بے بس کر ڈالا مجھے براق شاہ کو اور تو کہہ رہا ہے اس کا قصور نہیں ہے اول روز سے وہ مجھ پر اپنی مرضی تھوپتی آ رہی ہے مجھے زیر کرتی آ رہی ہے اور اب بھی اس کا قصور نہیں ہے نہیں اسد، سب قصور ہی اس کا ہے اور اسے اس چیز کی سزا ملنی چاہیے ملنی چاہیے۔۔ اس

کی سزا یہی ہے کہ براق شاہ اس کے ساتھ رہے ہے نا؟"

اس کا گریبان پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے وہ تصدیق چاہ رہا تھا اثبات میں سر ہلانے کے سوا اسد کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

تمام سیٹ اپ ویسا ہوا جیسا براق چاہتا تھا۔ میڈیا میں اس کی ذات اچھلتی رہی تو ٹر کر بھی بچا نہیں دوسروں کو تباہ کرنے والے یونہی انجام کو پہنچتے ہیں براق کیلیئے بری سوچ رکھنے والا قدرتی طور پر خود بھی گھن کی طرح پسا اور کیا خوب پسا۔

"آآآآ۔۔۔" میز کی تمام چیزیں زمین بوس ہو چکی تھیں پورا کمرا کسی کے ذبردست عتاب کا شکار لگتا تھا اور وہ کسی دوسرے کے عتاب کا۔

"مت کرو ایسا اس طرح سے سب ٹھیک تھوڑی نا ہو جانا ہے یوں تم اپنی ذات کو بھی نقصان دے رہے ہو۔"

پیٹر نے اپنے ہوش خرد سے بیگانے بیٹے کے بازو تھامتے ہوئے اسے روکا جو غصے میں

چیزیں توڑنے کے ساتھ خود زخمی بھی کر گیا تھا۔ اس کا خون بھی سفید ماربل پر جا بجا پھیلا تھا۔

"اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا وہ جان کر نہیں لڑا اس نے مجھے برباد کرنا چاہا اس نے میرا شروع ہوتا کریئر تباہ کرنا چاہا میں اس کی زندگی اس کی ذات کو تباہ کر دونگا۔"

وہ حلق کے بل دھاڑا تھا اتنا اونچا کہ اس کی گردن کی رگیں کھینچ گئی تھیں۔

"اس نے اگر تمہیں برباد کرنے کا سوچا تو دیکھ لو خود وہ کتنا اچھل رہا ہے تم سے زیادہ ٹر کر وہ بدنام ہو رہا ہے جس طرح تم نے اسے پیٹا جس طرح وہ تم سے پیٹا گیا یہ اس کے لئے بہت بڑی گالی ہے۔ تم دیکھو نیوز کس طرح اس کی دھجیاں بکھیریں جا رہی ہیں اور وہ کلپ ضرور دیکھو جس میں تمہارا آخری پنچ کھا کر وہ زمین پر گر رہا ہے ٹر کر ٹرسٹ می تم پر اتنے الزام نہیں لگ رہے جتنے اس پر لگ رہے ہیں جتنا وہ بدنام ہو رہا ہے۔ اس نے تمہارے لئے سیٹ اپ بنایا اور خود اس میں پھنس گیا اور کیا تمہیں پتا چلا اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اس کی حالت بہت خراب وہ ہاسپٹل میں ہے

ڈاکٹرز کا کہنا ہے اس کا دماغ اس حادثے سے بہت متاثر ہوا ہے ٹرکر براق شاہ اب ختم ہے۔"

پیٹر کی انفارمیشن پر اس کی آنکھوں میں تحیر ابھرا پھر وہ جھٹکے سے اٹھا اور ٹی وی آن کر دیا پیٹر کا بتایا ہر لفظ سچا تھا اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں مان ہی نہیں سکتا یہ خبر جھوٹی ہے براق شاہ نے بریک لیا ہے ڈیڈی اور اس کا یہ بریک اس پر کافی بھاری ثابت ہونے والا ہے میں ٹرکر سان اس باکسر اور اس کی محبوبہ کو ایسی اذیت دینے والا ہوں کہ ان کی سات پشتے یاد رکھیں گی۔"

اس کی آنکھوں میں بدلے کی چنگاریاں نکل رہی تھیں ان چنگاریوں میں جھانکو تو کچھ دن آگے کو نکلتے ہیں وقت جگہ بدلتی ہے ملک بدلتا ہے اور لوگ بھی، ان انجان لوگوں کے بیچ وہ اپنی بھنور پر پٹی باندھے جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے چلتا ہوا نظر آتا ہے جس کی منہ میں چیونگم ہے اور چہرے پر سوچ کی لکیریں دفعتاً اپنی سوچوں میں گم اس انسان کا سیل گنگنا اٹھتا ہے۔ "رتیکا کالنگ۔" چونگم چباتے لب جامد

ہوئے ماتھے پر لکیر پڑی اور کال اٹھالی گئی۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے براق میں گیارہ دنوں سے تمہارے ساتھ ہوں اور تم ہو کہ مجھے وقت ہی نہیں دیتے میں اس لئے تو نہیں آئی تھی تمہارے ساتھ کہ تم مجھے یوں اگنور کرو۔"

شکوے سے بھرپور آواز کو سنتے ہوئے اس نے سیل کان سے دور ہٹایا اور اس کی بات ختم ہونے سے پہلے بولا۔

"تو کس نے کہا تھا آنے کو چلی جاؤ واپس مجھے کونسا تمہاری ضرورت ہے۔"

رتیکا نے نمی پرے دھکیلی اور متوازن لہجے میں بولی۔

"جانتی ہوں تمہیں کسی کی ضرورت نہیں لیکن مجھے تمہاری ضرورت ہے براق، پلیز پچھلی باتوں کو ماضی سمجھ کر بھول جاؤ میں آج بھی تمہارے پرپوزل کو دل سے لگائے بیٹھی ہوں۔"

وہ ہنسا طنزیہ ہنسی رتیکا نے بغور اس کی اس کاٹ دار آواز کو سنا۔

"میرے پرپوزل کو اور اس روہت کو بھی رائیٹ بے بی اب تم اتنی بھی اچھی نہیں ہو یا میں تمہیں اتنا بھی پسند نہیں کرتا کہ تم میرے ساتھ ہوتے ہوئے دوسروں کی بانہوں میں جھولو تم وہ انسان تھیں شاید جسے میں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کر سکتا تھا اب تم وہ انسان ہو جو جس کے ساتھ بھی ہو میری بلا سے۔" رتیکا نے لب کچلے۔

"میں تمہاری پسند تھی اور پسند اتنی جلدی نہیں بدلا کرتیں براق، اور رہا روہت تو اسد کے بلانے پر میں اس سے بریک اپ کر آئی تھی میں نے کہا نا میں آج بھی تمہاری منتظر ہوں۔"

"اسد کی تو مت ماری گئی تھی جو یہ سمجھا میں تمہاری آمد سے خوش ہونگا میں نے خود تمہیں چھوڑا تھا لیکن شاید وہ ہماری آخری کنور سیشن میں تمہارے متعلق باتوں سے کچھ غلط سمجھ گیا کوئی نہیں میں نے اب اسے سمجھا دیا ہے تم بھی سمجھ جاؤ تو بہتر ہے۔"

"لیکن براق میں تمہاری پسند تھی۔" اس نے شدید جھنجھلاتے ہوئے کہا کتنی دھوم

مچی تھی ان دونوں کی جوڑی کی میڈیا میں اس کے فینز اور حلقہ احباب نے کتنا سراہا تھا اسے۔۔ براق اور وہ واٹ آ پرفیکٹ میچ۔

"تھی۔" براق نے تصحیح۔ "رتیکا غور سے سنو دوبارہ تم "تھی" ہو نہیں سمجھ آئی یاد رکھو کسی کی کوئی چیز ادھار لینے پر آپ اس جیسا نہیں بن جاتے۔"

رتیکا اس کی آخری بات پر چونکی تھی کس کی کیا چیز لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتی لائن بے جان ہو گئی تھوڑی دیر بعد ایک میسج ابھرا۔

"جتنے گولڈن دن تم نے اپنے ضائع کیئے ہیں ان کا چیک میری ٹیبل پر رکھا ہے۔"

اس نے غصے سے سیل بیڈ پر پھینکا اور سر دونوں ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گئی دوسری جانب براق نے گہری سانس لیتے ہوئے تنے تاثرات سے سامنے دیکھا اور ٹھٹھک گیا۔

"سنبل۔" اس کے لب ہلے ساتھ میں پاؤں بھی۔

"سنبل رکو۔" وہ آواز دیتا ہوا میٹرو سٹیشن کی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے کو اترا جہاں

موٹے فربہی مائل وجود کی حامل عورت چھوٹے قدموں کے ساتھ چل رہی تھی۔

براق نے اسے سیکنڈ میں پہچان لیا پہچانتا کیوں نہیں اس کی ایکس منکوحہ جو رہ چکی تھی وہ۔

"سنبل سٹے۔" وہ دوڑتا ہوا اس کے سامنے آن رکا مرجھائی ہوئی رنگت کی اس عورت نے شاک کے عالم میں ہڈیں ڈھکے چہرے والے جوان لڑکے کو دیکھا۔

"براق!!!"

"لو سا ہم مل سکتے ہیں۔"

فضا میں محسور کن خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان لال تھا اور سورج دھکتے ہوئے تانبے کی مانند بھورا مائل ٹھنڈا، ہوا میں غور کرو تو مٹی کی نا محسوس سی خوشبو آتی تھی جیسے آندھی آنے والی ہو اس خاموش سے موسم میں دعا کی زبان چپڑ چپڑ چل رہی تھی اور زبان کے ساتھ ہاتھ بھی۔

"آہ دعا آہ لڑکی، تم سے اب تک کام مکمل نہیں ہوا جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ اوففف سب کیا کہیں گے دعا نے گھر بلایا اور کھانا بھی تیار نہیں کیا۔"

وکٹورئین طرز کی گھٹنوں کو چھوتی سفید فراک جس پر چھوٹے چھوٹے ادھ کھلے گلاب بنے تھے بڑی ساری بو والا گلا نیچے سفید ٹائٹس سر پر تتلی والا پنک بینڈ گلابی ایپرن اور انہماک سے کام کرتی اور خود سے ہی بڑبڑاتی دعا۔ سُولیم نے فرصت سے اس کا معائنہ کیا جو چاچو کی غیر حاضری سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھی۔ آج ان کے گھر ہینگ آؤٹ تھا اور دعا اسی کی تیاریوں میں لگی تھی۔ سُولیم نے پہلے سے صاف گھر کو ڈسٹنگ کر کے صاف کیا اور مزے سے ٹی وی لگا کر بیٹھ گئی۔ کلینک کو اس نے خدا حافظ کہہ دیا تھا لیکن چاچو کے بہت زور دینے اور جینی کے بار بار اصرار اور سب سے بڑی بات بیچ میں رہتے اس کے مریض جن کا وہ علاج کر رہی تھی اس بات کو سوچتے ہوئے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ صرف تب تک "دی مائنڈ" جائے گی جب تک وہ اپنے چند پیشنٹس کا علاج مکمل نہیں کر لیتی لیکن فی الحال کے لئے اس نے

چھٹیاں لی تھی اور آف کورس مزے کر رہی تھی۔ گھر رہنا بھی دنیا کا سب سے مزیدار کام ہے سُولیم نے دعا کا دیکھتے ہوئے سوچا جواب بھی بولے جا رہی تھی۔

"یہ کٹلٹس اوففف اوففف اللہ یہ کیا ہو گیا۔" اس نے خراب ہوتے کٹلٹس کو دیکھا اور زور سے ٹرے پیچھے کی خون آشام نگاہوں سے اسے دیکھتی سُولیم کو دیکھا اور وہیں سے ہاتھ نچاتی چیخی۔

"میں نے سنا تھا بہنیں مصیبت کے وقت شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہیں لیکن یہاں دیکھ لو محترمہ کو مجھ سے زیادہ یہ بکواس سا جانوروں والا چینل پسند ہے میں بتا رہی ہوں لیڈی ایک نوالہ نہیں دو نگی تمہیں اپنی پارٹی کی کسی بھی چیز میں سے اور ہاں قدم رکھنے کا تو سوچنا بھی مت۔"

سُولیم نے کیا ہوا والے انداز میں شانے اچکائے گویا جلتی پر تیل چھڑکا۔

"کیا ہوا واقعی؟ صبح سے دیکھ رہی ہو میں کولہوں کے بیل کی طرح کام میں جتی ہوئی ہوں اور اب بھی پوچھ رہی ہو کیا ہوا ایک فقط ایک ڈش تیار کی ہے میں نے وہ

کشمیری چاول بغیر سلاد اور چٹنی کے باقی یہ کٹلٹس دیکھو۔" دعا نے اس کٹلٹس کا تیار کیا ہوا سامان آگے کیا جس کی تو رنگت ہی عجیب تھی سُولیم نے واؤ کے سے انداز میں بھنویں اچکائیں۔

"یہ دیکھو یہ بھی خراب، اب بتاؤ میں کروں کیا پارٹی شروع ہونے میں تین گھنٹے باقی ہیں اور کچھ بھی ریڈی نہیں ہے واللہ پتا نہیں وہ ناول کی کونسی ہیر وئینز ہوتی ہیں جو دو۔" اس نے آگے جھک کر وکڑی کا نشان بنایا ایسے کہ آنکھیں نکلی ہوئی تھیں اور رنگت سرخ تھی۔

"صرف دو گھنٹے میں یہ براتیوں کا کھانا تیار کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کو بھی چمکا دیتی ہیں نہیں مطلب چھوڑنے کی بھی حد ہے اب دیکھ لو میرے ریڈرز مجھ سے بالکل متفق ہیں جو نہیں ہیں وہ جائیں بھاڑ میں آہہہ۔"

تیز تیز ایک سانس میں بول کر اسنے گہرا سانس لیا۔

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے میں۔"

دعا آنکھیں نکال کر پھر آگے کو جھکی دماغ میں بادل نما خالی جگہ ابھری اور وہاں لفظ آپس میں ملنے لگے۔

"نہیں ریڈرز ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا یہ جو ہیر وئنوں والی فلاسفی ہے وہ یہاں ہر گز نہیں چل سکتی اپنی سُولیم کو میں جانتی ہوں بھلے سب نہیں کچھ کچھ آتا ہے لیکن اتنی تیس مار خاں نہیں ہے کہ تین گھنٹوں میں یہ سب کر لے۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی تینوں انگلیاں اٹھا کر اپنے منہ کے سامنے کیں اور سُولیم کو سننے لگی جو کہہ رہی تھی۔

"میں آرڈر کر دیتی ہوں جو جو تم نے منگوانا ہے گھر میں ریڈی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کونسا ان میں سے کسی نے تم سے فرمائش کی ہو گی کہ دعا خانم مجھے آپ کے ہاتھ کا بنا ہی کھانا ہے کم آن پارٹیز میں کون گھر میں کھانا بناتا ہے۔"

منٹوں نہیں سکینڈوں میں اس نے مسئلہ حل کر دیا اس نے تو ناولز کی ہیر وئنز کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا دعا نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"میں بھی ناپاگل ہو گئی ہوں ٹھیک کہا تم نے پاکستانی کھانے تو یہاں سے بھی ملیں گے میں وہ ہی آرڈر کر دونگی خوامخواہ ماما کی باتوں میں آکر خود کو چولہے میں جھونک رہی تھی۔ یہ مائیں بھی ناایم ٹیلنگ یو بڑی ہی کوئی تیز دماغ کی ہوتی ہیں جان بوجھ کر مجھے الٹے مشورے دیے وقت تو انہیں مجھ سے ہی پڑے گا ناویسے ایک راز کی بات بتاؤں تمہارے نائیٹ میر والی صبح جو پوریاں اور نہاری تم نے کھائی تھی وہ بھی بازاری تھی صرف پراٹھے اور آملیٹ تمہارے چاچو نے بنائے تھے۔"

وہ مسلسل بڑبڑائے جارہی تھی سُولیم مسکائی مجھے پتا ہے والی نظروں سے اسے دیکھا جبکہ کہا۔

"دعا دماغ تو تمہارا ابھی ہے نا کیوں نہیں استعمال کیا ہر وقت چاچی کو بلیم مت کیا کرو اور یہ منہ بنانا بند کرو اور مجھے بتاؤ کیا میں بھی کسی کو انوائیٹ کر سکتی ہوں۔"

دعا نے سر تا پا اسے گھورا۔

"تم تمہاری کونسی دوست ہے جسے تم انوائیٹ کرنا چاہتی ہو ہاں۔" دونوں ہاتھ کمر

پر باندھ کر تفتیشی افسر بن کر وہ اس کے سر پر آن کھڑی ہوئی تھی۔

"اوف ہو لوسا کو میں نے انوائیٹ کرنا ہے اور کون ہے یہاں۔"

ریموٹ پھینک کر وہ سیل اٹھاتی کھڑی ہوئی تھی۔

"ہاں لوسا کیا ہم مل سکتے ہیں نہیں باہر نہیں ہمارے گھر وہ دراصل آج چھوٹی سی (چھوٹی سی نہیں بڑی۔ دعاوہیں سے چیخی) سُولیم نے نفی میں سر ہلایا اور بات وہیں سے شروع کی۔

"پارٹی ہے تو میں چاہتی ہوں تم بھی آؤ مل بیٹھ بھی لیں گے اور وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔"

"آں ڈاکٹر دراصل میں پارٹیز میں نہیں جاتی تو۔"

سُولیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"لوسا تم کسی اور کی پارٹی میں نہیں جاتی ہو گی لیکن میری پارٹی میں تو آؤ گی نا کم آن انکار مت کرو پانچ بجے میں تمہارا ویٹ کرونگی۔"

فون بند کر کے وہ جیسے ہی مڑی اسے زوردار جھٹکا لگا دعا کھوجتی نظروں سے کمر پر ہاتھ باندھے اسے گھور رہی تھی۔

"آہ لڑکی تم نے مجھے ڈرا دیا۔" دل پر ہاتھ رکھے وہ اس کی سائیڈ سے جانے لگی۔

"بیٹا جی میں دیکھ رہی ہوں تم آج کل اپنی کرائم پارٹنر کو بھول کر دوسری عوام میں دلچسپی لے رہی ہو مت بھولو یہ میں ہی ہوں جو تمہیں جھیل لیتی ہوں کوئی دوسری ملی نا تو واللہ دو دن ساتھ رہے گی چوتھے دن تمہیں لات مار کر جائے گی۔"

سُولیم نے سینے پر بازو باندھ کر دبی مسکان سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"تم جیلیس ہو رہی ہو ناہاں دعا تم جیلیس ہو رہی ہو اوہ مجھے یاد آیا کوئی کہتا تھا جیلیس ورڈ اس کی ڈکشنری میں نہیں ہے لیکن وہ جیلس ہو رہی ہے کیا وہ ورڈ تھا نہیں یا اب پیدا ہو گیا ہے۔"

تھوڑی پر ہاتھ رکھے وہ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی دعا کا حلق تک کڑوا ہوا۔

"جلے میری جوتی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے مینیو لکھنے چلی گئی لیکن یہ بات سُولیم ہی جانتی تھی کہ دعا اس کی کسی دوسرے انسان کی طرف تھوڑا سا بھی جھکاؤ برداشت نہیں کر سکتی تھی تبھی لوسا کو اس طرح منانے پر وہ حیرت کی سمندر میں غوطہ زن تھی کیونکہ وہ جانتی تھی سُولیم کسی کو اتنی امپورٹنس نہیں دیتی تھی۔ جو ہے جیسا ہے جیسا چل رہا ہے کی بنیاد پر زندگی جیتی تھی کوئی اگر پاس ہے تو ٹھیک ہے نہیں ہے تو بھی ٹھیک ہے وہ اپنی زندگی میں مگن رہنے والی لڑکی تھی رشتوں کو خوش رکھنے اور خوش رہنے والی لڑکی۔

"دعا میں کہہ رہی تھی کہ تم فش بھی آرڈر کر دینا لوسا کو بہت پسند ہے۔"

اس کی چہکتی چھیڑتی ہوئی آواز ان دیواروں میں گونجی تھی اور ایک اسی کی طرح نسوانی آواز سڈنی کے میٹرو سٹیشن میں گونج رہی تھی لہجہ مختلف تھا آواز مخلتف تھی لیکن پہچان ایک ہی تھی۔

"براق تم یہاں آئی مین تم ٹھیک ہو میں نے تمہارے بارے میں نیوز سنی۔"

NC

وہ خوشی و حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بول رہی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھا تھا اور آنکھوں میں نمی تھی۔

"لانگ ٹائم کیسی ہو۔" وہ خود بھی اپنے محسوسات سمجھ نہیں پا رہا تھا سنبل کو اس حال میں دیکھنا کچھ اچھا نہیں تھا۔

"میں ٹھیک ہوں شاید۔" اس نے ڈھیر ساری عوام کو دیکھ کر کہا۔

"کیا ہم بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" وہ اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی براق اسے نزدیکی کافی شاپ میں لے آیا۔

"تمہیں دیکھنا اچھا ہے لیکن تمہیں اس حال میں دیکھنا آئی مین اگر تمہیں برا نا لگے تو مین جان سکتا ہوں تم ایسی کیسے ہو گئی۔"

گرم گرم بھاپ اڑاتا مگ اس نے ہونٹوں سے لگایا سنبل نے اپنے ان چھوئے مگ میں سے اڑتی بھاپ کو دیکھا جن میں ماضی کی تحریریں درج تھیں۔

"کیا تم انہیں پڑھ سکتے ہو؟" اس نے آگے پیچھے دوڑتے ماضی کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں نا تم انہیں پڑھ سکتے ہو اور نا ہی دیکھ کیونکہ یہ میرا ماضی ہے یہ کہانی بڑی طویل ہے چھوڑ دو اسے تم بور ہو جاؤ گے۔"

دھوئیں کو ہوا میں تحلیل کر کے اس نے مگ کو منہ سے لگا لیا تمام فلم تمام کہانی اس کے حلق کے ذریعے دل میں جا بیٹھی۔

"اگر تم مرکزی خیال سنا دو تو میں بور نہیں ہونگا ٹرسٹ می۔" آنکھ مار کر وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

"کچھ لوگ واقعی نہیں بدلتے تمہارا شمار بھی ان میں ہی ہوتا ہے۔"

"یو آر رائیٹ کم آن میں انتظار کر رہا ہوں یہ جاننے کے لئے کہ اتنی خوبصورت اور فٹ لڑکی مسخ کیسے ہو گئی۔"

سنبل کو یکدم ہو کافی زہر سے بھی کڑوی لگنے لگی۔ اس نے اس سیاہ کافی میں اپنا عکس تیرتے دیکھا اور کہنے لگی۔

"ڈائیورس پیپرز ملنے کے بعد میں اٹلی چلی گئی تھی تم سے محبت نہیں تھی جو بھی تھا پیسے کیلئے تھا۔"

براق میں جانتا تھا والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

'پھر میں جلد ہی حبیب کی محبت میں گرفتار ہو گئی وہ ایک عربی آرٹسٹ تھا اٹلی باقی سب کی طرح خوبصورت پینٹنگ بنانے آیا تھا۔ میری اور اس کی ملاقات ایک اوپن کیفے میں ہوئی پھر اس ملاقات نے کب محبت کا بیج بویا مجھے پتا ہی نا چلا تمہاری طرف سے ملی گئی تمام رقم میں نے اس پر خرچ کر دی۔ وہ مجھے سعودیہ لے گیا مجھ سے نکاح کیا پھر جب اس کا بیٹا ہوا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا پتا چلا وہ پہلے سے شادی شدہ تھا اور اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا۔ ان دونوں کی اولاد نہیں تھی اور اسے کوئی ایسی لڑکی چاہیے تھی جو اس کی اولاد کو اس دنیا میں لانے کے بعد خود اس کی دنیا سے چلی جائے۔" سنبل نے آنسو نگلے براق نے نارمل نظروں سے اسے دیکھا۔

"اس نے مجھے چھوڑنے کے بعد ایک شیخ کو بیچ دیا وہاں سے میں بکتی گئی پھر میں حامد

کے پاس آکر رکی اس نے مجھے خریدا شادی کی اور مجھے قید کر دیا اب میں اس کی بیٹی کی ماں ہوں وہ سنکی آدمی ہے مجھے مارتا ہے پابندیاں لگاتا ہے اور میرے پیچھے اپنے جاسوس چھوڑ دیتا ہے۔ اسے دورے بھی پڑتے ہیں ڈاکٹرز کہتے ہیں وہ دماغی مریض ہے اور اس مرض کا علاج وہ کرنا بھی نہیں چاہتا۔"

"اوہ سیڈ۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

کتنا آسان ہوتا ہے نا کسی کی زندگی کی مشکلات کو سننا کسی کے دکھ کو جاننا اور کہہ دینا سیڈ! اداس، کیا واقعی تمام عمر کی ریاضت کے لئے یہ چھوٹا سا لفظ کافی ہوتا ہے شاید نہیں کیونکہ جو تکلیف جس نے سہی ہوتی ہے اس کی گہرائی کا اندازہ بھی اسے ہوتا ہے جتنے پتھر چلنے والے کی راہ میں آتے ہیں دشواریوں کا اسے ہی علم ہوتا ہے ہم تو بس فقط یک لفظ سیڈ کہہ کر سائیڈ پر ہو جاتے ہیں ہلکی سی چبھتی ہوئی تسلی اور ہمارا کام ختم۔

"ہاں تم نے ٹھیک کہا سیڈ دنیا کا دوسرا نام ہی سیڈ ہے خیر تم سناؤ تمہاری کیا کہانی ہے

بلیو می میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں اور ایک سنکی آدمی کی بیوی ہوں وہ جس کا جاسوس ہم دونوں کی ویڈیو بنا رہا ہے آج رات میں پٹنے والی ہوں۔ "

بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس نے بے جان سی آواز میں کہا تھا۔ براق نے چونک کر پیچھے دیکھا وہ آدمی واقعی ان دونوں کی ویڈیو بنا رہا تھا آنکھیں سکیڑ کر اس کا چہرہ دماغ میں سکین کرنے کے بعد وہ سیدھا ہوا اور اگلے ہی پل دھک سے رہ گیا۔

"ڈاکٹر سُولیم میں چاہتا ہوں آپ براق شاہ کا علاج کریں۔ "

جاتی سردیوں کی ایک خاص سی صبح میں وہ خاص موڈ کے ساتھ لان میں چہل قدمی کر رہی تھی یہ ان کی اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے پیچھے بنا پارک تھا اور اس وقت صبح کے چھ بج رہے تھے اور اس چھ بجے کی شبنم آلود نم گھاس پر سُولیم شفیق کے ملائم پاؤں دھیرے دھیرے اٹھ رہے تھے۔ سبز گھاس اپنے اندر محسور کن سی ٹھنڈک لیے ہوئے تھی جو اس وقت سُولیم شفیق کے پاؤں کے ذریعے اس کے دماغ میں

پہنچ کر اسے تازگی بخش رہی تھی۔ فریش موڈ کے ساتھ اس کا عبایہ بھی فریش سا لیمن یلو تھا۔ اس لیمن یلو عبایہ کے ہم رنگ نقاب میں سے اس نے گہری سانس اندر کھینچی تھی ایک طمانیت اس کے رگ و پے میں بس گئی۔

"آج آپ خوش دکھ رہی ہیں۔" وہ مسکائی ان کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وجہ جان سکتا ہوں۔" ساتھ چلتے مردانہ پاؤں لمحے بھر کو رک کر پوچھنے لگے۔

"بالکل۔" دو نسوانی پاؤں اٹھے ایڑھیوں پر گیلی گھاس کے ٹوٹتے تنکے اور شبنم کی نمی دیکھی جا سکتی تھی۔

"تو پھر بتائیں۔" مردانے قدموں نے بالکل ان نسوانی قدموں کے ساتھ خود کو روکا تھا۔

"آج میرے ایک پیشنٹ نے فلی طور پر صحت یاب ہو جانا ہے اور یہ میرے لئے سب سے بڑی خوشی ہے۔" گہرا سانس چھوڑ کر اس نے اپنی مسکراتی آنکھوں سے

چاچو کو دیکھا۔

"ویل این گڈ تو اس بات کی ٹریٹ دے رہی ہیں آپ، بتا رہا ہوں پہلے سے ابھی جا کر دعا کو بتا دیں ورنہ اس نے عین جانے کے سمے اپنے وہی رولے ڈالنے ہیں جو ہمیشہ کے اس کے ہوتے ہیں۔"

چاچو دعا کے عین نکلنے کے وقت کبھی میچنج شوز کے نا ملنے گھڑی کے غائب ہونے سٹولر میچ نا کرنے یا کلچ میں سلیکشن سے از حد عاجز آ چکے تھے۔ دعا تھی اور اس کی تخریب کاریاں تھیں انہوں نے جھرجھری بھری۔

"پتا ہے مجھے بے وقوف ہے میں ابھی ہی جا کر اسے بتا دوں گی۔" چلنے کا سیشن پھر سے شروع ہوا گھاس کی نمی پھر سے ان کے پاؤں بھگونے لگی۔

"بل میں دونگا۔"

"پتا ہے مجھے بے وقوف ہے میں ابھی ہی جا کر اسے بتا دوں گی۔" چلنے کا سیشن پھر

سے شروع ہوا گھاس کی نمی پھر سے ان کے پاؤں بھگونے لگی۔

"بل میں دونگا۔" اس نمی میں غور کرو تو براق کی تحیر زدہ آنکھیں دکھائی دیتی تھیں جن کا محور سنبل تھی۔

گلے پر بہت بڑا کٹ کا نشان بازو جلا ہوا، کان ایک غائب اور الٹے ہاتھ کی آخری دو انگلیاں ندارد اس نے اس کے دانتوں پر غور کیا نچلے چند دانت جو گال کی وجہ سے چھپے ہوئے تھے وہ ٹوٹے نہیں انہیں جڑ سے نکالا گیا تھا۔

"سنبل۔" براق کے آواز پستیوں سے آئی اس نے ایک بار پھر اس بوڑھی لڑکی کو دیکھا پہلے غور نہیں کیا تھا اب اس کے "مارنے" ورڈ نے اسے تمام وہ چیزیں جو وہ دیکھ نہیں پایا تھا دکھا دی تھیں۔

اکثر ہوتا ہے نا ہم ان چیزوں کو ہی دیکھ پاتے ہیں جنہیں ہمیں دیکھنا ہوتا ہے وہ چیزیں نظر ہی نہیں آتی جو ہماری نظروں کے سامنے ہوتی ہیں۔ آنکھیں صرف وہی دیکھتی ہیں دماغ صرف وہی سمجھتا ہے جو ہم اسے دکھانا سمجھانا چاہتے ہیں۔ براق

کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا وہ تو بس اپنی ایکس سے حال چال پوچھنے آیا تھا اپنے دھیان میں اس نے غور ہی نہیں کیا اس کی حالت کا۔

' کبھی کبھی زندگی کے راستے بہت طویل ہو جاتے ہیں اتنے طویل کہ ننھا قدم بوڑھی ہڈیوں میں بدل جاتا ہے اور مسافت ختم نہیں ہوتی مجھے ہی دیکھ لو کیا تھی کیا بن گئی۔ "

اس کا فشار خون بلند ہونے لگا سانس کی رفتار الگ تیز ہوئی گردن کی رگ کھینچی وہ جھٹکا کھا کر اٹھا دو سیکنڈ میں وہ ویڈیو بناتا آدمی زمین پر خون تھوک رہا تھا اور پندرہ منٹ بعد ہی سنبل اور اس کی پانچ سالہ بیٹی براق کے روم میں تھی۔

"ہمیں جانے دو براق ہمارا ٹھکانا وہی ہے۔ وہ جیسا بھی ہے ظالم شکی یا سنکی میری بیٹی کا باپ اور میرا شوہر ہے۔ ہمارے سر پر کم از کم ایک سایہ تو ہے جس پر بھروسہ کر کے جس کے سہارے ہم جی رہے ہیں وہ ہمیں شیلٹر دیتا ہے کھانا کپڑا ہر ضروریات زندگی دیتا ہے اور کیا چاہیے ہوتا ہے انسان کو۔ "

"سئیر یسلی۔" براق نے تنے تاثرات کے ساتھ درشتی سے اسکی بات کاٹی۔

"سئیر یسلی ایک زندگی کے لئے ان سب کی ضرورت ہوتی ہے ان کی نہیں جواب تم میں نہیں ہے۔" اس کا اشارہ اس کے کٹے اعضاء کی جانب تھا۔

"لک سنبل۔" وہ اس کے دونوں شانے تھام کر جھکا۔

"وہ شخص تمہیں عزت نہیں دے سکتا اور جو عزت نا دے سکے اس کے منہ پر تھوک کر چلے جانا چاہیے۔" سانس بھر کر اس نے خود کو کالم ڈاؤن کیا۔

"میں نے تمہاری پاکستان کی ٹکٹ کروادی ہے تمہارے شوہر نے جتنے پیسوں میں تمہیں خریدا تھا وہ اسے شام تک مل جائیں گے کل تمہارے ہاتھ میں طلاق کے کاغذات ہونگے۔ پاکستان میں تمہارے لئے گھر کل تک خرید دیا جائے گا تمہارے نام پر جو بینک اکاؤنٹ ہے اس میں اتنی رقم ٹرانسفر کردی گئی ہے جتنے میں تم پوری زندگی آرام سے گزار سکو پلس تمہاری بیٹی کے تمام تعلیم اخراجات اور اس کی شادی کی رقم الگ تم ان پندرہ دنوں میں اپنے ملک ہو گی اور جیسے چاہو زندگی گزارو گی

جب تک تم یہاں رہ سکتی ہوں میں شام کو ہی واپس جا رہا ہوں۔"

دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ خود کو کالم رکھے کہہ رہا تھا۔

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔" گیلی روتی آواز میں پوچھا۔ براق نے بچی کے مرجھائے چہرے کو دیکھ کر نظریں پھیر لیں۔

"کیونکہ میں ایسا ہوں۔" اپنے پیک بیگ کو دیکھا قدم بڑھائے مگر ٹھٹھک کر رک گئے حیرت سے پلٹا سنبل کو دیکھا جو کہہ رہی تھی۔

"وہ تمہیں ضرور ملے گی تم اسے ڈیزرو کرتے ہو۔"

اور پھر براق کی آنکھوں میں ناگواریت در آئی۔

"میرا اس کے ساتھ بریک اپ ہو چکا ہے۔" بچی کا لحاظ کرتے ہوئے اس نے چبا کر آہستہ آواز میں کہا یکدم آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھومنے لگا جب رتیکا سرعام اپنے پروڈیوسر کے ساتھ نازیبا حرکت کر رہی تھی۔ اس دن وہ اور اسد ساتھ تھے اسد نے ہی نیوز لگائی تھی جہاں سکرین کے کونے پر ایک سائیڈ پر رتیکا اور براق کی

گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ ٹی شرٹس میں تصویر تھی تو دوسری جانب رتیکا اور اس کے پروڈیوسر کی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ نیوز سن کر براق کو غصہ تو آیا تھا لیکن برا نہیں لگا اور نا ہی اس نے رتیکا کو کال کی تھی وہ بس منٹوں میں فیصلہ کر گیا تھا اور اس کی آمد کا منتظر تھا۔

"میں رتیکا کی بات نہیں کر رہی حیران مت ہو میرا اسکی شوہر نیوز کا دیوانہ ہے۔" وہ تلخیہ مسکائی پھر سر جھٹک کر بات وہیں سے شروع کی۔

"میں اس کی بات کر رہی ہوں جو تمہارے دل میں ہے رتیکا تو افئیر تھا ختم ہو گیا وہ تو محبت ہے جس کی شروعات شاید تم بہت عرصے سے کر بیٹھے ہو بس سامنا کرنے اور ماننے سے گھبراتے ہو۔"

"یہ صرف تمہارے دماغ کا خناس ہے تم واقعی بوڑھی ہو رہی ہو سنبل اور یہ بہت افسوس ناک بات ہے۔" بیگ کی زپ بے وجہ کھول کر بند کی اور اسے کاندھے پر ڈال کر چلا گیا۔ سنبل نے اس کی پشت دیکھی اور پھر چھت پر نگاہیں گاڑلیں اس کی

نظر میں لندن کا اپارٹمنٹ چمکا تھا جس میں وہ بیٹھی نظر آرہی تھی جس کی بات ابھی ابھی اس نے براق سے کی تھی وہ کیا کررہی تھی نظر کا کیمرہ زوم ہوا اور عکس واضح ہونے لگا۔

وہ کھڑکی میں رکھے گملے کے پتوں کی کانٹ چھانٹ کر رہی تھی۔ اس کا رنگ بالکل ان گلابی پھولوں جیسا کھل رہا تھا گلابی سوٹ کا دوپٹہ ایک شانے پر اور اس کے بال دوسرے شانے پر جھول رہے تھے۔ چھوٹی سی قینچی ہاتھ میں پکڑے وہ پتوں کو نرمی سے شیپ دے رہی تھی اور ساتھ میں ایک نظر کھڑکی پر بھی ڈال لیتی جہاں سیاہ بادلوں کا راج تھا اور مینہ برسنے کو بے تاب تھا۔

"سُولیم کیا تم خبریں سن رہی ہو۔" کھلے ٹراؤزر اور سویٹر میں دعا کافی کا مگ ہاتھ میں تھامے اس کے پاس آئی اور ونڈو سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی اس کا سیکنڈ ٹرم ختم ہوا تھا اس لئے چھٹیاں تھیں۔

"ہاں سن رہی ہوں۔" ایک نظر دعا کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

"ہمم۔۔کتنا برا ہوا نا براق کے ساتھ۔" سُولیم کے ہاتھ رکے نظریں گھومیں۔

"بے چارے پر فلسنگ کا الزام لگا سولگا اس کا لائنسنز کینسل کرنے کی باتیں بھی ہو رہی ہیں ہائے اتنا ہینڈسم باکسر اب میں کیسے دیکھ پاؤں گی تمہیں پتا ہے اس کا ایکسیڈنٹ بھی ہوا ہے وہ بے چارہ بہت سنجیدہ معاملے سے گزر رہا ہے۔"

وہ غائب دماغی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ یہ سب تو وہ بھی جانتی تھی اس لئے کوئی ری ایکشن نہیں دے پائی۔

"دعا جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے نا تو ظالم کی یونہی واٹ لگا کرتی ہے کاش تم اس کی فین نا ہوتی تو تمہیں پتا چلتا اس ہینڈم سے انسان کے پیچھے کیسا شیطان چھپا بیٹھا ہے۔"

"ہر کسی کو اپنے کئے کی سزا ملا کرتی ہے ہو سکتا ہے اس نے ایسا گناہ سرزد کیا ہو جس سے کی وجہ سے اس کو آج یہ دن دیکھنے پڑے۔" دعا نے زور سے کافی کا مگ کھٹ کی کی منڈیر پر رکھا سُولیم نے اسے گھور کر دیکھا۔

ا"یک تو میں تم سے ہمدردی سمیٹنے آئی ہوں اوپر سے تم مجھے اس کے گناہ گنوا رہی ہو کتنی مین ہو تم سُولیم خانم اور خبردار یہ گھوریاں تم اسے دیکھاؤ جو ان سے ڈرتا ہے میری تو ڈرے جوتی۔" سُولیم نے سینے پر بازو لپیٹے اور تیکھی نظروں سے دعا کو گھورنے لگی۔

"اور تم کیوں ہمدردیاں سمیٹ رہی ہو وہ تمہارا مامے کا پتر لگتا ہے یا تمہارا بھائی ہے۔"

"لاحول ولا توبہ استغفار کرو وہ میرا بھائی کیوں ہونے لگا وہ تو میرا ہیرو ہے میسکولر باڈی والا ہینڈسم سی لک کے ساتھ پراؤڈی ایٹی ٹیوڈ والا ہیرو آہ۔۔ تم تو سائیڈ پر لگو۔"

سُولیم اسے سنجیدگی سے دیکھتی رہی پھر اس کے لب ہلے کانٹ چھانٹ اس نے بالکل چھوڑ دی۔

"کیا وہ تمہیں واقعی اتنا پسند ہے؟"

دعا اس کی ٹون بدلتے دیکھ قریب کھسکی۔

بیا (بہت) بیا (بہت) بیا (بہت)

سُولیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور اگر میں کہوں اس نے پچھلے کچھ ہفتوں سے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ فون کالز کرنا کلینک آنا گھر آ جانا راستے میں ملنا دھمکیاں وغیرہ دینا بلا بلا بلا تو کیا کہو گی تم۔"

دعا کی آنکھیں ایکسائٹمنٹ سے پھیلیں۔

"پھر میں کہوں گی منہ دھو کر رکھو لیکن اگر ایسا ہے تو مائی گاڈ تم اس دنیا کی کتنی لکی لڑکی ہو ہائے سُولیم کیا یہ سچ ہے بولو جلدی ورنہ میرا دل تو گیا۔"

سُولیم کے اندر کچھ ٹوٹا ہلکی سی نمی ابھری پھر اس نے اپنا سر نفی میں ہلتا ہوا دیکھا۔

"ہا میں بھی کہوں اس کپڑے کی تھان کو براق شاہ نے پسند کرنا ہے ناممکن ڈارلنگ خوابوں کی دنیا سے نکل آؤ اور اگر تم نے آئندہ اس طرح کی مثالیں یا فرض کیے نا تو

ایک میچ یہاں بھی لگ جانا ہے جب دیکھو یہ فرض کر وہ وہ فرض کر و فرض ہی کرتے رہو۔"

وہ بدمزا سی وہاں سے گئی تھی سُولیم نے گہرا سانس لیکر نمی کو اندر راؤنڈ یلا اسے دی عبایہ جانا تھا دس منٹ میں وہ وہاں تھی سب چیک کر کے ڈیزائینز او کے کر کے جب وہ اپنے کیبن میں آکر بیٹھی تو اس نے دروازہ کھڑکنے کی آواز سنی تھی سر اوپر اٹھایا تو سامنے ٹکسیڈو میں کھڑے ایک وجیہہ نوجوان کو پایا۔

"ہیلو سُولیم میں اسد ہوں۔"

"میں پہچان گئی۔" بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ کوٹ کا بٹن بند کر کے بیٹھ گیا۔

"کہیے کیا لیں گے آپ؟" اس نے انٹر کام اٹھا کر پوچھا۔

"آپ کے بیس منٹ وہ بھی تحمل کے ساتھ۔" سُولیم نے دو کپ کافی آڈر کی باہر سے بادلوں کی شدید گرج کی آواز آئی تھی۔

"فرمائیں۔" دونوں ہاتھ باہم پھنسائے وہ نقاب کے پیچھے سے بولی۔

"آں، مس سُولیم میں یہاں ایک فیور کے لئے آیا ہوں اور امید کرتا ہوں آپ مجھے خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گی۔"

دروازہ کھلا اس نے پھر نظریں اٹھائیں اور دھک سے رہ گئی براق شاہ چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے مقابل بیٹھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر سُولیم میں چاہتا ہوں آپ براق شاہ کا علاج کریں۔"

"ڈاکٹر تنویر میں چاہتا ہوں آپ براق کا علاج کریں۔"

اسد اس آواز پر چونکا نگاہیں اٹھائیں دھندھلکا سا نظر آیا۔ اس نے سر کو جھٹک کر پھر دیکھا وہ فاروق تھے جو سفید اوورآل میں ملبوس ڈاکٹر سے بات کر رہے تھے جو ان کا کبھی کا بہت گہرا اور پرانا دوست تھا۔ اس نے دیکھا وہ ہاسپٹل میں بیٹھا ہے ہر طرف دل چیرنے والی خاموشی ہے اور ایک پراسراریت سی چھائی ہوئی ہے۔ اس نے بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھا ڈاکٹر کی آواز اس کی سماعت میں گونج رہی تھی۔

"ویل فاروق میں کوشش کرسکتا ہوں لیکن یہ سب براق کے ہاتھ میں ہے وہ خود ریکور نہیں ہونا چاہتا بیماری کی سوچوں کی اس سطح پر اس نے خود کو پہنچا لیا ہے جہاں سے نکلنا کوئی آسان کام نہیں تمہیں یقین کرنے میں دشواری ہوگی لیکن وہ ایستھما کا مریض بن چکا ہے۔"

ڈاکٹر تنویر نے ان کے ڈگمگانے پر انہیں سنبھالا دیا۔

"اپنے بیٹے کی پرواہ کرو اس سے پہلے کہ اسے کھو دو بہتر ہوگا اس کے ساتھ ایک ہیلدی چیٹ کرو جانو وہ کیا چیز ہے جو اسے اندر ڈسٹنٹ کر رہی ہے۔ براق کا اس فیز سے نکلنا بہت ضروری ہے اس طرح چلتا رہا تو کچھ بھی متوقع ہے۔"

ڈاکٹر تنویر نے انہیں اسد کے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا۔

"اللہ سے اچھے کی امید رکھو انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس کا شانہ تھپک کر آگے کو بڑھ گئے تھے اسد نے فقط ان کے قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔

"کیا وہ واقعی اسے اتنا پسند کرتا ہے۔" فاروق کی آواز اسے دور کہیں سے سنائی دے

رہی تھی وہ خاموش رہا۔

"اگر وہ اسے پسند کرتا تھا تو کیوں اس کے ساتھ ایسا کیا کیا یہ سب پچھتاوے میں ہو رہا ہے۔' اسد نے آنکھیں زور سے میچیں اس کی آنکھوں میں سُولیم کا چہرہ آن سمایا نیم مردہ سا چہرہ۔

"اگر پچھتاوا ہے تو پھر وہ کون ہے جس کے ساتھ یہ رہ رہا ہے۔"

"وہ۔" اسد نے لب ہلائے۔" وہ اس کی۔۔" وہ جملہ مکمل نہیں کر پایا کچھ جملے مکمل نا ہی ہوں تو اچھا ہوتا ہے کچھ باتیں پوشیدہ رہیں تو ہی بہتر ہے اس نے کھلتے لب بند کر لیے۔ فاروق کو بے بس نگاہوں سے دیکھا پھر براق کے کمرے کی جانب تکنے لگا۔

"مجھے لگتا ہے مجھے اس سے ملنا چاہیے۔"

اس نے بات بدلی تھی اس کی بدلتی بات اور ادھورے جملے پر فاروق دل گرفتگی سے مسکائے تھے۔

"مجھے آج پتا چلا براق کا کوئی بھائی یا بہن کیوں نہیں ہے۔" اسد کے اندر کچھ ٹوٹا۔

"کیونکہ تم نے جو ہونا تھا اس کی زندگی میں۔" اسد نے ان کی بات کاٹی۔

"میں ہوں پھر بھی میں اس کا خیال نہیں رکھ سکا وہ اس مقام تک پہنچ گیا اور میں بے بس ہوں شاید اس کا کوئی بھائی یا بہن ہوتی تو شاید آج اسے یہ دن دیکھنے کی نوبت نا آتی رشتے بہت معنی رکھتے ہیں انکل۔"

اس کی آواز میں صدیوں کی پیاس تھی تشنگی تھی فاروق نے اپنے بازوؤں کا گھرا اس کے گرد کیا۔

"میں تمہیں ایک بات بتاؤں اگر تم سننا چاہو تو۔"

اس گھیرے میں ایک طمانت تھی۔

"میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

فاروق نے طویل تھکا دینے والا سانس بھرا۔

"میں بہت ریزرو سا بندہ تھا شروع سے ہی نا کوئی ساتھی تھا نا سجن، گھر میں بھی

سب سے کٹا کٹا رہتا تھا۔ میں خود کو سب میں ان فٹ محسوس کرتا تھا کیوں پتا نہیں شاید اس لئے کہ اس بولتی دنیا میں میں ہی خاموش طبع تھا۔"

انہوں نے وقفہ لیا کچھ سوچ کو زخمی سا مسکائے۔

"وہ میرے تائے کا بیٹا تھا صرف وہ ہی میرا دوست کہہ لو یا ہمراز یا پھر بھائی جو تھا وہ تھا اپنے دل کی ہر بات اسے کر دینا اس کی صلاح مشورہ لینا اس کے ساتھ گھنٹوں باتیں کر کے بھی نا تھکنا ان شارٹ اس نے مجھ میں اعتماد پیدا کیا مجھ سے ایسا رشتہ قائم کیا کہ میں اسے ہی اپنا سب کچھ ماننے لگا جو کہ میں نے غلط کیا۔ اپنے بہن بھائیوں پر اس کو فوقیت دی اپنے انمول دن اس کے ساتھ گزارے ہنسنا ہنسانا اس کے ساتھ ہی روا رکھا اس میں خود کو اتنا مگن کر لیا کہ بھول ہی گیا دوست بھی بنانے پڑتے ہیں رشتوں کو بھی نبھانا پڑتا ہے۔ ایک دائرہ ہوتا ہے نا ہر چیز کا ہر کوئی اپنے مقام پر ہی اچھا لگتا ہے لیکن میں بے وقوف اسے ہی سب سمجھ بیٹھا پھر اس نے سمجھایا مجھے۔"

غور سے سنتا اسد ان کی گیلی آواز پر چونکا۔

"بیٹا کون ہے تو تیری کیا ویلیو ہے ہٹ جا راستے سے میری اپنی بھی زندگی ہے میں ہر وقت تجھے نہیں دے سکتا۔

وہ ٹھیک تھا کون کب تک ساتھ دیتا ہے اس نے بھی چھوڑ دیا۔ نئے دوست بنائے نئے جاننے والے، دنیا دیکھی اور اس میں مگن ہو گیا پھر میں فاروق تو شاید اسے یاد بھی نہیں رہا باتوں کا انبار لیے تجربوں کی تھال ہاتھ میں پکڑے منتظر ہی رہا کب وہ فارغ ہو کب میری بات سنے پر پوری دنیا کے لئے وقت نکالنے والے کے پاس میرے لئے ٹائم نہیں تھا

مجھے لگتا ہے سب سے بڑی جیت تبھی حاصل ہوتی ہے جب آپ شدید دکھ میں ہوں اور چہرے پر مسکان ہو اور آپ کی یہ مسکان آنسو گرنے نہ دیں اور سب سے بڑی ہار وہ ہے جب اس مسکان کے پیچھے چھپے کرب کو آپ کا سب سے قریبی انسان پہچان نہ سکے۔"

ان کی آواز شدید بھراہٹ کا شکار ہوئی۔

"یہ واقعی دکھ آمیز ہوتا ہے ایسا ہونے میں تکلیف ہوتی ہے بہت زیادہ تکلیف۔"

"تمہیں پتا ہے۔" اسد کا سر میکانکی انداز میں نفی میں ہلا۔

"ایک وقت میں، میں بہت بہت پریشان تھا تکلیف میں تھا میرا دکھ بانٹنے کے لئے مجھے کوئی چاہیے تھا۔ میں رویا آنسو پونچھے اور اس کے سر پر جا کھڑا ہوا ہم دونوں کے بیچ اتنا فاصلہ در آیا تھا کہ میرے لب اپنی مشکل بیان نا کر سکے اور اس نے بھی چند ایک معمولی باتیں کیں اور چلتا بنا اسے میری سوجی ہوئی آنکھیں بھی نظر نہیں آئی ان میں چھپا کرب پوشیدہ آنسو بھی وہ نا دیکھ سکا جو میرے ڈرائیور نے دیکھ لئے تھے۔ اس دن میں نے ڈیسائیڈ کیا کونسا ہمراز کہاں کا دوست یہ دنیا بہت ظالم ہے یہاں ان کی طرح ہی بن کر رہنا پڑتا ہے بھلا تو نہ سکا لیکن دل کو سنبھالا دے دیا اب مجھے بھی فرق نہیں پڑتا کسی کے ہونے یا نا ہونے سے تمہیں یہ سب اس لئے بتایا ہے کیونکہ تم کہہ رہے ہو رشتے بہت اہمیت رکھتے ہیں نہیں بیٹا رشتے نہیں خلوص

NC

معنی رکھتا ہے۔ دل نہیں جو کبھی بھی پھر جائے خلوص برقرار رہتا ہے دل پھر جایا کرتے ہیں۔"

"تمہاری اور براق کی دوستی آج مثالی ہے کیوں کیونکہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہو اس مخلص پنے نے ہی تم میں محبت قائم رکھی ہوئی ہے اگر تمہاری دوستی میں اخلاص نہ ہوتا تو آج تم دونوں یوں ایک بدن کی مانند نہیں ہوتے تمہیں دیکھ کر میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کاش تم ہوتے اس کمینے کی جگہ میرے بیٹے۔"

وہ پھیکا سا ہنسا ان کی تمام بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر وہ اٹھا۔

"لیکن مجھے اسے سبق سکھانا پڑے گا یوں اس نے باز نہیں آنا۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا براق کے روم کی جانب بڑھا۔ فاروق نے شکر کے بوجھ تلے سر جھکا دیا ان کا جھکا سر چمکتی سفید ٹائلز دیکھ رہا تھا جن میں اسد کے اٹھتے قدم واضح دکھائی

دے رہے تھے ان کے کانوں نے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنی۔

اسد نے ایک کاٹ دار نظر اس نالیوں میں جکڑے شخص پر ڈالی دل نیچے گرا تھا لیکن غصہ برقرار رکھتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالا دیا۔

نالیوں میں جکڑے شخص نے اپنی بے نور آنکھیں کھول کر اس دوستی کے چمکتے نور کو دیکھا اور پھر اس کے لبوں کے کنارے تھوڑے سے پھیلے۔

"بچ گیا۔" سرگوشی تھی جو بستر پر پڑے شخص نے کی تھی اسد کی آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے۔

"ہاں بد قسمتی سے۔" آواز بھی آگ برسانے لگی۔

"میں نے پوری دنیا گھوم لی لیکن تجھ سا ڈھیٹ اور مستقل مزاج اپنی زندگی میں نہیں دیکھا شدید پتا ہے نا شدید کا مطلب۔" وہ چند قدم آگے بڑھا عین اس کے سر پر آن کھڑا ہوا نالیوں میں جکڑے شخص نے مسکراتی نگاہیں اس پر گاڑیں۔

"شدید پچھتا رہا ہوں میں اس وقت پر جب تو میری زندگی میں آیا میرا دوست میری

جان کا وبال بنا اور میری زندگی کو عذاب بنا گیا براق ایک کام کیوں نہیں کرتا چھری اٹھا اور اپنے گلے پر پھیر دے کیوں اتنا خوار کر رہا ہے ہم سب کو بتا دے مجھے آج۔"

وہ غصے میں تیز آواز سے بول رہا تھا براق نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

"نہیں کر سکتا پھر تو بہت روئے گا۔"

"دیکھ سالے میرے ساتھ مسخرا پن نا کر میں آج بہت تپا ہوا ہوں چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

براق کے مسکراتے ہوئے کہنے اور پھر آنکھ مارنے پر تو وہ سر تا پا جل گیا تبھی پھنکارا۔

"میں جانتا ہوں تو نہیں جائے گا۔" اس کے لفظوں میں یقین تھا اسد نے فیصلہ کن انداز میں سر ہلایا اور باہر کی جانب قدم اٹھا دئے۔

"اسد سن اچھا سوری اسد آہ آہ آہ ہ ہ۔" سرگوشی میں بولتے ہوئے وہ اونچی آواز سے کراہا اسد الٹے پاؤں مڑا تھا۔

"کیا ہوا ہے ہاں؟ ٹھیک ہے؟ ڈاکٹر ڈاکٹر۔" پریشان آواز متفکر لہجہ آنکھوں میں ڈر براق پورے دانتوں سے مسکایا پہلے تو اسد سمجھا نہیں چونکا پھر جیسے ہی دماغ نے کام کیا اتنی زور سے دانت کچکچائے کہ لگا ابھی ٹوٹ جائیں گے۔"

"کیا ہوا واپس کیوں آیا جانا چھوڑ جا پھر کیا ہو گا مرا ہوا براق مزید مر جائے گا اور تم سب کی ٹینشن ختم! جانتا ہوں تم سب بہت ڈسٹرب ہو میری وجہ سے ڈونٹ وری ایک دن میں تم سب کی پریشانی ختم کر دونگا پرامس۔"

اسد وہیں ٹک گیا۔

"لعنت ہے تیری گھٹیا سوچ پہ اور مجھ پہ۔" اس نے براق کا ہاتھ پکڑا۔

"کیا ہے ختم کر دے اس تلخ چیپٹر کو اپنی زندگی سے نارمل لائف جی نا جیسے ہم سب جی رہے ہیں۔"

اس نے دیکھا براق کی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔

"کاش میں ایسا کر سکتا۔"

"تو کر سکتا ہے کوشش تو کر بتا مجھے جو بھی اندر چھپا رہا ہے میں ہوں نا یہاں پر تجھے سننے کے لئے۔"

اس کا ہاتھ دبا کر اس نے جیسے اپنے ساتھ کا احساس دلایا تھا براق کا کان ننھے باڑ میں پھینس گیا۔

"انسان کو ہمیشہ ایک ایسے دل کی ضرورت ہوتی ہے جو تحمل سے اسے سنے، سمجھے، جانے ایسا دل جو اس کی ہر خوشی وانبساط پر مسکائے ہر جلی کٹی سن کر اس کی تسکین کا باعث بنے وہ دل جو اس کے لئے ایک راز باکس ہو جس میں وہ اپنی زندگی کے تمام اسرار ورموز انڈیل دے اور پھر بھی بے فکر رہے اس احساس اس تسلی کے ساتھ کہ یہ جو دل ہے صرف اس کا ہے اس کے لئے ہے اور براق جانتا تھا اسد کا جو دل ہے اس کا ہے صرف اس کے لئے ہے بے ضرر سا محبت بھرا دل۔"

"وہ مجھے۔" اس کے لب کپکپائے۔

"وہ مجھے بہت یاد آتی ہے۔"

اسد کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی اندر بہت اندر کچھ زور کا ٹوٹا اور سب ختم کر گیا۔

"تم شادی کرو گے اور پاکستان چلو گے یہ میرا حکم ہے۔"

دل کے درد دل میں دبا لینے سے چھپ نہیں جاتے یہ ظاہر ہوتے ہیں آپکے چہرے پر پھیلتی بے نوری سے، آنکھوں سے عیاں ہوتی بے نام سی نمی میں، درد کا لبادہ اوڑھے مسکراہٹ میں، شکست خوردہ سی چال اور خالی آواز میں دل کے درد بڑے ہی جان لیوا ہوتے ہیں جان لیکر ہی چھوڑتے ہیں۔

نمی والے موسم میں اس نے اپنی نم دھندلی آنکھیں کھولیں ہر چیز جیسے پانی میں تیرتی ہوئی سی نظر آئی ایک نرم ہاتھ نے اس کی دونوں آنکھوں کے کونے صاف کیے اور ماتھے پر پیار ثبت کیا براق نے کسمسا کر نگاہیں اٹھائیں اور ہولے سے مسکا دیا۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟" فردوس نے اس کے بال سہلاتے ہوئے ممتا سے چور لہجے میں پوچھا وہ ڈسچارج ہو گیا تھا گھر تھا آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" دھیرے سے لب ہلائے اور کہنیوں کے بل اٹھ بیٹھا۔

"خوش رہا کرو بیٹا انہیں ڈھونڈو خوشیاں چاہ سے نہیں محنت سے حاصل ہوتی ہیں۔ رشتوں پر جتنی محنت کرو گے اتنی آسودگی ملے گی ورنہ تشنگی سے بھرپور زندگی حصے میں آئے گی اور تشنہ انسان میرے نزدیک بہت بدنصیب ہے۔"

وہ یہ سب سوچ پائیں کہنا چاہتی تھیں لیکن اس کی مسکان نے انہیں روک دیا وہ اسے اٹھتے ہی اپ سیٹ نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"تمہارے لئے سوپ لائی ہوں فریش ہو لو پھر اپنے ہاتھوں سے پلاؤں گی تم پیو گے نا؟"

براق نے اپنی بانہوں کا گھیرا ان کے گرد کیا۔

"آپ تو جان بھی مانگ لیں تو حاضر ہے۔" فردوس کا ماتھا چوم کر وہ اپنے سلیپر پہنتا

کھڑا ہوا۔

"دیکھو زبان دے رہے ہو مکر مت جانا۔" موقع محل جان کر انہوں نے اپنا مطلب نکالنا چاہا۔

"استطاعت ہوگی تو ضرور آپ کی بات مانوں گا ٹرسٹ می۔" واش روم کا دروازہ کھولا اور غڑاپ سے اس میں غائب ہو گیا۔

"کہاں ہے یہ نمک حرام۔" فاروق تملاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ فردوس نے چونک کر انہیں دیکھا تبھی دروازہ کھلنے کی آواز آئی وہ ٹاول سے منہ پونچھتا باہر نکلا تھا بدن پر سفید ٹراؤزر اور سیاہ بنیان تھا لال انگارہ سے فاروق کو دیکھ کر وہ ٹھہر سا گیا۔

"کچھ ہوا ہے کیا۔" ٹاول وہیں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر وہ ان کی جانب مڑا تھا فاروق نے آگ بھری نظروں سے اسے دیکھا خاص کر گیلے تولیے کو۔

"کچھ؟ براق شاہ بہت کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوا ہے نا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ نزدیک آئے اس کی بالکل ناک کے پاس رکے اور پھر ہاتھ میں پکڑی بلیو فائل اس

کی آنکھوں کے سامنے کی۔

"یہ سب کیا ہے ہر ماہ اتنی خطیر رقم تم کس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرواتے ہو بتاؤ مجھے۔"

"تمہارا راز میرے پاس ہے جب تک میں زندہ ہوں یہ میرے سینے میں دفن رہے گا لیکن اس کے لئے تمہیں معاوضہ دینا ہو گا وہ معاوضہ جو میں کہوں گا اور جب جب کہوں گا۔"

براق نے تھوک نگلا کانوں میں گونجتی آواز تھمی تو وہ بولنے کے قابل ہوا۔

"یہ۔" اس کی آواز لڑکھڑائی فاروق سمجھ گئے دانت پیستے کھڑے رہے۔ "یہ اس سب کا۔" وہ بات پوری نہیں کر پایا حلق میں آنسوؤں کا تلخ سا گولا اٹک گیا اس نے گہری سانس کھینچی آنکھیں میچ کر آنسوؤں کو پرے دھکیلا اور نم آنکھوں سے مسکایا۔

"یہ اس راز کو راز رکھنے کا معاوضہ ہے۔" اس نے نظریں جھکالی تھیں۔

"میں جتنی رقم خرچ ہو چکی ہے اس کو پورا کر دونگا۔ "

فاروق کے گھونسے نے اسے بات پوری کرنے نہ دی وہ تحیر میں گنگ کھڑا رہ گیا فردوس آگے بڑھی تھیں۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ اس کی طبیعت پہلے ہی خراب ہے۔ "

"میری بات کان کھول کر سن لو۔ "انہوں نے یکسر فردوس کو نظر انداز کیا۔

"تم شادی کروگے اور پاکستان چلوگے یہ میرا حکم ہے اپنی ماں کی طرف کیا دیکھ رہے ہو مجھے دیکھو یہ میرا حکم ہے۔ "انہوں نے باقاعدہ اس کی تھوڑی پکڑ کر چہرا اپنے سامنے کیا۔

"یہ ناممکن ہے۔ "کھائی سے آتی آواز سن کر نہوں نے اس کا گریبان پکڑا تھا۔

"تمہارا سارا بزنس اس وقت پاکستان میں سیٹل ہو چکا ہے سب پیکنگ مکمل ہے اور کل شام ہم سب بمعہ تم پاکستان کیلئے پرواز کرنے والے ہیں آئی سمجھ۔ "اس کے سینے پر انگلی بجا کر وہ اسے یقین دہانی کے راستے پر لا رہے تھے جس کا سر مسلسل نفی

میں ہل رہا تھا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے/"

م "یں نے تمہاری منگنی ایشل کے ساتھ کر دی ہے ہاں وہی ایشل جو تمہاری خالہ زاد ہے ذیادہ حیران ہونے کی بات نہیں ہے براق تمہاری من مانیوں کا دور اب چلا گیا۔"

اس کا گریبان چھوڑا اور پیچھے ہوئے فردوس نے سہمی نظروں سے کانپتے براق کو دیکھا۔

"آپ پاکستان کہتے ہیں میں چلوں گا ٹھیک ہے وہیں رہونگا لیکن یہ منگنی کی بات نا کریں یہ میرے بس میں نہیں ہے۔"

فاروق اس کی بات اگنور کر کے مڑنے لگے اس نے لپک کر ان کا ہاتھ پکڑا۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔" اس کی آواز جانے کس چیز سے بلند ہوئی تھی لیکن جو بھی تھی وہ بھرپور گیلی تھی۔

"تم اپنی حدیں پھلانگ رہے ہو اب تم مجھ سے اونچی آواز میں بات کرو گے۔ "

براق نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"نہیں ایم سوری لیکن آپ مجھے بھی تو سمجھیں نا۔ "

"براق میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا جو تمہارے ڈر اور خدشات ہیں ان کی وجہ معلوم ہے مجھے اور خبردار جو تم نے اس وجہ کو اپنے ساتھ پاکستان لے جانے کا سوچا بھی۔ "

انگلی اٹھا کر وارن کرتے وہ دروازہ دھاڑ سے بند کرتے باہر گئے تھے ساتھ میں فردوس کو بھی آواز لگائی تھی جو جھٹ سے باہر کو لپکیں وہ سر پکڑے شل اعصاب کے ساتھ وہیں نیچے ہی کارپیٹ پر بیٹھ گیا۔

کارپیٹ کے سرخ رنگ کے دھاگے میں اس نے دیکھا ایک جہاز فضا میں پرواز ہو چلا تھا۔ اس جہاز کی کھڑکی میں سے اس نے خود کو بھی بیٹھے دیکھے پایا اس کے ساتھ سب تھے اور وہ سب پاکستان کو روانہ تھے اس نے قرب سے آنکھیں میچ لیں۔

ہیلو منگیتر کیسے ہو؟"

جہاز نے پاکستان کی سرزمین پر اپنے پہیے اتارے اور بڑے مزے سے اس کی زمین کو چھونے لگا۔ بہت سے ملکی و غیر ملکی لوگوں میں ان کا خاندان بھی شامل تھا جن کو ویلکم کرنے بہت سے لوگ آئے تھے سب سے بچتا بچاتا وہ اسد کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔

"توطے ہوا واقعی آستین میں سانپ پالا ہوا تھا میں نے۔" اسد پر گہری چوٹ کر کے وہ سیل فون میں بزی تھا اسد اس چوٹ پر قہقہ لگا یا۔

"مجھے بھی آج ہی اندازہ ہو رہا ہے لیکن تو یہ بھی تو دیکھ یہ سانپ ہے کتنا ہینڈ سم۔"

دبی مسکراہٹ کے ساتھ براق مسکا یا تھا آنکھوں میں نمی لبوں پر مسکراہٹ کیا عجیب کمبینیشن تھا۔

سبھی قہقوں سے معتبر۔

نم آنکھوں سے مسکرانا۔۔

"تو اور ہینڈ سم ہو ہی نہ جانا۔" اس نے سر اٹھا کر ڈرائیور کو دیکھا باہر بھاگتے دوڑتے پاکستان پر وہ اپنے لبوں کا ایک کونا پھیلا گیا۔

"وہ کہاوت سہی ہے ناگھر کی مرغی دال برابر جا کر لندن کی لڑکیوں سے پوچھ کیسا ہیرا کھو چکی ہیں وہ، تیرے بھائی کے حسن کا دم بھرتے نہیں تھکتی تھیں سب، ایسے کیا باہر دیکھ رہا ہے کچھ کھوج رہا ہے کیا۔"

وہ براق کے غیر متوجہ ہونے پر بولا تھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں سوچتا ہوں شاید وہ مجھے نظر آجائے پتا ہے ابھی میں نے ایک عبایا والی دیکھی تو سُولیم کا خیال آیا نجانے کیسی ہو گی۔"

"کچھ سوچ رہا ہے کیا۔" اسد کے کہنی مارنے پر وہ چونکا اپنے سوچ کو پرے دھکیلا اور پورا اس کی جانب مڑا۔

"اسد!"

یہ پکار یہ طرز تخاطب یہ لہجہ یہ آنکھوں میں چھپی آس یہ زندگی کی سب سے بڑی خواہش۔ اسد نظریں چرا کر رہ گیا۔

"کچھ لوگ ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتے ہیں آتے ہیں چلے جاتے ہیں لیکن سانسیں دے جاتے ہیں۔ وہ مجھے میری سانسیں دے گئی اور کتنی قابل رحم بات ہے میں نے اس کی سانسیں کھینچ لیں کاش وہ زندہ ہو اسد وہ زندہ ہے نا؟"

زندگی سانسوں سے نہیں امید سے چلتی ہے جب تک امید ہے آپ زندہ ہو امید کے ٹوٹتے ہی سانسوں کی ڈوری بھی بھربھرے دھاگے کی مانند ٹوٹ کر روح کو خاک کے پتلے سے جدا کر دیتی ہے وہ بھی اسی امید کے سہارے زندہ تھا جس کا اسد سے پوچھ رہا تھا۔

اسد نے جبراً نفی میں سر ہلایا براق نچلہ ہونٹ دباتے ہوئے روتے دل کے ساتھ مسکایا چہرے پر بھی دل کا حال رقم تھا اس نے گھٹن زدہ سانس خراج کی۔

"بہر حال اپنے ڈیڈی کو بتا دینا میں نے کسی سے کوئی منگنی نہیں کی شادی تو دور کی

بات ہے ذیادہ زور دیں گے تو میں نے غائب ہو جانا ہے پھر ڈھونڈتے پھرنا۔"

اسد نے کوئی جواب نہیں دیا وہ اس وقت جواب دینے کے قابل بھی نہیں تھا۔

گھر آکر فریش ہو کر وہ ڈائننگ ٹیبل پر اصرار کرنے پر آیا تو اسے اپنی خالہ والوں کی فیملی بیٹھی نظر آئی جس میں اس کی خالہ خالو اور ان کی بیٹی ایشل اور مناہل تھے روحان شاید میساچوسٹس کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ سب سے رسمی علیک سلیک کر کے اس نے کرسی سنبھالی اور نیپکن گود میں پھیلانے لگا اس کا چہرا سپاٹ تھا اس کی وجہ ایشل کی نظریں تھی جو اس پر گڑی ہوئی تھیں۔

"ہیلو منگیتر کیسے ہو او ہیلو میں تم سے مخاطب ہوں۔"

پہلے تو براق سمجھ نہیں پایا پھر اس کا خود کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجانے پر چونک گیا شدید ناگواریت کی لہر اس کے وجود میں ابھری۔

"میں نے صرف آپ سے محبت کی ہے میں صرف آپ کو چاہتا ہوں آپ نہیں تو کوئی نہیں۔"

براق نے آواز کے ساتھ چمچ کو پلیٹ میں پٹخا اور دونوں ہاتھ آپس میں باندھ کر اس سے گویا ہوا۔

"میں تمہارا منگیتر نہیں ہوں انفیکٹ میں کسی کو بھی اپنی فیانسی بنانا پسند نہیں کرتا کیونکہ میں اپنی سُولیم سے بہت بہت زیادہ محبت کرتا ہوں بہتر ہو گا میری زندگی میں دخل اندازی نہ کرو۔"

نیپکن پھینکا پلیٹ پرے کھسکائی اور کرسی دھکیلتا یہ جاوہ جا ڈائننگ ٹیبل پر چند لحظے کی گھٹن بھری خاموشی پھیل گئی پھر اس کثافت کا اثر زائل کرنے والے فاروق بولے ان کا مخاطب اصغر تھا۔

"میں نے بتایا تھا براق کا اس کے لئے یہ سب قبول کرنا ابھی اتنا آسان نہیں ہے پلیز آپ مائنڈ نہ کرنا اسے تھوڑا وقت دو وہ سنبھل جائے گا۔"

اصغر کا ہاتھ تھامتے وہ مفاہمتی لہجے میں بولے اسد کشمکش میں تھا تبھی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ براق کے پیچھے اس وقت جانا مطلب فساد کو دعوت دینا تھا۔

چڑھتے سورج میں وہ اپنی گاڑی بھگائے دے رہا تھا کہاں جا رہا تھا اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا لیکن ہاں وہ اس سورج کی مانند ہی جل رہا تھا مئی کے اوائل دنوں کا آغاز تھا گرمی نہیں تھی لیکن آ رہی تھی۔ اور اس آتی گرمی میں براق شاہ کوئلوں کی طرح ہی سلگ رہا تھا۔

"کیا ضرورت تھی وہاں سے یوں بھاگ آنے کی۔" اس کی پہلو میں بیٹھی اس کی عزیز ترین ہستی نے کہا۔ براق نے لب بھینچتے سرخ آنکھوں سے اس دشمن جاں کو دیکھا۔

"بھاگ کر نہیں وارن کر کے آیا ہوں آپ نے دیکھا کیسے وہ مجھے اپنا منگیتر کہہ رہی تھی اس کی جرات کیسے ہوئی مجھے ایسا کہنے کی بھی وہ سمجھتی ہے میرے ماں باپ کا ووٹ لیکر شیر ہو جائے گی تو وہ بہت بڑی غلطی پر ہے۔"

چلتی گاڑی کے سٹیرنگ پر غصے سے مکا مارتا وہ اپنے اندر کی بھڑاس نکال رہا تھا۔

"اور اسے دیکھو ڈھیٹ اور دغا باز انسان کو چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا کیا وہ واقعی

NC

میرا دوست ہے۔"

شکی لہجے میں وہ سر جھٹک رہا تھا۔ ایک نرم ہاتھ اس کے جوڑے ہاتھ کی پشت پر آن ٹھہرا ساری کلفت سارا چڑچڑا پن گویا پل میں غائب ہوا تھا اس کو اپنا دل ہلکا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

"تم کچھ زیادہ ہی قنوطی ہو رہے ہو ریلیکس سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

براق نے گاڑی سائیڈ پر لگائی چہرے پر سورج کی سی زردی لئے اسے دیکھ کر بولا۔

"میں جانتا ہوں سب میری وجہ سے پریشان ہیں آپ بھی لیکن میں کیا کروں یہ سب میرے اختیار میں نہیں ہے میں نہیں بھول سکتا سُولیم کو۔"

"سُولیم" اس لفظ پر اس کی آواز اتنی گیلی ہوئی جیسے پورا سمندر اس نام میں آن سمایا ہوا اتنا پانی تھا اس لفظ میں کہ آسمان پر جلتا کوئلہ بھی اس کی ذد میں آ کر پھیکا پڑ گیا تھا۔

"اس گناہ کو جو مجھ سے سرزد ہوا جو میں نے کر دیا میں نے اسے ہی مار دیا جس سے مجھے محبت تھی جو۔"

اس نے وہ نرم ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے مقام پر رکھا۔

"جو یہاں بستی ہے آپ محسوس کر سکتی ہیں اسے یہاں یہ وہی مقام ہے جہاں وہ ہے جہاں آپ ہیں۔"

نرم ہاتھ نے ڈبڈبائی آنکھوں میں زیادہ اسے محسوس کیا دل تو دھڑک کر نام ہی اسی کا لے رہا تھا ہاتھ آہستہ سے کھینچا گیا۔

"تم پاگل ہو نہیں شاید تم پاگل ہو رہے ہو میں تمہارے لئے صحیح لفظ نہیں ڈھونڈ پا رہی لیکن مجھے کہنا پڑے گا تم اس کے پیچھے اپنے رشتے کھو رہے ہو اپنی زندگی گنوا رہے ہو۔ اس نے کل بھی تم سے محبت نہیں کی تھی وہ اگر آج مل بھی جائے تو بھی وہ تم سے محبت نہیں کرے گی سیراب کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو براق میں تمہاری ہمدرد ہوں اس لئے کہہ رہی ہوں۔"

"تم مزید تکلیف میں آ جاؤ گے ورنہ۔"

جیسے سورج تپ رہا تھا ویسے ہی اس مہربان کے الفاظ بھی تپش میں لپٹے تھے۔ براق

NC

کا دل چھد گیا آنکھیں تر گئیں۔

"مجھے اس کی محبت چاہیے بھی نہیں اب مجھے تو بس۔۔" وہ رک گیا کچھ لفظ ادا نہ ہی ہوں تو اچھا ہے براق نے افق پر جگمگاتے گلابی و بنفشی ہالے میں مقید گولے کو دیکھا اور اپنا سر ندامت کے بوجھ سے جھکا لیا۔

"کاش وہ زندہ ہوں۔" اس کے دل نے صدا لگائی۔

"کیا وہ زندہ ہے؟"

پورا دن سڑکوں پر خوار ہو کر وہ جو نہی ڈھلتی شب میں گھر کو لوٹا تو سینے پر بازو باندھے اسد کو خود کا منتظر پایا۔

"ناٹ ناؤ۔" اس نے تھکی سانس خارج کی تھی اسد کا اس پوزیشن میں کھڑے ہونے کا لب لباب وہ اچھے سے سمجھتا تھا۔

"تم کہاں تھے کہاں گئے تھے فون کیوں آف تھا یہ کیا حرکت کی تھی تم نے صبح میز

پر؟ تم اپنے مینرز پھر سے کھوتے جا رہے ہو تم نے آج مجھے شرمندہ کیا یہ کوئی ٹائم ہوتا ہے گھر آنے کا؟ کیوں خود کی جان پر ظلم کر رہے ہو بلا بلا بلا۔۔"

ایسی سوچوں میں گھرا وہ اسے کراس کر کے جا رہا تھا جب اسد کی بات پر تھم گیا۔

"براق شاہ تو یعنی تم اب مجھے غلط بھی سمجھنے لگے ہو خود کو بھولنے کے ساتھ ساتھ تم مجھے بھی بھلاتے جا رہے ہو کتنا ظلم کر رہے ہو نا۔" شکستہ لہجے پر وہ چونکا مڑ کر اسے دیکھا اسد کی باڈی لینگویج بڑی افسردہ تھی۔

"غلط مت سوچو میرے بارے میں، میں تم سے بحث کرنے وضاحت طلب کرنے یا سوال کرنے یہاں نہیں کھڑا مجھے تو اس بات کا افسوس ہے کہ تم اپنا وعدہ بھول گئے یاد ہے آج کی تاریخ میں ہمارا فٹ بال کا میچ تھا۔"

براق فوراً دو قدم پیچھے ہوا کھڑکیوں سے چھنتی چاندنی کی روشنی جیسے سپاٹ لائٹ کی طرح اس پر پڑ رہی تھی۔

"کیا میں یہ سمجھوں تم نے اپنی ہار تسلیم کر لی ہے وہ بھی میچ کھیلے بغیر۔" وہ منہ

بسورے شروع تھا کبھی کبھی حالات کو جیسے چل رہے ہیں ویسے چلتے رہنے دینا ہی بہتر ہوتا ہے ورنہ معاملات بگڑتے دیر نہیں لگتی اور وہ براق کا خود سے بدزن ہونا قطعی افورڈ نہیں کر سکتا تھا تبھی چپ کا دامن تھامے رکھا۔

"اوہ ہاں بھولا کیوں مجھے یاد تھا مطلب ہے ہاں ہم ابھی میچ کریں گے اوہ مت بھولو میں براق شاہ ہوں ہارنے کبھی میرا چہرہ بھی نہیں دیکھا۔"

کھوکھلے قہقے خالی آواز بے نور چہرہ پھیکی مسکراہٹ اسد نے بے چین دل کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

"لیٹس سی۔"

پندرہ منٹ میں وہ گراؤنڈ میں تھے اسد تین گول کر چکا تھا جبکہ براق صفر۔ بلیو شارٹس اور بنیان پہنے وہ دونوں مصنوعی خوشی بھرے چہروں کے ساتھ کھیل رہے تھے اب نا پہلے جیسا مزا تھا اور نا ہی جوش اب تو فقط دل کو بہلاوے کا سامان تھا۔

"ہے ایسا چلتا رہا تو تم ہار جاؤ گے دیکھو تم سے تو بھاگا بھی نہیں جا رہا تم واقعی بوڑھے ہو رہے ہو۔"

اسد نے بدمزگی سے سر جھٹکتے ہوئے اسے کہا براق پھولے سانس کے ساتھ دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ہانپا۔

"نہیں، مطلب ہاں بوڑھا تو ہو رہا ہوں لیکن یہ کسرت چھوڑنے کی وجہ سے ایسا ہے اگلے ہفتے کا رکھو میچ تمہیں چاروں شانے چت نا کر دیا تو میرا نام بھی براق شاہ نہیں۔"

وہ وہیں ہانپتا ہوا ڈھیر ہو گیا اسد نے بھی اس کے پاس جگہ بنائی۔

"ہاں رہنے دو تین سالوں سے یہی سنتا آ رہا ہوں مجھے تو لگتا ہے اب نیا پارٹنر ہی ڈھونڈنا پڑے گا۔"

اس نے ہنستے ہوئے بے سبب ہی یہ بات کہہ دی تھی لیکن براق نے اسے بہت دلگرفتگی سے لیا تھا۔

"تو تم بھی اب مجھے چھوڑ دو گے۔"

اسد ان لفظوں پر سٹپٹایا براق کے چہرے کا حزن اور لہجے کی بے یقینی اسے اتنا بڑا دھچکا دے گئی کہ اسے لگا اس دھکے نے اس کے بدن کی تمام ہڈیاں توڑ دی ہیں جنکی آواز بخوبی سنی جا سکتی تھی۔

"کیا کہا؟ ایک بار پھر سے دھرانا ذرا۔"

ٹوٹے مان کی کرچیوں سے کھنکتے لہجے میں پوچھا۔

"تم مجھے چھوڑ رہے ہو تمہیں کوئی دوسرا ساتھی مل گیا ہے نا تبھی تم مجھ سے بور ہونے لگے ہو اسد، میں تمہیں اپنی کرس زدہ لائف میں قید کر کے نہیں رکھ سکتا تم واقعی آزاد ہو جہاں چاہے جا سکتے ہو شادی کرو فیملی بناؤ نئے دوست بناؤ خوش رہو میں تمہیں نہیں روکوں گا زندگی جینا تمہارا حق ہے۔"

کیا وہ اندھا تھا یا بہرا جو مقابل کی آواز میں پنہاں درد کو نہیں جان سکتا تھا آنکھوں میں ٹھہری نمی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسد نے اپنے اندر اٹھتے ابال کے طوفان کو تھمایا

اور ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر گیا چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ واپس پلٹا ایک زور دار ٹھوکر اسے مڑ کر دیکھتے براق کے کندھے پر رسید کی اور موٹی گالی دے کر یہ جا وہ جا۔

"اسد رک۔" اس کے اس اقدام نے براق کو کچھ بہت غلط ہونے کا سائرن دیا وہ اس کے پیچھے لپکا تھا لیکن جیسا کہ اسد نے کہا وہ بوڑھا ہو رہا تھا تبھی اس کے قدموں کو نہیں پکڑ سکا۔

طیش بھرے انداز میں اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا۔

"اسد میری بات سن۔" فردوس اس بھونچال پر کمرے سے نکلیں۔

"کیا ہوا ہے؟" براق کو اسد کا دروازہ پیٹتے دیکھ پوچھا انداز میں عجلت کے ساتھ پریشانی بھی تھی۔ فاروق نے آج رات گھر نہیں آنا تھا وہ کسی ضروری کام سے بھوربن گئے ہوئے تھے۔

"اسد ناراض ہو گیا۔" اس کی بات درمیان میں رہ گئی جب وہ دروازہ کھول کر جینز

شرٹ میں گلے میں مفلر ڈالے چھوٹے سے چمڑے کے ہینڈ بیگ کے ساتھ باہر آیا۔ براق کی نظریں اس کے بیگ پر جا پھسلیں باہر چاندنی اپنے عروج پر تھی تھوڑی زرد روشنی پھینکتا نور کا گولا ابھی کھڑکی سے اندر جھانک رہا تھا۔

"اسد کہیں جا رہے ہو تم؟" فردوس نے اس کی تیاری کی بابت پوچھا وہ کہہ رہا۔ تھا

"جی آنٹی ابھی تو فی الحال دوسرے شہر جا رہا ہوں پھر چند دن بعد واپس لندن چلا جاؤں گا ہمیشہ کیلیئے۔"

وہ کہہ فردوس سے رہا تھا لیکن نظریں اس پر ٹکی تھیں۔ براق نے حواس باختگی سے ماں کی طرف دیکھا جو اس چاندنی چھلکاتی رات میں گویا تھیں ان کے لفظوں میں عجلت بھرا تفکر تھا۔

"تم ہمیشہ کیلیئے جا رہے ہو لیکن کیوں اسد تم چلے جاؤ گے تو ہمارا کیا ہو گا ہمارا وہ ایک فیملی کی طرح رہنے والا پلان وہ مستقبل کے خوشگوار منصوبے ان سب کا کیا میرا کیا۔"

اسد آگے بڑھا ان کو گلے سے لگایا جب بولا تو لگا اس کے لفظ براق کو لہولہان کر گئے۔

"ان سب کیلئے آپ کا بیٹا ہے ناویسے بھی میں کیوں اس کے ساتھ رہ کر بور ہوں مجھے بھی اپنی لائف شروع کرنے کا پورا اختیار ہے اس کے ساتھ اس کی "کرس" ذدہ زندگی میں رہ کر میں کیوں اپنی زندگی برباد کروں۔"

لفظ تھے یا تیر براق کی آنکھیں لہولہان ہو گئیں ضبط سے ہونٹ بھینچے۔ فردوس نے اسے شانوں سے پکڑ کر ہٹایا۔

بر"اق نے کچھ کہا ہے نا یقیناً اس نے ہی کچھ کہا ہے کیوں براق کیا کہا ہے تم نے اسد کو؟" لہجے میں سختی لئے انہوں نے جامد کھڑے براق کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ اس نے لب تر کئے اور پھر نمی بھری آنکھوں سے اسد کو دیکھا۔

"موم اسے کہو مت جائے۔" اسد فردوس کی سائیڈ سے نکلنے لگا تھا براق نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اس کے بغیر کچھ نہیں اگر یہ چلا گیا تو براق کا خول جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں یہ بھی چلا جائے گا۔ "

اس "چلا جائے گا" کا مطلب وہ دونوں بخوبی سمجھتے تھے۔ اسد نے ایک بار دل سے بھرپور لعنت خود کو دی اور خود کو شدید ملامت کی کہ کس کی دوستی میں پھنس گیا۔

"مجھے ڈائلاگ بازی انتہا سے زیادہ ناپسند ہے۔ "کڑوے منہ کے ساتھ وہ کینہ توز نگاہوں سے اس ڈرامہ باز شخص کو دیکھ کر بولا۔

"اور واقعی آنٹی یہ ہمیں بھولتا جا رہا ہے اسے کہہ دیں مجھے فاروق انکل نے ارجنٹ بلایا ہے میں وہاں جا رہا ہوں جس دن مجھے اسے چھوڑنا ہو گا نا میں نے بتانا بھی نہیں غائب ہو جانا ہے۔ "

اور یہ بات تو وہ تینوں جانتے تھے کہ وہ دن کبھی نہیں آنا جب اسد نے براق کو چھوڑ دینا ہے براق نے اس کا ہاتھ کھینچ کر خود سے لگایا فردوس چپکے سے وہاں سے گئیں تھی۔

"مجھے لگا تو واقعی مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

وہ اسے خود میں بھینچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ باہر پھیلی چاندی اب دونوں پر سپاٹ لائیٹ کی مانند پڑ رہی تھی دور سے دیکھنے پر وہ کسی گھریلو ڈرامہ کا اموشنل سین معلوم ہوتا تھا۔

"اور میں نے کہا نا تو ہمیں بھولتا جا رہا ہے۔" اسد نے آزاد ہونا چاہا براق نے اجازت نہیں دی۔

"بوڑھا ہو گیا ہے پر جان تیرے میں اب بھی باقی ہے۔"

براق نے زور کا قہقہ لگایا اسد کو چھوڑا اور محبت پاش نظروں سے دیکھتا گویا ہوا۔

"بڑی میرے ان سفید بالوں پر نہیں جاؤ میں اب بھی تمہیں پچھاڑ سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں جیسے ابھی پچھاڑا بہت شکریہ ایسے پچھاڑنے کا اب میں چلتا ہوں مجھے خاصی دیر ہو رہی ہے۔"

ریسٹ واچ پر نظر ڈال کر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔

"میں ڈراپ کر دوں۔ "

اس کے لہجے کی بے چینی کو وہ بھانپ گیا۔

"شکریہ باہر ڈرائیور موجود ہے میں کل شام انشاءاللہ انکل کے ساتھ آؤں گا اپنا خیال رکھنا۔ "

اسد کے کندھے کو تھپکتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترنے لگا براق نے سکھ کا سانس لبوں سے خارج کیا۔

"تم واقعی مجھے میرے رشتوں سے دور کر رہی ہو سُولیم تمہارے جانے سے میں بہت شکی ہو گیا ہوں۔ "

براق نے بالکل بھی نہیں سوچا بس اس کے آس پاس کوئی بول رہا تھا اس آواز کو اگنور کر کے وہ کمرے کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا اور جیسے پھولوں کی برسات اس پر ہو گئی اس چاندنی رات میں بہار آ گئی۔

وہ اس کی کھڑکی میں دونوں ہاتھ دائیں بائیں جمائے کھڑی جانے کس چیز کو تک رہی

تھی۔ براق نے بالکل احتیاط سے دروازہ بند کیا اور دبے قدم بلی کی چال میں اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا مسکراہٹ دبائی اس کی پشت پر جھک کر اپنے ہاتھ دائیں بائیں اس کے ہاتھوں پر جمائے اور چہرہ اس کے بالوں پر ٹکا لیا۔

"میں آپ کو ہی یاد کر رہا تھا آپ کا سرپرائز دینے کا انداز اچھا ہے۔" دونوں کی نگاہیں انگنت پھیلے ستاروں پر تھیں۔

"میں تم سے خفا ہوں۔" اس نے دیکھا دو ستاروں میں براق کی آنکھیں دکھنے لگیں خوف کے ہلکوروں میں ڈوبتی ہوئی دو گریفائیٹ آنکھیں۔

"کیوں؟" ویسا ہی خوف زدہ سا سوال تھا۔

اس نے اپنے ہاتھ کھینچے اور سیدھی ہوئی ایسا کرنے میں وہ براق کے سینے سے ٹکرائی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی دروازہ بجنے لگا اس کی آنکھوں میں ڈر ابھرا۔

"میں نہیں چاہتی کہ ابھی میرے بارے میں تمہارے گھر والوں کو کچھ پتا چلے حالانکہ اسد کو معلوم ہے"

"براق ڈنر کر لو تم نے دوپہر کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا صبح بھی ایسے ہی اٹھ کر چلے گئے تھے۔"

فردوس نے باہر سے ہی آواز لگائی تھی۔

"موم میں روم فریج سے کچھ لے لوں گا آپ کا شکریہ۔"

اس پر نظر ٹکائے وہ فردوس سے مخاطب تھا جو اوکے کہہ کر شاید چلی گئی تھیں۔

"ناراض کیوں ہیں۔" براق کی سوئی اٹک گئی تھی اب ہلتی کیسے۔

"تم نے اسد کے ساتھ جو اچھا نہیں کیا کوئی اپنے رشتوں پر شک کرتا ہے بھلا تم ایسے تو نہ تھے۔"

براق نے آزاد سا سانس خارج کیا اور ڈھیلا ہوا۔

"مجھے اس پر ریگرٹ ہے میں اس سے معافی مانگ لوں گا اس یقین دہانی کے ساتھ کہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کرونگا وہ کم آن کبھی تو مجھ پر یقین کیا کریں آپ کی یہ شکی نگاہیں اب آپ میرے ساتھ ظلم کر رہی ہیں۔"

گردن کھجاتا وہ پیچھے ہٹا۔

"تم ہر بار یہ کہتے ہو پھر کچھ نا کچھ ایسا کر جاتے ہو تو میں کیسے یقین کروں۔"

وہ اس کے پیچھے آئی تھی کھلے بال ڈارک پرپل قمیض شلوار ہلکے رنگ کا دوپٹہ جو چلتے سمے زمین پر گر رہا تھا۔

براق نے افسوس ذدگی سے سر جھٹک کر اسے دیکھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر صوفے پر بٹھا دیا اور خود روم فریج کی جانب گیا۔

"آپ جانتی ہیں میں آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا اس لئے کہتی جائیں جو کہنا ہے میں سن رہا ہوں بغیر کسی بات کے برا منائے لزانیہ یا ایپل پائی؟"

فریج کھول کر اس میں جھانک کر پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے۔" مسکراہٹ دبائے اس نے کہا۔

براق نے ایک ہاتھ میں لزانیہ دوسرے میں مشروم سیلڈ لی کہنی سے فریج کا ڈور بند کیا اور صوفے کے سامنے شیشے کی میز پر یہ سامان رکھ دیا پھر وہ دوبارہ فریج کی جانب

بڑھا اس کے عین اوپر بنے کبڈ کو کھولا ایک پلیٹ چمچ اور کانٹا نکالا ایک گلاس اٹھایا فریج سے واٹر بوٹل نکال کر اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھی اسے یہ سب کرتا دیکھ رہی تھی براق نے لزانیہ نکال کر پلیٹ میں ڈالا اور چمچ اس کے منہ کی جانب بڑھا اس نے وہ بائیٹ لے لیا دوسرا بائیٹ براق کے منہ میں تھا۔

"میں ابھی پوچھنے والی تھی میری پلیٹ؟ تم کچھ زیادہ ہی رومان پرور نہیں ہو رہے اور تم بھول رہے ہو میں کھانے کے دوران اور بعد میں پانی نہیں پیتی۔"

براق نے اس کی اور پانی کا گلاس بڑھایا تھا جسے وہ پیچھے کرتے ہوئے بولی براق ہنس دیا نمی سے بھری مسکراہٹ۔

"رومان پرور نہیں بس میں ہر رشتے کو اس کی صحیح جگہ پر رکھنے کی سعی کر رہا ہوں تاکہ جن جن کو مجھ سے شکایت ہے وہ خوش ہو سکیں دیکھیں اب یہ زیادتی ہے آپ ایسے ہنسیں گی تو میں کھا نہیں پاؤں گا ٹھیک ہے پھر ہنستی رہیں۔"

پھولے منہ کے ساتھ اس نے لزانیہ سے بھر چمچ اپنے منہ میں ڈالا تھا پر نور چاند نے

اس منظر کو ملول کے ساتھ دیکھا اور شمس کو بتانے بھاگ گیا تیز کرنوں کے ساتھ دمکتا سورج بیتابی کے ساتھ فوراً اس پیغام کو سنتا آیا اور اپنی شاعیں یہاں وہاں بکھیرتا کھلی کھڑکی سے اندر جھانکنے کی سعی کرنے لگا۔

براق نے ان شاعوں کے آنکھوں میں پڑنے کی وجہ سے کسمسا کر پلکیں اٹھائیں گردن موڑ کر اپنے دائیں جانب دیکھا اور یکدم جھٹکا کھا کر اٹھا واش روم کا دروازہ بجایا وہ خالی تھا بالکونی کی سمت لپکا تو دل کو سکون سا ملا اس کے برعکس سورج بجھ سا گیا اس کی دمکتی شعاعوں کی روشنی ترحم کے ساتھ پھیکی پڑ گئی۔

"آپ یہاں ہیں۔" براق کی آدھی بات اس نے اچک لی۔

"اور میں نے سمجھا آپ چلی گئیں۔"

"تمہارا کوئی حال نہیں براق جوگنگ اور کسرت چھوڑی سو چھوڑی اپنوں کو سمجھنا بھی چھوڑ دیا ہے کچھ مت کہنا تمہارے سیل پر میسج آیا تھا فاروق انکل چاہتے ہیں تم آج ان کے آفس جاؤ وہ شام کو لوٹے گیں۔"

وہ کہنے کو آگے بڑھا تھا اس کے ٹوکنے پر سر ہلاتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"ہم دونوں ساتھ جائیں گے۔" براق کی نئی فرمائش تھی۔

آفس ویسا ہی تھا جیسا ہوتا ہے لیکن چونکہ فاروق خود کلاسی تھے تو انٹریئر کے ساتھ ساتھ امپلائز بھی کلاسی ہی دکھتے تھے یا پھر یہ ان کا گرے رنگ کا یونیفارم تھا جو سب کو مشترک دکھاتا تھا۔ پورا دن آفس میں فائلوں میں سر دیے وہ سرشام جب سب کو فارغ کر کے نکل رہا تھا تو اس کے آفس سے اسے کال آئی تھی۔

"سر جو نئی پراڈکٹ ہم نے انٹروڈیوس کرائی تھی اس کا خاصا اچھا رسپانس آیا ہے ان بیف سے بنے "یو الیف اوز" کو بچوں نے بہت پسند کیا ہے۔ اس کے لئے جو ہم نے کوئز کا پٹیشنز رکھے تھے ان میں ونر بچوں کی لسٹ آگئی ہے ہم نے ساٹھ سکولز میں ابھی سیمنار رکھا تھا تو ساٹھ ونر بچے ہیں رنرز اپ کو وہیں ان کے گفٹ ہیمپرز پہنچا دیے تھے باقی ونز بچوں کے سرپرائز گفٹس ان کے گھروں پر ارسال کرنے ہیں ایک بار آ کر اگر آپ ان کی لسٹ چیک کر لیتے تو بہتر ہوتا۔"

براق نے لمبی چوڑی بات سنی اور ٹھیک ہے کہہ کر گاڑی کا رخ موڑ لیا۔ پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد وہ اپنے آفس میں تھا جو فاروق نے یہاں سیٹل کروایا تھا اور جس کو واپس لندن موقع ملتے ہی سیٹل کرنے کا وہ ارادہ رکھتا تھا۔

میٹنگ روم میں وہ کرسی پر جھولتے ہوئے ان بچوں اور ان کے لئے تعین کئے گئے گفٹس ڈسکس کر رہا تھا کمرے میں اندھیرا تھا اور پراجیکٹر آن تھا جن پر ان بچوں کی تصاویر وقفے وقفے سے نمودار ہو رہی تھیں۔

کوئی انسٹھ وی تصویر تھی جس پر براق چونکا تھا براق تو براق اندر آتا اسد بھی ٹھہر گیا دروازہ ہولے سے بند کیا اور براق کے سامنے آ بیٹھا جو حیرت و جوش کے ملے جلے تاثر سے کھڑا ہوا تھا۔ اس بچے کی تصویر میں اسے اتنی کشش محسوس ہوئی کہ وہ اس کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

وہ ہو بہو براق جیسا تھا ویسی گریفائیٹ آنکھیں اسی طرح کی ستواں ناک وہی ہونٹ وہی چہرے کا سٹرکچر اور تو اور مسکان بھی وہی موٹا سیاہ چشمہ لگائے وہ ونڑ کا سلیش

پہنے مسکرا رہا تھا بس اس کا نیچے کا ایک دانت تھا جو ٹوٹا ہوا تھا براق نے جھٹ سے اپنا سیل آن کیا اس کی تصویر کلک کی اور۔

"اس کا نام کیا ہے اور عمر؟"

اپنے مینیجر سے پوچھ کر خود کا سیل کھولنے لگا۔

"سر اس کا نام۔۔"اس آدمی نے لیپ ٹاپ سے سرچ کیا پراجیکٹر پر اب اس کے نام کے ساتھ عمر بھی آنے لگی۔

"عبداللہ عمر سات سال کے قریب تر ہے۔"

اسد نے عجیب دل کے ساتھ براق کو دیکھا جو اپنے سیل میں خود کی تصاویر کا سات سال والا فولڈر کھول رہا تھا جس میں اس کی اس ایج کی تصویریں تھیں۔

اس کی آنکھیں جیسے یہ فولڈر کھول کر چمک اٹھیں وہ بار بار اپنی اور عبداللہ کی تصویر کو میچ کرنے لگا اور جیسے یہ کام کرنے میں وہ بالکل نہیں تھک رہا تھا انبساط، سرور، خوشی۔

اس نے اسد کو آتے نہیں دیکھا تھا تبھی اس پراجیکٹ مینیجر کی جانب بڑھا۔

"عادل دیکھیں یہ بچہ بالکل میرے جیسا ہے نا اس کا چہرہ ہو بہو میری طرح ہے سٹرینج واقعی اس دنیا میں ایک شکل کے کئی لوگ ہوتے ہیں جب میں نہیں ہوں گا تو یہ میرا چہرہ لیے دنیا میں ہو گا قدرت کا کیا عظیم نظام ہے یہ۔"

وہ پرجوش تھا بہت پرجوش عادل نے اس کی سیل میں جھانکا جو براق نے عین اس کی آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔

"سر اللہ آپ کو لمبی عمر دے اور یہ تو واقعی آپ جیسا ہے اسد سر دیکھیں۔"

میٹنگ روم میں بیٹھے سب اشتیاق میں پڑ گئے تھے براق اسد نام پر چونکا اسے دیکھا مسکرایا اور ایک سیکنڈ میں اس کے سر پر پہنچا۔

"کیا عجیب اتفاق ہے نا۔"

اسد نے سیل کی جانب دیکھا پھر براق کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلا گیا جبکہ اس کے ہاتھ بے چینی سے آپس میں پیوست تھے۔

"سر کا اگر بیٹا ہوتا تو بالکل اس جیسا ہوتا۔"

کسی ایک نے تصویر دیکھ کر کہا تھا۔

"سر کا اگر بیٹا ہوتا تو بالکل اس جیسا ہوتا۔"

چمکیلی صبح کی ڈھلتی شام میں یہ الفاظ بار بار اسد کے دماغ میں گونج کر اس میں تلاطم برپا کر رہے تھے۔ ایک خفیف سا خیال تھا جو اس کے رگ و پے میں دوڑ کر اسے بے چین کیے دے رہا تھا۔ وہ جس کے لئے پریشان و مضطرب ہو رہا تھا اس نے تو اس بات کو محسوس تک ہی نہیں کیا اسد جانتا تھا وہ ڈسٹرب ہے وہ کافی دنوں سے بے انتہا ڈسٹرب ہے لیکن وہ پھر بھی خود کو قابو میں پائے ہوئے ہے شاید اس لئے کہ وہ اپنے پیرینٹس کو پریشان نہیں کرنا چاہتا یا پھر یہ طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی ہے جو بھی ہے اس سب میں سب سے زیادہ جو شخص پریشان ہے وہ اسد ہے ابھی بھی وہ سب ٹی وی کے آگے بیٹھے کوئی سپیس کی نیوز دیکھ رہے تھے۔

سنگل سیٹر پر براق ہاتھوں میں بھنی ہوئی مونگ پھلی کھا رہا تھا اس کے بالکل ساتھ رکھے ویسے ہی سنگل سیٹر پر اسد کے ہاتھ میں مونگ پھلی کا باؤل تھا جو وہ صبح ہی بھوربن سے لایا تھا جبکہ دونوں کے عین سامنے ڈبل صوفے پر فردوس اور فاروق ہاتھوں میں کافی کے مگ تھامے بیٹھے تھے۔ سب کی نظریں ٹی وی پر تھیں اور کمرے میں اس میل اینکر کی بھاری آواز گونج رہی تھی جو کسی مارس پروجیکٹ کے بارے میں بتا رہا تھا۔ سب خاموش تھے سب کی نگاہیں ایک ہی سمت میں دیکھ رہی تھیں پھر اس دیکھنے کے ارتکاز کو کمرشل نے توڑا اس سے پہلے کوئی تبصرہ کرتا فاروق نے گلہ کھنکھارا تھا گلہ کھنکھارنے کا مطلب سب متوجہ ہو جاؤ سب نے اپنی گردنوں کا رخ ان کی جانب کیا فاروق نے آواز میوٹ کی اور کہنے لگے۔

"میں نے کل ایشل کو ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے۔"

براق کا مونگ پھلی کھاتا ہاتھ سلو موشن میں حرکت کرنے لگا وہ مونگ پھلی کا دانہ جو ابھی فاروق کی بات کے بعد اس نے منہ میں ڈالا تھا زہر کی طرح کڑوا لگنے لگا اس

کا منہ بنا وہ مزید کہہ رہے تھے۔

"اور یہ ڈنر براق اور ایشل کے درمیان ہوگا کل تم اس کے ساتھ پی سی پہنچ جانا میں کوئی عضر نہیں سنوں گا براق اپنا منہ بند ہی رکھو تم مجھے خود سے عاجز مت کرو میں تمہارا باپ ہوں دشمن نہیں جو تمہاری بربادی کا سامان کرونگا گرواپ بیٹا ماضی میں جینے والے اسے سینے سے لگا کر خیالات کی دنیا میں زندہ کرنے والے کبھی بھی خوشی بھری زندگی نہیں گزار سکتے اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اس کی یادوں کے سہارے زندگی گزار لوگے تو تم بہت بڑی غلط فہمی میں جی رہے ہو اگر تم یہ سوچتے ہو کہ وہی تمہاری سب سے بڑی خوشی ہے تو غلط، کوئی دوسرا ہمیں خوش نہیں رکھ سکتا لیکن ہاں وہ ہماری اس خوشی کو خوش فہمی میں ضرور بدل سکتا ہے تم جس کے سہارے پر بیٹھے ہو نا وہ تو شاید خود بھی اس دنیا میں نہیں ہے۔"

براق کے ہاتھوں میں مونگ پھلی کے دانے کانپے تھے اس کے وجود میں پھرتی سے چونٹیاں پھر سے زندہ ہو کر اسے کاٹنے لگیں۔ آنکھوں کی برقرار نمی میں اضافہ

ہوا اور چہرے کے عضلات سکڑ سے گئے فاروق کے بولنے کے دوران اسد اور فردوس دونوں کی نگاہیں براق پر جمی تھیں اب اس کا اگلہ اقدام کیا ہوگا کیا وہ چیخے گا چلائے گا یا پھر آج کی رات براق کے ساتھ سب پر بھاری پڑنے والی ہے۔

"لیکن میں خوش ہوں بہت خوش اور ضروری تھوڑی نا ہے میں تب بھی کامیاب لائف جی پاؤں گا جب شادی کرونگا ڈیڈ یقین کریں میں جو زندگی جی رہا ہوں نا وہ بہت حسین ہے بس آپ اس سے واقف نہیں ہیں۔"

اسد نے بے چینی سے پہلو بدلا فاروق چونکے فردوس کو اس کے لفظوں میں پوشدہ سے معنی کی بو آئی۔

"اگر تم مجھے الو کا پٹھا سمجھتے ہو تو سمجھتے رہو میں تمہاری ماں تمہاری اس حسین زندگی سے واقف ہیں اسد کی جانب مت دیکھو اس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا یہ میں ہوں جس نے سب پتا کیا اور کیا تمہیں لگتا ہے میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔"

ٹھنڈے خالی کافی کے مگ نازک سی کرسٹل کی میز پر پڑے تھے جس کے نیچے بنے

سٹینڈ پر گلابی رنگ کے بلی کے کھال جیسے فر والا بڑا سا کشن دھرا تھا جس کے بال بہت بڑے اور ملائم تھے۔

براق نے اپنا ہاتھ خالی کیا مونگ پھلی کے دانے اس نے گول کرسٹل کے باؤل میں ڈالے جو اس کے صوفے کے بازو پر رکھا تھا پھر گلہ صاف کرتا ہوا بولا۔

"جب آپ کو معلوم ہی ہے تو پھر یہ سب کیوں؟"

"تاکہ تم اس سراب سے نکل سکو براق مجھے مجبور مت کرو میں نہیں چاہتا کوئی انتہائی قدم اٹھاؤں تم نے پینتیس سال اپنی زندگی کو برباد کیا ہے اور یقین جانو تمہاری اس بربادی کا کریڈٹ میں ہر بار خود کو دیتا ہوں کیونکہ تمہارے اس بگاڑ پنے میں سب سے زیادہ ہاتھ میرا ہے تو مجھے میری غلطی کو سدھارنے دو اور وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں اب سے تمہیں کرنا بھی وہی ہے جو میں کہا کرونگا۔"

براق نے جھکے سر کے ساتھ لب بھینچے فردوس کا دل اس اعتراف پر بھر سا آیا اسد اب بھی اس ڈھیٹ کی جانب دیکھ رہا تھا لیکن اندر سے وہ بھی ایشل کو براق کے

ساتھ دیکھ کر بے سکون ہو گیا تھا۔

"سوری ڈیڈ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔" اس نے جھکا سر اٹھا کر قطعی لہجے میں کہا۔

"تم میری بات رد نہیں کر سکتے براق۔ فاروق کو اس کی ہٹ دھرمی پر طیش آیا تھا۔

"میں مجبور ہوں۔" وہ جھکے سر کے ساتھ سپاٹ آواز میں کہہ رہا تھا فاروق یکدم کھڑے ہوئے فردوس نے فوراً ان کا ہاتھ تھاما تھا جسے انہوں نے جھٹک دیا اسد مٹھیاں بھینچے بیٹھا رہا۔

"تمہاری مجبوری میں نے جڑ سے نا نکال دی تو میرا نام بھی فاروق حسان شاہ نہیں اس سُولیم نامی کیڑے کو دماغ سے نکالو۔"

فاروق کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی جب براق ان سے ڈبل طیش میں کھڑا ہوتے ہوئے دھاڑا تھا۔

"کیڑا نہیں ہے وہ، آپ میری سُولیم کو اس قدر توہین آمیز انداز میں نہیں پکار سکتے

وہ پاکیزہ ہے وہ میری محبت ہے آپ اس طرح اس کی بے عزتی نہیں کر سکتے۔ "

اسد نے کھڑے ہوتے ہوئے براق کو تھاما تھا فاروق اس کی سرخ جلی ہوئی آنکھوں میں اپنی بپھری ہوئی آنکھیں گاڑے کھڑے تھے انہوں نے دیکھا براق کی تھوڑی کانپی ہے۔

"ریلیکس ریلیکس۔" اسد اس کا بازو سہلاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"کیسے ریلیکس ہوں یار دیکھا نہیں تو نے انہوں نے سُولیم کو کیسے پکارا کیا یہ انہیں زیب دیتا ہے۔ "

"اپنی حد میں رہو براق۔" فاروق انگلی اٹھاتے آگے بڑھے تھے۔

"آپ چاہیں مجھے مار دیں لیکن آئندہ میں میری سُولیم کے بارے میں ایسے الفاظ نا سنوں پلیز یہ میری برداشت کے باہر ہوتا ہے۔ "

گیلی آواز گیلی آنکھیں سرخ چہرہ۔

"وہ تمہاری سُولیم نہیں تھی وہ شاکر کی بیوی تھی۔ "

"نہیں۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا کے در و دیوار لرزنے لگے۔

"وہ صرف میری تھی صرف میری آپ آپ اتنی سخت بات نہیں کہہ سکتے آپ مجھے یوں زخم نہیں دے سکتے۔"

وہ زخمی شیر کی طرح دھاڑا تھا ہانپتا ہوا بولا اسد نے اسے دونوں بازوؤں سے تھاما ہوا تھا۔

"اگر اتنی ہی محبت تھی براق تو اس بچی کے ساتھ وہ ظلم کیوں کیا۔"

"بس کردیں انکل۔" صبر کرتے اسد کا پیمانہ بھی چھلک پڑا۔

"رحم کریں ایسا ظلم مت کریں اس کے ساتھ پلیز۔"

پھٹی آنکھیں کھلا منہ بہتے آنسوں ساکن دل جامد سانس ٹھنڈا وجود وہ تڑپ گیا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ شدت سے دھاڑا۔ "میں نے کچھ نہیں کیا کچھ نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ شدت سے دھاڑا۔ "میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"براق۔" اسد نے اسے جھنجھوڑا تھا۔ "براق ہوش میں آ براق۔"

اسد کی آواز اسے دور کھائی سے آئی تھی اتنی دور سے کہ وہ اسے ٹھیک سے سن بھی نہیں پا رہا تھا تبھی اپنی کہے جا رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"براق ہوش میں آ رہا ہے یا نہیں سوری بڈی پھر اس ٹھنڈے پانی کا مزا لے۔"

اس نے جگ میں بھرا پانی براق کے منہ پر انڈیل دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا مندی مندی آنکھیں کھول کر دیکھا اسد خشمگیں نگاہوں کے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ صبح کی پر نور کرنیں کھڑکی سے چھلک کر اندر گر رہی تھیں اور وہ اس سمے اپنے بیڈ پر تھا اس نے بھاری دماغ کے ساتھ اپنے ہاتھ سر پر رکھے۔

"یس بے بی دن چڑھ آیا ہے اپنے فضول سے خوابوں کی دنیا سے باہر نکلو اور میرے ساتھ جوگنگ پر چلو یہ جو تم پر بڑھاپے کا خول چڑھا ہے نا اسے اتارنا ہے میں نے۔"

براق نے اپنے گیلے وجود پر نظر ڈالی پھر غصے سے اسد کو دیکھا۔

"یہ کوئی تمیز ہوتی ہے اٹھانے کی پورا گیلا کر دیا مجھے۔" وہ بیڈ سے اترتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میری تمیز تہذیب ابھی دیکھی کہاں ہے تو نے اولڈ مین اب ٹائم ویسٹ نہ کر اور جلدی ریڈی ہو کر آ۔"

وہ عجلت میں کہہ رہا تھا براق منہ بناتا ہوا واش روم میں گیا۔ اسد نے گہرا سانس خارج کیا ٹراؤزر کی پاکٹ سے براق کی ڈرار کھولی اور اس کی دوائی بدل کر فاروق کو "ڈن" کا میسج کیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

اس سورج کی کرنوں سے بھری صبح میں وہ دونوں اسلام آباد کی سڑکوں پر چہل قدمی کرنے خود کے باغ میں جاگنگ کرنے کے بعد جب گھر لوٹے تو پسینے میں

شرابور تھے۔ براق تو شدید تھکن کا شکار تھا البتہ آج اسد بھی تھکن زدہ محسوس ہوتا تھا پاکستان کی گرمی جو پہلی بار دیکھ رہے تھے وہ دونوں۔

ڈائننگ ٹیبل پر اشتہا انگیز ناشتہ پڑا تھا۔ وہ دونوں چل کر آگے پیچھے آکر بیٹھے فاروق اور فردوس کو وش کرنے کے بعد براق نے جوس کا گلاس اٹھایا اور لبوں سے لگا دیا۔

فاروق نے گلہ کھنکھارا تھا براق کے ہاتھ میں جوس کا گلاس لرزہ اس نے سست روی سے سپ لیکر فاروق کو دیکھا جو کہہ رہے تھے۔

"میں نے ایشل کو ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے۔"

براق کی آنکھیں پھیلی دل تیز تیز دھڑکنے لگا وہ اپنے بد صورت خواب کو صورت نہیں دے سکتا تھا ایک ہی سانس میں جوس ختم کر کے اپنا بریف کیس اٹھاتا کھڑا ہوا۔

"اچھا میں چلتا ہوں آج ایک اہم میٹنگ ہے (سوری اللہ) شام کو بھی دیر سے لوٹوں گا اللہ حافظ۔"

آندھی طوفان کی طرح وہ دھڑکتے دل کے ساتھ وہاں سے گیا تھا۔ وہ تینوں کھلے منہ کے ساتھ اسے جاتا دیکھتے رہے چند ثانیے کا وقفہ ہوا پھر تینوں کے لبوں سے ہنسی کے فوارے پھوٹنے لگے۔

"یہ چوہا کب سے بن گیا۔" فاروق نے اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"برے دن ہیں انکل۔" اسد کو براق کے حرکت سے تھوڑی شرمندگی محسوس ہوئی (واقعی چوہا بن گیا ہے کمینہ)

"خبردار آپ دونوں نے اگر میرے معصوم بیٹے کا مزاق اڑایا تو۔" فردوس نے انہیں وارن کیا۔

"اچھا اور جو ابھی ہنسی تھیں آپ؟"

فاروق نے مسکراتے لبوں کے ساتھ پوچھا۔

"وہ تو فطری تھا لیکن اب مزاق نہیں اور فاروق بند کریں نا اب یہ سب منع کر دیں ایشل کی فیملی کو براق اسے ایکسپٹ نہیں کر پائے گا۔"

اسد نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"آنٹی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں براق کبھی بھی ایشل کو خوش نہیں رکھ پائے گا یہ دونوں کے ساتھ زیادتی ہو گی۔"

فاروق نے پر سوچ چہرے کے ساتھ دونوں کو دیکھا۔

"پھر بتاؤ آپ دونوں میں کیا کروں؟ کیا ہمیشہ کیلئے اسے ایسے ہی چھوڑ دوں کب تک ہم سب اس کے ساتھ رہ پائیں گے زندگی اتنی لمبی وفا نہیں کرتی بیٹا وہ آج ہمارے سہارے توانا پھر رہا ہے نہیں تو اب تک خود کو برباد کر چکا ہوتا۔"

فاروق کا اشارہ اس کی میڈیسن کی طرف تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ سلیپنگ پلز اور اینٹی ڈپریشن لیتا تھا جو اس کے لئے واقعی ٹھیک نہیں تھا تبھی فاروق نے ان کی جگہ ڈاکٹر کی کنسلٹ کردہ میڈیسن رکھوائی تھیں۔

"آپ صحیح ہیں انکل اللہ ضرور کوئی نا کوئی بہتر سبب نکالے گا لیکن پلیز آپ یہ ایشل ٹاپک کلوز کر دیں۔"

پر سوچ انداز میں کہتے پھر وہ اکتا یا تھا۔

"ٹھیک ہے کر دیتا ہوں اور کیا کروں اس نے تو ویسے بھی مجھے ذلیل کروانا ہے۔"

پر ملول سے فاروق ٹوسٹڈ بریڈ پر جیم لگا کر کھانے لگے تھے دوسری طرف براق تیز تیز فٹ پاتھ پر چل رہا تھا ہاتھ میں بھورے رنگ کا چمڑے کا بریف کیس تھا نیوی بلیو ٹکسیڈو کے ساتھ اس نے بالوں کو جیل سے جمار کھا تھا اور مضطرب دکھتا تھا۔ اس کے قدم تیز تھے اور چال میں ہیجان تھی۔ وہ چلتے چلتے یکدم کسی سے بری طرح ٹکرا یا۔

"اوفف آہ میرا چشمہ۔" براق سوچوں کے سمندر سے باہر نکلا اور چونک کر اس بچے کو دیکھا جو براق کے پاؤں تلے مسلا گیا اپنا سیاہ موٹے فریم والا چشمہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہرا قرب اور آنکھوں میں اداسی دکھتی تھی۔

"اوپس سوری مجھے پتا نہیں چلا۔" براق نے جونہی کہتے ہوئے سر جھکایا تو بری طرح چونک گیا۔ یہ تو وہی ننھا براق تھا جس سے ملنے کے لئے اس نے سکول کے پرنسپل

سے اپائنٹمنٹ لی تھی۔

"آآآپ نن نے میرا چچچ۔" وہ اڑ گیا پھر زور لگا کر بولا۔ "چشمہ توڑ دیا۔"

"مجھے افسوس ہے۔" پتا نہیں یہ جملہ اس نے بچے کے ہکلانے پر کہا تھا یا عینک کے ٹوٹنے پر جو بھی تھا براق اداس ہوا تھا۔

"آآپ کے اداس ہونے سے میرا چشمہ ٹھیک تھوڑی نا ہو جانا ہے۔" وہ ناخوش سا اپنی یونیفارم کی ٹائی سے اس کے دوسرے شیشے کو جو اس افتاد سے بچ گیا تھا صاف کر کے چلتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں اسے ٹھیک کروا دیتا ہوں میرے ساتھ چلو۔"

براق نے ہاتھ بڑھا کر پیشکش کی تھی بچے نے ہاتھ جھٹک کر فوراً اسے رد کیا۔

"نہیں میں اجنبیوں سے بات نہیں کرتا آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔"

وہ برق رفتاری سے چلنے لگا تھا اگر جو بڑی ماما کو پتا چل گیا تو پھر ڈانٹ پڑے گی۔

براق اب کے محظوظ ہوا اور اس کے پیچھے ہو لیا گھر سے وہ اس قدر پریشانی میں نکلا کہ

گاڑی لینا بھول گیا وہ تو راستے میں یاد آیا پھر ڈرائیور کو کال کرنے کی بجائے اس نے اپنی تنہائی کے ساتھ واک کرنا ہی پسند کیا اور اس فیصلہ نے اس سے یہ حسین اتفاق کروا دیا۔

"ہم اجنبی کیسے اُپ کا چہرہ بالکل میرے جیسا ہے آنکھیں بھی دیکھو۔"

براق نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا اس بچے کی گریفائیٹ آنکھیں خوشی و حیرت کے ملے جلے تاثر سے پھیلیں منہ بھی کھل گیا۔

"بلاشبہ یہ حقیقت ہے اُپ دیکھ سکتے ہو۔"

بچہ پہلے اسے شاک میں دیکھتا رہا پھر اس کے ماتھے پر تیوریاں ابھریں گردن اکڑائی اور چلنے لگا براق نے ناسمجھی سے اسے جاتے دیکھا۔

"کیا ہوا۔"

"مجھے ایسے لوگ ہر گز نہیں پسند جو میری چیٹنگ کریں آپ نے میرا چشمہ توڑا میرا چہرہ چرایا یہ لیں پکڑیں اسے بنوا کر دیں بغیر چشمے کے میں دیکھ نہیں سکتا میں

NC

ادھر۔"

اس نے فیصل مسجد کے احاطے میں لگے درختوں کے جھنڈ تلے بنے سیمنٹ کے بینچوں کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹھا ہوں آپ اسے بنوا کر لے آئیں لیکن آنا جلدی مجھے سکول سے دیر ہو رہی ہے"

براق نے ریسٹ واچ کی طرف دیکھا ساڑھے نو بجے کونسا سکول لگتا تھا۔ وہ اس کا چشمہ پکڑ کر قریبی مارکیٹ کی جانب چل دیا بیس منٹ بعد وہ آیا تو وہ بچہ پاؤں ہلاتا اپنا لنچ باکس کھولے بیٹھا تھا۔ براق اس کے سامنے بینچ پر آکر بیٹھا اور نیا نکور بنا چشمہ اس کی جانب بڑھایا۔

"آپ کا چشمہ عبداللہ۔" بچے نے جھٹکے سے چہرہ اٹھایا جس پر فقط ایک سوال رقم تھا۔

"آپ کو میرا نام کیسے پتا چلا۔"

"اوہ کم آن مجھے پتا ہے جو ابھی آپ نے کوئز کمپٹیشن جیتا ہے وہ میری کمپنی کا ہی تھا اس لئے میں جانتا ہوں آپ بارے میں۔" عبداللہ اس کی بات سن کر اپنا لنچ باکس اب خالی کرنے لگا تھا۔ اس کی نگاہیں لوگوں کے ٹولوں پر تھیں خصوصاً فیملیز پر جن میں ایک ماں ایک باپ اور ان کے بچے ہوتے تھے براق نے اس کی نظروں کے ارتکاز میں دیکھ کر اس سے پوچھا۔

"آپ نے سکول نہیں جانا۔"

"میں نے بنک کیا ہے اور آپ نے آفس نہیں جانا۔"

"میں نے بھی بنک کیا ہے۔"

"سکول سے بنک کیوں کیا؟"

"میں، میری مام سے ناراض ہوں۔"

"اور آپ نے بنک کیوں کیا؟"

"میں، میرے ڈیڈ سے ناراض ہوں۔"

دوبدو جواب دیتے ہوئے دونوں نے لوگوں کے ٹولوں سے نظر ہٹا کر ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔

"اپنی مام سے کیوں ناراض ہو ہماری باتیں آپس میں ملتی ہیں۔" سوال پوچھ کر وہ پرجوش سا بولا تھا۔

"اب آپ میرے الفاظ بھی چوری کر رہے ہیں ویل میں ان سے اس لئے ناراض ہوں کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے۔"

برا منہ بناتے ہوئے اس نے عجیب بات کی تھی لیکن براق نے اس کی بات کی تائید کی۔

" صحیح کہا میں بھی اس لئے ناراض ہوں کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے۔"

بچے نے پھر سے لوگوں کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

"عبداللہ کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کتنے سال کے ہو اور کس سٹینڈر میں پڑھتے ہو۔"

اس کی توجہ پانے کی غرض سے براق نے یہ سوال کیا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے متاثر بھی ہوا۔

"کوئز کمپیٹیشن والی انفارمیشن سے آپ کو پتا چل تو گیا ہو گا کہ میں تقریباً سات سال کا ہوں اور تھرڈ سٹینڈرڈ میں پڑھتا ہوں۔"

"امم ہاں۔" براق نے ماتھا کھجایا۔ "سات سال کے اور تھری میں؟"

بچے نے اس نظروں سے اسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو مجھے آپ کا یہ سوال ہرگز پسند نہیں آیا لیکن بولا تو لہجہ عام سا تھا۔

"میں فیل ہو گیا تھا۔"

براق اس کی ہمت و جرت کا قائل ہوا اس کی ڈھکی چھپی شرمندگی کے اثر کو زائل کرنے کے لئے بولا۔

"میں بھی ایک دفعہ فیل ہوا تھا اور یہ میرا راز ہے جواب تک کوئی نہیں جانتا سوائے اس اسد کے وہ میری ہر چیز میں گھستا ہے کسی بات کو راز ہی نہیں رہنے دیتا۔"

اسد نام پر جہاں منہ میں کڑواہٹ گھلتی تھی وہیں آنکھوں میں محبت امڈ آتی تھی۔

"تو پھر آپ مجھے اپنا راز کیوں بتا رہے ہیں ویسے وہ موٹی علیشہ بھی بالکل آپ کے اسد انکل جیسی ہے میری ہر چیز میں گھستی ہے۔ میرا دل کرتا ہے میں اسے غائب کر دوں لیکن پھر وہی بات مجھے اس سے بھی محبت ہے اور یہ میرا راز ہے زیادہ خوش نہ ہوں آپ نے مجھے اپنا راز بتایا میں نے بھی بتا دیا اب آپ کا کوئی ادھار نہیں میرے پاس۔"

وہ بریڈ کے سلائس کترتے ہوئے بے نیازی سے چند لفظ ہکلاتے کہہ رہا تھا آہستہ آہستہ اس کی ہکلاہٹ ختم ہو رہی تھی لگتا تھا وہ بالکل انجان لوگوں سے بات کرتے ہوئے ہی ہکلاتا تھا۔ وہ ویسا تھا نہیں شاید اس میں کانفیڈنس کی شدید کمی تھی۔ براق کو بے ساختہ اس پر پیار آیا یہ بچہ معصومیت کی حد تک معصوم تھا۔

"ٹھیک ہے تو گھر جانے کا کیا پروگرام ہے؟"

"میں ابھی گھر نہیں جاؤں گا وہاں موم ہو نگی بڑی موم ہو نگی وہ موٹی علیشہ ہو گی میں

آج غائب رہونگا تاکہ ان سب کو میری۔۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رکا تھا براق نے چونک کر اس کے چہرے پر پھیلے اداسی کے رنگ دیکھے ایسی کیا بات تھی جو اتنا معصوم بچہ اداس تھا۔

"اوہ مجھے یاد آیا آج تو میں نے بھی گھر نہیں جانا وہاں ڈیڈ ہونگے اسد ہوگا اور وہ ایشل بھی تو ہوگی میں نے کہا تھا ڈیڈ سے کہ وہ میرا ڈنر پر انتظار نہ کریں میں نے دیر سے آنا ہے عبداللہ آپ کا کہاں جانے کا پروگرام ہے۔"

"میں یہیں رہونگا آپ جا سکتے ہیں۔"

اس نے اپنا بیگ کندھے سے اتار کر پہلے ہی بینچ پر رکھ دیا تھا اب وہ اس کی سائیڈ پاکٹ سے واٹر بوٹل نکال کر لبوں سے لگا رہا تھا۔

"کیا ہی اچھا ہوا گر ہم دونوں ساتھ وقت گزاریں مطلب یہیں آپ نے تو میرا نام بھی نہیں پوچھا عبداللہ۔" بچے نے بے زاری سے اسے دیکھا پھر بولا تو جیسے تھکا ہوا سا تھا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"براق شاہ۔" دوسروں کے ساتھ بے زاری سے پیش آنے والا آج جب اپنے لئے بے زاری دیکھ رہا تھا تو بجائے اس کے برا منائے مسکرا رہا تھا کیوں یہ تو اس بھی معلوم نہیں تھا۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں اب غصہ تھوک دینا چاہیے۔"

یہ عبداللہ سے ملنے کے چار دن بعد کی بات تھی۔ اس کی اینٹی ڈپریشن کی جو گولیاں وہ لے رہا تھا وہ کام نہیں کر رہی تھیں یا شاید انہیں بدلا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے ایک تو وہ کافی دنوں سے سُولیم کی یادوں کے گرداب میں پھنسا تھا اوپر سے اس نے جو بند باندھ رکھا تھا فاروق اور فردوس کی وجہ سے وہ آج ٹوٹنے کے مراحل میں تھا۔ پراپر میڈیسنز بھی اس نے لینا چھوڑ رکھی تھیں اب اس کی جو حالت تھی وہ تمام چیزوں کا مجموعہ تھی۔

وہ بری طرح اپنی گردن کو ناخنوں سے کھجا رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو چلا تھا اور آنکھیں متورم اسے لگنے لگا جیسے بدن میں موجود چونٹیاں اسے کاٹنے لگی ہیں اس نے چلانا شروع کیا۔ اس کی چیخیں پورے شاہ لاج میں گونجنے لگیں اس گونج کی آواز باہر بیٹھے فاروق اسد اور فردوس کے کان جلا رہی تھی۔ وہ تینوں ایک ہی پوزیشن میں لب بھینچے بیٹھے تھے صرف ایک شخص تھا جو آنسو بھی بہا رہا تھا اور وہ تھی فردوس، ان کی آنکھوں سے تواتر سے احساس کی لڑی ٹوٹ کر بکھر رہی تھی۔ وہ براق کے پاس جانا چاہتی تھیں لیکن اسد اور فاروق نے ان کو روکا ہوا تھا براق کا درد اس کی تکلیف کا اندازہ انہیں اب ہو رہا تھا۔ بیس سال اپنے بیٹے کو خود سے جدا کر کے رکھنا اس کی طرف سے بے پرواہی برتنے کا خمیازہ انہیں اب ستائے دے رہا تھا۔ انہیں رہ رہ کر افسوس ہوتا کہ وہ فاروق کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑی کیوں نہیں ہوئیں، ہوتیں تو آج براق کی یہ حالت نہ ہوتی ان کا بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا اور ان تمام تکالیف سے بچا رہتا۔ دوسری جانب فاروق کا دماغ شدید

زلزلوں کی زد میں تھا انہیں براق کی اس انتہا حالت کا اب احساس ہو رہا تھا۔ وہ بار بار خود کو ریگریٹ کر رہے تھے کہ کیوں نا انہوں نے فردوس کی بات مان کر براق کو اتنی آزادی نہ دی ہوتی اسے باہر پڑھنے پھر وہیں مستقل قیام کے لئے اجازت نہ دی ہوتی اگر وہ شروع سے ہی باپوں والی تھوڑی سختی جو ہر اولاد کا حق ہے اس پر رکھتے تو وہ آج اس موت کی سی تکلیف میں نہیں ہوتا۔ ان کا دماغ جمع تفریق کرنے لگا براق کی یہ حالت سُولیم کی گمشدگی کی وجہ سے ہے وہ اسے ڈھونڈ لیں گے ان کی آنکھیں عزم سے چمک رہی تھیں پھر یکدم ان کی جوت بجھی اگر وہ واقعی مر گئی ہوئی تو؟ یہاں پر اس خیال پر وہ ہار رہے تھے انہوں نے نگاہ گھما کر سوں سوں کرتی فردوس اور ٹھس بیٹھے اسد کو دیکھا۔

"اس کے ساتھ ایسا کب تک ہوتا ہے؟" مخاطب اسد تھا بولے تو آواز شکستہ تھی باہر آسمان بالکل اماوس کی رات کی مانند سیاہ اور تنہا تھا اس رات کی تنہائی ان تینوں کے سینوں میں اندھیرہ پیدا کیے دے رہی تھی۔

اسد سرخ آنکھوں سے ضبط کئے بیٹھا تھا اس کا دل اپنے دوست اپنے بھائی کے درد سے پھٹنے کے قریب تھا درد تیزاب کی مانند اس کے بدن میں پھیلتا اسے جلائے دے رہا تھا۔ پچھتاوے ہچکولے لینے لگے دکھ گردن جکڑنے لگا اس سے پہلے اس دکھ کے پھندے سے وہ مر جاتا فاروق کی آواز کسی زندگی کی طرح اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی اس نے دیکھا دکھ کا پھندا ہولے ہولے ڈھیلہ ہو کر اس سے جدا ہونے لگا ہے۔

"بہت بار۔" بولنے کے سبب گردن ہلی پھندا اور ڈھیلا ہوا بالکل ٹائی کی ناٹ کی طرح۔ بولا تو آواز پانیوں جیسی تھی

فاروق کی آنکھوں کی سرخی بڑھی فردوس کے رونے میں شدت آئی۔

"مجھے نہیں پتا مجھے میرا بیٹا پہلے جیسا چاہیے آپ کہیں سے بھی کہیں سے بھی سُولیم کو ڈھونڈیں اور لے آئیں میں اپنے بیٹے کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی فاروق یہ اب میری برداشت سے باہر ہے۔"

انہوں نے بے حد بھاری آواز کے ساتھ کہا رات کی سیاہی آج پوری طرح شاہ لاج میں اتری ہوئی تھی۔ کالی طاقتوں کی مانند اس نے کوئی نحوست سی اس گھر میں انڈیل دی تھی دور سے ہی دیکھنے پر اس اندھیرے میں ڈوبے گھر سے خوف آئے اور جو بھی وہاں سے گزرے اس کی دہشت سے سرپٹ دوڑ جائے۔

اسد کے دکھ اور پچھتاوے کا پھندہ فردوس کی بات سے پھر کسنے لگا فاروق نے دل گرفتگی سے کہا۔

"اللہ سے بہتر کی امید رکھو فردوس اللہ بڑا کریم ہے وہ کوئی نا کوئی سبب ضرور نکالے گا اسد مجھ میں ہمت نہیں جا کر اسے دیکھو ٹھیک ہے۔"

فردوس سے کہنے کے بعد انہوں نے اسد کو مخاطب کیا صبح کے تین بجے براق کی آوازیں تھمی تھیں اور تین بج کر پانچ منٹ پر بھاری شکستہ قدموں کے ساتھ اسد اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر گیا تھا۔

دروازہ کھلا اور اسد کا دل ٹکڑے ہو گیا اندر کا منظر اتنا گھٹن زدہ تھا کہ اسے خود کی

سانس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے بے اختیار اپنا سینہ مسلا اور دھندھلی آنکھوں کو رگڑ کر سامنے دیکھا سب واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ کروٹ میں خود کو بچے کی طرح سمیٹے زمین پر لیٹا تھا اس کے ارد گرد کمرے کی تباہی کا سامان پڑا تھا کانچ کے ایک دو ٹکڑے پتا نہیں کہاں چبھے تھے کہ اس کا تھوڑا سا خون براؤن کارپیٹ میں جزب ہو اد کھتا تھا اس کے بالوں کا گچھا بھی وہیں اس کے نزدیک پڑا تھا جو شاید اس نے ہیجان میں کھینچ نکالا تھا۔

اسد طویل مسافت طے کر کے اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا اپنے جمے ہاتھ بدقت تمام اس کی جانب بڑھا کر اسے سیدھا کیا اور بامشکل خود پر بند باندھا اس کا سینہ اور گردن ناخنوں سے زخمی تھے۔ اس کی کان کی بالی پر خون جما تھا جو کان کے زخمی ہونے سے نکلا تھا ہونٹ سفید مردے کی مانند سخت اور پیوست تھے اور پلکوں پر ڈھیر سارے ندامت کے موتی۔

اسد نے اس کا زخمی ہاتھ اٹھایا اور ٹھٹھک گیا براق کے بدن سے نظریں ہٹا کر اس

نے آس پاس دوڑائیں تو طیش غیض و غضب کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ اس کے آس پاس ڈھیر سارے خالی انجیکشنز پڑے تھے اور خالی شیشیاں بھی گری ہوئی تھیں۔ اسد نے جھٹ اس کے بازو کی جانب دیکھا جس میں سے خون رس رہا تھا پھر اس کی نظر اس شربتی رنگ کی سیاہ مائل شیشی پر پڑی اس نے جھک کر اس سلنڈر نما دو انچ جتنی بوتل کو اٹھایا اس کا لیبل پڑھا اور ایک زوردار گھونسا بے ہوش براق کے منہ پر مارا وہ ٹس سے مس نہ ہوا یونہی ہوش و خرد سے بیگانہ پڑا رہا۔ اسد اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیٹھا رہا وہ کیوں نا جان سکا براق کے اس سلو پوائزن لینے کے بارے میں کیا وہ اتنا غافل ہو گیا تھا کہ اس کی آنے والی موت سے باخبر نہیں ہو سکا اس کا دوست اس کا بھائی اس کی جان آہستہ آہستہ اپنی رگوں میں زہر انڈیل رہا تھا اور وہ جان نا سکا وہ انجان رہا۔ اسد نے آگے بڑھ کر اس کی گردن سے اسے اٹھا کر خود سے لگایا اور ڈھیر سارے آنسو اپنے حلق میں اتار لیے۔

پو پھٹ چکی تھی سرخی مائل سفیدی نے رات کی سیاہی کو نگلا اور اس کی نحوست ختم کر کے ایک نور سا چاروں اور پھیلا دیا بلاشبہ واقعی اندھیرے کے بعد سویرا ہوتا ہے پاکیزہ سا سویرا جس میں مؤذن کی صدائیں آسمان میں پھیل کر ایک سحر سا طاری کر دیتی ہے جس میں نیکی و بھلائی کی جانب بلانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

دکھوں، رنج، پریشانی، مسائل کو ایک سائیڈ پر رکھ کر اس رب کی بارگاہ میں حاظر ہونے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے جس کے پاس ان تمام دنیاوی چیزوں کا حل موجود ہے جو سب پر قادر ہے اور سب کو عطا کرنے سننے کے لئے بیٹھا ہے۔ اس پرنور سی صبح جس میں پنچھی اپنے رب کی حمد و ثناء کر کے آسمانوں کی وستوں کو ماپتے اور خود کے لئے رزق تلاش کرتے ہیں۔ غول کے غول اپنے اپنے گھونسلے چھوڑ کر اللہ کی بنائی ہوئی زمین کی رعنائی کو دیکھنے کیلئے اڑتے ہیں ان بہت سو میں سے ایک ننھی سی چڑیا اڑ کر براق شاہ کی کھڑکی کے پاس آئی اور پنی چونچ بجانے لگی۔ وہ اس بے خبر بے سدھ سوئے شخص کو اٹھانے لگی جو اسے کوئی قدیم زمانے کا بھٹکا ہوا درویش

NC

معلوم ہوا جو نجانے کہاں سے یہاں آگیا تھا۔ چڑیا نے دیکھا جب وہ درویش اس کی صدا سے نا اٹھا تو اس نے گردن موڑ کر اس چمکیلے گولے کو دیکھنے لگی جو کب سے اس سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا

یہ درویش میری روشنی سے ہی اٹھے گا تم ہٹو پھر دیکھو میں کیسے اسے اٹھاتا ہوں۔

ننھے پرندے نے مسکرا کر منہ پھلائے افشاں بھری تھال کو دیکھا اور اپنا وجود تھوڑا سا کھسکا یا روشنی کی کرن جو راستے کی منتظر تھی جھٹ سے اس قدیم درویش کے چہرے پر جا سمائی وہ کسمسایا اور آنکھیں کھول دیں گریفائٹ آنکھیں زرد روشنیوں میں چمکنے لگیں۔

روشنیوں کا بادشاہ بولا۔

"دیکھا میں نے کہا تھا نا۔"

ننھے پرندے نے اپنے پر ہلائے اور آسمان کا رخ کیا۔ براق نے اس اڑتی چڑیا کو دیکھا پھر اپنی گردن پکڑ کر دائیں بائیں ہلانے لگا۔ ایک نظر کمرے کی ابتر حالت پر ڈالی

پھر اٹھ کر واش روم میں گھسا لونگ شاور کے نیچے کھڑے ہو کر وہ جیسے ساری تھکاوٹ دور کر رہا تھا لیکن یہ تھکاوٹ دل کی تھی کیسے ختم ہوتی۔ باتھ گاؤن پہن کر وہ باہر آیا کمرے کی حالت درست کی پھر براؤن تھری پیس کے ساتھ اس نے وائیٹ ٹائی کا انتخاب کیا۔ بال جیل سے جمائے پرفیوم چھڑکا بھنور کا کٹ جو ماضی کی کہانی تھی اسے ہاتھ سے چھوا یکدم نظر کان کی بالی پر پڑی اس پر خون جما ہوا معلوم ہوتا تھا اس نے ویپ ٹشو نکال کر اس بالی کو آہستہ سے رگڑ کر صاف کیا۔ ٹشو ڈسٹبین میں ڈال کر وہ جونہی ہاتھ دھونے کی غرض سے مڑا وہ سامنے کھڑی تھی ہاتھ سینے پر بندھے تھے اور آنکھوں میں غصے کی رمق تھی۔ براق نے اسے تحمل سے دیکھا نظر انداز کر کے نکل جانا چاہا لیکن وہ سامنے آگئی اور وہ شیشی براق کی آنکھوں کے سامنے لہرائی جو آج کل اس کی پسندیدہ ڈوز تھی۔ براق نے نظریں جھکائے رکھیں اٹھنے کی سکت ہی نہیں تھی اس میں وہ آنسو گرائے اس کا جھکا سر برداشت کرنے لگی۔

اس کے آنسو ان دونوں کے درمیان گرے تھے براق نے تڑپ کر چہرہ اٹھایا

آنسوؤں سے لبالب آنکھیں، متورم چہرہ، ناراض سا انداز وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

"تم جھوٹے ہو بہت بڑے جھوٹے، دھوکے باز مکار فریبی بزدل تم ہر بری چیز ہو

براق شاہ۔"

براق کو اس کے الفاظ تکلیف نہیں دے رہے تھے اس کی تو نگاہیں ان ٹوٹتے

موتیوں پر تھیں جو اس کا دل جلا رہے تھے

اس نے شیشی براق کے سینے پر ماری۔

"مجھ سے آئندہ بات مت کرنا میرا اور تمہارا تعلق ختم۔"

وہ جانے لگی تھی براق نے اس کی کلائی تھام لی یہ اس کی برداشت کی حد تھی یہاں پر

وہ ٹوٹتا تھا۔

"آج آپ نے یہ بات کر دی آئندہ کی تو۔۔"

سخت لہجہ اختیار کیے وہ دھیمی آواز میں اسے دیکھتا کہہ رہا تھا۔ سوا نیزے پر پہنچے

افشاں کے گولے نے کھسیا کر یہ منظر دیکھا اور آنکھ کے اشارے سے اپنی روشنی کی کمان کو ادھر سے کھسک جانے کو کہا وہ خود بھی تھوڑا اہلا تھا۔

"تو کیا ہاں۔" اس نے کلائی چھڑوانے کی کوشش کی لیکن گرفت مضبوط تھی۔

"تو میں خود کو ختم کر لوں گا۔"

روشنیوں کا ہالہ چادر کی طرح سمٹ کر کھڑکی میں جا پہنچا اب کمرے میں صرف اس کا عکس دیکھا جا سکتا تھا۔

"ہاں تم کر سکتے ہو۔" وہ فوراً تیوری ڈال کر بولی۔

"حرام چیزوں کی اتنی لت جو ہے تمہیں تم کر لو گے۔"

براق نے مرچوں بھری نظروں سے اسے دیکھا وہ طعنہ ہر ایک سے توقع کر سکتا تھا لیکن جو سامنے کھڑی ہستی تھی اس میں اس کی جان بستی تھی اس کے منہ سے سنا گیا طعنہ گویا جلتے بدن پر تیزاب کا کام کر گیا تھا اسے اپنی جان کی بات پر شدید غم ہوا۔ محبت غم ہے اور غم ایک ایسی تلوار ہے جو ڈائیریکٹ دل پر وار کرتی ہے جانتی ہے نا

اسی سے تو تمام بدن کا کنکشن ہے یہاں پر ضرب لگائی تو اپنی مرضی کا زخم پایا ہاں ٹھیک ہے بعد شاید خوشی کی ایک چھوٹی سی پھوار ان زخموں کو بھر دے گی لیکن کیا وہ ان نشانات کو مندمل کر سکے گی جو دل پر لگ کر بدن کو بدصورت بنا گئے اتنا بدصورت کہ جب آئینے میں اپنا عکس نظر آتا ہے نا تو وہ بھی بدصورت داغوں سے بھرا دکھتا ہے ڈھیر سارے بدصورت داغ جو محبت کی عنایت ہیں اور جو اس وقت براق شاہ کے دل پر لگ کر اس کے چہرے کو ان داغوں سے جھلسا رہے تھے۔

"آپ کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔"

آواز میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں تھیں مقابل کو اپنے لفظوں کی سنگینی کا احساس ہو گیا وہ ڈھیلی پڑی تھوڑا سا برا بھی لگا۔

اس نے لب کھولنے چاہے لیکن وہ اس کا ہاتھ چھوڑے باہر جا رہا تھا اس نے بے بسی سے اس انسان کو جاتے دیکھا جو اسے اس دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا تھا جو اس کی بہت پرواہ کرتا تھا اسے خود پر غصہ آیا۔

کمرے سے باہر نکل کر اس نے ایک گہرا سانس بھرا دل پر لگی چوٹ کے داغ چہرے سے ہٹا کر پیاری سی مسکان سجائی آنکھوں میں چمک اور چال میں معمولیت پیدا کرتا وہ ڈائننگ ٹیبل پر آیا جہاں خطرناک قسم کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"اسلام علیکم۔"

بھرپور سلام کر کے اس نے تینوں پر طائرانہ نگاہ ڈالی جو بغیر جواب دیے اپنا اپنا بریک فاسٹ شروع کر چکے تھے۔ فردوس شدید برہم ہو خفا لگتی تھیں فاروق طیش میں اور اسد پر اسراریت کی حد تک سپاٹ، اس نے تھوک نگلتے ہوئے چپ چاپ اپنی سیٹ سنبھالی وہ بریک فاسٹ نہیں کیا کرتا تھا فقط دودھ کے گلاس کے ساتھ وائیٹ ہنی لیتا تھا اب بھی اس نے جگ سے دودھ گلاس میں انڈیلا شہد کا جار اٹھایا اور اس کا ڈھکن کھول کر چمچ بھرنے لگا یہ سب کرتے اس کی نگاہیں جاویدہ مورتیوں پر تھیں جو کوئی طوفان لانے کی پیشن گوئی کر رہی تھیں اپنی خاموشیوں کے عوض۔

براق نے جھٹ سے چمچ گلاس میں ڈالا جار کا ڈھکن بند کیا اور شہد دودھ میں ملانے

لگا۔ اسے اس دل دہلا دینے والی خاموشی سے کوفت ہو رہی تھی وہ جلد از جلد اس خاموشی کی تصویر سے اپنا رنگ مٹانا چاہتا تھا ابھی اس کی چمچ دودھ میں گھوم ہی رہی تھی کہ فاروق کی کرسی کھسکانے کی آواز آئی اس نے جھنجھلائی نظروں سے انہیں دیکھا جو لب بستہ اٹھ کر جا رہے تھے ان کے اٹھتے ہی فردوس بھی اٹھی تھیں۔

"ضرور کچھ نا کچھ گڑبڑ ہے۔" اس کی نگاہ رینگ کر سپاٹ بیٹھے اسد پر پڑی جو سلو موشن میں اپنی بریڈ کھا رہا تھا۔ براق نے گلاس لبوں سے لگایا جونہی فاروق اور فردوس نے ڈائننگ ہال کا دروازہ عبور کیا براق کا دل زور کا دھڑکا اسد نے اپنی عقاب سی نگاہیں جو اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ براق نے جھٹ دودھ کا گلاس لبوں سے لگایا تھا۔ اسد کی چبھتی تیز نظریں جانے کیا کھوجنے چاہنے میں مگن تھی پھر ابھی گلاس آدھا بھی ختم نہیں ہوا تھا جب اس نے تیز دانت کچکچانے کی آواز سنی۔

"حد ہے براق حد ہے توبہ ہے تیرے ڈھیٹ پنے کی اور سفاکی کی تجھے لگا تو کچھ بھی کرے گا ہم بے خبر رہیں گے ہاں تو اتنا گھٹیا انسان ثابت ہو گا میں نے سوچا نا تھا۔"

وہ کھڑے ہوتے ہوئے منہ سے کف نکالتا چیخا تھا براق نے گلاس لبوں سے ہٹایا الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھا اس کی نظریں کہہ رہی تھیں وہ کیا کہہ رہا ہے؟

"یہ تو حرام سے دور گیا ہے یہ تو نے اپنی برائیاں ترک کی ہیں اوہ ہاں میں بھول کیسے گیا جسے ایک بار حرام کی لت لگ جائے وہ کیونکر اسے چھوڑے گا۔" براق کا ماتھا انگنت لائنیں بنانے لگا۔

"مزا تو اسی چیز میں ہے نا جو منع ہے لذت تو اسی چیز میں ہے جس سے فاصلہ کا حکم ہے تو پھر کیوں بھئی کیوں براق شاہ دی ان بیٹ ایبل انسان کیوں اس منع چیز سے دستبردار ہو گا۔ جھوٹا ہے براق شاہ جھوٹ بولتا ہے ہر قدم پر ہر عمل کے ساتھ تو نے نہ صرف مجھے دھوکے میں رکھا بلکہ انکل آنٹی کے ساتھ سُولیم کے ساتھ بھی جھوٹ بولا تو، تو وہی پرانا براق ہے جسے بس اپنی پڑی ہے اپنی تکلیف اپنا دکھ باقی سب جائیں بھاڑ میں اگر کسی سے محبت ہوتی نا تجھے تو اتنی گھٹیا حرکت نہ کرتا۔"

براق نے آدھے بھرے گلاس کو دیکھا پھر اسد سے مخاطب ہوا۔

"میں نے کیا، کیا ہے اسد۔"

سپاٹ کسی بھی جذبے سے عاری آواز پر اسد نے انجیکشن کا سلینڈر اور ایک سیلڈ شربتی رنگ کی شیشی ٹیبل پر اچھال دی۔ براق نے سانس روک کر اسے دیکھا تھا جو پھسلتی ہوئی براق کی سائیڈ سے نکل کر نیچے گر گئی تھی ہاں قدموں میں بچھی سکن کلر کی کارپیٹ نے اسے ٹوٹنے سے بچا لیا تھا۔

براق نے گلا کھنکھارا اسے تر کرنے کے لئے پھر سے گلاس لبوں سے لگانے لگا لیکن اسد نے اس کے ہونٹوں سے لگنے سے پہلے ہی اسے چھین لیا براق نے ہینڈز اپ والے انداز میں ہاتھ اٹھائے

"میں کچھ بکواس کر رہا ہوں۔"

"موم ڈیڈ کو پتا ہے؟" اس کی آواز میں ڈر ہلکورے لینے لگا۔

"کاش انہیں پتا ہوتا۔" براق کے لبوں سے زندگی بھر سانس خارج ہوا۔

"یہ حرام نہیں ہے حلال ہے اور یہ مجھے سکون دیتی ہے جب وہ بہت یاد آتی ہے۔"

اسد ایک پل کو چونکا لیکن اس کا شدید دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہ دودھ سے بھرا گلاس اس کے چہرے پر اچھال دے۔ ایک عورت کے پیچھے وہ اپنے بہت پرانے پکے رشتے بھول گیا تھا جو اس کے ہر سانس کے ساتھی تھے۔

"ہاں یہ حلال ہے لیکن جو اس سے مشترک چیز ہے وہ حرام ہے تو اسے لے رہا ہے لیتا رہا تو تو ختم، ایک اور حرام چیز۔۔ براق شاہ تو اپنی غلطی کو تاویل میں ریپ کر کے صحیح ثابت نہیں کر سکتا جو غلط ہے وہ غلط ہے ٹرائے اینڈ رسٹینڈ تو ایک کے پیچھے اتنوں کو اذیت نہیں دے سکتا یہ میرے ہاتھ دیکھ۔"

اسد نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"رحم کر خود پر بھی اور ہم پر بھی اگر تو باز نا آیا تو یاد رکھنا تیرا میرا ساتھ اسی دن ختم ہو جانا ہے۔"

"اسد یہ مجھے سکون دیتی ہے۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر ایک ایک لفظ توڑ کر چبا چبا کر بولا۔

اسد حیرت و ملامت سے اسے دیکھے گیا ایک ساعت گزری پھر وہ یکدم مڑا اسکے قدم باہر کی اور تھے۔

"اسد پلیز۔" براق وہیں سے اونچی آواز میں بولا لیکن اسد نے نا سنی وہ اس سے خفا ہو گیا تھا اور اس کی خفگی جائز بھی تھی۔

براق نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرایا پھر بریف کیس اٹھاتا باہر کو گیا تھا۔ ڈرائیور کو گاڑی سے نکال کر اسنے کیز تھامی بریف کیس کو پیچھے گرایا اور گاڑی زن سے بھگاتا روڈ پر ڈال گیا اس کے ہاتھ مسلسل اسد کا نمبر ڈائل کر رہے تھے جو بند جا رہا تھا اس نے میسج ٹائپ کیا۔

"تمھیں نہیں لگتا تمھیں اب اپنا غصہ تھوک دینا چاہیے ٹھیک ہے جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی کرونگا۔"

چند گھنٹے گزرے جواب نہیں آیا براق کا دل اداس ہوا وہ پھر سے اس کا نمبر ملانے لگا لیکن وہ اب بھی آف جا رہا تھا اس نے ایک اور میسج ٹائپ کیا۔

"اب بہت ہو گیا اسد اگر تو نے شام تک مجھے جواب نا دیا تو میں نے یہاں سے چلے جانا ہے۔ "

میسج ٹائپ کر کے سینڈ کر کے بھیج کر اس نے سیل ڈش بورڈ پر اچھال دیا۔

"وہ جانتا ہے مجھے اس سے محبت ہے اسی بات کا وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ "

ڈھلتے سورج کی زرد روشنی میں وہ ٹراؤزر ٹی شرٹ میں اسد کا انتظار کرتے کرتے سڑک پر پیدل مارچ کرنے لگا تھا اس کے دل میں غبار تھا اور چہرے پر اکتاہٹ، آٹھ گھنٹے ہو گئے تھے اور اس کا فون اب تک آن نہیں ہوا تھا۔ وہ نا ہی آفس میں تھا اور نا ہی اپنے فارم ہاؤس، فاروق کو بھی اس کا نہیں پتا تھا پتا ہوتا تو بھی وہ اسے نا بتاتے اس کے والدین اسکے کم اسد کے زیادہ تھے۔ دونوں نے اس سے بائیکاٹ کیا ہوا تھا تبھی گھر کی خاموشی اور اسد کی پریشانی میں وہ چلتا ہوا کافی آگے آ گیا سورج کی زردی میں چلتا زرد سے براق کی گریفائیٹ نگاہیں ننھے براق پر پڑیں جو ٹرالی میں ڈھیر سارا

سامان لدے اسے گھسیٹے کہیں جا رہا تھا پہلی ملاقات کے بعد وہ آج اسے دکھ رہا تھا۔

اس نے اس سے ملنے کی کوشش کی تھی اور ناہی مزید اس کے بارے میں جاننے کی

لیکن اب جبکہ وہ اسے نظر آ گیا تھا تو براق کے قدم اس کی جانب اٹھنے لگے تھے۔

"عبداللہ۔" براق کی پکار پر چشمش عبداللہ نے چہرہ ٹھایا۔

"ہیلو۔" وہ لحظہ بھر رک کر ٹرالی کھینچ کر پھر سے لے جانے لگا براق کو اس کی تربیت

میں خلا نظر آئی۔

"حالانکہ مجھے لگا تھا تم مجھے سلام کرو گے ہر مسلمان کو ہر بار ملنے پر سلام کرنا چاہیے

اس سے محبت بڑھتی ہے۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ اس کے ساتھ ہی چلنے لگا تھا عبداللہ نے پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا

براق نے ہاتھ بڑھا کر اس کی بھاری ٹرالی پکڑنی چاہی لیکن ننھے ہاتھوں نے ایسا

کرنے نہ دیا۔

"یہ میرا بوجھ ہے اسے میں ہی اٹھاؤں گا کیونکہ قیامت کے دن بھی اپنا بوجھ مجھے خود

ہی اٹھانا ہو گا۔"

براق نے اپنا ماتھا کھجایا حضرت عمر کی لائن تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ اس نے سنائی تھی سنانے کا مطلب تھا وہ یہ سب جانتا ہے۔

"ہمم گڈ تو پھر مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔"

"اسلام علیکم۔" وہ اینٹوں پر پھر سے اسے گھسیٹنے لگا تھا۔

"وعلیکم اسلام، کیا میں تمہیں جوائن کر سکتا ہوں؟"

اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ اطراف میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا اگلی بات پر چونک گیا کسی دلکش دور کی یاد جھماکے سے آئی تھی لیکن وہ خود کے جذبات پر کنٹرول کر گیا۔

"آپ آل ریڈی کر چکے ہیں کیا آپ پریشان ہیں آپ کا چہرہ بتا رہا ہے آپ پریشان ہیں۔" براق نے طویل سانس خارج کی سڑک پر ہوا کے زور سے پتے سرسرائے تھے۔

"ہاں میں ہوں تم یہ سامان کہاں لے کر جا رہے ہو۔"

ایک شاپ نما بلڈنگ میں عبداللہ کو جاتے دیکھ اسنے پوچھا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ٹرالی کو کھینچتا اندر آیا سامنے ہی بڑے سارے گہرے سرخ رنگ کے کاؤنٹر کے پیچھے گرے بالوں والی بوڑھی عورت بیٹھی تھی جس کی آنکھوں پر سنہری فریم والے گلاسز تھے اور گالوں پر ڈمپل نما گڑھے۔ کاؤنٹر کے پیچھے سفید دیوار پر انگریزی حروف میں "آؤ مدد کریں" لکھا تھا وہ لکھائی بالکل سیدھی اور سرخ رنگ سے ہی لکھی گئی تھی ساتھ میں ایک چھوٹی سی فیملی کا خاکہ بنایا گیا تھا اور کچھ کھانے کی اشیاء کا بھی کاؤنٹر کے آگے تین لمبی لائنز تھیں ایک میں بوڑھے دوسرے میں جوان اور تیسرے میں بچے کھڑے تھے عبداللہ بچوں والی لائن میں آ کر کھڑا ہو گیا یہ لائن چھوٹی تھی۔

"اوہ تو تم یہ سامان ڈونیٹ کرنے آئے ہو تمہاری موم ڈانٹیں گی نہیں یہ سب تم نے اسی ویک اینڈ پر تو خرید ا تھا میں نے دیکھا تھا۔"

سورج مکھی جیسے سلکی بالوں والی عبداللہ جتنی بچی نے اس کے سامان میں جھانکتے ہوئے کہا ساتھ میں اپنی باخبری کی رپورٹ بھی کی۔

"وہ مجھے نہیں ڈانٹتی ہیں۔" سامنے دیکھتے ہوئے عبداللہ نے کہا تھا براق نے اس کے لہجے کے غیر معمولی پن کو صاف محسوس کیا۔

"سچ میں تو کیا میں تمہارا اولاف لے سکتی ہوں وہ مجھے بہت پسند ہے۔" بچی نے چمکتی ہوئی آنکھوں اور پرامیدی سے پوچھا عبداللہ نے سامان میں جھانکا وہ وہاں نہیں تھا۔

"ہاں تم کل لے سکتی ہو۔" عبداللہ کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ عبداللہ تو عبداللہ براق بھی دنگ رہ گیا۔

"اوہ تھینک یو تم بہت سویٹ ہو۔" اس بچی نے زور سے عبداللہ کا گال چوما تھا وہ خون جیسا سرخ پڑ گیا سامان ڈونیٹ کر کے وہ باہر بھاگا تھا براق اس کے پیچھے گیا۔

"ٹھیک ہے یہ راز ہی رہے گا آپ مجھ سے تو مت بھاگو میں نے کونسا آپ کو کس کی ہے عبداللہ کم آن یار۔" اپنی تمام تر کلفتیں بھول کر وہ محظوظ سا عبداللہ کے پیچھے

تھا۔

ایک درخت کے نیچے آکر عبداللہ نے سانس لیا تھا اس کا تنفس پھول گیا تھا براق نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں پھر نزدیکی بیکری سے واٹر بوٹل لے آیا۔

"میں آپ سے نہیں اس نینا کے پیچھے کھڑی روبا سے بھاگ رہا تھا آپ کو پتا ہے وہ بہت چچڑ ہے میرے پیچھے پڑی رہتی ہے اوپر سے علیشہ کی دوست ہے اسے جھوٹی جھوٹی خبریں دیتی ہے اس سے پہلے وہ مجھے دیکھتی علیشہ کو ایک کی چار لگاتی اور وہ مجھسے ناراض ہوتی میں بھاگ آیا۔" براق نے اسے بوتل تھمائی سیل کھلی ہوئی تھی اس نے پانی لبوں سے لگالیا۔

"علیشہ کون ہے؟" دلچسپی بھی عجیب شے ہے کبھی کسی چیز میں ہو جاتی ہے تو کبھی کسی انسان میں کبھی ایک موم کا ٹکڑا اپنی جانب توجہ مبذول کروالیتا ہے تو کبھی آسمان پر اڑتا پرندہ براق شاہ کو اس سمے عبداللہ اور اس کی باتوں میں دلچسپی ہو رہی تھی۔

یہ سوال تھا کہ کیا اس نے اس ننھے بچے کے چہرے پر عجیب سی چمک دیکھی تھی۔

"سوری میں اپنے گھر کی لیڈیز کے بارے میں کسی کو نہیں بتاتا۔" براق نے فورا ہاتھ ہینڈز اپ کے سے انداز میں اٹھائے۔

"آپ کیوں پریشان ہیں بتائیں۔" وہ دونوں بڑے سے گھنے درخت کے نیچے رکھے بینچ پر بیٹھ گئے جس کے پتے اطراف میں ہوا کے دباؤ سے گرے ہوئے تھے براق کا چہرہ اترا۔

"وہ جانتا ہے مجھے اس سے محبت ہے اور اسی بات کا وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے پتا ہے اس کے علاوہ میرا کوئی دوست نہیں اور اسی بات پر اکڑ جاتا ہے اگر تو اسے لگتا ہے وہ یوں غائب ہو جائے گا اور میں اس کے لئے پریشان ہوں گا تو وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہے میں براق شاہ ہوں میں کسی کے لئے پریشان نہیں ہوتا۔"

غصہ اور بھرے پن سے کہہ کر اس نے جھٹکے سے سانس نکالی گویا اندر کا غبار نکال رہا ہو ہاتھ میں پانی کی بوتل تھامے اس ننھے بچے کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا براق نے

اسے دیکھا پانی پیتے وہ الجھن کا شکار لگتا تھا۔

"میں اسد کے بارے میں بات کر رہا ہوں ناراض ہو کر کہیں چلا گیا ہے میں اسے ہی ڈھونڈنے آیا تھا آپ سے مل گیا۔"

اس نے وضاحت کرنا مناسب سمجھا۔

"وہ آپ سے کیوں ناراض تھے؟"

سوال میں اشتیاق اور تشنگی سی تھی ایسے جیسے وہ بھی کسی کی ناراضی کی سزا بھگت رہا ہو۔

"مجھے پینک اٹیکس ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ مجھ سے ناراض تھا۔" براق جانتا تھا اسے سمجھ نہیں آئی ہو گی پھر بھی کہہ دیا۔

"اوہ تو پھر آپ انہیں مت ڈھونڈیں وہ خود ہی آ جائیں گے جیسے میں ناراض ہو کر چھپ جاتا ہوں اور پھر واپس چلا جاتا ہوں وہ بھی آپ کے پاس واپس آ جائیں گے۔" دور آسمانوں پر اللہ کی ثناء بلند ہوئی تھی عبداللہ کھڑا ہو گیا۔

"ان شاءاللہ۔" براق بیٹھا رہا چنار کا پتا اس کے قدموں سے اڑ کر ہوا میں بلند ہوا اور اڑ کر تھوڑی مسافت طے کر کے اسد کے قدموں میں جا گرا جو دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے اداس سا بیٹھا تھا دور سے دیکھنے پر وہ کوئی ناکام عاشق نظر آتا تھا لیکن در حقیقت وہ براق کے لئے اداس تھا۔ اس کی باڈی لینگویج دور سے دیکھنے والے کو یہ اعلان کرنے کے لئے کافی تھی کہ وہ گناہ گار تھا اس سے گناہ ہوا تھا اور اسے چھپانے کے لئے اس نے بہت بڑی قیمت چکائی تھی۔

اسد نے دیکھا ایک چرمرا سا چنار کا پتا اس کے قدموں میں کسی فقیر کی طرح دھرا ہے اس کی جلد بڑھاپے کی وجہ سے خاصی پتلی اور رگیں واضح ہیں ان رگوں کے جال میں اسے وقت کی کچھ بھول بھلیاں دکھنے لگیں کچھ ایسی داستان جو خفیف سی لطف آمیز مبالغہ بھری دیوانگی سے بھرپور اور کریلے سے بھی زیادہ کڑوی و ناپسندیدہ تھی۔ اسد کو اس میں ماضی کا بچا ہوا حصہ دکھنے لگا اس نے طویل سانس کھینچی اور خود کو ان بھول بھلیوں میں بھٹکنے دیا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ سُولیم کے سامنے بیٹھا ہے اور اسے کہہ رہا ہے کہ وہ براق کا علاج کرے۔

"مسٹر اسد کیا آپ کو نہیں لگتا میں اس پیشکش کیلیے موضوع نہیں ہوں اس شہر میں اور بھی بلکہ بہت سے مایا ناز ڈاکٹر ہیں جو آپ کے دوست یاسر یا بھائی کا علاج کر سکیں آپ کو ان کے پاس جانا چاہیے میرے خیال سے۔"

بڑے ہی تحمل سے سورج کی محسور کن روشنی کے ہالے میں بیٹھ کر اس نے کہا تھا جو کھڑکی سے چھن کر آ رہی تھی اور اپنے زرد دانوں کا دائرہ اس عبایہ والی پر بنا کر اسے کسی جگہ کی ملکہ کا سا تاثر دے رہی تھی زرد افشاں سے محروم میز کے اس پار اسد نے تھکان بھری سانس بھری۔

"میں آپ کے پاس بہت امید سے آیا ہوں مجھے خالی ہاتھ نا لوٹائیں یقیناً یہ کیس آپ کے لئے بہت بہتر ثابت ہونے والا ہے اور اعتماد رکھیں اس بار براق کے طرف سے کوئی بھی ناپسندیدہ فعل نہیں ہو گا وہ سب جو اس نے کیا جسٹ فار ایڈوینچر کیا اس

بار معاملہ سنجیدہ ہے وہ بیمار ہے آپ اپنی تسلی کے لئے خود اپنی موجودگی میں اس کے سارے ٹیسٹس کرواسکتی ہیں بخدا اگر ایک میں بھی جھول نظر آیا میں اسے کسی اور ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔"

زرد دانوں کے چمکتے ہالے میں گھری اس معصوم لیکن کرخت تاثر والی آنکھوں کے ساتھ بیٹھی سُولیم کو قائل کرتے ہوئے اس نے دل میں ہزاروں گالیاں اس کمینے انسان کو دی تھیں جس کی خاطر اسے یہ جھوٹ بولنے پڑ رہے تھے۔

"افففف براق تمہیں اللہ پوچھے۔"

سُولیم نے اپنے ہاتھ باہم پھنسائے ڈرامائی وقفہ لیا کچھ سوچا بہت گہرا پھر جب وہ بولی تو اسد کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔

"ٹھیک ہے میں اس بارے میں سوچوں گی۔"

بے صبرا اسد آگے کو جھکا ٹیبل پر ہاتھ رکھا اور بے چین لہجے میں پوچھا۔

"پر ڈاکٹر آپ کی یہ سوچ کتنے عرصے پر محیط ہو گی میرا مطلب ہے براق بیمار ہے اور

بیماروں کو زیادہ انتظار کروانا اچھا نہیں ہوتا۔" سُولیم نے انٹر کام اٹھایا چونک کر اسد کی بات سنی اور اثبات میں سر ہلا کر کہنے لگی۔

" صحیح کہا آپ مجھ سے شام کو رابطہ کر سکتے ہیں۔" اسد سے کہنے کے بعد وہ انٹر کام میں سے ابھرتی آواز کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میکل دو منٹ میرے پاس آؤ اور جینی سے فائلز لیتی آنا۔"

یہ اشارہ تھا کہ اب میں بزی ہوں اسد بہت اچھا والے انداز میں سر ہلا کر کھڑا ہوا اسے وش کیا اور ڈور دھکیلتا چلتا بنا۔ سُولیم میکل کی منتظر رہی خوامخواہ ہی اسے براق کے وہم ہونے لگے تھے جیسے ابھی ہوا تھا کہ وہ اسد کے ساتھ آیا ہے اس نے جھرجھری لیکر لاحول ولا پڑھی۔

"مجھے یقین نہیں آتا وہ مان گئی۔"

نیلے آسمان پر قرمزی سے دھبے ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے ہوا میں خنکی کا عنصر

غالب تھا اور چہار طرف تازہ کھلنے والے پھولوں کی مہک رچ بس رہی تھی اس پھولوں سے مہکتے موسم میں اس نے شاکر کا نمبر ملایا تھا جو دوسری جانب سے جلد ہی اٹھا لیا گیا۔

"کیسی ہو؟" رسمی علیک سلیک کے بعد اس نے تھکن سے چور آواز میں پوچھا وہ ابھی ابھی آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تھا اسی مخصوص لباس میں تھا۔

"میں تو اچھی ہوں لیکن لگتا ہے آپ تھکے ہوئے ہیں۔"

شاکر اس کے درست اندازے پر مسکایا سر کو پلاسٹک کی ٹوپی سے آزاد کیا اور کمر کو کرسی پر سیدھا کر دیا وہ واقعی تھکا ہوا تھا۔

"ہاں جی تھکا ہوا تو ہوں ابھی تیسرا آپریشن کر کے فارغ ہوا ہوں اور الحمداللہ تینوں کامیاب رہے آپ بتائیں کیسے یاد کر لیا آج مجھے؟" وہ ہنسی دھیمی مدھر سی ہنسی جیسے بانسری سے نکلتے مدھم دل لبھانے والا راگ ہو شاکر نے خود کو اس آواز کے ساتھ بہنے دیا۔

"اللہ ایسی ہی کامیابیاں دے آپ کو آں میں نے ایک مشورہ لینا تھا اس سلسلے میں یاد کیا ہے۔" اس نے یاد کو زرا کھینچا اب شاکر ہنسا تھا بھاری آواز میں محظوظ سا۔

"جی ضرور بندہ حاظر ہے جو پوچھیں گی خلوص دل سے جواب دوں گا۔" سُولیم نے اس مہکتے موسم کو دیکھا اس کی تازگی اندر اتاری پھر اس نے خود کو کہتے سنا۔

"اگر ہم برائی کا بدلہ برائی سے دیں یا پھر اس برائی سے دور بھاگیں اس صورت میں جبکہ وہ برائی اپنی انجام کو پہنچی ہوئی ہو اور اسے ہم سے مدد درکار ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

شاکر نے بڑی توجہ سے اس کے الفاظ سنے ساتھ ہی اس نے میز کی سائیڈ دراز سے اپنا شیڈول نکال کر چیک کیا اگلے مہینے کی بیس تاریخ کو اس نے فارغ ہونا تھا اس کی بے چینی بڑھی۔

"برائی سے دور رہنا اچھی بات ہے برائی کے ساتھ برائی کرنا ظاہر ہے بچگانہ ہے جبکہ انجام کو پہنچی ہوئی برائی زیادہ خطرناک ہوتی ہے اس سے جتنا دور رہا جائے اتنا

اچھا ہے۔"

نپے تلے انداز میں کہہ کر وہ اس کی آواز کا منتظر تھا۔

"احتیاط اچھی ہے جواب مجھے پسند آیا تم اچھے انسان ہو۔" شاکر نے دواؤں سے بھرے ماحول سے زرا پرے مصنوعی پھولوں کی خوشبو والے کمرے میں گہری سانس بھری۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا پہلیوں کا سلسلہ ترک کر کے ہم ڈائیرکٹ اصل موضوع کی جانب آئیں سُولیم مجھے تمہاری اب بہت فکر ہونے لگی ہے میں جلد ہی آنے کی کوشش کرونگا پلیز خود کو کسی مشکل میں مت ڈالنا۔"

سُولیم نے اس کی مخلصی پر تشکر سے آسمان کی جانب دیکھا۔

"نہیں میں نہیں ڈالوں گی فکر مت کرو ہم ان شاءاللہ اگلے ماہ ملیں گے۔"

اس سے پہلے کہ شاکر کچھ کہتا دعا اس کے سر پر آدھمکی۔

"کون کس کو ملنے والا ہے ہاں اچھا جی تو شاکر میاں سے بات ہو رہی تھی۔" اس

سے پہلے وہ فون جھپٹ کر شاکر سے اول فول کہتی اس نے کال ہی ڈسکنیکٹ کر دی۔

"تمیز نام کی کوئی چیز نہیں ہے تم میں ایسے بھی کسی کا سیل ہاتھ سے کھینچتے ہیں۔"

سُولیم نے واپس اس سے اپنا سیل چھین کر کہا دعا کے منہ کے ہزاروں کے حساب سے زاویے بنے۔

"مجھ میں تمیز نہیں اور تم جو بد تمیزوں کی طرح (ایک تو اس میسنی کی گھوریاں آج تو میں نے بات مکمل کر کے رہنی ہے) چھپ چھپ کے شاکر سے بات کر رہی تھی وہ کیا تمہیں نہیں پتا لڑکوں سے اس طرح بات کرنا کتنا نازیبا فعل ہوتا ہے۔"

"چٹاخ۔" چاچو کا تھپڑ اس کا سر سن کر گیا۔

"اور تمہیں نہیں پتا اس طرح کی بے ہودہ باتیں کرنا کتنی غلط بات ہے اور تم شاکر پر شک کر رہی ہو چچ چچ ترس کھاؤ خود پر دعا خانم شاکر جیسا انسان اس پوری صفہ ہستی میں نہیں ہے۔" دعا بل کھا کر مڑی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے

لگے (مصنوعی) اور دانت اتنی زور سے کچکچائے کہ مانو ٹوٹ ہی گئے ہوں۔

"ہاں بالکل نہیں ہے ٹھرکی نا ایک ہی پایا جاتا ہے اور خبردار۔" وہ سُولیم کی جانب مڑی۔

"اگر جو تم نے اس کے ساتھ دل لگی کرنے کی سوچی بھی۔" سُولیم نے بے اختیار سر پر ہاتھ مارا اور چاچو نے

"ہے تو آسیہ کی بیٹی ناشکی القلب۔" سوچا پھر ان کی سوچ کو بریک لگی جب دعا ان کی جانب مڑی۔

"اور آپ جو ہر وقت مجھے مارتے رہتے ہیں میں بتا رہی ہوں اگلی بار پولیس کو فون کر دینا ہے میں نے ہائے میرے اصل والدین۔" پاؤں پٹختی رونی صورت کے ساتھ وہ اندر کو بھاگی تھی چاچو نے اسے "اس کا کچھ نہیں ہو سکتا" والے انداز میں دیکھا اور سُولیم کی جانب مڑے۔

"کیا آپ کو بھی لگتا ہے مجھے شاکر سے بات نہیں کرنی چاہیے۔"

"ویل۔" وہ نزدیک آئے۔ "مجھے لگتا ہے تمہیں صرف اس سے ہی بات کرنی چاہیے۔"

آنکھ مار کر وہ معنی خیزی سے مسکرائے تھے سُولیم کا چہرہ سرخ ہوا اس سرخ چہرے میں کسی اور کا چہرہ بھی چھلکنے لگا فرق فقط اتنا تھا یہ حیا سے لال چہرہ تھا اور وہ شراب سے۔

"مجھے یقین نہیں آتا وہ مان گئی وہ اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی ہے کیا اسے اتنی بھی عقل نہیں کہ جو ٹیسٹس اس نے اپنی نگرانی میں کروانے ہیں وہ پیسوں سے میری مرضی کے مطابق ڈھل جانے ہیں۔"

لڑکھڑاتی زبان اور وجود کے ساتھ وہ بار سے وائن کا گلاس تھامتا اسد کے سامنے کاؤچ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھا۔

"اس نے اپنے لئے گڑھا کھود لیا ہے تم دیکھو میری آنکھوں میں، وہ اسے اس گھر میں میرے ساتھ دیکھ رہی ہیں واہ کیا دلفریب منظر ہے۔"

وہ اپنی تخیل پر خود ہی ہنسا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں کچھ ان کہا سا تھا ان دیکھا ان جانا سا جو اسد کو کھٹکا۔

"کیا واقعی تو نے اس کو خود کی گرل فرینڈ بنا کر چھوڑ دینا ہے کیا یہ چیلنج ہے یا انا کا مسئلہ۔"

اسد کے کھوجتے لہجے نے اسے قطعی نہیں چونکا یا وہ اس کے قریب آیا اپنی بوجھل گریفائیٹ آنکھیں اس کی سیاہ پتھر سی آنکھوں میں گاڑیں اور بھاری بہکی آواز میں بولا۔

"چیلینج ہے جان چیلینج۔" پھر وہ یکدم اس سے دور ہوا۔

"اسے لگتا ہے وہ خود کو مجھ سے دور رکھ سکتی ہے کیا یہ یقین کرنے والی بات ہے براق شاہ سے کون خود کو دور رکھ سکتا ہے سننے میں ہی عجیب لگتا ہے ہے نا لیکن مجھے لگتا ہے میں اسے خود سے نزدیک رکھ سکتا ہوں اور یہ بڑی دلچسپ بات ہے اس میں مزہ ہے اور یہ مزہ شروع ہوتا ہے اب سے۔"

NC

براؤن کلر کی پینٹ کے ساتھ اس نے نیوی بلیو بٹنوں والی ٹی شرٹ پہنی تھی اس ٹی شرٹ میں سے اس کے گلے میں پہنی سیاہ موتیوں والی چین نظر آ رہی تھی گردن پر کھدا ٹیٹو بڑا واضح تھا اور چمکتی آنکھوں میں چھپی شرارت بھی، وہ اس وقت سُولیم کے سامنے براجمان تھا کسی انجانے آدمی کی تاثر دیتے ہوئے پریشانی و ڈپریشن کا ڈھونگ رچاتے ہوئے مچھلی کو جال میں پھنسانے کی سعی کرتے ہوئے۔

"ہمم۔" اس کی فائلز کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ اس کی جانب دیکھنے لگی جو اس کے دیکھتے ہی الرٹ ہوا تھا۔

"تم واقعی مریض ہو تو گویا وقت کا چکر چل پڑا مجھے اچھا لگا تمہیں اس سے بھی بڑی سزا ملنی چاہیے تھی لیکن مجھے افسوس ہے اتنے تھوڑے میں تم بچے کاش تمہاری ہڈی پسلی ٹوٹی ہوتی یا کم از کم ایک آنکھ ہی ضائع ہو جاتی۔" براق نے اپنے پاس سے سُولیم کے الفاظ سوچے اور اسے جھرجھری چڑھی اس کی آنکھ افففف۔

لیکن اس کے برعکس سولیم نے نگاہ اس کی نگاہ میں ڈالی۔

"فکر مت کرو تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے تمہارا معاملہ زیادہ پیچیدہ نہیں ہے ہمیں فقط چار سیشن درکار ہیں اس کے بعد تم تندرست ہو گے۔"

پیشہ ورانہ انداز میں بول کر وہ گویا اسے ساکت اور مضمحل کر گئی کوئی تلخ کلامی نہیں کوئی ذاتی عناد نہیں کسی قسم کا ٹونٹ یا ناپسندیدگی کا شائبہ نہیں وہ اسے حیران سے زیادہ پریشان نظروں سے دیکھنے لگا جو اپنی جگہ چھوڑ کر اس کے پاس آ رہی تھی۔

"جو تمہارے ساتھ ہوا واقعی غلط ہوا تمہاری نیک نامی پر یہ ایک بڑا سوال ہے لیکن برا وقت بھی اچھے وقت کو متعارف کروانے آتا ہے جیسے اندھیرے کے بعد روشنی یقینی ہے ویسے ہی مشکل کے بعد آسانی بھی ہے۔ اللہ نے چاہا تو ضرور ایک دن تم اپنا مقام پھر سے واپس پا لو گے لیکن اس کے لئے تمہیں خود کو اس پچھتاوے اور ڈپریشن کے فیز سے نکالنا ہو گا جنھوں نے تمہیں بیمار دکھانا شروع کر دیا ہے۔"

وہ جھکی گلوز میں چھپی شہادت کی انگلی اس نے براق کی نشان زدہ بھنور والی آنکھ کے

نیچے رکھی اور اس کی جلد کو تھوڑا سا نیچے کھینچ کر اس پر لائیٹ ڈالی گریفائیٹ آنکھیں حقیقی تاثر سے ساکت تھیں سفید روشنی نے اسے منور کر دیا تھا بلکل خلا میں بسے روشنیوں کے گولے کی طرح

پھر اس نے سٹھتو سکوپ سے اس کی دل کی دھڑکن سنی جو کچھ زیادہ ہی تیز ہو رہی تھی بے ہنگم سا شور تھا ان میں بے ترتیبی سی بے ترتیبی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں میڈیسن لکھ دیتی ہوں پندرہ دن تک استعمال کرو پھر دوسرے سیشن میں دیکھتے ہیں کتنا فرق پڑا ہے۔" وہ مڑی اور اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی اس سے پہلے وہ دوسرے پیشنٹ کو طلب کرتی اسے براق کی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے چونکی۔

"میں سن رہی ہوں۔"

"کیا میں سمجھ سکتا ہوں کہ اب میں قابل بھروسہ ہو گیا ہوں آئی مین کہ آپ نے مجھے میرے گزشتہ رویوں کے لئے معاف کر دیا ہے مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں

آپ؟"

آواز میں ہچکچاہٹ مگر توازن لیے وہ پر امیدی سے پوچھ رہا تھا عبایہ کے پیچھے اس کے لب مسکائے۔

"مجھے یقین کرنے دو کہ تم یہ سمجھ رہے ہو ہمارے بیچ ناراضی ٹائپ کا سین ہو سکتا ہے نہیں بھلا میں تم سے ناراض کیوں ہونے لگی کون ہو تم؟"

اور یہ طمانچہ تھا جو بہت زور کے منہ پر لگا تھا اس کا چہرہ منٹ کے ہزارویں حصے میں سرخ ہوا جسے اس نے فورا کنٹرول کیا کہ یہ وقت غصہ اور جذبات دکھانے کا نہیں تھا اس کا سر اثبات میں ہلا۔

"درست میں کون ہوں واقعی آپ مجھے نہیں جانتیں پھر سے معافی چاہتا ہوں آپ کا وقت برباد کرنے کے لئے چلتا ہوں۔"

سُولیم نے اسے سرد نگاہوں سے جاتے دیکھا پھر آنکھیں بند کر کے سب ٹھیک ہے کے سے انداز میں سر کو دائیں بائیں جنبش دی کھڑکی سے چھن کر آتی سنہری روشنی

اس کے ملنے سے دائیں بائیں بکھر گئی تھی۔

"کیسا ہے میرا بچہ۔" دروازہ کھلا اور ان لفظوں پر وہ چونک گئی۔

"چاچو وٹ آ سرپرائز۔" وہ ان کی جانب لپکی اور خود کو ان سے لگا لیا۔

"بہت اہم کام کے سلسلے میں آیا ہوں پہلے فٹافٹ کافی منگواؤ۔" سر ہلاتی نقاب نیچے کھینچ کر اس نے انٹر کام اٹھایا تھا۔

"خیریت جلدی سے بتادیں ورنہ میں نے دعا بن جانا ہے۔" چاچو ہنسے تھے۔

"آپ نے مجھے پھر جواب نہیں دیا تھا۔" اور یہ سوچ تھوڑی پریشان کن تھی اس سے زیادہ ان کی آواز۔

"کیا آپ مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر سکتی ہو جو ہو گا اس کا احترام کیا جائے گا۔"

وہ سمجھ گئی کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے الجھی بھی سر سرا کر آتی ہوا نے اس کی الجھن ظاہر پر عیاں کی تھی وہ اس کی ماتھے کی شکنوں پر پر سوچ ہوئے۔

"یہ یقیناً دعا کا کام ہے اور آج وہ پڑے کو ترسے گی۔"

نتیجہ پر پہنچتے ہوئے انہوں نے سزا بھی سنائی تھی آواز میں قدرے برہمی کا عنصر غالب تھا۔

"ایسا مت کریں ہو سکتا ہے ٹیکنکل پرابلم ہوئی ہو۔"

وہ دعا کی سزا سے پریشان ہوئی تھی اففف کیا وہ اس کے بغیر پزا کھا پائے گی جھٹ اس کے دماغ کے پردے پر اس کی رال ٹپکاتی للچائی نظریں اور مسکین چہرہ ابھرا تھا وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"واقعی ٹیکنکل پرابلم ہی تھی اور کیا ہی گھٹیا تھی خیر اس ٹیکنکل پرابلم کا علاج تو آج ہو گا آپ وہ بتاؤ جسے مٹایا گیا تھا۔"

سُولیم نے گہرے سانس کے ساتھ کافی کا بڑا سارا گھونٹ بھرا اس کی نسبت چاچو پرسکون سے اسے دیکھے گئے۔

"مجھے بھی ایتھوپیا کافی کا ٹیسٹ پسند ہے یقینا میں اسے ساری زندگی پی سکتی ہوں۔"

اس نے شاکر کی پسند کی کافی کا نام لیا وہ اس وقت ایسپریسو سے لطف اندوز ہو رہے

تھے۔

چاچو نے جھٹ اپنی سیاہ کافی پر نظر ڈالی پھر اتنی ہی تیزی سے اسے دیکھا آنکھوں میں خوشی کے دیپ چہرے پر گلال سجائے وہ اسے گلے لگا گئے۔

"أپ نے آج مجھے بہت خوشی دی ہے أپ میری سب سے پیاری اولاد ہو۔"

ان کے گلے لگے وہ مسرور سی بند دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی جہاں کے اس پار وہ مضطرب سرخ چہرے کے ساتھ گاگلز لگائے اور چہرے کو ماسک میں چھپائے ہوا کی رفتار سے وہاں سے جا رہا تھا۔ پارکنگ میں پہنچ کر اس نے اتنی زور سے کار کے بونٹ پر مکا مارا کہ وہاں ڈب پڑ گیا۔

"وہ مجھے نہیں جانتی وہ مجھے واقعی نہیں جانتی۔"

اس نے سیاہ گاڑی کے چمکتے بونٹ پر اپنی سرخ جلتی آنکھیں دیکھیں ان میں اشتعال تھا بے چینی تھی برداشت ولگام تھا اس کا سیل بجنے لگا اسد کالنگ جھپٹنے کے سے انداز میں اس نے سیل اٹھایا اور کال پک کی۔

"وہ مجھے نہیں جانتی اس نے کہا میں کون ہوں کیا تم یقین کر سکتے ہو وہ کس زبردست انداز میں مجھے اگنور کر رہی ہے حتیٰ کہ وہ یہ بھی بھول گئی ہے کہ میں نے اس کی زندگی حرام کر دی تھی وہ سب کچھ بھول کر مجھ سے کہتی ہے میں کون ہوں؟"

اسد نے جم کے شور میں اس کی گیلی برداشت سے تھرتھراتی آواز تحمل سے سنی اور اٹھ کر اپنے کیبن کا شیشے کا دروازہ بند کر دیا۔

"تو کیا ہوا اگر اس نے یہ کہہ دیا اور یہ سچ ہی تو ہے کیا وہ تمہیں جانتی ہے؟ حتیٰ کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں۔" وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھا۔ "میں ہی اسے جانتا ہوں وہ کون ہے کیا کرتی ہے کہاں سے آئی ہے سب کچھ میں سب کچھ سے واقف ہوں۔"

وہ بول رہا تھا مزید بولتا لیکن اسد کی بات نے اس کی زبان روک دی۔

"کیا واقعی کسی کو جاننے کے لئے ان سب کی ضرورت ہوتی ہے؟"

وہ لاجواب ہوا تھا گڑبڑایا چند پل تھما اور جب بولا تو آواز کے ساتھ لفظ بھی کمزور تھے۔

"مطلب ہاں کسی کو جاننے کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ سب بھی ضروری ہے۔"

"اور کیا وہ یہ سب بھی جانتی ہے؟" براق نے گہرا سانس بھرا وہ اتنی مقدار میں اس کے لبوں سے باہر آیا کہ ماسک کو نم کرتا ہیٹر سے گرم گاڑی میں ٹھنڈ پھیلا گیا۔

"پھر وہ واقعی مجھے نہیں جانتی اور یہ افسوس ناک ہے۔"

اس کے لفظ بھی برف کے ٹکڑوں کی مانند نکلے تھے سرد جمے ہوئے اداس۔

"ہاں یہ درست ہے اب اپنا موڈ ٹھیک کرو جذبات کو لگام لگاؤ اور دس منٹ میں پہنچو آج میرا تمہارے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کا موڈ ہے۔"

براق کا قہقہہ برجستہ تھا۔

لو سا میں چاہتی ہوں تم شادی کر لو۔ "

زمین و آسمان عجیب انداز میں گردش کر رہے تھے ہواؤں کا رخ بدلا ہوا تھا موسم کی جوبن عجب ہی نرالے تھے پھول بوٹے لہک لہک جا رہے تھے آج ایک بہترین دن تھا۔

اس بہترین دن میں وہ سیلیا کے ساتھ روڈ سائیڈ پر گاڑی پارک کیے کھڑا تھا گاڑی سے تھوڑی دور آئیس کریم وین تھی جس میں سے وہ دو ہارٹ کی شیپ کی کون لیکر بھاگتا ہوا گاڑی میں آن بیٹھا ایک سیلیا کو تھمائی دوسری سے خود مستفید ہونے لگا۔

"آج کا موسم خوشگوار ہے تھوڑا رومانٹک اور شریر سا تم کیا کہتے ہو۔ "

بند گلے کا سیاہ گھٹنوں تک چھوٹا ٹاپ پہنے وہ بالوں کی ٹیل پونی باندھے بیٹھی تھی۔ وہ خالص امیرکن تھی جس کے نقوش تیکھے سے تھے اور رنگت گوری بالکل آٹے جیسی۔

"تم سے اتفاق کرتا ہوں یہ موسم واقعی تمہاری طرح رومانٹک ہے۔"

وہ اپنی تعریف پر مسکرائی تھی آج کل وہ براق کے گھر ہی قیام پزیر تھی۔

"تعریف کے لئے شکریہ۔" آئس کریم کی بائیٹ لیتے ہوئے اس نے براق کو دیکھا پھر بولی تو آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"اگر تم برا نا مانو تو میں کیا تم سے ایک پرسنل سوال پوچھ سکتی ہوں؟"

"پوچھو تم میری گرل فرینڈ ہو آفٹر آل۔"

سیلیا ایک ڈائور تھی پانی کی دنیا میں رہنے والی اس کو تسخیر کرنے والی براق نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور پھر یہ تھا جو اس نے پوچھا۔

"سوال دو ہیں نمبر ون یہ جو تمہاری بھنور پر کٹ ہے یہ فیشن کے طور پر بنوایا ہے یا قدرتی؟ دوسرا سوال رتیکا کا کیا سین ہے آئی مین میں نے سنا تھا تم دونوں جلد ہی شادی اناؤنس کرنے والے ہو کیا اب بھی ایسا ہے؟"

براق اس کے سوالات پر ہنسا ہنستا چلا گیا سیلیا کھسیا گئی۔

"مجھے یقین کرنے دو کہ یہ سوال بلکہ یہ بیکار سوال تم نے پوچھے ہیں حالانکہ تمہارے پاس اس سے اچھا موقع تھا مجھے افسوس ہے تم نے گولڈن چانس گنوا دیا مجھے حیرانگی ہوئی یہ جان کر کہ تم مجھے فالو نہیں کرتی حالانکہ آدھی دنیا ہے جو براق شاہ کی حرکت پر بھی نظر رکھتی ہے وہ جو میں دکھانا چاہوں بہرحال یہ کٹ باکسنگ میچ کی عنایت ہے یہاں میری خوبصورت پرسنگ تھی رہی رتیکا کی بات تو اس کا چیپٹر کلوز ہو گیا ہے ہاں ہم فرینڈ ضرور بن سکتے ہیں اور میں اس بارے میں سوچ بھی رہا ہوں۔"

تفصیل سے بتانے کے بعد اس نے کون ختم کر کے ہاتھ صاف کئے جبکہ سیلیا کی ابھی موجود تھی۔

"صرف فرینڈ کا ہی سوچنا گرل فرینڈ بنانے کے بارے میں سوچا تو میں نے تمہیں پانی میں ڈبو دینا ہے۔"

براق نے اس کی دھمکی پر قہقہہ لگایا تھا سیلیا اس کی ہنسی میں کھو گئی براق اس کے

کھونے پر چونکا۔

"میں سرپرائز نہیں ہوا میرے بہت سے اسیر ہیں۔"

اس نے اپنی گریفائیٹ بے باک نظروں سے اسے دیکھتے کہا گاڑی کے شیشے کھلے تھے محسور کن تیز ہوا ان دونوں سے ٹکرا رہی تھی۔ براق نے سیلیا کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہلایا وہ اس کے نزدیک آئی اس کی بھنور پر انگلی پھیرنے لگی۔

"تم کس کے اسیر ہو؟"۔ کہہ کر وہ اس کی بھنور کر سہلاتے ہوئے کہنے لگی

"یہ اٹریکٹو لگتا ہے۔" اس کا اشارہ براق کے زخم کی جانب تھا اس نے اپنے لبوں پر مسکان کو بٹھایا وہ کس کا اسیر تھا یہ ایک راز تھا ایسا راز جو وہ خود سے بھی کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کرتا اس کے کانوں نے بھیانک آواز سنی ایسی کہ وہ بری طرح جھٹکا کھا گیا اس کے حواس منتشر ہونے لگے وہ آواز جسے اس نے ڈرا دیا تھا وہ یہ تھی۔

"دعا آہستہ چلو یار کون والا بھاگ نہیں رہا۔"

اور وہ آواز سُولیم کی تھی جو سامنے سے چلے آ رہی تھی بینگنی رنگ کا اس کا عبایہ ہوا کے دوش پر اڑ رہا تھا ہمیشہ کی طرح چین والا پرس اس کے کندھے پر لٹکا جھول رہا تھا اور وہ سیدھے کندھوں کے ساتھ پاؤں تک آتی گرم فیروزی فراک میں بھاگتی لڑکی سے مخاطب تھی جس کا نام دعا تھا اور جو کون کھانے کے لئے مری جا رہی تھی۔

براق نے جھٹ سے سیلیا کو گلے سے لگایا اور اپنا منہ اس کے کندھے میں چھپا لیا

سیلیا اس افتاد پر گھبرائی تھی۔

"براق تم ٹھیک ہو؟"

"ششش۔۔ بالکل چپ۔" بٹن دبا کر اس نے ڈور لاک کیے اور ونڈو کا شیشہ فولڈ کر دیا محبت کے خوف کی ابتدا آج سے ہو چلی تھی وہ خوف جس میں کسی ابہت اپنے کا کھو جانے کا ڈر ہو اس کی نظروں میں گرنے کا اس کا خود کو ملامتی نظروں سے دیکھنے کا خوف۔ آج پہلی بار براق شاہ اس خوف سے روشناس ہوا تھا یہ دلفریب تھا۔

"دعا کتنی بے صبری ہو تم۔"

تیز تیز بھاگتی دعا یکدم ان لو برڈ کو دیکھ کر تھمی۔

"سُولیم دیکھو کیسے ایک دوسرے سے چپکے بیٹھے ہیں انہیں کوئی بتائے یہ پبلک پلیس ہے ان کا بیڈ روم نہیں۔"

"توبہ ہے دعا۔" سُولیم نے اسے ٹوکا۔ "تمہیں اس سے کیا کون کیا کرتا ہے کیا نہیں تم چلو تمہاری کون والا بھاگ نا جائے۔"

سُولیم نے اسے وہاں سے گھسیٹا۔

"کیوں نہیں مجھے کیا میں اس معاشرے کا فرد ہوں ایک ذمہ دار شہری مجھے ان کے خلاف آب جیکٹ کرنے کا حق ہے شرم ہی نہیں آتی اپنی گرل فرینڈز کو لیکر گلی محلے کو آلودہ کرتے ہیں۔"

وہ سیخ پاسی کون خریدتے ہوئے انہیں دیکھ کر بولی جو فقط بیس قدم ہی ان سے دور تھے۔

"بہتان مت لگاؤ ہو سکتا ہے وہ ہز بنڈ وائف ہوں۔ "

سُولیم نے اپنی پنک فلاور والی کون پکڑتے ہوئے کہا۔

"ہاا گر ہز بنڈ وائف ہیں بھی تو کیا یہ ان پر سوٹ کرتا ہے کہ اس طرح سر عام لوگوں میں رومانس کریں پھر ان میں اور جانوروں میں فرق کیا رہ گیا۔ " بچے ہوئے پیسے لیتے ہوئے سُولیم چونکی دعا کی بات کی گہرائی نے اسے محظوظ کیا۔

"میں حیران ہوں کہ تم نے مجھے حیران کیا کم آن اچھے والا حیران۔ "

دعا کی نکلتی آنکھوں پر اس نے جھٹ سے کہا وہ لوگ چہل قدمی کو نکلے تھے یہ آئیڈ یا دعا کا تھا جب بھی چا چو نائیٹ شفٹ کرتے وہ دونوں لندن کی گلیاں چھاننے نکل جاتے اور لانگ والک سے مستفید ہوتے ہوئے ڈھیر ساری باتیں کرتے۔

"گھر کی مرغی دال برابر والا کام ہے۔ "

پھر اس نے ان کے حرکت نا کرنے پر آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

"کہیں یہ مر تو نہیں گئے کیا مجھے کنفرم کرنا چاہیے۔ "

اس کا تجسس عود کر آیا سُولیم نے گہرا سانس بھرا۔

"اوفف دعا اوفف فضول بولا کرو ہر وقت کوئی ضرورت نہیں چلو یہاں سے مجھے دی عبایا بھی جانا ہے لوسا سے بہت اہم بات کرنی ہے۔"

لوسا کے نام پر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"ہم میں بھی فری نہیں مجھے بھی ایلی سے ملنا ہے۔"

وہ دونوں وہاں سے چلنے لگے ان کی پشت یہاں سے دکھتی تھی سیلیا نے نا سمجھنے والے انداز میں براق کو دیکھا۔ شیشہ ایک انچ جتنا بند تھا جس سے وہ ان کی باتیں سن سکتا تھا جو نہی اسے ان دونوں کی آوازیں آنا بند ہوئیں اس نے اپنا منہ اس کے کندھے سے ہٹا لیا اور سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا سُولیم کی پشت دیکھتے ہوئے وہ اپنے ملے جلے جذبات پر کنٹرول کر رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں بس میں تمہاری خوشبو کی گہری سانس لینا چاہتا تھا بائے دا وے نائس

پرفیوم۔"

بات بناتے ہوئے اس نے گاڑی سٹارٹ کی جاتے جاتے وہ ایک سخت غصے سے بھری نظر بہت دور جاتی سُولیم پر ڈالی اور ریس دے دی۔

فقط پندرہ منٹ میں وہ دی عبایا میں تھی اور سب کچھ دیکھ بھال کر لوسا کے ساتھ بوتیک کے باہر رکھی کرسیوں پر بیٹھی تھی ان کے سامنے گول وڈن سٹائل کی میز رکھی تھی سروں پر ویسی ہی امبریلا تھی اور آنکھوں نے بالکل سامنے دو ڈمی عبایہ پہنے کھڑے تھے جن کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ ان کی ٹیبل اینٹرنس کے انتہائی دائیں جانب تھی جو براق کے گھر سے نظر آتی تھی نہیں یوں تو پورا دی عبایہ دکھتا تھا لیکن یہ جگہ خاص تھی کیوں کہ یہاں سُولیم پائی جاتی تھی تبھی ٹیلی سکوپ کا رخ اس جانب تھا اور وہ اس میں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا وہ آواز نہیں سن سکتا تھا لیکن ہاں سُولیم کو دیکھنا اس نے معمول بنا لیا تھا اور تبھی وہ سیلیا کو شاپنگ مال ڈراپ کر کے وہ گھر آیا تھا اور اب اپنی گریفائیٹ آنکھیں لینز میں لگائے ان دونوں کو دیکھ

NC

رہا تھا۔

"لو سا میں چاہتی ہوں تم شادی کر لو۔"

سُولیم کی بات پر وہ ایسے مسکائی جیسے کسی بچے کی بات پر مسکایا جاتا ہے۔

"بلیومی تم خوش رہو گی زندگی کے کینوس پر جو گہرے رنگ چھایا ہے نا وہ مٹ جائے گا اس کی جگہ شوخ دلفریب رنگ لے لیں گے تم قدم تو اٹھانے کا سوچو اور اب تو تم صحت مند بھی ہو۔"

وہ اسے سمجھانے کی حتی المکان کوشش کر رہی تھی جس کا چہرہ کہہ رہا تھا وہ بالکل سمجھنا نہیں چاہتی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے میرے اندر کا گند کونسا ختم ہو جانا ہے ڈاکٹر میرا پاسٹ مت بھولو۔"

لفظوں میں مایوسی و شکستگی سُولیم نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"نہیں بھول رہی میں بلکہ اس سے فرق بھی نہیں پڑتا سوری تمہارا معاشرہ ہے

تمہیں برا لگ سکتا ہے یہاں پر اس چیز کا اثر شادی پر نہیں پڑتا یہاں یہ سب چلتا ہے۔"

"ٹیگ۔" لوسا نے اس کی بات کاٹی۔

"یہاں پر ٹیگ ضرور چلتا ہے امیر غریب کارڈ عزت وو قار کا ٹیگ اور جو مجھ پر ٹیگ لگا ہے ناپروفیشنل ہو کر کا وہ کوئی عام نہیں ہے یہ ایسا ہے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے خار کھائیں کجا کر شادی کرنا کسی میں اتنا ظرف نہیں ہوتا۔"

سُولیم خاموش نظروں سے اسے دیکھتی رہی اسے لوسا کے لیے پریشانی ہونے لگی تھی لیکن خود پر اسے یقین تھا اگر وہ اسے منا لیتی ہے تو کوئی نا کوئی تو اسے مل ہی جانا تھا ہر کسی کا جوڑ ہوتا ہے تو پھر لوسا کیلئے کیوں نہیں امید مثبت ہونی چاہیے۔

"تم سے اتفاق کرتی ہوں اور نہیں بھی کسی کے جج کرنے پر زندگی نہیں گزرتی لوگ ہر انسان کو اس نظر سے دیکھتے ہیں جس سے وہ دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی نظر میں وہی صحیح ہوتا ہے جسے انہیں سمجھنا ہوتا ہے سیم غلط وہ جسے وہ غلط جاننا چاہتے ہیں

لوگوں کی پرواہ کرنا چھوڑ دو اپنی پرواہ کرو اپنی پرواہ زندگی سہل کر دیتی ہے۔ جو تم سے خار کھاتا ہے اسے چھوڑ دو جو دوست ہے اس سے جڑ جاؤ گارنٹی تم خوش رہو گی خوشی چاہو گی۔"

وہ اسے اس حد تک سمجھا رہی تھی جس تک سمجھا سکتی تھی۔

"میری بات مان لو میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں مجھے تمہیں اس گندگی سے نکالنا ہے لیکن میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا جب تک تم خود نا چاہو پلیز۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر التجا پر اتر آئی تھی کسی کو اندھیروں سے نکالنے کیلئے التجا کی جائے تو اس میں قباحت ہی کیا۔

"تم اچھی ہو سُولیم تمہاری سوچ اچھی ہے پر یہ میرے لئے بہت مشکل ہے مجھے آزمائش میں مت ڈالو۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "مجھ میں اب برداشت ختم ہے۔"

سُولیم نے گہرا سانس بھرا۔

"ٹھیک ہے پھر تم سیل فون کا استعمال ترک کر دو انٹرنیٹ سے دور رہو صرف لینڈ

لائن پر اکتفا کرو میں فورس نہیں کرونگی۔"

لوسا کو اس کی بات سے جھٹکا لگا تھا۔

"لیکن یہ مشکل ہے بلکہ ناممکن۔"

وہ کھڑی ہو گئی نقاب کو دو انگلیوں سے ٹھیک کیا۔

"تو پھر میرے لئے بھی یہ مشکل بلکہ ناممکن ہے میں تمہیں سمجھانے سے باز نہیں آنے والی سوری بٹ میں نے تمہاری شادی کروا کے رہنی ہے اور وہ دعائیں لینی ہیں جو اس کے بعد تم مجھے دینے والی ہو۔"

وہ آنکھ مار کر دی عبایہ کے اندر چلی گئی تھی۔ گریفائیٹ آنکھوں سے محروم ٹیلی سکوپ کے لینز نے وہ عجیب و غریب نظارا دیکھا تھا جس کے دیکھنے کی امید نہیں تھی ان لینز میں سے نظر آرہا تھا کہ وہ جو اس کہانی کا ہیرو اور ولن بیک وقت تھا عجیب بے چینی میں گھرا تھا اس کے قدم تیزی سے لاؤنج کے فرش پر دھمک پیدا کر کے اپنے کمرے میں آئے تھے اس کے پیچھے اسد بھاگتا ہوا آتا دکھ رہا تھا وہ بھی براق کی

NC

طرح عجلت میں تھا۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ بھی تو سہی مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔"

اسد نے اس کی کہنی پکڑ کر جھٹکا دیا تھا سہانے موسم میں بارش کی بوندیں کھلی کھڑکی سے آتی پردوں کو بھگو رہی تھی ان بوندوں میں اشتیاق تھا تجسس تھا۔

"بہت بہت برا ہوا ہے میں مسخ ہو رہا ہوں میں جس نے اس کا چہرہ مسخ کرنے کی دھمکی دی تھی فقط اس لئے تاکہ اس کا رجحان کسی کی جانب نا ہو اور وہ مجھ سے خوفزدہ رہ کر میری پابند رہ آج اس نے مجھے اپنا پابند رہنے کا گیم کھیلا ہے وہ مجھ پر اپنا خوف طاری کر رہی ہے تم یقین کر سکتے ہو اس بات پر؟"

اگر اسد اول روز سے اسے آبزرو نا کرتا یا اس دن وہ اس کی مدہوشی میں سنی باتیں نا جان لیتا تو ضرور اس وقت پزل ہو جاتا لیکن ابھی سچوئیشن بالکل کلیئر تھی مطلع صاف تھا۔

"مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں کم آن رتیکا سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" جان

بوجھ کر اسے چھیڑنے کی غرض سے اس نے انجان بنتے ہوئے کہا براق بری طرح چونکا۔

"رتیکا؟" اس کی آنکھوں میں اچنبھا تھا سنبھلا تاثرات کنٹرول کیے اور بولا تو آواز اپنی معلوم نا ہوتی تھی پرائی بیگانی سی لگتی تھی۔

"میں بہت ڈر گیا تھا مجھے لگا اگر آج اس نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھ سے دور چلی جائے گی نہیں میں اسے کھونے سے نہیں ڈرا میں تو اس بات سے ڈرا کہیں میرا کردار مشکوک نا ہو جائے۔"

پہلے خود قبول کر کے کہ وہ اسے کھونے سے ڈر گیا تھا پھر انکار کیا تھا اس کا دماغ واقعی کام پر نہیں تھا۔

"براق جسٹ کام ڈاؤن میں سمجھ سکتا ہوں۔"

اسد کی بات پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تم نہیں سمجھ سکتے یہ بہت خوفناک ایکسپیرینس تھا اور میں اس سے دوبارہ

سامنا نہیں کرنا چاہتا۔" اس نے گہرا سانس چھوڑا۔

"میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں سیلیا آئے تو اسے بول دینا مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔"

اسد شاہ نے اچکا کر لبوں پر مسکراہٹ سجائے باہر آگیا آخر کا وہ ہونے جا رہا تھا جو کبھی ہونے کی امید وہ سب کھو چکے تھے۔

محبت کی ابتدا خوف سے ہوتی ہے اور یہ ابتدا اب شاید پراپر طریقے سے ہو چکی تھی۔ وہ جو کہتا تھا کوئی اسے تسخیر نہیں کر سکتا کب کا دریافت شدہ تھا اس کی گمشدہ ذات کا سرا سُولیم شفیق کے ہاتھ میں آچکا تھا لیکن دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے۔

براق کو لگتا تھا وہ اسے صرف پسند کرتا ہے لیکن کوئی سوچے اگر آپ کسی کو فقط پسند ہی کرتے ہیں تو اس کے لئے اتنا خوار ہونے کی کیا ضرورت اسے اتنا تنگ کرنے کی کیا وجہ، در حقیقت وہ سُولیم کو اپنی گرل فرینڈ نہیں بلکہ اپنا بنانا چاہتا تھا یہ بات وہ خود

سے مخفی رکھ رہا تھا لیکن عیاں ہو ہی گئی ایسی باتیں چھپتی بھی کب ہیں۔ آپ چاہے اپنے بدن کے کسی بھی گوشے میں اس راز کو دفنا دیں یہ پھر بھی جاویدہ ہو کر ناسور کی طرح ہر عضو میں پھیل جاتا ہے اور پھر سب کو خبر ہو جاتی ہے کہ یہ انسان مریض ہے محبت کا مریض ہاں یہ ڈیپینڈ اس پر کرتا ہے اگر وہ خود اس حقیقت کو تسلیم نا کرے یا پھر جانتے بوجھتے اسے نا مانے براق کے ساتھ یہی معاملہ تھا وہ اس وقت کبوتر بنا ہوا تھا جو پہلے ہی شکار ہو چکا تھا۔

وہ اس سے سُولیم کے سامنے بیٹھا تھا اس کی نظریں اپنے سیل کی سکرین پر تھیں وہ بلیو جینز پر سیاہ چھوٹے گول گلے والی ٹی شرٹ پہنے بیٹھا تھا جس کے باعث اس کی چین نظر نہیں آ رہی تھی۔ ٹی شرٹ پر اس نے سیاہ سفید بلاکس والی بٹنوں والی شرٹ پہن رکھی تھی اور جس کے بٹن کھلے تھے۔ سُولیم اس وقت مٹی رنگ کے سادے عبایہ میں تھی مٹی رنگ میں اس کی بادامی آنکھیں کھل رہی تھیں براق کو اس کا یہ رنگ پسند آیا۔

"تو مسٹر براق شاہ کیسا فیل کر رہے ہیں آپ؟ ان پندرہ دنوں میں آپ میں کافی امپرومنٹ آئی ہے ویل ڈن۔"

وہ اس کی تازہ ہوئی رپورٹس کا جائزہ لینے کے بعد بولی براق نے سیل نیچے رکھا اور چونکنے کے سے انداز میں اسے دیکھا۔

"شکریہ ڈاکٹر اینڈ ایم سوری۔"

سُولیم نے اس کے شکریہ کے بعد معافی پر اچنبھے سے اسے دیکھا ماتھے پر بل پڑے ان بلوں کے مطلب تھا کیا مطلب؟

براق نے گہرا سانس بھر کر فون رکھا اور اور آنکھوں میں زمانے بھر کی معصومیت طاری کر کے بولا تو آواز میں بھی ٹھہراؤ سا تھا۔

"میں اپنے سابقہ رویوں کی وجہ سے معافی چاہتا ہوں میں نے جو کیا وہ نا قابل معافی تھا پھر بھی آپ نے بڑا ظرف دکھاتے ہوئے میرا علاج کرنے کی حامی بھری جبکہ میں اس فیز سے گزر رہا ہوں کہ میرا دل کرتا ہے خود کی جان لے لوں میرا فیم میری

شہرت کریئر سب کچھ دیکھا جائے تو تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ زندگی کی وہ واحد چیز تھی جو میں نے تصور کی تھی اور کیا آپ یقین کر سکتی ہیں اب مجھے اس سے بھی فرق نہیں پڑ رہا میرا خودکشی کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ میں برباد ہو گیا ہوں یا میرے نام پر کیچڑ لگ گیا ہے یہ تو بس ایک بے ضرر سی خواہش بن گئی ہے شاید میں خود میں چھڑی جنگ سے عاجز آ گیا ہوں اس لئے۔"

سُولیم خاموشی سے اسے سنے گئی اس کا کام ہی اسے سننا تھا۔

"تم اب بھی الجھے ہوئے لگتے ہو۔"

براق نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا دونوں آنکھیں ملیں جھکنے والی نظر سُولیم کی تھی اسے اس کی ان گریفائیٹ رنگ کی آنکھیں نہایت سفاک و خود غرض لگتی تھیں وہ ان سے کبھی بھی نظر نہیں ملا پائے گی اسے یقین تھا۔

"میں ہمیشہ سے ہی الجھا ہوا ہوں ڈاکٹر سلجھنے کی کوئی راہ ہی نہیں میری زندگی میری کہانی بہت پیچیدہ ہے اگر آپ نے اسے پڑھ لیا نا تو خوف کھا جائیں گی میں آپ سے

NC

ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں کیا آپ مجھے میری غلطیوں کیلئے معاف کر سکتی ہیں۔"

ہلکے ہیٹر کی گرمائش میں وہ اس کے مٹی رنگ کے عبایہ کو دیکھ کر کہہ رہا تھا ضرور آج باہر سورج نکلا تھا تبھی پرندوں کے اتنے چہچہانے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"شاید تم بھول گئے ہو جب میں نے تمہارا علاج کرنا شروع کیا تھا تو میں نے کہا تھا میں تمہیں نہیں جانتی ماضی میں جو ہوا جو تم نے کیا اس کی بھرپور سزا تمہیں مل رہی ہے تمہارا نام، کام سب گیا تم خطرناک بیماری کے شکار ہو گئے ہو تمہاری آنکھوں کے گرد حلقے ہیں تم پچھتاوں میں گھر گئے ہو اوپر بیٹھے مصنف نے پہلے سے ہی تمہارے لئے سب منتخب کر دیا اب میرے معاف کرنے یا نا کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا۔"

بڑے آرام سے اس نے براق کے منہ پر پھر سے ان دیکھا تھپڑ مارا جو اس نے محسوس بھی نہیں کیا ہاں وہ پھیکا ضرور ہوا اس بات پر کہ اسے نام کام پھر ملنے والا ہے اور یہ جو سو کالڈ بیماری ہے جز وقتی ہے نقلی ہے اگر سامنے بیٹھی لڑکی کو یہ سب پتا

چل گیا تو کیسا ہو گا اس کا دل دھڑکنے لگا چور نظروں سے سُولیم کو دیکھا۔

"فرق پڑے گا میں نے بہت برے طریقے اور الفاظ آپ پر استعمال کیے ہیں آپ اس وجہ سے بہت پریشان رہی ہیں۔ میں جانتا ہوں برائی جب اچھائی پر غالب ہوتی ہیں تو انسان گھبرا جاتا ہے آپ گھبرا گئیں تھیں اس گھبراہٹ کیلیئے مجھے معاف کر دیں میرا یقین کریں میں صرف آپ کی کال کیلیئے ہی آپ کا فون۔"

اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتا سُولیم نے درشتی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"مسٹر براق شاہ آپ شاید یہاں علاج کے لئے آئے ہیں پرانے گلے سڑے مردے اکھاڑنے نہیں سو بہتر ہو گا یہ ٹاپک کلوز کر دیا جائے۔"

براق نے خود پر غصہ کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مجھے لگا تھا ایک میچور ٹالک سے جو تناؤ ہم دونوں کے بیچ ہے وہ ختم ہو جائے گا میں نے آپ کو اور پیشنٹس کے ساتھ نہایت ہمبل اور شائستہ پایا ہے مجھے یہ فیل ہوتا ہے جب آپ مجھ سے اکھڑ لہجے اور تندہی والے انداز میں بولتی ہیں آپ کو نہیں

لگتا۔ "

سُولیم نے عاجز آ کر پھر اس کی بات کاٹی۔

"نہیں مجھے کچھ نہیں لگتا میں دو میڈیسن چینج کر رہی ہوں اب اتنی ہائی پوٹینسی کی ضرورت نہیں ہے آپ یہ میڈیسن فارمیسی سے لے لیں۔ "

براق نے بے دلی سے اس کے ہاتھ سے نسخہ پکڑا۔

"اکھڑ پلس روڈ پلس ال مینیرڈ۔ "

کرسی پیچھے کو کھینچ کر وہ باہر آ گیا تھا۔ فارمیسی سے میڈیسن لیتے ہوئے اس نے یونہی اپنا سر موڑ کر پیچھے کی جانب دیکھا اور جھٹکا کھا گیا وہ شاکر تھا جس کے ہاتھوں میں سرخ ادھ کھلے گلابوں کا بڑا سارا بکے تھا اور جو ڈریس اپ ہو کر سُولیم کے کمرے میں جا رہا تھا براق نے زبان لبوں پر پھیری عجلت میں دوائیں پکڑیں اور پارکنگ میں آ گیا۔

"مجھے کیا وہ جب مرضی ان سے ملنے آئے آفٹر آل وہ اس کا کزن ہے۔ " (پھر اس

کے ہاتھ میں بکے کیوں تھے اور وہ ڈریس اپ کیوں تھا کیا وہ اسے پرپوز کرنے والا ہے؟)

دماغ کے بولنے پر گاڑی کو انلاک کرتے اس کے ہاتھ تھمے اس نے دوائیں ونڈو سے اندر اچھال کر اپنے قدم واپس موڑے۔

"تو کیا ہوا اگر اس کے ہاتھ میں بکے تھا اور وہ ڈریس اپ تھا وہ کافی دور سے آیا تھا وش کے لئے گلاب لے آیا ہو گا اور رہی ڈریس اپ کی بات تو وہ تو میں بھی ہوں اس کا یہ مطلب تھوڑی کہ میں انہیں پرپوز کرنے والا ہوں۔"

اپنی آواز پر وہ خود ہی چونکا تھا پرپوز لفظ پر بڑی شادمانی سی ہوئی تھی اسے نجانے کیوں۔

"اگر ایسا ہے تو پھر اندر کیوں جا رہے ہو واپس چلے جاؤ یا پھر تم ڈر گئے ہو ایک بار پھر سے۔"

"کوئی ڈر کوئی خوف نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتا سمجھے تم۔"

وہ ریسپشن پر پہنچ چکا تھا اور اونچی آواز میں جھڑکنے کے سے انداز میں بولا تھا آس پاس لوگوں نے اور ریسپشن گرل نے اسے بڑے ہی عام انداز میں اسے دیکھا تھا یوں بھی وہ سب جانتے تھے یہ پاگلوں کا کلینک تھا یہاں پاگل ہی آتے تھے۔ براق نے ان سب کو نظر انداز کیا سیڑھیاں پھلانگیں اور تیسرے کمرے کے سامنے آکر رک گیا جس کے باہر کرسیوں پر دونوں دیواروں کے ساتھ بیٹھے لوگ اخبار اور میگزین پڑھنے میں مگن اپنی باری کے انتظار میں تھے۔

"اگر ایسا ہے تو پھر شاکر کا چہرہ بار بار تمہاری آنکھ کے پردے پر کیوں ابھر رہا ہے جاؤ اور جا کر سیلیا کے ساتھ انجوئے کرو رات بھی تم نے اس بیچاری کو ٹائم نہیں دیا وہ کتنا مائنڈ کر رہی ہو گی ویسے بھی سُو لیم شاکر کے ساتھ کمفرٹیبل ہو گی تمہارے ساتھ تو وہ کافی ریزرو رہتی ہے۔"

براق نے دروازے پر ناک کی۔

"میں جا رہا ہوں دیکھو تم مجھے۔"

اور پھر وہ دروازہ دھکیل کر اندر آگیا اور اندر کا منظر اسے دہلا گیا وہ دونوں بھلے ہی دور بیٹھے تھے لیکن آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے براق کو اندر آتے دیکھ سُولیم نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ میں۔" اسے دیکھ کر براق نے جھٹ دروازہ بند کیا اور بالکل شاکر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

"وہ میں ایک چیز سے بھی بہت پریشان ہوں اس کی میڈیسن بھی لکھ دیں مجھے۔"

وہ دیکھ شاکر کو رہا تھا بات سُولیم سے کر رہا تھا گلاب میز کی وسط میں پڑے تھے اور تازی بنی کافی بھی۔

"تمہارے ہاتھ سلامت رہیں تم نے اچھی کافی بنائی ہے۔"

شاکر نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے بے ساختہ کہا براق نے فوراً کافی کے کپوں کی جانب دیکھا پھر سُولیم کو۔

"اوپس معافی چاہتا ہوں تم اپنے مریض کو ڈیل کر سکتی ہو۔"

براق نے گرے رنگ کا ربڑ کپڑے کا ماسک ناک پر جمایا ہوا تھا اس کے پیچھے اس کے نتھنے پھول پچکنے لگے تھے اللہ جانے کیوں؟

"میں نے جو میڈیسن لکھ کر دی ہیں اس میں سب چیزوں کا علاج ہے بے فکر ہو کر پندرہ دن تک اسے استعمال کریں۔"

وہ اسے کہنے کے بعد شاکر کی جانب متوجہ ہو گئی تھی مطلب تھا گیٹ آؤٹ۔

"نہیں ڈاکٹر میری جو کنڈیشن ہے وہ میری فائل میں نہیں ہے یعنی یہ مختلف نوعیت کی بیماری ہے جو مجھے پریشان کر رہی ہے اور اس کا علاج مجھے ہر صورت کروانا ہے مجھے آپ کا وقت درکار ہے اگر آپ فری ہیں تو۔"

کہانی پتا نہیں کہاں سے بن رہی تھی لفظ نجانے کہاں سے نکل رہے تھے سُولیم نے صبر سے شاکر پر نظر ڈال کر براق کی جانب سر اٹھایا۔

"ٹھیک ہے بولیں جو کہنا میں سن رہی ہوں۔"

براق نے ماسک کے پیچھے سے لبوں کو تر کیا۔

"یعنی یہ بیماری ایسی ہے کہ میں کسی کے سامنے ڈسکس نہیں کر سکتا مجھے پرائیوٹلی آپ سے بات کرنی ہو گی۔"

کافی کے گھونٹ بھرتے شاکر کے لبوں پر مسکان آئی ڈاکٹر بننا آسان تھوڑی تھا مریض کی مائنر سی چیز کا بھی دھیان رکھنا پڑتا تھا اور سب سے زیادہ اس کے قائل ہونے کا۔

"ٹھیک ہے پھر کل آپ آجائیے گا ابھی میں بزی ہوں کافی سارے پیشنٹس کی اپائنٹمنٹ ہے۔"

براق نے ہاتھ پریشانی سے مسلے سانولے سے پرکشش شاکر کو دیکھا۔

"کیا تم واقعی ان سرخ گلابوں اور بنے سنورے آدمی کے ساتھ سُولیم کو چھوڑ کر جانے والے ہو؟"

دماغ نے پھر اپنی ٹانگ اڑائی تھی وہ کنفیوز ہوا۔

"اچھا یعنی کل۔۔" اس کے لب پر سوچ انداز میں ہلے۔ "آج کسی طرح پوسیبل

نہیں میں چاہتا ہوں رات کو مجھے سکون کی نیند آئے۔ "

سُولیم نے بہت تحمل سے اسکی بات سنی کاغذ اٹھایا انگریزی کے چند حروف لکھ کر اسے پکڑا دیا۔

"یہ لے لینا اس سے واقعی تحمل کی نیند آئے گی۔ "

براق کی نظریں پھر ان سرخ گلابوں کا طواف کرنے لگیں بے دلی سے وہ پیلی پرچی سُولیم کے ہاتھ سے پکڑی اور کھڑا رہا سُولیم نے استفہامیہ انداز میں شانے اچکائے۔

"ہاں آں میں جانے ہی والا ہوں دراصل مجھے کچھ یاد آرہا تھا وہ سوچ رہا ہوں ہاں یاد آیا میرے ایک دوست کا بریک اپ ہو گیا ہے اس کی وجہ سے وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار ہے میں نے اسے آپ کا بتایا ہے وہ ضرور کل وزٹ کرے گا کیا آپ کل اسے اپنی اپائنٹمنٹ دے سکتی ہیں۔ "

سُولیم نے میز پر ناخون بجائے شاکر کی کافی بس ختم ہی ہونے والی تھی۔

"ضرور باہر ریسپیشن سے رجوع کریں۔ "

سپاٹ سے انداز میں کہہ کر اس نے اپنی کافی کا کپ اٹھایا۔

"صحیح پھر میں چلتا ہوں واقعی آج کافی مریض ہیں کیا میں نیکسٹ کو بھیج دو۔"

سُولیم نے سپ بھر کر وال کلاک کی جانب اشارہ کیا۔

"اِٹس لنچ ٹائم۔"

براق نے گھڑی کے ہندسوں کی جانب گردن گھمائی پھر آنکھیں بند کر کے خود کو ملامت کی۔

"یس۔۔اوکے۔۔" وہ سر ہلا کر سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"پھر میں چلتا ہوں۔"

"پلیز۔" تلخ کافی کو حلق میں ڈالنے کے بعد وہ اس سے کہنے لگی۔ براق سر ہلاتا باہر آیا دروازہ بند کرنے سے پہلے ان دونوں سرخ گلابوں اور کافی کے کپوں پر نظر ڈالی پھر اسے بند کر دیا۔

سُلیم نے گہری سانس بھری شاکر کا قہقہ اس نے جاتے ہوئے بخوبی سنا تھا۔

"آہ براق آہ تف ہے تم پر۔" اس نے باہر آتے ہوئے خود کو ملامت کی۔

"سنیں اس کے بعد جس کا بھی نمبر ہے وہ فوراً اندر چلا جائے ڈاکٹر کے گیسٹ آئے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے پھر وہ چیک اپ نا کریں۔"

جاتے جاتے اس نے زبردست طریقے سے تنبیہہ کی تھی جس کی باری تھی وہ فوراً اٹھ کر دروازے کے پاس رکھی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی براق نے سر اہتے ہوئے سر ہلایا اور چابیاں اچھالتا دی مائنڈ سے باہر نکل آیا۔

اس کی نظروں کے سامنے وہ سرخ گلاب تھے اور ان گلابوں کے سامنے وہ دونوں بیٹھے تھے۔

"مجھے تمہارا سرپرائز اچھا لگا چاچو نے کہا تھا تم آنے والے ہو لیکن اتنی جلدی آنے والے ہو اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

وہ مسکراتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی اس کی مسکراہٹ کی کھنک آواز میں گونجتی محسوس کی جا سکتی تھی۔

"ہاں دراصل میں تمہارے لئے پریشان تھا تم نے مجھے ڈرا کر جو رکھا ہوا تھا سُولیم ہم کسی بھی رشتے سے پہلے بہترین دوست ہیں اور مجھے نہیں لگتا دوستوں سے کچھ چھپانا چاہیے پلیز مجھے بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے میں ہر ممکن کوشش کرونگا تمہاری مدد کرنے کی۔"

NC

سُولیم نے اسے مغموم نظروں سے دیکھا کچھ لوگ واقعی بہت اچھے ہوتے ہیں اتنے کہ ان کا ہونا کسی انعام سے کم نہیں لگتا سُولیم خود کو اس سے بہت قیمتی سا محسوس کر رہی تھی۔

"شاکر میں بہت سٹرونگ ہوں مجھے مشکلوں سے نکلنا آتا ہے اور میں اپنی مدد خود کرتی ہوں تبھی تو دیکھو جیتی ہوئی ہوں ہاں ہم بہترین سے بہترین تر دوست ہیں اور مجھے اس بات پر بہت خوشی ہے کہ تم جیسا دوست میری زندگی میں ہی لیکن ٹرسٹ می میں اب اس مشکل سے نکل آئی ہوں اور کیا تمہیں نہیں نکلتا نائیٹ میر کو دھرانا نہیں چاہیے انہیں رات کے اندھیرے میں دفن کر کے اپنی صبح کی روشنی کو

بے داغ کر کے رکھنا چاہیے۔"

شاکر نے گہری مسکان کے ساتھ کافی کا آخری گھونٹ بھرا۔

ت "م مجھے ہر وقت سرپرائز کرتی ہو لیکن یہ قلق تمام عمر رہنے والا ہے کہ اس ڈراؤنے خواب سے میں تمہاری نکلنے میں ہیلپ نہیں کر سکا ویل۔"

اس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر مار کر پشت کو کرسی کی بیک پر دھکیلا۔

"میرے یہاں آنے کا ایک اور بہت اہم مقصد ہے پتا نہیں انکل نے تمہیں بتایا یا نہیں لیکن میں یہاں ہم دونوں کے فیوچر پلان کے لئے بھی آیا ہوں سب چاہتے تھے ہم دونوں کچھ ٹائم ساتھ بتا کر یہ فیصلہ کر لیں کہ آیا ہم آپس میں سوٹ کرتے ہیں یا نہیں سو میں چار دن یہاں ہوں اس کے بعد واپس چلے جانا ہے تب تک کوئی فیصلہ کرنا ہو گا سُو لیم ڈونٹ ٹیل می کہ تم شرما رہی ہوں تمہاری آنکھیں ہلکی گیلی ہو کر جھک گئی ہیں ہاں تم شرما رہی ہو کم آن یہ میرے دل کی بیٹس مس کر ورہا ہے۔"

NC

وہ اس کے آپس میں پیوست ہاتھوں اور جھکی نظروں سے صحیح تکا لگا گیا تھا اور اس چیز نے اسے جتنا سرشار کیا تھا زندگی میں کسی چیز نے نہی کیا تھا۔

"ہا میں اور شرماؤں گی بھول ہے تمہاری اور یہ ہماری فیملی والے بھی نا کتنے عجیب ہیں سارا بچپن ساتھ گزارا بڑے ساتھ ہوئے اور اب بھی کہتے ہیں کہ وقت ساتھ بتا کر پتا کر لو ایک دوسرے کو سوٹ کرتے ہیں یا نہیں ویسے تم کہاں ٹھہرو گے؟"

اس یکدم ٹاپک بدلنے پر وہ ذو معنی سا مسکایا۔

ان دونوں کی باتیں جاری تھیں گلاب کے پھول میز کے وسط میں پڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ان کی آنکھوں میں ایک اور چہرا بھی تھا جو بہت الجھا ہوا پریشان سا تھا اور عجلت میں بھی دکھتا تھا۔

"کم آن اسد پک اپ دی کال۔" یہ کوئی دسویں بار تھا جب وہ اسد کا نمبر ملا رہا تھا اور وہ انگیج جا رہا تھا اس نے گاڑی ٹاور برج کی سائیڈ پر روکی اور پیدل چلنے والوں کی سائیڈ پر آکر چلنے لگا اس کا دل الجھا الجھا بے چین تھا وجہ کیا تھی وہ جان نہیں پا رہا تھا یا

پھر جان گیا تھا لیکن اس کا سامنے کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"تو سُولیم شفیق تم آج شاکر کے ساتھ اچھا وقت گزارو گی۔"

لوگوں کے درمیان چلتے سر پر ہڈی ڈالے کانوں میں تیز میوزک چھوڑتی ہینڈ فری لگائے وہ اپنے قدموں کو دیکھتا چل رہا تھا اس کے قدم بھی بے سمت کے مسافر تھے۔

"وہ تمہیں پرپوز کرے گا اور تم اس سے شادی کر لو گی ہاں تم یہی کرو گی تم ایسی لڑکی ہو جو شادی کر سکتی ہے ایک آدمی کے ساتھ پوری ذندگی گزار سکتی ہے اور میں میں وہ ہوں جو۔" وہ رک گیا تھا برج کے گرل پر اس نے اپنا وزن گرا کر ٹھاٹھے مارتے سمندر کو دیکھا تیز ہوا کے جھونکے اس کے پانی کو اوپر اوپر اٹھا رہے تھے۔ پانی پر اڑتے پرندے اس ہوا سے خائف تھے اس کی سبب وہ اپنا شکار پکڑنے سے محروم تھے براق کی نظروں میں سمندر اڑتے پرندے چلتے بحری جہاز ہوا اٹھتی لہریں سُولیم شاکر سب گڈ مڈ ہونے لگا۔

"میں وہ ہوں جو اس سمندر کی مانند ہوں جس کی کوئی منزل کوئی ٹھکانہ نہیں سب کو خود میں سما کر جو تنہا اور ویران کھڑا رہتا ہے میں کیا چاہ رہا ہوں کیا سوچ رہا ہوں مجھے کچھ اندازہ نہیں ہے بس اتنا معلوم ہے کہ مجھے تم بہت اچھی لگنے لگی ہو اتنی کہ میں تمہیں کسی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا حتیٰ کہ تمہارے سائے کے ساتھ بھی نہیں یہ پاگل پن ہے لیکن بہت مایوس کن اور دلفریب ہے۔ مجھے اس احساس میں مزا آنے لگا ہے اس کا انجام کیا ہونا ہے یہ سوچ میرا پیچھا نہیں کرتی میں بس لمحہ موجود میں رہ کر خوش اور پریشان رہنا چاہتا ہوں اور یہ بلکل ناقابل فہم سی بات ہے۔"

اس کی نظریں دور سمندر میں کچھ تلاشنے لگیں تھی صبح کا سورج شام کے سائے میں ڈھل کر بجھنے لگا اچھلتا بے چین پانی تھم کر پرسکون جھیل کی مانند ہو گیا ہو اؤں نے اپنی شدت کم کی اور آسمان پر موجود بادل ہلکے ہلکے ٹپکنے لگے وہ وہیں کھڑا رہا اس کے کانوں میں بجتا میوزک تھما نہیں تھا۔ اس کے گانوں کی لسٹ کافی طویل تھی جو ابھی مزید چلنی تھی اس سے پہلے شام کے سائے اندھیرے میں ڈوبتے کسی نے

اسے زور سے پکڑ کر کھینچا تھا چہرے پر لگتے گھونسے نے چودہ طبق روشن کر دئے تھے یہ غیر متوقع تھا تبھی وہ سنبھل نہیں پایا لڑکھڑا گیا۔

"سالے زندگی اجیرن کر دی ہے میری صبح سے کتوں کی طرح ڈھونڈ رہا ہوں اور موصوف یہاں کھڑے سن سیٹ کے مزے لوٹ رہے ہیں کوئی شرم کوئی حیا ہونا تو اسی پانی میں ڈوب مر۔"

اسد منہ سے کف نکالتے ہوئے اس پر بھڑا تھا براق نے سٹپٹا کر ہینڈ فری کانوں سے نکالی اور اس کی سلاواتیں سنیں۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

وہ حقیقتاً پریشان ہوا اسد نے تضحیکی انداز میں تالیاں بجائیں۔

"واقعی تم نے کچھ نہیں کیا ہاں پھر یہ ہزار کالز کیوں کیں۔" اس نے اپنا سیل اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ "اور اگر کر بھی لی تھیں تو خود کا سیل بند کر کے غائب ہونے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تم غلط ہو میرا سیل آن تھا ہو سکتا ہے س سگنل پرابل ہوئی ہو۔ "

براق نے ہینڈ فری سے نکلتی آواز اس کے سامنے کی اسد نے خون کا گھونٹ پیا۔

"کیا مصیبت پڑ گئی تھی جو یوں غائب ہوا کیوں کیا تھا مجھے فون؟"

براق نے پھر سمندر کی جانب نگاہ دوڑئی۔

"ایک چیز پوچھنی تھی۔ "

"سن رہا ہوں بول۔ "

"کیا واقعی رتیکا مجھے یا میں اس کو سوٹ کرتا ہوں یعنی کیا مجھے اس سے شادی کر لینی چاہیے۔ "

اسد کا دل کیا اسے سمندر میں دھکیل دے اب تک وہ چڑیل اس کے دماغ سے نہیں نکلی تھی لیکن کسی کو کیا پتا تھا وہ رتیکا نام میں کس کا نام چھپائے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں تو اسے ہی سوٹ کر سکتا ہے اس سے شادی کر بچے پیدا کر اور میری پر سکون لائف سے نو دو گیارہ ہو جا جلدی کر۔ "

وہ تو ایسے کڑوے انداز میں بولا کہ براق کا حلق بھی کڑوا ہو گیا۔

"ہا یہ تیری بھول ہے کہ میں نے تجھے چھوڑنا ہے جب آخری سانس ہو گی نا تب بھی تجھے پاس رکھنا ہے۔"

وہ چلنے لگے تھے اسد نے سرد آہ بھری کہا کچھ نہیں۔

"اسد میں کچھ عجیب نہیں ہو گیا نہیں میرا مطلب ہے کہ میرا جو رعب دبدبہ تھا وہ جاتا جا رہا ہے مطلب میں کچھ بدل سا گیا ہوں ہے نا۔"

بر تیج پر ہوا کے چلنے کی وجہ سے آوارہ پتے آ کر ان کے قدم چومنے لگے اسد نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"رعب دبدبہ اور تیرا یہ آج تک کا سب سے گھٹیا جوک تھا۔"

اسد کے گاڑی کھولنے پر وہ اندر بیٹھا ماسک سے منہ کو آزاد کیا۔

"بی سئیریس یار۔"

"نہیں تو کیا تجھے میرے منہ سے لگ رہا ہے میں مزاق کر رہا ہوں نہیں نظر آ رہا ہے

کہیں اگر ہاں تو بتا۔"

براق نے اپنے اندر کے باکسر کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیا تھا یہ وہ انسان تھا جس کا جبڑا توڑنے کی وہ سکت نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ وہ انسان تھا جس کی خیالوں میں وہ بے پناہ ہڈیاں توڑ چکا تھا ابھی ابھی اس نے اس ساتھ بیٹھے شخص کا بازو توڑا تھا اور دل کو سکون ملا تھا۔

"ویسے ایک چیز ہے جو تجھ میں بدلی ہے اور وہ گرل فرینڈز کی رفتار کا کم ہونا جس حساب سے تیری گرل فرینڈز بدلتی تھیں نا اتنے تو لوگ کپڑے بھی نہیں بدلتے ہوں گے۔"

وہ اپنی ہی بات پر ہنسا تھا براق جو خوشی سے اس کی جانب متوجہ ہوا تلخی سے منہ موڑ گیا۔

"بکواس بند کر اپنی۔"

"براق شاہ اور بدلنا ہاہاہا۔۔"

اسداب بھی ہنس رہا تھا اور اس کا یہ ہنسنا دور جاتا ٹاور بر تیج بخوبی سن اور دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب بہت عجیب ہے لیکن یہ سب بہت اچھا ہے اور میں اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔"

سہانی صبح سہانی خبر لیکر آئی تھی اور وہ خبر ایسی تھی کہ کھڑکی میں بیٹھی کن سوئیاں لیتی چڑیا نے جو نہی اسے سنا پورے عالم میں پھیلا دیا ہر کوئی اس خبر کو سن کر انگشت بنداں تھا کوئی خوش تھا تو کوئی افسردہ جو افسردہ تھی وہ بجھ سے گئے تھے جیسے کہ سورج جیسے کہ ہوا جیسے کہ آسمان لیکن جو خوش تھے وہ خوشی سے دمک اٹھے تھے مہک رہے تھے جیسے کہ پنچھی جیسے کہ پیڑ پودے جیسے کہ وقت جیسے کہ طاہر۔

"میں بہت خوش اللہ تم دونوں کو سلامت رکھے۔"

صبح ہوتے ہی شاکر نے طاہر کو گرین سگنل دیا تھا سُولیم تو پہلے ہی دے چکی تھی اب بس فارمیلٹی باقی بچی تھی۔

"بس انکل اب سُولیم کے ساتھ ڈنر پر پوچھ کر آپ کو فائنل بتادوں گا ویسے مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

سپیکر میں سے گونجتی خوشی سے لبریز شاکر کی آواز انہیں آسودہ کر گئی تھی۔

"میری بچی بہت اچھی ہے تم لکی ہو جو اس نے تمہیں چوز کیا۔"

ٹائی کی ناٹ باندھتے وہ فخریہ کہہ رہے تھے شاکر ہنسا تھا۔

"ہنڈرڈ پرسنٹ رائیٹ میں واقعی بہت لکی ہوں پہلے پہل جب یہ بات چلی مجھے خوف لاحق ہو گیا تھا کہیں سُولیم انکار نا کر دے لیکن اللہ مجھ پر بڑا مہربان ہے اس نے مجھے سُولیم کو دے دیا۔"

طاہر کے ہاتھ تھمے چہرے پر کچھ تحریریں ابھرنے لگیں۔

"ہیلو انکل کیا آپ ہیں۔"

"ہوں ہاں۔" وہ چونکے چونک کر سیدھے ہوئے۔

"بس کچھ سوچ رہا تھا شاکر کیا تم میری بیٹی کو خوش رکھ سکو گے بالکل ویسے جیسے میں

رکھتا ہوں تم وعدہ کرو اسے ایک آنچ بھی نہیں آنے دو گے ہر تکلیف ہر دکھ ہر مصیبت سے اسے بچا کر رکھو گے۔ میں نے اپنی بیٹی کو بہت نازو سے پالا ہے شاکر میں اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھ سکتا یہاں پر میری برداشت ختم ہو جائے گی۔"

وہ بول رہے تھے اس سے پہلے شاکر انہیں یقین دلاتا عہد و پیمان کرتا ان کی باتیں سنتی دعا نیچے روم میں آگئی جہاں سُولیم آج کے پہننے کیلئے عبایہ چوز کر رہی تھی۔

"کیا تم واقعی شاکر سے شادی پر آمادہ ہو۔"

الماری میں سر دیے سُولیم اس کی بات سن کر چونکی مڑ کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ کس قسم کا سوال ہے۔"

"بالکل سادہ نا فارسی نا کورئین اور نا ہی روسی بالکل سادہ قسم کا اردو کا سوال کہ کیا تم واقعی شاکر سے شادی پر آمادہ ہو؟ اگر نہیں سمجھ آرہی تو میں ریپیٹ کر دیتی ہوں۔"

سُولیم نے کتھئی رنگ کا عبایہ نکال کر بیڈ پر رکھا اور الماری کا پٹ بند کر دیا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم جو کوئی بات سمجھ لو اور کیا مجھے اس سے شادی پر راضی نہیں ہونا چاہیے جبکہ وہ اچھا ہے سلجھا ہوا شریف ہے اور سب سے بڑی بات مجھے پسند کرتا ہے۔"

دعا اس کے قریب آئی اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

"اور کیا تم اسے پسند کرتی ہو بالکل اسی نوعیت کا جس نوعیت کا وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔"

"دعا۔" سُولیم نے اس کے ہاتھ دبائے۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں کیسے سوال پوچھ رہی ہو۔"

"سُولیم کیا تم مجھے جواب نہیں دے سکتی۔"

اس نے گہری سانس بھری۔

"کسی سے شادی کیلئے ضروری نہیں کہ پہلے اس سے محبت کی جائے یا یہ بھی

ضروری نہیں کہ جب محبت ہو تو شادی ہو میں اپنے بڑوں کی مرضی پر چلنے والی ہوں وہ جو سوچ رہے ہیں بہترین سوچ رہے ہیں۔ آج نہیں تو کل میں نے کسی تو شادی کرنی ہی ہے نا تو کیوں نا وہ شاکر ہو جسے ہر کوئی میرے لئے خاص کر اماں اور چاچو پسند کر رہے ہیں دعا بڑوں کا جو فیصلہ ہوتا ہے نا گولڈن ہوتا ہے سونے کی طرح چمکتا پائیدار اور جو ہم فیصلہ کر لیتے ہیں ضد کر کے بھوک ہڑتال کر کے وہ ہیرے جیسا ہوتا ہے جس کی چمک بھلے ماند نا پڑے لیکن جب وہ ٹوٹتا ہے تو پھر جڑتا نہیں اپنی شکل اپنا اصل اپنا مقام کھو دیتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں بچتی پھر سونا جبکہ ہر شکل ہر حالت میں ڈھل جاتا ہے۔"

اس کی لمبی چوڑی وضاحت پر دعا نے جو پوچھا اس پر سُولیم کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔

"تو یعنی کہ تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔"

"نہیں میری ماں اب مجھے ریڈی ہونے دو دیر ہو رہی ہے آج ویسے بھی کچھ اہم کام نبٹانے ہیں میں نے۔"

وہ اپنا عبایہ لیکر واش روم میں گھسی تھی دوسری جانب باتھ روم کا دروازہ کھلا اور وہ بڑے ہی عالی موڈ میں باہر نکلا بالوں میں کومب کرتے خود پر پرفیوم کی بوچھاڑ کرنے کے بعد اس نے اپنی کھڑکی کو سلائیڈ کیا ننھی ننھی بارش کی بوندوں نے اس کے چہرے کو چوم لیا ایک استراحت سی اس کے رگ وپے میں دوڑ گئی۔ یہ موسم بھی آج کل کتنا بے ایمان ہوا پڑا تھا کبھی کسی ماضی کے جوان بادشاہ کے کمان سے نکلے تیر کی طرح سورج کی سنہری روشنیاں عالم کو منور کرتی تھیں تو کبھی فیری ٹیل کی طرح ننھی بوندیں موتیوں کی صورت زمین پر گرتی اسے نم کر دیتی تھیں ابھی بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا جب وہ جاگنگ کر رہا تھا تو صبح کا اجالہ نیلی روشنی ہر سو پھیلی تھی اور اب جب وہ فرش ہو کر موسم کا حال جاننے کے لئے کھڑکی کے پاس آیا تو بوندوں نے اٹھکیلیاں کرتی بچیوں کی طرح اس کا سواگت کیا وہ مسرور ہو گیا۔ اس نے اس گرے رنگ سے نگاہ بچانے کے لئے ابھی قدم واپس موڑنے کا سوچا ہی تھا کہ اسے اپنی کھڑکی پر ایک گلہری نظر آئی جو اپنی زبان میں شاید اسے کچھ کہنے کی

سعی میں تھی براق نے چونک کر استعجاب سے اسے دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر لے گیا گلہری نے بڑے مزے سے خود کو سہلانے دیا۔

"تمہیں پتا ہے میں اپنے جذبات سے آگاہ ہو گیا ہوں لیکن یہ کس قدر مشکل ہے کہ میں اسے کہوں میں اسے پسند کرنے لگا ہوں میں یہ بات خود کو بھی کیسے کہوں میں جب بھی خود سے اعترف کرنے بیٹھتا ہوں دنیا جہان کی باتیں میری کوتاہیاں سرتان کے میرے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں اور سُولیم اس کی غصے سے لبریز آنکھیں یہ سب مجھے ڈرا رہی ہیں لیکن ایزیو نو کہ میں ایک فائٹر ہوں اور میں ہار نہیں ماننے والا تو میں اس بات کو پس پشت ڈال کر اپنے اندر وہی ابال پیدا کر کے کھڑا ہوتا ہوں جو میری ذات کا خاصہ ہے ویسے میں کتنی فضول اور بے تکی باتیں کرنے لگا ہوں جس کا کوئی علاج نہیں مجھے ضرور اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہو گا ہے نا؟"

"تم صحیح کہتے ہو تمہاری کوئی بات سمجھ نہیں آتی تم بے ربط سے جملے بولنے لگے ہو

ویسے تم سُولیم کے ساتھ جچتے ہو۔"

براق نے بوکھلا کر گلہری کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"ششش۔۔ کیا کر رہی ہو کسی نے سن لیا تو یہ ابھی راز ہے اور اس کا علم ابھی کسی کو نہیں ہونا چاہیے خاص کر اسد کو۔"

"ہا۔۔" گلہری کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔ "کیا تمہیں واقعی نہیں یاد کہ تم اس کے سامنے اعتراف کر چکے ہو اس نے پرسوں تمہارے ڈرنک ہونے کا فائدہ اٹھایا اور تمہاری ساری باتیں ریکارڈ کر لیں اور یقین کر لو جو نشے میں منہ سے نکلتا ہے وہ سچ ہوتا ہے۔"

براق کو ایک ہزار والٹ کا جھٹکا لگا۔

"کیا اس کمینے نے مجھ سے سب اگلوا لیا ایسی گھٹیا حرکتوں کی میں اس سے ہی توقع کر سکتا ہوں بڑا ہی ڈیش انسان ہے کیا تم مجھے بتا سکتی ہو اس نے میری ویڈیو بنائی یا آواز ریکارڈ کی۔"

ننھی بوندوں کی بوچھاڑ میں بھگتی گلہری نے ذہن پر بوجھ ڈالا آنکھوں کو دائیں بائیں اوپر نیچے جنبش دے کر کچھ سوچا اور دماغ پر زور ڈال کر بولی۔

"اس نے تمہاری آواز ریکارڈ کی تھی یقیناً لیکن سنو وہ بہت اچھا ہے اور تم سے بہت پیار کرتا ہے جب اسے معلوم ہوا کہ اس کا شک درست ہے تو اس کے چہرے پر ایک الوہی سی مسکان تھی اس سے جھگڑنا نہیں بس ایسے ہی رہنا جیسے تمہیں کچھ معلوم نہیں وہ ضرور تمہارے اور سُولیم کے راستے ملائے گا تم اس کے سامنے ہوش و حواس میں اعتراف کر لو۔"

براق نے ایکسائیٹمنٹ سے خود کو مزید آگے کیا۔

"یہ سب بہت عجیب ہے لیکن یہ سب بہت اچھا ہے اور میں اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں یہ احساس بالکل نیا لیکن بہت قدیم معلوم ہوتا ہے اس میں بیک وقت کڑواہٹ و شیریں ہے فراق و وصل ہے خوف و یقین ہے کیا مجھے اسے کہہ دینا چاہیے۔"

"تمہیں اسے فوراً کہہ دینا چاہیے۔"

پاس سے گزرتی ہوا نے رک کر ان کی باتیں سنیں اور جھٹ اپنی زبان کھول دی گلہری اور براق نے اس کی جانب دیکھا جو تھمی ہوئی تھی اور جانے کو پر تول رہی تھی۔

"اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے تمہیں ایک ساعت کا بھی انتظار نہیں کرنا چاہیے میری مانو تو آج ہی کہہ دو نہیں تو کل بس اس سے زیادہ دیر مت کرنا فیصلوں میں دیری ناکامیاں لاتی ہے اور مجھے نہیں لگتا تم ناکام ہونا چاہتے ہو۔"

وہ اپنی بات مکمل کر کے اڑ گئی گلہری نے ناگواریت سے اسے جاتے دیکھا۔

"بالکل بھی اس کی بات سے اکتفا نہیں کرنا براق شاہ یہ پاگل ہے اور پاگلوں کی باتوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے جلد بازی سب خراب کر دیتی ہے پہلے تم سیلیا کو فارغ کرو پھر سُولیم کا دل جیتو اور پھر اپنی بات کہو میری مانو تحمل سے چلو گے تو بازی تمہاری ہے ورنہ پھر مات کیلئے تیار رہو۔"

اس نے بھی بات مکمل کر کے جست لگائی تھی جتنے منہ اتنے مشورے براق نے گہرا سانس بھرا اور کمرے سے باہر آیا اس کا رخ کچن کی جانب تھا پیٹ نے آواز دی تھی کچھ کھانا تو تھا وہ فریج کھول کر کھڑا ہوا تھا جب اسے اپنے سینے پر ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا اس نے نگاہ جھکائی پتلی جلد والے دودھ جیسے ہاتھ اس کی براؤن ٹی شرٹ پر تھے۔

"تم کہاں تھے کل رات میں نے تمہیں مس کیا۔"

وہ اس سے چپک کر کھڑی ہو گئی تھی اس کی تھوڑی براق کے کندھے پر تھی براق کو یہ سب آج بڑا عجیب اور پریشان کن لگا وہ ان کمفرٹیبل ہوا لیکن اس نے سیلیا کو پیچھے نہیں کیا۔

"مجھے کل کچھ کام تھا اور آج بھی ہے میں۔"

اس کی بات تھمی لب رکے اور اس کی وجہ سیلیا کے ہاتھ تھے جو اس کی تھوڑی سہلاتے ہوئے لبوں تک آ گئے براق نے دودھ کی بوتل کھلے فریج کی جالی پر رکھتے

ہوئے اس کا ہاتھ ہٹایا اب اسے ناگواریت ہونے لگی تھی۔

"سیلیا پلیز مجھ سے دور ہو جاؤ میں اس وقت موڈ میں نہیں ہوں۔"

براق نے اس کے دونوں ہاتھ ہٹا کر رخ اس کی جانب کیا فریج کا ڈور وہ بند کر چکا تھا۔

"کیا ہوا ہنی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے تم مجھ سے کافی دنوں سے کٹے کٹے سے ہو کیا مجھ سے کچھ غلطی ہو گئی ہے۔"

وہ براق کے گریز سے پریشان ہو گئی تھی اسے اچانک اپنے حسین دن نظر آئے جب وہ اس پر اپنی جان چھڑکتا تھا.

NC

....

"کیا ہوا ہنی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے تم مجھ سے کافی دنوں سے کٹے کٹے سے ہو کیا مجھ سے کچھ غلطی ہو گئی ہے."

وہ براق کے گریز سے پریشان ہو گئی تھی اسے اچانک اپنے حسین دن نظر آئے

جب وہ اس پر اپنی جان چھڑکتا تھا اور اپنا پورا وقت اس کے ساتھ گزارتا تھا. اس کے دل میں وہم پلنے لگا اگر ان دونوں کا بریک اپ ہو گیا تو کیا وہ اس سے بے زار ہو گیا ہے کیا وہ اسے جلد چھوڑ دیگا سلیلیا کے دل میں ہزاروں سوال اٹھے لیکن وہ پوچھ نہ پائی کہ اسے جواب سے ڈر لگنے لگا تھا۔

"تم سے غلطی نہیں ہوئی شاید مجھ سے ہوئی ہے سیلیا میں آج کل کسی معاملے کو لیکر بہت کنفیوز ہوں اس لئے تم سے فاصلے پر ہوں جو نہی میں کسی نتیجے پر پہنچا تمہیں ضرور اطلاع کرونگا۔"

وہ سائیڈ سے نکل کر کاؤنٹر کی جانب آیا اسے کسی چیز کی تلاش تھی کیا یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"کیا اس کا تعلق مجھ سے ہے کیا یہ خوفناک بات ہے۔"

براق نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"نہیں اس کا تعلق تم سے نہیں ہے لیکن ہاں یہ بہت زیادہ خوفناک بات ہے اتنی کہ

سوچنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ "

اس نے اپنا ہاتھ سامنے کیا جس پر چھوٹے چھوٹے سے بال ابھر گئے تھے سیلیا نے ماتھا کھجایا۔

"تم مجھے ڈرا رہے ہو اور میں ڈرنا نہیں چاہتی میں خوش رہنا چاہتی ہوں اس لئے تمہیں آفر کر رہی ہوں کیا ہم شاپنگ پر چلیں گروسری کا سامان جو ختم ہو گیا ہے وہ بھی لے لیں گے اور آؤٹنگ بھی ہو جائے گی۔ "

براق نے اس کی آفر پر سوچا اور اثبات میں گردن ہلائی۔

"ضرور ہم ضرور چلیں گے۔ "

"تم پریس کانفرنس کرو گے اور پوری دنیا کے سامنے اعتراف کرو گے کہ تم نے مجھے جان بوجھ کر پھنسایا ہے اور تمہارا ایکسیڈنٹ جھوٹا تھا تم سیشنز لے رہے ہو کیونکہ تم پاگل ہو چکے ہو اور تم باکسنگ چھوڑ رہے ہو۔ "

چھوٹی چھوٹی بوندوں میں وہ ہاتھ میں شوارما پکڑے تیز تیز چل رہی تھی اس کے دانت مسلسل مایو سے بھرے شوارمے کی بائیٹ چبا رہے تھے دوسرے ہاتھ میں کوک تھی۔ کھلے مرون ٹراؤزر پر سی گرین ٹی شرٹ اور لمبا مرون کوٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے دونوں کندھوں پر بیگ کو جھلائے وہ دی عبایہ میں اینٹر ہوئی تھی۔ وہ چلتی ہوئی سُولیم کے کمرے کی جانب آئی اس دوران سب نے اس کی ٹی شرٹ پر پینٹ ہوئے مرون لپ سٹک کا نشان دیکھا تھا جو ٹیڑھا تھا دروازہ کھڑکا کر وہ اندر آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی اس کا منہ سوجا ہوا تھا سُولیم نے پیشنٹ کو ڈیل کرتے ہوئے اس کے سوجے چہرے کو دیکھا اور اپنے کام میں مگن رہی۔

"ٹھیک مس ڈینیس اب آپ بالکل تندرست ہیں مزید علاج کی کوئی ضرورت نہیں اللہ آپ کو ہمیشہ تندرست رکھے۔"

بھورے بالوں والی فربہ مائل عورت اس سے ہاتھ ملا کر باہر گئی تھی اس کے جاتے ہی سُولیم نے اپنا رخ شوارمے کے آخری بائیٹ کے ساتھ کوک کے سپ لیتی دعا کو

دیکھا۔

"تمہیں ہزار بار منع کیا ہے یہ کوک وغیرہ مت پیا کرو ہڈیوں کو نقصان پہنچتا ہے ان سے مگر مجال ہے جو تم کسی کی بات مانو اب بتاؤ یہ منہ پر بارہ کیوں بجے ہیں۔"

دعا نے پھر سے کوک کی کین لبوں سے لگائی اسے پورا خالی کیا اور سپاٹ آواز میں بولی۔

"میرے مارکس اس "لیا" سے کم آئے اس لیے میں اس کا جبڑا توڑ آئی ہوں اب وہ کل اپنے مدر کو لیکر آئے گی پروفیسر وان چاہتے ہیں میں کل ڈاکٹر طاہر کو لیکر آؤں اور میں ایسا ہر گز نہیں کرنے والی کیونکہ مجھے میری پاکٹ منی عزیز ہے اب تم بتاؤ کل میرے ساتھ چل رہی ہو یا میں کسی اور کا بندوبست کروں۔"

سُولیم کا منہ پورا کھل گیا حیرت و صدمے کے مارے وہ کچھ بول ہی نہ پائی چند ساعتیں لگیں اسے سنبھلنے میں پھر جب وہ بولی تو آواز میں اشتعال تھا۔

"تم نے کہا تم نے لیا کا جبڑا توڑ دیا۔"

سوال تھا اشتعال بھرا سوال۔

"ایوت (ہاں)"

"دعا میرا دل کر رہا ہے میں تمہارا منہ توڑ دوں یہ کوئی بات ہوتی ہے کیسے تم نے اس کا جبڑا توڑا تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی۔" دعا نے اپنی سرد نگاہیں اٹھائیں۔

"کیا تمہارا توڑ کر دکھاؤں؟ ہمت بڑی ہے مجھ میں ہمت کی بات مت کیا کرو اور سیدھے سیدھے جواب دو تم میرے ساتھ جا رہی ہو یا نہیں۔"

سُولیم نے غصے سے سرخ ہوتا چہرا لئے اسے دیکھا۔

"تم کوئی بچی نہیں ہو جس کے دفاع کے لئے میں تمہارے ساتھ جاتی پھروں گی اپنے مسئلے خود سلجھایا کرو اور یہ کوئی بات نہیں ہوتی کسی سے بھی جارحانہ رویہ اختیار کرنے کی اس نے محنت کی اور تم سے زیادہ نمبر حاصل کر لئے تم بھی محنت کرتی اور اس سے زیادہ نمبر حاصل کر لیتیں۔"

دعا نے اس آنٹی کا خطاب خون کے گھونٹ پی کر سنا اس کے لب کھلنے ہی والے تھے

کے دروازے پر ناک ہوئی سُولیم نے نقاب چڑھایا یس بولا اور بول کر پچھتائی۔

وہ اپنا گرے ماسک اتارتے ہوئے اندر آرہا تھا اتفاق تھا کہ کیا اس نے بھی کتھے رنگ کی ٹی شرٹ کے ساتھ نیلی جینز اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی دعا اس کو دیکھ کر منہ کھولے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"گڈ نون ڈاکٹر کیسی ہیں آپ؟"

وہ دروازہ بند کر کے اندر آیا اور کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا مڑ کر اس نے کھڑی ہوئی پرکشش سی لڑکی کو دیکھا تھا جسے وہ پہچان گیا تھا۔ جس کے چہرے پر اس کے لیے پسندیدگی کے تاثرات تھے سُولیم کو براق کا دعا کو گھورنا ناگوار لگا اس نے گلہ کھنکھارا وہ دونوں چونکے۔

"بب براق شاہ۔" دعا کے لب آہستہ سی چیخ میں جنبش ہوئے تھے سُولیم نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"براق شاہ او مائی گاڈ ہاں آپ براق شاہ ہی ہیں پتا ہے میں آپ کی بہت بڑی فین

ہوں آپ کا کوئی بھی میچ میں مس نہیں کرتی میں بہت ٹائم سے آپ کو فالو کرتی آ رہی ہوں پاؤٹ بنائیں نا۔"

پوز بنا کر وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھی تھی اور کلک کلک کے ساتھ جانے کتنی تصاویر لے لی تھیں۔ سُولیم نے اپنا سر تھاما تھا براق کو اتنے عرصے بعد یہ جوش یہ استقبال عجیب انجانہ سا لگا اس نے بمشکل اپنے لبوں کو کھینچا صاف ظاہر تھا وہ تصاویر نہیں بنوانا چاہتا تھا سُولیم کو تضحیک کا احساس ہوا۔

"دعا بس کر و اور گھر جاؤ چاچو کے اٹھارہ فون آ چکے ہیں تمہیں ارجنٹ بلوایا ہے انہوں نے شاید طلحہ آیا ہے۔"

"جب سورج پاس ہو تو کوئلے کو کون پوچھے میں تو کوئی نہیں جا رہی۔" براق کا سر کھاتے ہوئے اس نے کہا تھا سُولیم کو اس پر افسوس ہوا۔

"دعا یہ میرے پیشنٹ ہیں مجھے انہیں ڈیل کرنے دو میں نے باقی مریضوں کو بھی دیکھنا ہے۔"

(ہاں تو تم باقیوں کو دیکھو میں اسے دیکھتی ہوں)اس نے یہ بات دل میں کہی تھی کاش وہ زبان کا بھی استعمال کر سکتی بددلی سے اس نے اپنی کرسی چھوڑی اور سُولیم کو دیکھ کر تمہیں تو میں دیکھ لوں گی والے انداز میں منہ پر ہاتھ پھیرا اور دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

آ"فرین سُولیم آفرین۔"

"ایم سوری براق شاہ یہ شاید تمہاری فین ہے۔"

(یہی تو تم میں اور اور لڑکیوں میں فرق ہے سب میری فین ہیں اور میں تمہارا)

'اٹس او کے میں نے مائنڈ نہیں کیا۔"

"تمہارا وقت ضائع ہوا تم بتا سکتے ہو جو بتانا چاہتے ہو میں سن رہی ہوں اس کے بعد دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"

(کیا واقعی تم وہ سن پاؤ گی جو میں کہنا چاہتا ہوں)

"ویل جس چیز کے لئے میں نے آپ کا ٹائم لیا وہ خاصی خطرناک ہے میں آپ سے

ڈسکس کرنا چاہتا ہوں لیکن شاید ایسا کرنے میں مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا آیا مجھے آپ کو بتانا چاہیے یا واپس چلے جانا چاہیے۔" اپنی الجھن کو دل میں دبا کر وہ بارش کی سوندھی سی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے بولا تھا سُولیم نے سپاٹ انداز میں اسے دیکھا۔

"جو چیز پریشان کر رہی ہو اس سے چھٹکارے کیلئے کوئی نا کوئی سد باب کرنا ہوتا ہے۔" تیز بجلی کے کڑکنے کی آواز آئی تھی کھلی کھڑکی سے اس کی سفید دودھیا روشنی نے اندر جھانکا تھا ایک پل کو وہ پورا روم چاندنی سی روشنی میں نہا گیا اس روشنی میں جو چیز سب سے زیادہ چمکی تھی وہ براق کی آنکھیں تھیں اس کی آنکھوں کے رنگ نے اس بجلی کو ویلکم کیا تھا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے تم اس کے ساتھ سروائیو کر پاؤ گے تو ایز یو وش تم جا سکتے ہو اگر نہیں تو لفظوں میں جان ڈالو میں سننے کیلئے تیار ہوں آفٹر آل میں تمہاری ڈاکٹر ہوں۔"

"تمہاری" لفظ تمہاری نے اس کے دل کے اندر شگوفے کھلا دیے تھے بھلے کسی بھی حوالے سے اس نے تمہاری تو کہا کچھ لفظ واقعی انمول ہوتے ہیں انہیں کاغذ پر نہیں دل پر تحریر کیا جاتا جیسے اس تماری لفظ کو اس نے کیا تھا۔

چاہے کسی بھی سینس میں کہا کیسے بھی موڈ میں کوئی بھی حوالہ لیکن "تمہاری" کہا اس لفظ تمہاری نے براق کے دل کی دنیا کو زیر وبم کیا تھا اس کا دل اس زور سے دھڑکنے لگا کہ وہ گھبرا گیا اگر سُولیم نے اس کی آواز سن لی تو یہ راز جان لیا تو اس نے لبوں پر زبان پھیری۔

"ڈاکٹر میں۔" دانتوں سے نچلے لب کو چھڑواتے ہوئے اس نے سُولیم کو دیکھا باہر سے تیز بارش کی آواز آنے لگی تھی۔

"میں کسی کے خوف میں مبتلا ہو گیا ہوں کوئی ہے جو مجھے ڈرانے لگا ہے میں کچھ بھی کرتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے اگر اس نے مجھے دیکھ لیا دیکھ کر مجھسے نفرت کرنی شروع کردی مجھسے ناراضی اختیار کرلی تو؟ حالانکہ میں جانتا ہوں وہ یہ سب نہیں جانتی اور

شاید وہ مجھے پہلے سے ہی ناپسند کرتی ہے لیکن میں پھر بھی اس سے خوف زدہ ہوں اور یہ نہایت شرمناک بات ہے۔"

ہچکچاہٹ کے ساتھ رک رک کر وہ واقعی شرمندہ لگ رہا تھا سُولیم نے سارا معاملہ جان لیا۔

"یعنی کہ اس سب کا تعلق لڑکی سے ہے اور تم۔" اس سے پہلے کہ وہ بات پوری کرتی اس کا سیل اس برستی بارش کی آواز کو چیرتا ہوا اسے روک گیا نمبر دیکھ کر اس نے پہلی فرصت میں کال اٹینڈ کی تھی رسمی علیک سلیک کے بعد وہ کہہ رہی تھی۔

"دیکھیں مجھے لانگ لاسٹنگ شادی چاہیے میں یہ چند سال یا چند ماہ کے رشتے کی قائل نہیں ہوں۔ وہ میری سب سے اچھی دوست ہے اور میں اس کیلئے بہترین چاہتی ہوں آپ پلیز جتنی جلدی ہو سکے کوئی اور رشتہ ڈھونڈ دیں مجھے پائیداری چاہیے شک وشباہت یا وقتی ریلیشن نہیں۔"

دوسری طرف کی بات سن کر اپنی کہہ کر پھر انکی سن کر اس نے "آپ کے کام میں برکت ہو" کہہ کر کال کاٹی تھی۔ براق نے پوری توجہ سے اس کی بات سنی سن کر وہ تھوڑا ایکسائیٹڈ ہوا دماغ نے جو ہری بتی جلائی اس پر اس نے "براوو" کہا تھا۔ سُولیم نے سیل رکھ کر پھر اسے دیکھا اور بات وہیں سے شروع کرنا چاہی لیکن براق نے معذرت کے ساتھ اسے ٹوک دیا۔

"اگر آپ برا نا مانیں تو کیا جس بارے میں آپ بات کر رہی تھیں اس کی میں ڈیٹیل جان سکتا ہوں نہیں واللہ کوئی غلط انٹینشن نہیں ہے کچھ بہت مثبت ہے جو آپ کے بتانے کے بعد ہونے جا رہا ہے۔"

سُولیم کی سرد نظریں اسے بھنویں اچکانے پر مجبور کر گئیں تھی مٹی کی سوندھی مہک ہر سو پھیل گئی لگتا تھا جیسے پورا دی مائنڈ کچی مٹی میں ڈھل گیا ہو۔"

"سوری بٹ میں اپنی ذاتیات میں کسی کو شریک نہیں کرتی میں نے تمہاری بیماری کو جان لیا ہے یہ میڈیسن ہیں ان کا بھی استعمال باقی کے ساتھ شروع کر دو ایک گولی

ہے دن میں کسی بھی ٹائم لے سکتے ہو۔"

براق نے بڑی افسوس والی نظروں سے اس کتھئی رنگ کے عبایہ والی کو دیکھا جس میں اس کا نظر آتا تھوڑا سا ماتھا آنکھیں ناک کی ہڈی اور ہاتھ بہت چمک رہے تھے اس کا رنگ خوبصورت تھا یکدم "آئیس کوئین" کا لفظ اس کے دماغ میں سُولیم کیلئے ابھرا۔

"میں نے کہا ہے اگر آپ سن لیں تو بہتر ہو گا ٹھیک ہے آپکی ذاتیات میں میں نہیں گھستا مجھے گھسنا بھی نہیں ہے شاید لیکن میرا ایک دوست ہے کیون فرنان ڈچ ہے اپنی دودھ بنانے کی فرم ہے اس کی, چالیس سال کا ہے سات سال اس کی شادی رہی اس کے بعد ان کی علیحدگی ہو گئی نہیں کیون بہت اچھے کردار کا انسان ہے (لک کہہ کون رہا ہے) میں گارنٹی دیتا ہوں (پھر تو ڈیفینٹلی کریکٹر لیس انسان ہو گا اف ف سُولیم یہ تم میں دعا کی روح کہاں سے گھس گئی)

وہ تو اس کی بیوی تھی جس نے طلاق کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کی اپنے سابقہ بوائے فرینڈ

سے انڈرسٹینڈ نگ ہوگئی تھی دوسری اور اہم بات جس کے سبب طلاق ہوئی وہ یہ تھی کہ کیون کی بیوی کو بچے پسند نہیں تھے اس وجہ سے ان کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی اب ڈھائی سال سے وہ سنگل ہے بٹ کسی اچھے ساتھی کی تلاش میں ہے وہ جو اس کا ساتھ دے اسے خوش رکھ سکے اور اسے چھوڑ کر نہ جائے اگر آپ کہیں تو میں اس سے بات کرلیتا ہوں۔"

سُولیم نے غور سے دعا کی روح کو خود میں سے نکال کر اسے سنا سن کی تھوڑی دلچسپی ہوئی لیکن وہ محتاط تھی کہ یہ براق کا دوست تھا یعنی اس جیسا گھٹیا وہ قائل نہیں ہوئی لیکن اس نے خود کو ہونے پر مجبور کیا کہ یہ میرج بیورو کے چکر اور آئے دن لوگوں سے ملنا اسے پریشان کر گیا تھا۔

"ہم تو پھر اس کی فیملی میں کون کون ہے۔" براق نے سوچ کے انداز میں نگاہیں سیلنگ پر ڈالیں پھر جھٹ بولا۔

"وہ خود اپنی فیملی ہے آئی مین اس کی فیملی میں وہ ہے اور بس لیکن اگر دوستوں اور

کلیگ کو شمار کریں تو اس کا سرکل انتہائی بڑا ہے۔"

سُولیم نے کچھ سوچتے ہوئے اسے کہا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے اس کا نمبر دے دو باقی معلومات میں خود نکلوا لوں گی۔"

معلومات کے نام پر براق کی آنکھیں پھیلیں۔

"معلومات مطلب انویسٹی گیشن؟"

"آف کورس شادی بچوں کا کھیل نہیں ہوتا اس کیلئے اگلے بندے کی تمام معلومات چاہیے ہوتی ہیں وہ کیا کرتا ہے کیا پہنتا ہے کہاں جاتا ہے کدھر رہتا ہے اس کا قانونی ریکارڈ، گرل فرینڈز کی گنتی معاشرے کا مقام لوگوں کی رائے، اس کی جاب کی ڈسکرپشن سرمایہ فیملی کریکٹر سب کے بارے میں انفارمیشن نکالنی پڑتی ہیں۔"

سُولیم کے اندر واقعی دعا کی روح گھس گئی تھی براق کو جانچنے کیلئے اس نے سخت نظروں سے اسے دیکھ کر یہ سب کہا کہ آیا اس نے جو بتایا وہ جھوٹ تو نہیں تھا اور براق کی حالت سے اسے شبہ ہوا وہ تھوگ نگل کر زبان ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے

پوچھ رہا تھا۔

"اور اگر اس سب کے بارے میں سرخ لائیٹ ملے تو؟"

"تو بات وہیں ختم۔" اس کا سر انتہائی مراقبے کی حالت میں ہلا۔

"ٹھیک ہے پھر آپ انویسٹی گیشن کروائیں میں چلتا ہوں وقت دینے کیلیۓ شکریہ۔"

وہ کھڑا ہو گیا تھا اور عجلت میں معلوم ہوتا تھا۔ سُولیم کے ہاتھ سے پریسکرپشن لیتے ہوئے وہ اس کے کمرے سے باہر آیا آتے ہوئے اس نے سُولیم کی آواز سنی تھی۔

"ہیلو ڈکچ میں تمھیں نمبر اور نام سینڈ کر رہی ہوں اس آدمی کے بارے میں تمام معلومات مجھے کل تک چاہیے۔"

افففف آفرین براق آفرین

موسلادھار بارش کو دیکھ کر پارکنگ میں جاتے ہوئے اس نے کیون کا نمبر ملایا تھا جو مصروف جا رہا تھا اس نے زور سے گاڑی کو ہاتھ مارا اور پھر اس کا نمبر ملایا اب کی بار

کال رسیو کرلی گئی تھی۔

"ہیلو کیون کہاں ہے مجھ سے ارجنٹ مل ہاں سب ٹھیک ہے نہیں فون پر نہیں بتا سکتا میں تجھے ایڈریس سینڈ کررہاہوں وہاں پانچ منٹ میں پہنچ میری کال آرہی ہے میں ایڈریس سینڈ کررہاہوں جلدازجلد پہنچ۔"

کال کاٹ کراس نے آنے والا دوسرا نمبر دیکھا تو ماتھے پر ہزاروں جال ابھر آئے ان جالوں میں الجھتے ہوئے اس نے کال رسیو کی تھی۔

"کیوں فون کیا ہے؟"

"کیسے ہو براق شاہ ابھی تک ہاسپٹل میں ہو میڈیا کے مطابق یا پھر ڈسچارج ہو گئے ہو۔" اس تضحیک بھرے لہجے پر براق کا خون کھولا تھا۔

"ٹرکر مدعے پر آؤ فون کس لئے کیا مجھے۔" وہ ہنسا تھا۔

"ایسا ہے اگر تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے میں مدعے پر آجاتاہوں تم پریس کانفرنس کرو گے اور پوری دنیا کو بتاؤ گے کہ تم نے مجھے جان بوجھ کر پھنسایا ہے تمہارا ایکسیڈنٹ

جھوٹا تھا تم سشینز لے رہے ہو کیونکہ تم پاگل ہو چکے ہو اور تم باکسنگ چھوڑ رہے ہو۔"

"بووووو۔۔۔ہا۔" براق اس کے لفظوں پر دل کھول کر ہنسا اتنا کہ اس کی آنکھوں کے کنارے نم ہونے لگے۔

"تمہیں کہیں میرے چہرے پر بے وقوف لکھا ہوا ملتا ہے ہاں میں سیشنز لے رہا ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ میں پاگل ہو چکا ہوں بلکہ اس لئے تا کہ میں تم جیسے پاگلوں کو ڈیل کر سکوں سٹیمنا بوسٹ اپ کرنا پڑتا ہے بیٹا۔"

اسے ٹر کر کے تیز سانوں کی آواز آئی تھی شاید اس کے نتھنے پھول پچک رہے تھے۔

"ہاں مجھے واقعی تمہارے چہرے پر بے وقوف لکھا نظر آتا ہے اور میرا نہیں خیال کہ کوئی بے وقوف اپنی سب سے مطلوب ترین ہستی کو نقصان پہنچوانا چاہے گا۔"

بجلی ایک بار پھر سے کڑکی تھی اب کے اس کی شدت زیادہ تھی اتنی کہ اس نے پارکنگ لاٹ میں بھی اس کی گرج ایسے سنی جیسے وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہو۔

ٹر کر کی بات پر وہ پہلی بار چونکا تھا اتنا کے اس کے اندر نے کچھ بہت غلط ہونے کا اشارہ دیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا کیا بکواس کر رہے ہو۔"

اس نے دبی آواز میں کہا گاڑی کا لاک کھولا اور اسے سٹارٹ کیا ٹر کر نے وہ آواز بخوبی سنی تھی۔

"تھم جاؤ براق شاہ اگر اس موسم میں میرے لبوں سے نکلنے والی بات سنی تو ضرور تم نے اگلے سفر پر روانہ ہو جانا ہے یہ بکواس نہیں حقیقت ہے اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو تم نے اپنی ڈاکٹر کو کھو دینا ہے۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ بجلی کی کڑک بادلوں کی گرج اور بوندوں کی آواز اس کی چنگھاڑ میں دب گئی۔

"تمہاری زبان کھینچ لوں گا اگر تم نے اپنے گھٹیا حلق سے سُولیم کا نام بھی لیا ٹر کر اگر کتے کی موت نہیں مرنا تو واپس لے لو اپنے الفاظ نہیں تو تم میرے قہر سے

واقف ہو۔"

اس کی آواز کی شدت پر ٹر کر بھی چونکا تھا اس کا دل بھی عجیب سا ہوا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا بساط تو بچھ گئی تھی کھیل شروع تھا اس کھیل میں نقصان کس کا ہونا تھا یہ تو وقت کو ہی معلوم تھا۔

"کالم ڈاؤن براق شاہ تم جیسے کنٹرولڈ انسان کو یہ جذباتیت سوٹ نہیں کرتی اور مجھے بتاؤ کیا میں نے سُولیم کا نام لیا وہ تم ہو جس نے اسے دھرایا ہے میں نے تو ڈاکٹر کہا تھا تمہاری فنریشن۔"

NC

براق نے چکنے آدھ انچ پانی میں ڈوبتے روڈ پر جارحانہ انداز میں یوٹرن لیا قسمت تھی کوئی وہیکل نہیں تھی ورنہ ایکسیڈینٹ متوقع تھا۔

"میرے ساتھ لفظوں سے مت کھیلو ٹر کر کیونکہ جو کھیل پھر میں کھیلوں گا تمہاری سات پشتیں یاد کریں گی یاد رکھو میں بدلا نہیں ہوں۔" ٹر کر نے اس کے ٹائروں کے چرچرانے کی آواز کی شدت محسوس کی۔

"یہ تو وقت بتائے گا۔"

براق نے اس کی کال کاٹ دی کیون کو میسج کیا وہ کل اس سے ملے گا اور پھر گاڑی کا رخ انجانی سمت میں موڑ لیا۔

"مجھے نہیں پتا تھا محبت اتنی خطرناک ہوتی ہے۔"

برستی بارش میں فلیٹ میں پہنچنے کے بعد اس نے اپنا گیلا چھاتا سٹینڈ میں رکھا کوٹ شوز اتار کر ریک میں رکھے سلیپر اٹھا کر پہنے اور سینما بنے لاؤنج میں آ گئی جہاں دعا اپنے بنی شوز پاؤں میں پہنے انہیں صوفے پر اکھٹا کیے بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بڑا سارا ابٹر پاپ کارن کا پیک تھا جس میں سے وہ ایک ایک نکال کر کھا رہی تھی ساتھ میں ڈھیر سارے نگٹس اور ونیلا کریم لیٹس پائی کا باؤل بھی رکھا تھا۔ اس کے ساتھ لو بسٹر پڑا تھا جو کہ ان چھوا تھا ان چھوا اس لئے تھا کہ وہ دعا کا سٹف ٹوائے تھا جسے وہ شدید غصے میں اپنے سامنے تو رکھتی ہے لیکن ہاتھ نہیں لگاتی یہ اس کا اپنے

کیکڑے کے ساتھ بھی غصہ ظاہر کرنے کا طریقہ تھا۔ سُولیم نے سرد سانس گیلی فضا میں خارج کیا اور اس کے ساتھ جگہ بنا کر بیٹھ گئ۔

"دعا کیا تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟"

یہ سوال بے تکا تھا کیونکہ اس کا جواب وہ دونوں جانتے تھے سامنے بڑے سے ایل ای ڈی پر اوینجرز کے سیزن کی طرح اس مووی کا بھی اختتام ہونے والا تھا دعا نے ففٹی پر موجود والیوم کو سوپر کر دیا سُولیم نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"دعا میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔" اس نے ریموٹ کھینچ کر آواز گھٹائی اور دعا کے گھٹنوں کا رخ پکڑ کر اپنی جانب کیا۔

"بدتمیزی مت کرو لیڈی اور اپنی حد میں رہو۔" اس نے اپنے گھٹنے چھڑوانے کی سعی کی لیکن ناکام رہی۔

"میں بدتمیزی کروں گی ہنی تب تک جب تک تم مجھ سے بات نہیں کر لیتی۔" اس نے دعا کا منہ بھی اپنی جانب موڑنا چاہا جو وہ پورا پھیر چکی تھی۔

"میں کسی انجان عورت سے بات کرنا پسند نہیں کرتی مہربانی کر کے میرے گھٹنے چھوڑو میں نے کسی انجان عورت کو معاف نہیں کیا۔"

اس نے پھر سے اس کے ہاتھ جھٹکنے چاہے لیکن ناکامی نے پھر منہ چڑایا (آہ دعا آہ آفرین ہے تم پر اپنے گھٹنے نہیں چھڑوا پا رہی تمہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب جانا چاہیے) اس نے خود کو کوسا۔

"تم جو بھی کہو میں آج غصہ نہیں کرونگی (ہاں غلطی پر جو ہو میڈم کوریگریٹ ہے ویل ڈن) اور میں تمہارے گھٹنے نہیں چھوڑنے والی کیونکہ جو اپنے ہوتے ہیں ناوہ کسی بھی حالت میں ساتھ نہیں چھوڑتے۔"

دعا نے جھٹکے سے اسے دیکھا اور تڑخ کر بولی۔

"ہاں ساتھ نہیں دیتے لیکن دھوکا ضرور دیتے ہیں باتیں ضرور چھپاتے ہیں تم نے مجھے مایوس کیا سُولیم خانم۔"

وہ جانتی تھی اس بات پر دعا تڑخے گی اور اس کا اندزہ ٹھیک رہا جان بوجھ کر اس نے

ایسا کہا تھا تا کہ وہ اپنا چپ کا روزہ تو کم از کم توڑے۔

"میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا دعا اور میں نے تم سے کچھ چھپایا بھی نہیں بس مجھے بتانے کا موقع نہیں ملا۔"

دعا نے ہاتھ سر سے اونچے کر کے تالیاں بجائیں۔

"واؤ موقع نہیں ملا میڈم کو بتانے کا جبکہ یہ محترمہ میرے ساتھ بیڈ شئیر کرتی ہیں ٹیبل باتھ روم لان حتیٰ کہ خواب بھی شئیر کر لیتی ہیں روٹ بھی ہمارا شئیر ہو جاتا ہے اور ان محترمہ کو بتانے کا موقع نہیں ملا میں حیران ہوئی اور اب تم بھی ہو جاؤ کیونکہ میرے پاس بھی ہزار باتیں بہت بہت اہم ہزار باتیں ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتائیں اور اب میں بتانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی۔"

اس نے پھر منہ سوجایا اور رخ موڑ لیا سُولیم مسکائی تھی.

"کیا اب میں بھی ہاتھ اونچے کر کے تالیاں بجا کر واؤ کہوں کیونکہ تم نے بھی مجھ سے بہت بہت اہم ہزار باتیں چھپائی ہیں ہم دونوں نے ایک سی غلطیاں کی ہیں ہم

دونوں برابر کے شریک جرم ہوئے نا۔"

دروازہ کھلا اور طاہر سلام کرتے اندر آئے لیکن سنگین ماحول دیکھ کر سٹپٹا گئے۔

"سب ٹھیک ہے؟"

دعا کا بالکل پھرا ہوا سات مرلے میں پھیلا منہ سُولیم کا اس کے گھٹنے پکڑ کر بیٹھنا اور لو بسٹر کا دوسرے صوفے پر پڑا ہونا انہیں بہت گھمبیر سچوئیشن بتا رہا تھا سُولیم کو دیکھ کر پوچھا۔

"یہ مجھ سے نارض ہے کیونکہ میں نے اس سے براق شاہ کا میرے سے علاج کروانے والی بات چھپائی ہے۔"

طاہر کو بھی جھٹکا لگا دلچسپی لیتے ہوئے وہ اپنا چمڑے کا مرون بیگ نیچے رکھ کر اس سے بازپرس کرنے لگے۔

"ہیں براق شاہ تمہارے سے زیر علاج ہے لیکن اس کا تو ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جہاں تک میری معلومات ہے وہ اس وقت کومے میں ہے جلدی سے تمام بات بتاؤ مجھے

تمہیں سب پتا ہو گا۔"

دعا کو پہلی بار اپنے ڈیڈی پر فخر ہوا آخر تھے تو اس کے ہی باپ تجسس کے مارے اس نے جان بوجھ کر ٹیڑھا منہ اور ٹیڑھا کر لیا کہیں بختاور یہ نا سمجھے کہ وہ اس کی کہانی میں انٹرسٹڈ ہے جبکہ وہی تو سب سے زیادہ انٹرسٹڈ تھی۔

سُولیم نے سانس خارج کر کے خود کو یقین کروایا کہ یہ دعا کے ڈیڈی ہیں اور تمام بات ان کو بتادی۔

"اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا لیکن اس نوعیت کا نہیں جو آپ سب لوگوں کو پتا ہے ٹھیک ہے دنیا والوں کو اس نے یہ بتایا ہے کہ وہ کومے میں ہے جبکہ یہ بہت بری بات ہے لیکن اس کے نظریے سے دیکھا جائے تو یہ ٹھیک بھی ہے وہ شیزوفرینیا کا مریض بن چکا ہے اس کے چہرے پر صدیوں کی بیماری کا شائبہ ہے اور وہ کنفیوز بھی ہے نام خراب ہونا سکینڈل بننا کوٹ کچہری کے چکر اس سب میں اس کا چھپنا ہی بہتر تھا۔"

"ہاں۔" چاچو نے پوری تفصیل سن کر اثبات میں سر ہلایا۔ "قابل رحم ہے وہ۔" سُولیم نے کاندھے اچکا دیے جبکہ دعا کے دل میں کنفیوز لفظ سے کھد بد ہونے لگی تھی لیکن یہ اس کے ڈیڈی بھی نا پوچھ کے ہی نہیں دے رہے تھے افففف اب وہ کیا کرے۔

"چاچو آپ لوگوں سے ایک گزارش ہے پلیز اس بات کو مخفی ہی رکھنا وہ میرا پیشنٹ ہے جلدی ریکور کر رہا ہے اس کا کیس ہڈن رکھنے کا ہم لوگوں نے اعتماد دلایا تھا میں نہیں چاہتی انفورمیشن لیک ہونے کی وجہ سے وہ پھر سے ڈپریشن میں چلا جائے۔"

چاچو نے اس کا کندھا تھپکا۔

"میری طرف سے گارنٹی ہے لیکن۔" پھر وہ سُولیم کے قریب آئے اور اس کے کان میں پھسپھسانے لگے ان کی پھسپھساہٹ دعا نے بغور سنی تھی اور سن کر اسے شعلے لگے تھے۔

"اس سے کچھ بعید نہیں۔ "

دعا نے کاٹ کھانے والے انداز میں طاہر کو دیکھا سُولیم کے ڈھیلے پڑتے ہاتھ جھٹکے اور پاؤں پٹختی وہاں سے چل دی سُولیم نے اسے مڑ کر دیکھا۔

"اب یہ مجھ سے پوری رات منہ بنائے رکھی گی۔ "

"اس کو چھوڑو۔ "چاچو اس کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولے۔

یمیں نے کل شام کی تمہارے اور شا کر کیلئے ٹیبل ریزرو کروالی ہے تم دونوں آپس میں ڈسکس کر کے ہمیں نکاح کی ڈیٹ بتادو تا کہ میں خاندان والوں کو انفارم کر سکوں۔ "

سُولیم نے حیا کی چادر اوڑھے چہرے کے ساتھ چاچو کو دیکھ کر کہا۔

"اس سب کی کیا ضرورت ہے آپ اور امی سب ڈیسائیڈ کرلیں اچھا ٹھیک ہے ایسے تو مت گھوریں چلی جاؤں گی میں کل۔ "وہ منہ سجا کر بیٹھ گئ تھی چاچو نے ہنستے ہوئے کندھے سے لگا یا۔

"میرا بچہ تم سے ہی سیکھا ہے میں نے یہ اب سوچ لو بے چاری دعا کو کیسا محسوس ہوتا ہو گا۔ "

"ہو ہی نا جائے بے چاری وہ۔ "

" صحیح کہا ایک نمبر کی ڈرامہ باز ہے بالکل اپنی ماں کی طرح۔ "

سُولیم ان کی گلاسز کے پیچھے چھپی آنکھوں میں سر اٹھا کر دیکھا دونوں کا قہقہ برجستہ تھا۔ یہ قہقہ جلی بھنی دعا نے بھی سنا تھا جس کی آنکھوں میں براق کا چہرا تھا اور وہ اسد کے سامنے آگ بگولہ سا بیٹھا تھا۔

"اس کی ہمت تو دیکھو مجھے سُولیم کی دھمکی دے رہا ہے اسے نقصان پہنچانے کا کہہ رہا ہے اسے لگتا ہے میرے ہوتے ہوئے وہ اسے تکلیف دے سکتا ہے۔ "

اسد نے خاموش مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے کی سرخی کا جائزہ لیا وہاں سچ مچ والا غصہ تھا۔

"ہمم ہمت بڑھ گئی ہے اس کی خاص کرتب سے جب سے تمہیں اچھالا گیا ہے لیکن

وہ جانتا نہیں تم اس نائیٹ میر سے نکل گئے ہو یہ اس کیلئے کسی شاک سے کم نا ہو گا۔"

ابھی ابھی وہ دونوں اس روح افزء خبر سے آشنا ہوئے تھے جس میں براق کے کیس کی فتح کا ذکر تھا۔ اس پر لگا الزام دھل چکا تھا پورا میڈیا اس خبر کو پانی کی طرح لیک کر رہا تھا تاہم وہ ابھی رنگ میں آنے کیلئے اہل نہیں تھا ہاں اب وہ اپنے باقی کام جاری رکھ سکتا تھا۔

"تم غلط ہو اس نے یہ خبر سنی ہے تبھی مجھے دھمکی دی ہے تم نے اس کے الفاظ پر شاید غور نہیں کیا لیکن اسد میں بتا رہا ہوں اگر اس نے کچھ ایسا ویسا کیا تو میں نے اسے مار دینا ہے۔"

بارش کی شدت ہنوز برقرار تھی بجلیاں ابھی بھی کڑک رہی تھیں اس کڑکتی بجلی میں وہ موسم جیسا ہی تپا بیٹھا تھا۔

"مارنے کی وجہ تمہیں اس سے کیا وہ سُولیم کے ساتھ جو بھی کرے تم تو ویسے بھی

شروع سے ہی اس سے خار کھاتے تھے ٹھیک ہے گرل فرینڈ بنانے والی بات الگ لیکن جو سبق تم اسے سکھانا چاہتے تھے وہ ٹرکر سکھادے گا بات ختم۔ "

براق کے اندر آتش فشاں پوری قوت سے اٹھا لیکن اسے دبانا پڑا کیونکہ سامنے اسد تھا۔

"اسد حقیقت سے ہم دونوں ہی واقف ہیں اور جب تمہیں سب پتا ہے تو کیوں میرے اعصاب کا امتحان لے رہے ہو۔ "

وہ بجلی کی گرج جیسی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"اور ٹرکر کی اتنی اوقات نہیں ہے کہ وہ میرے یا سُولیم کے بیچ میں آئے اس سے نفرت کرونگا تو نفرت کی سزا بھی میں ہی اسے دونگا اس سے محبت کرونگا تو محبت کا انعام بھی وہ مجھ سے ہی لے گی یہ ہم دونوں کا معاملہ ہے اس میں کسی تیسرے کی گنجائش ہر گز نہیں ہے۔ "

اسد نے ہتھیار والے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

"سو معاملہ یہاں تک آ پہنچا کسی تیسرے یعنی میری بھی کوئی جگہ نہیں۔ "

اور یہ پہلی بار تھا جب وہ اتنے سخت موڈ میں مسکرایا۔

"سُولیم کے معاملے میں لیکن ہاں میرے طرف سے کچھ بھی کیونکہ تو جان ہے۔ "

"اب یہ تو جھوٹ ہے۔ "اسد نے مسکینی سی شکل بنا کر کہا۔ "اب تو تم نے اپنی جان نکال کر کسی دوسرے میں انسٹال کر دی ہے اب میری کیا اہمیت۔ "براق نے گہری آہ بھری۔

"مجھے نہیں پتا تھا محبت اتنی خطرناک ہوتی اتنی بھیانک ڈرا دینے والی اتنی بے باک اور اتنی ظالم تمہیں پتا ہے وہ مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی اور مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں اسے نظر بھر کر دیکھ سکوں وہ اتنی محتاط لڑکی ہے کہ اسے نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔ "

ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے تیز قدموں سے چلتے وہ اسد سے مخاطب تھا۔

"تو دیکھنا ضروری ہے مت دیکھ مجھے تو ویسے بھی یہ وقت کا ضیاع لگتا ہے۔ "

براق کا اضطراب اسے مزا دیے رہا تھا چھیڑتے ہوئے کہا۔

"خشک مزاج جو ٹھہرا ویل میرے لئے اسے دیکھنا ضروری ہے لائک آکسیجن یو نو۔"

تھم کر اس نے اپنے ہی لفظوں پر غور کیا۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا ٹین ایجرز والی حرکتیں چھوڑ دے گرو اپ بڈی۔" اس نے دوبارہ تیلی لگائی اب کہ آگ بھڑک گئی۔

"میں ٹین ایجرز والی حرکتیں نہیں کرتا اپنی تھوڑی ہتھیلی تلے ٹکائے ہر وقت اسے تکتا نہیں رہتا میں میچو ہوں تبھی سیل کا بیک کیمرا آن کر کے اسے دیکھتا جاتا ہوں آگے یہ اس پر منحصر ہے اگر وہ یہ سوچتی ہے کہ میں سیل یوز کر رہا ہوں۔"

اسد نے بڑی ہی ملامتی نظروں سے اسے دیکھا اب یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ براق ایسا کر سکتا ہے۔

"نہیں کیا واقعی تم اسے ایسے دیکھتے ہو؟" اس کے لہجے میں شک کا عنصر غالب تھا

بے یقینی گھلی ہوئی تھی۔

"براق مجھے یقین کرنے دو کہ یہ تم کہہ رہے ہو اب تم واقعی مجھے ڈرا رہے ہو مجھے آج ہی انکل سے بات کرنی ہو گی۔"

"خبر دار۔" براق نے فوراً اس جذباتی کو روکا۔

"خبردار اگر جو تم نے ان دونوں کو بھنک بھی لگنے دی تو, یہ معاملہ تمہارے اور میرے درمیان ہے اور یہیں رہے گا پہلے میں اس کے سامنے اعتراف کرونگا پھر اسے پرپوز کرونگا اور اس کے بعد یہ خبر پاکستان جائے گی میں نہیں چاہتا تمہاری طرح وہ جذباتی بھی بوریا بستر سمیٹ کر یہاں آجائیں اور سب پر پانی پھیر دیں میں کوئی میس نہیں چاہتا۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو اسد میس لفظ پر اس کا منہ توڑ دیتا لیکن ابھی وہ سپرنگ کی طرح اچھلا تھا چیخ بے ساختہ تھی۔

"واٹ پرپوز براق کیا واقعی تو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے آمین شادی نکاح جسٹ

ون وومین ہاں؟ تصدیق کر۔ "پہلی لڑکی تھی جو اسد کو اس کیلیئے آنکھ بند کر کے پسند آئی تھی ورنہ تو عجیب و غریب نمونے ہی ہوتے تھے جنہیں دیکھ کر وہ جل جل جاتا تھا۔

"ہاں اس میں شاک والی کیا بات ہے سُولیم کہتی ہے محبت کی منزل شادی ہے اور میں نے اس بارے میں بہت سوچا ہے دل نے ایک ہی بات کہی" میں اسے کھونا نہیں چاہتا اس کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں "تو جب اس کے علاوہ مجھے کوئی نہیں دکھتا نہ ہی فزکلی نہ ہی مینٹلی، میری نظر جب ہر جگہ اسے ہی دیکھنے کی متمنی ہے میرا دل اس کی آواز پر دھڑکتا ہے۔ میں جب اس کے سامنے ہوتا ہوں تو پورا پورا خود کو اس کا سمجھتا ہوں جب وہ میرے سامنے ہوتی ہے تو سر سے پیر تک میری لگتی ہے اس کا مطلب یہ ہی ہوا نا کہ میں اس کی محبت میں گرفتار ہوں اور جب محبت ہے تو شادی کنفرم ہے۔"

اسد کا منہ پورا کا پورا کھل گیا آنکھیں حیرت و بے یقینی سے دائیں بائیں پھیلنے لگیں

لفظ اپنا راستہ بھول چکے تھے اسے بڑی دقت لگی بولنے میں لیکن جب بولا تو لفظوں میں دبا سا جوش تھا۔

"براق یہ اتنی بھیانک باتیں کہاں سے سیکھی ہیں کیا کوئی سیزن ہے مووی یا کوئی ناول براق کہہ دے کہ یہ لفظ تیرے نہیں ہیں اچھا ٹھیک ہے کر لیا یقین اس گھونسے کو نیچے کر مطلب میرے لئے یہ سب ایکدم سے قبول کرنا بے حد مشکل ہو رہا ہے یعنی کل تک جس لڑکی کو تو ممکن حد تک ٹارچر کر رہا تھا جسے اپنی گرل فرینڈ بنا کر چھوڑ دینے کے چکروں میں تھا جس سے انتقام لینے کیلئے یہ بیماری کا ڈھونگ رچایا یکدم اسی سے محبت سمجھ نہیں آئی کہانی میں جھول دکھ رہا ہے ریڈرز یقیناً اس بات سے اکتفا نہیں کرینگے۔"

براق کا گھونسہ نیچے گیا سپاٹ نظروں سے اسد کو گھورا اور بولا۔

"اول روز سے ہی میں نے سُولیم کو خود کا جان لیا تھا ہاں اعترف کرنے اور اس حقیقت کا سامنا کرنے سے عاری تھا رہی بات چھوڑ دینے کی تو اب تو سوال ہی نہیں

اٹھتا لیکن پہلے بھی میں اسے چھوڑتا نا وہ تاحیات میرے ساتھ رہتی چاہے جس رشتے سے بھی۔"

اسد نے اسکے لفظوں اور لہجے کی سچائی پر غور کیا اپنے دل میں پنپتے خیال کو زبان دی۔

"اور اگر فرض کرو اس نے تمہارا پرپوزل ٹھکرا دیا تو؟ آئی مین جس قسم کی وہ ہے استغفراللہ اچھے والی قسم کہہ رہا ہوں۔"

براق کے سخت گھوری پر اس نے لفظوں کو درست کیا اور وہیں سے بات جوڑی۔

"وہ نہ مانی تو؟ کیونکہ میں نے اسے بہت سٹربن پایا ہے۔"

"سوال ہی نہیں اٹھتا۔" وہ خود کھڑا ہو گیا تھا اسے نیند آئی تھی۔

"سُولیم میرا پرپوزل ایکسپٹ نہ کرے سوال ہی نہیں اٹھتا مجھے یقین ہے مجھے انکار کا منہ نہیں دیکھنا پڑے گا۔"

ایک اور ڈر تف ہے تم پر براق بھرپور یقین سے لبریز لہجہ بنا کر وہ ڈرتے دل کے

ساتھ بیڈ روم کی سمت چل دیا سیلیا کو اس نے صبح ہی فارغ کر دیا تھا وہ مزید اب کوئی بے احتیاطی نہیں چاہتا تھا لیکن یہ اسد اور اس کی کچھ زیادہ ہی حقیقت سے بھری زبان افففف۔

مجھے تم پر یقین ہے لیکن تم نے مجھ پر نہیں کیا اس کا دکھ ہے۔"

ریسٹورنٹ کا ماحول سکون بھرا تھا دیواروں پر مدھم جھولتی لائیٹ جل رہی تھیں میوزک کی بہت ہلکی سی آواز ہر سمت گونج رہی تھی۔ ٹیبل بھرپور طریقے سے سجی تھی سفید کور پر گولڈن نیپکن اور گولڈن کراکری تھی گولڈن سٹینڈ پر شمعیں جل رہی تھیں کرسیوں کی بیک اوول شیپ کی تھی جو سفید تھی اور اس کے کنارے چکنے گولڈن سٹیل سے کور تھے بہت ساری ٹیبلز چھوڑ کر کونے والی میز جس سے باہر کا فاؤنٹین نظر آتا تھا وہاں کی کرسی شا کر آگے کو کھینچ کر سُولیم کو بیٹھنے کی دعوت دے رہا تھا جو اس نے مسکراتی آنکھوں سے قبول کی تھی وہ اس سے گرے عبایہ

میں تھی اور شاکر سیاہ ٹکسیڈو میں۔

مینیو کا بوجھ آج سُولیم کے کندھوں پر تھا اپنی اور شاکر کی پسند سے واقف ہونے کی وجہ سے اس نے وہی کچھ منگوایا جو وہ دونوں کھا سکتے تھے۔ آرڈر دینے کے بعد ان دونوں نے یہاں وہاں کی غیر ضروری سی باتیں کی تھیں پھر وہ دونوں اپنے اپنے پروفیشن پر آ گئے۔ دی عبایہ پر بھی بات ہوئی اور شاکر کے بنتے اپنے خود کے ہسپتال پر بھی، پاکستان میں پھیلتی پولیو کی کثرت اور اس کی روک تھام پر گفتگو کی گئی اور ہاں میڈیکل گفتگو میں ایڈز جیسی مہلک بیماری بھی شامل تھی۔ بڑھتی آبادی پر تبصرے ہوئے پاکستان کے نئے وزیر اعظم کے اقدامات کو سراہا گیا گھپلا کرنے والوں کی جیل میں موجودگی اور نیب کے کام کو شاباش دی گئی پھر انہوں نے اسرائیل اور عراق پر باتیں کیں کشمیر کی آزادی پر اظہار خیال پیش کیا اور پھر پوری دنیا کی گھومتی پھرتی باتوں کے بعد وہ شاکر تھا جو اصل موضوع پر آیا۔

"اب اگر عالم اسلام اور باقی ممالک پر باتیں مکمل ہو گئیں تو کیا ہم اپنے فیوچر پر کچھ

بول سکتے ہیں آئی مین یہ سب سے اہم بات ہے جو آج ہر صورت ہمیں کرنی ہے اور جس کیلئے ہم یہاں موجود ہیں۔"

کھانا سرو ہونے لگا ویٹر ڈشیز میز پر سجانے لگا۔ سُولیم نے اس دوران نیپکن کھول کر اپنے گھٹنوں پر بچھائی پھر وہ ویٹر کے جانے کے بعد بھی چپ رہی اس نے کو کونٹ چکن اور گارلک ہرب رائس تھوڑے سے پیلٹ میں نکالے اور ان میں چمچ ہلانے لگی شاکر اس کی لرزتی پلکوں اور کنفیوز سی حرکتوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہم اس پر بات کر سکتے ہیں۔"

اس نے بھی رائس اور چکن نکالتے ہوئے کہا اسے سُولیم کا خود کی پسند کے کھانے کو پہلے ٹیسٹ کرنا اچھا لگا وہ اس کی پراپرہاں سمجھ گیا۔

"ویل ہم اس پر بات کر سکتے ہیں لیکن یہ تھوڑا عجیب ہے بڑوں کو ڈیٹ فکس کرنی چاہیے اصولا تو۔"

شاکر نے اس سے اکتفا کیا لیکن بائیٹ لیکر بولا۔

"ہاں ایسا ہی ہونا چاہیے لیکن ہماری مصروفیت کے حساب سے ہی انہوں نے یہ فیصلہ ہم پر چھوڑا ہے اور مجھے نہیں لگتا اس میں کوئی قباحت ہے ہم اب بڑے ہو چکے ہیں فیصلے لے سکتے ہیں۔"

" صحیح کہا لیکن روایت بھی کوئی چیز ہوتی ہے یعنی کہ اگر وہ ہمیں ڈیٹ بتا دیتے تو ہم ایڈجیسٹ کر لیتے۔"

شاکر کے چہرے پر بڑی ہی معنی خیز سی مسکان پھیلی آگے جھک کر اس نے سُولیم سے کہا تھا اور جو کہا اس پر سُولیم نے بوکھلاتے ہوئے اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"تو آپ چاہتی ہیں میں پراپر طریقے سے آپ کے پاس رشتہ بھیجوں ڈھیر سارے پھولوں اور انگوٹھی کے ساتھ ہے نا۔"

"نن نہیں بالکل بھی نہیں میں نے ایسا کب کہا آپ کی امی نے میری امی سے مجھے مانگ لیا وہ وہاں اسی طرح تو گئیں تھی تو اب یہاں اس سب کی کیا ضرورت ہے میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ اسی وقت وہ لوگ نکاح کی ڈیٹ فکس کر دیتے۔"

شاکر ہنسا تھا اس کی آواز تھوڑی اونچی تھی اور یہ تھوڑی اونچی آواز ہال میں آتے براق نے سنی تھی۔ وہ اسد اور کیون کے ساتھ تھا وہ دونوں آگے تھے براق پیچھے تھا اس آواز پر اس نے یونہی بس ایک پل کو گردن موڑ کر دیکھا اسے سیاہ سوٹ میں بیٹھا شخص نظر آیا تھا اس کی دوسری جانب کون بیٹھا تھا وہ دیکھ نا پایا۔

اسد اور کیون کے ساتھ اس نے بھی اپنی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا ان کے آنے کا مقصد کیون کے ساتھ اس کی شادی ڈسکس کرنا تھا۔

"ٹھیک کہا لیکن اب کیا کر سکتے ہیں اب تو یہ ذمہ داری ہم دونوں پر ہے تو پھر بتائیں کب کی تاریخ رکھیں؟"

سُولیم نے نقاب کے نیچے سے سپون نکالی اور چھت پر لگے جھلملاتے فانوس کو دیکھ کر شاکر کو دیکھنے لگی اس کی بادامی آنکھوں میں حیا بھری بے بسی تھی۔

"آپ بتائیں؟"

"میرا کیا ہے میں تو آج کہہ دوں زیادہ سے زیادہ کل اگر گھر والوں کا انتظار کریں تو

یہ جو جمعرات آ رہی ہے اس دن۔ "

اس نے کاندھے اچکا کر نارمل سے انداز میں کہا لیکن سُولیم اس کی سنجیدگی پر چکرا کر رہ گئی۔

" اتنی جلدی آئی مین ان کاموں میں تھوڑا وقت لگتا ہے پھر جس دن ہمارا نکاح ہونا ہے دعا کا بھی اس دن ہو گا وہ نہیں مانے گی اتنی جلد اس نے آتے آتے بھی کہا تھا کہ دو ماہ بعد کا رکھوں تب اس کا لاسٹ سمسٹر بھی ختم ہو جانا ہے۔ "

"آپ دعا کی چھوڑیں اپنی بات کریں۔ "

اس نے ٹھہر کر اس کی بات پر غور کر کے رک کر پوچھا۔

" دعا کا معاملہ میں نے انکل کے ساتھ بیٹھ کر حل کر دیا ہے اس کا نکاح سمیسٹر کے آف ہونے کے بعد ہی ہو گا۔ "

سُولیم شش و پنج میں پھنس گئی چاول بمشکل حلق سے اتار کر اس نے چمچ پلیٹ میں رکھا شاکر کی نظریں اس کی آنکھوں سے چمچ اور پھر آنکھوں کی جانب گئی۔

"یعنی کہ فی الحال صرف نکاح ہو گا؟"

شاکر نے بھی اپنا چمچ پلیٹ میں رکھا

"نہیں رخصتی بھی ساتھ ہی ہو گی آپ یہاں سے ہمارے گھر جائیں گی۔"

وہ سناٹے میں آ گئی بہت مشکل سے خود کو بولنے پر اکسایا۔

"لیکن چاچو نے تو صرف نکاح کا کہا تھا اور ہم نکاح کو ہی ڈسکس کرنے آئے تھے نا۔"

"یقیناً ایسا ہے لیکن کیا آپ کو نہیں لگتا نکاح کا مطلب اختیار ہوتا ہے جب آپ میری ہو جائیں گی تو یہ میرا حق ہو گا کہ میں آپ کو ہمارے گھر لے جاؤں اور اس میں کوئی قباحت ہی کیا ہے میں نے انکل سے ہمیشہ ایک ہی بات کی ہے کہ میں سُولیم سے نکاح کرونگا اور اسی دن اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا کیونکہ مجھے ان فرسودہ سی روایات میں کوئی دلچسپی نہیں ہاں ہم بعد میں ریسپشن پارٹی رکھ لیں گے۔"

وہ بات کرتے ہوئے اس کی جھکی نظروں اور آپس میں پیوست گھبرائے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا سُولیم بری پھنسی تھی وہ صورتحال سے پریشان ہو گئی۔

"لیکن یہ پھر بھی بہت جلدی ہے ہماری فیملیز ہیں انہیں تو کچھ وقت درکار ہو گا نا۔"

شاکر نے ضبط سے سانس خارج کی۔

"سُولیم، ہم دونوں یہاں ہماری فیملیز کی مرضی سے ہی بیٹھے ہیں ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہی ہمیں شادی کی ڈیٹ فکس کرنی ہے اب آپ بتائیں اس ویک یا پھر نیکسٹ ویک۔" سُولیم نے اپنے لبوں کو تر کیا۔

"ٹھیک ہم نیکسٹ ویک کا نکاح رکھ لیتے ہیں لیکن رخصتی میں ابھی نہیں چاہتی دعا کے نکاح کے ساتھ ہی رخصتی بہتر رہے گی۔"

شاکر نے برہمی سے مسکراتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی سُولیم کو غصے بھری بے بسی سے دیکھا اور جب بولا تو آواز قدرے ضبط بھری تھی لیکن جو اس

نے کہا سُولیم کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور یہ تھا جو وہ کہہ رہا تھا۔

"جب آپ نے لندن آنے کا فیصلہ کیا تھا تب مجھے لگا میں آپ کو کھونے جا رہا ہوں آئی ڈونٹ نو یہ محبت ہے یا انسیت کے جذبے کی انتہا لیکن مجھے ہر روز یہ وہم ہوتا کہ آپ میری زندگی میں دھندھلائی جا رہی ہیں کوئی ہے جو مجھے آپ سے کھینچنا چاہتا ہے بلکہ اس نے خواب میں مجھسے آپ کو چھین بھی لیا تھا۔ وہ بہت عجیب خواب تھا اس میں میں کمزور تھا اور وہ طاقت ور سب اس کا تھا وقت پاور پیشن اور آپ بھی سُولیم، آپ اس کے بلانے پر اس کی سمت چل دی تھیں آپ نے میرے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نہیں تھاما تھا آپ نے اس قدموں پر نشان رکھ دیے تھے اس کی پکار کو پکڑا تھا۔"

وہ کھو کر بہت عجیب لہجے میں بتا رہا تھا دور وہ کوئی تھا جو اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا راز و نیاز کر رہا تھا اور جس کی گریفائیٹ آنکھیں بار بار جانے کیوں اس سیاہ ٹکسیڈو والے شخص کی پشت پر پڑ رہی تھیں۔ وہ اس کی پشت کے ذریعے اس شخص کو جاننا

چاہتا تھا اسے اس شخص کے حصار میں چھپے وجود میں بھی دلچسپی ہونے لگی تھی وہ اسے دیکھنے کا بھی متمنی تھا اور اس کی یہ خواہش جلد ہی پوری ہو گئی سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص نے اپنی کمر کو کرسی پر گرایا اور وہ دکھلایا جسے دیکھ کر گریفائیٹ آنکھوں میں تحیر ابھرا تھا۔ چہرا بھی سفید ہوا اس نے کب اپنی کرسی چھوڑی پتا ہی نا چلا۔

"یہی وجہ ہے اس جلد بازی کی شادی کی سُولیم جب آپ نے مجھے بتایا کہ کوئی آپ کو تنگ کر رہا ہے تو یقین کر لیں مجھے لگ رہا تھا میری جان نکل گئی ہے لیکن میں نے صبر کیا اور اس وقت میرا صبر ٹوٹا جب آپ نے کہا کہ آپ اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا چاہتی ہیں میں آپ کے اس فیصلے کا احترام کرتا ہوں آپ میرے فیصلے کا احترام کر لیں۔"

کسی امید کسی چاہ کے زیر اثر اس نے سُولیم سے کہا اس نے تھوک نگلا گریفائیٹ آنکھوں والا انسان سست روی سے ان کی ٹیبل کی جانب بڑھ رہا تھا وہ صرف چند قدم ہی دور تھا۔

"وہ ایک خواب تھا شاکر آنکھ کھلی اور ٹوٹ گیا یہ حقیقت ہے اور میں آپ کے سامنے ہوں آپ کی منکوحہ بننے کیلئے تیار ہم اگلے ہفتے ہی نکاح کر رہے ہیں اور اس کے بعد میں نے صرف آپ کا ہو جانا ہے کوئی بھی مجھے آپ سے الگ نہیں کر سکے گا ٹرسٹ می نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے اور اس طاقت پر اس مضبوطی پر یقین رکھیں۔ "

"ڈاکٹر آپ یہاں؟"

خوشگوار سی آواز ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی شاکر نے رخ موڑ کر اور سُولیم نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ براق ان دونوں کے اس طرح سے دیکھنے پر خجالت سے مسکرایا۔

"میرا مطلب ہے واٹ آ سرپرائز آپ کو یہاں دیکھ کر اچھا لگا میں تو سمجھتا تھا کہ آپ صرف کلینک گھر، گھر کلینک کرتی ہیں کبھی اتفاق سے کہیں دیکھا ہی نہیں۔ "

اس نے بڑی گہری نظر شاکر پر ڈال کر کہا وہ اس کا کزن تھا لیکن کیا اتنا گہرا کزن تھا

کہ اس کے ساتھ ڈنر کیا جائے؟

بری بات براق ایسا نہیں سوچتے پاکستانی کزنز میں بہن بھائیوں جیسا پیار ہوتا ہے کلین اپ یور مائنڈ۔

"نہیں میں بھی انسان ہوں میرا بھی سر کل ہے اور مجھے نہیں لگتا لندن اتنا چھوٹا ہے کہ ہر کوئی ہر کسی کو ہر جگہ مل جایا کرے۔"

براق نے اس کی آنکھوں کے مرکز پر توجہ کرتے ہوئے کہا۔

"درست فرمایا یہ آپ کے کزن ہیں نا آئی تھنک اس دن جو کلینک میں آئے تھے۔"

سُولیم کا تنک والا تضحیک میں ڈوبا لہجہ اگنور کر کے اس نے شاکر کا پوچھا تھا جو ہونٹوں پر ہاتھ رکھے براق کو تک رہا تھا سُولیم نے اب کے سرد لہجے میں اسے جواب دیا تھا جو براق نے بڑی مشکل سے پیا۔

"جی کیا اب آپ ہمیں تھوڑی پرائیوسی دیں گے آپ کی مہربانی ہو گی۔"

وہ اس پرائیوسی لفظ پر کڑوا ہوا تھا سُولیم کی بے زار آنکھوں کو دیکھا اور اثبات میں سر

ہلا کر اپنی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ "بہتر۔"

یکدم سُولیم کو اپنی بد تہذیبی کا احساس ہوا اسنے پریشان کن استفہامیہ نگاہوں سے شاکر کو دیکھا تھا ایسا اس نے شاکر کی وجہ سے ہی کیا تھا یا شاید وہ پریشان تھی وہ الجھ گئی۔ اس نے واپس اپنی نگاہوں کا رخ براق ک جانب کیا جس کا چہرا ابجھا سا تھا اور ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کچھ کہہ رہا تھا جو وہ سن نہیں سکتی تھی لیکن اس کے الفاظ ان کے ٹیبل کے پاس بیٹھے پیلی رنگت کے حامل شخص نے ضرور سنے تھے جو یہ تھے۔

"میں نے محبت کی چار صورتیں پائی ہیں ایک یہ پاگل ہوتی ہے، دوسری اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بے وقوف نہیں ہوتا، تیسری یہ انتہائی اعلیٰ درجہ کی سنکی ہوتی ہے چوتھی اور سب سے خطرناک یہ کہ اس کی کوئی عزت نفس نہیں ہوتی۔"

"کیا ہو گیا بھائی کیوں اتنے مایوس ہو رہے ہو؟"

کیون اور اسد کے بولنے سے پہلے ہی وہ پیلے رنگ والا شخص بولا تھا اسد نے اسے

گھور کر دیکھا اور نن آف یور بزنس کہہ کر جان چھڑائی۔

" تبھی تو میں ان محبتوں کے چکروں میں نہیں پڑتا اور تو ہے کہ دوبارہ مجھے پھنسانے کی بات کر رہا ہے اتنی مشکل سے تو اس جونک سے میری جان چھٹی تھی اب پھر مصیبت گلے سے لگا لوں۔"

کیون نے منہ بسورتے ہوئے کہا ساتھ میں اس جونک کا تذکرہ بھی کیا جو اس کی تیسری بیوی تھی۔

"وہ مصیبت نہیں ہو گی یہ گارنٹی ہے تم مجھ پر یقین رکھو وہ سُولیم کی دوست ہے اس جیسی ہی اچھی اور پیاری ہو گی۔"

منہ کڑوا تھا لیکن پھر بھی وہ سُولیم کے بارے میں کڑواس نہیں اگل سکتا تھا البتہ وہ نرماہٹ ابھی مفقود تھی نئی نئی بے عزتی جو ہوئی تھی۔

"کر لو اس کی بات پر یقین سُولیم واقعی اچھی ہے اچھے اچھوں کو پچھاڑنے کا ہنر جانتی ہے۔"

براق نے اسے سخت کبیدگی سے دیکھا اسد کا سیل بجنے لگا تھا وہ قہقہ لگاتا براق کی حالت سے حظ اٹھاتا فون اٹھا رہا تھا۔

"او کے پھر میں کنفرم کر کے بتاتا ہوں آپ کو۔"

اس نے سیل رکھا مسکراتی فتح سے مخمور نظروں سے براق کو دیکھا اور بولا تو آواز میں کسی کامیاب سپہ سالار سی کھنک تھی۔

"ہاں تو پھر مٹھائی کب کھلا رہا ہے؟"

اس نے جتنی خوشی سے یہ سوال پوچھا جواب جان کر دل کیا یہ پورے کا پورا لو بسٹر اس کے سر پر دے مارے۔

"ابھی اسے ماننے تو دے جب ہاں کہے گی تب مٹھائی کیا من و سلویٰ کھلا دونگا۔"

موڈ اب بھی بگڑا ہوا تھا لیکن زبان نہیں رکی تھی۔

"براق مووی کی آفر ہوئی ہے پلس انٹرویو میں یہ بتا رہا ہوں تمہاری شادی کی بات نہیں کر رہا اور لیٹ می گیس ابھی ابھی شاید تم ہی عزت کروا کر آ رہے ہو اس

سے۔"

براق نے اس مدھر دھن میں کچھ بڑابڑا شاید گالیاں منہ میں بڑبڑائیں اور کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"مجھے ان سب میں دلچسپی نہیں میں جارہا ہوں تم کھانا ختم کر کے آجانا یہاں رہوں گا تو دل یونہی جلتا جائے گا۔"

آخری لائن اس نے ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر دل میں کہی تھی اسد نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگادی۔

"جیسے تمہاری مرضی۔"

براق نے سیکنڈ لاسٹ نظر ادھر اور آخری نظر باہر وال میں سے ان پر ڈالی اور سرپر ہڈی ڈال کر سڑک ماپنے چل دیا۔

انسان جب حقیقت میں کسی کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے نا تو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اس دل میں بستے شخص کو صرف اپنا مانتا ہے اپنا

جانتا ہے وہ صرف اس کا ہوتا ہے اس کیلئے ہوتا ہے لیکن جب پھر وہی شخص اپنے پن سے مکر تا ہے آپ کو چھوڑ کر دوسروں میں دلچسپیاں اختیار کرتا ہے اور یہ بات بھول جاتا ہے کہ وہ کبھی اس کا تھا تو دل بہت دکھتا ہے براق کا بھی دکھ رہا تھا ہاں یہ بات درست ہے کہ کبھی سُولیم نے اس سے نرمی سے بات تک نہیں کی تھی اس سے اکھڑی اکھڑی رہتی تھی اور اسے بہت سے عام لوگوں کی طرح اپنا ایک معمولی پیشنٹ سمجھتی تھی لیکن یہ براق تھا جو اس باقی لوگوں کی طرح نہیں سمجھتا تھا وہ سُولیم کو انمول جانتا تھا۔ وہ اسے ایک ایسی پاکیزہ پری لگتی تھی جو غلطی سے اس دنیا میں آگئی تھی اور جو اس کی غلطیوں کے باعث اس سے خفا تھی۔

وہ اس کے چہرے کو اپنے حصار میں لئے سڑک چھان رہا تھا دوسری طرف وہی جو کسی کی شدید خواہش بن گئی تھی بیڈ پر دعا کے سامنے بیٹھی تھی اور پر ملول لگتی تھی۔

"مجھے تم پر یقین ہے لیکن تم نے میرا یقین نہیں کیا اس کا دکھ ہے کم از کم ایک بار میری نادانیوں یا مجھ میں بستے بچپنے کو نظر انداز کر کے بتا کر تو دیکھتیں اور تب میں

تمہاری امیدوں پر پورا نا اترتی تو کہتی ہاں دعا اب بتاؤ اب کہاں گئی تمہاری سین سیبلٹی۔"

سُولیم نے گہرا سانس لیا اور اس کا ہاتھ تھاما ادھر تار کول کی لوگوں سے بھری سڑک پر چلتے ہڈ میں چھپے منہ کے ساتھ براق نے کیون کی کال اٹینڈ کی تھی سُولیم دعا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"دعا وہ بہت بہت برا انسان ہے اس کی نیت میں کھوٹ ہے اس کی نظروں سے مجھے کراہیت آتی ہے میں نہیں چاہتی تھی کہ تم اس کی گندی نظروں کے دائرے میں آؤ میں تمہیں اس سے سیور رکھنا چاہتی تھی۔"

براق نے سیل فون پر انگوٹھا سبز رنگ کی طرف سلائیڈ کیا

کیون کی بات سن کر وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

"کیون وہ بہت بہت اچھی ہے بہت صاف اور پاکیزہ وہ چلتا پھرتا خلوص کا پیکر ہے ۔ حیادار ہے سب سے بڑی بات محتاط ہے سو جب تم اس سے ملو تو تمیز کے دائرے

میں رہنا اور ڈائیر کٹ اس کی آنکھوں میں مت دیکھنا کیوں کہہ رہا ہوں کیوں کہ یہ میرا آرڈر ہے میں نہیں چاہتا وہ کسی بھی صورت تم سے بے زار ہو کر اس ریلیشپ والی بات سے انکار کرے سمجھ آئی۔" اس نے فون بند کر دیا تھا۔

"وہ سچ میں بہت برا ہے دعا اسے کسی کا احترام نہیں۔"

"میں حیران نہیں ہوا مجھے کافی عرصے سے پتا تھا۔"

اٹھکیلیاں کھاتی ہوا اس کا عبایہ اپنے شرارتی پن سے اڑا رہی تھی نقاب کا کپڑا دائیں جانب جانے کو مچل رہا تھا۔ وہ گاڑی سے نکلتے ہی تیز قدموں سے وہ ویسٹ فیلڈ کے اندر گھسی اور کچھ سانس میں سانس آئی یہ ہوائیں بھی نا کتنی بے باک ہوتی ہیں زرا جو شرم ہو ان میں مجال ہے جو کبھی کسی کا حجاب رکھ لیں خود تو کھلی ہوتی ہے دوسروں کو بھی عیاں دیکھنا چاہتی ہے۔ نقاب کو پکڑ کر وہ اندر آئی اور سیدھا سیکنڈ فلور پر اوپر چڑھتی سیڑھیوں پر چڑھ گئی۔ اسے کچھ شاپنگ کرنی تھی جس کی وجہ

سے وہ یہاں تھی مطلوبہ شاپ میں جا کر اس نے لوسا کیلیئے چند ڈریسز لیے اپنے لئے سٹالرز پن خریدیں پرفیوم لیا ایک رسٹ واچ پسند آ گئی اسے بھی لیکر جب وہ نیچے کی جانب اترتی سیڑھیوں پر قدم رکھ رہی تھی تو اس نے محسوس کیا کوئی بالکل اس کے ساتھ آن کھڑا ہے۔ سُولیم نے اپنی گردن بائیں جانب موڑ کر دیکھا آنکھوں میں خفگی ابھری رخ پھیر کر اس نے ایک قدم نیچے رکھ لیا۔

"آپ مجھ سے بھاگ نہیں سکتیں آپ جانتی ہیں۔"

ٹرکر کی آواز پر اس نے صبر کا گھونٹ پیا تھا بیسٹ طریقہ تھا اگنور کرنا سو اس نے کیا لب بستہ نیچے اترتی سیڑھیوں پر کھڑی رہی۔

"آپ اس شخص کی وجہ سے مجھ سے خفا ہیں حالانکہ وہ دھوکے باز ہے آپ کو چیٹ کر رہا ہے ڈاکٹر میں آپ کی عزت کرتا ہوں لیکن آپ کا رویہ مجھے تکلیف پہنچا رہا ہے۔"

اس کے لفظوں میں واقعی تکلیف کا عنصر غالب تھا سُولیم چونک گئی ٹرکر کو دیکھا وہ

دونوں زمین پر قدم رکھ چکے تھے۔

"چیٹ تم نے مجھے کیا تھا اور شاید تم وہی ہو جو مجھے دھمکا رہے تھے اپنے خوف میں مبتلا کر رہے تھے۔"

میوزک کی ہلکی آواز میں اس نے دبے لہجے میں کہا تھا۔

"ایم سوری یہ سب اس لئے تھا تا کے میں براق کو چوٹ پہنچا سکوں مجھے لگ رہا تھا اب تک اس کی رسائی آپ کے سیل پر ہے لیکن میں غلط تھا بہر صورت میں ہر حال میں اسے گھائل کرنا چاہتا ہوں صرف آپ کا درد ہے جو اسے مار سکتا ہے۔" سُولیم نے انتہائی حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہارے کہنے کا کیا مطلب ہے۔"

اسے یکدم کچھ بہت غلط ہونے کا احساس ہوا اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی اور جیسے ڈھلتی شام میں نصف دنیا کو یہاں پایا اتنے ہجوم میں کون کیا کر جائے کسے کیا پتا۔

"کیا کرنا چاہ رہے ہو میرے ساتھ؟"

"زیادہ کچھ نہیں۔" ٹرکر نے نزدیک آ کر ہاتھ ہینڈز اپ کے سے انداز میں اٹھائے۔

"میں آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا آپ کو یرغمال بناؤں گا پھر براق کو کال کرونگا وہ آئے گا میں اپنے قدموں میں اسے بٹھا کر ناک رگڑواؤں گا اسے پیٹوں کا پھر آپ کو چھوڑ دونگا ٹرسٹ می آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔"

سُولیم اسکی ساری کہانی پر ہنسی مزاق اڑاتی ہنسی تھی اس کی ٹرکر پھیکا سا اسے دیکھے گیا۔

"اور تمہیں لگتا ہے یہ سب ہو جائے گا تم واقعی بچے ہو نو عمر والی سوچ ہے تمہاری، اول تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گی نہیں بالفرض چلی بھی گئی تو براق کیوں آئے گا میرے پیچھے یہ سب افسانوی باتیں ہیں بچے ان سب کو بھول جاؤ۔"

اپنے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ مڑنے لگی تھی لیکن اگلے ہی قدم پر کرنٹ کھا کر رک گئی۔

ٹرکر نے اپنی گن کی نالی اسکی کمر میں زور سے کھبائی اور اسے لوڈ کیا سُولیم نے لوڈ

کرنے کی آواز بخوبی سنی تھی۔

"واقعی میری سوچ نوعمر والی ہے لیکن اس نوعمر کی سوچ بہت پختہ ہے افسانوی باتوں کا ایک حصہ تو مکمل ہو گیا ابھی آپ میرے ساتھ چل رہی ہیں دوسری بس ہوئی چاہتی ہے اور پلیز اپنے عبایہ کی سائیڈ پاکٹ میں سے پسٹل مت نکالیں کیونکہ ایسا کرنا بے کار ہے ابھی میں شکاری ہوں اور بہت بے رحم ہوں کب گولی چلا دوں پتا نہیں چلے گا۔"

سُولیم کا حرکت کرتا ہاتھ تھم گیا اس نے زور سے لب دبائے۔

"چلیں۔" اس نے پوچھا نہیں تھا کہا تھا پسٹل سے اسکی کمر کو دھکیلتے ہوئے وہ بہت آسانی سے اسے وہاں سے لے گیا تھا۔ سُولیم نے نفرت سے اس شاپنگ مال کے باہر کھڑے براق کے مجسمے کو دیکھا جو کسی گھڑی کی برانڈ کیلیئے لگایا گیا تھا۔ یہ انسان جب سے اسکی ذندگی میں آیا تھا مصیبتیں جوق در جوق اس سے آکر مل رہی تھیں تھا صبح کے واقعات اس کی آنکھوں میں گھومنے لگا۔

وہ سب لوسا کے گھر اکھٹے تھے اور صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ سینٹرل ٹیبل پر چائے کافی کے ساتھ دیگر لوازمات پڑی تھیں کیون تھا براق تھا اسد تھا دعا تھی چاچو تھے سُولیم تھی اور ابھی ابھی آئی لوسا تھی جو مسلسل کیون کی نظروں کے حصار میں تھی۔ چاچو نے ان سے دیگر جنرل سے سوال پوچھے تھے فارملیٹیز نبھائی تھیں اور پھر آرڈر دیا تھا کہ وہ دونوں آپس میں کچھ بات چیت کر لیں تاکہ معاملہ آگے بڑھایا جاسکے وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے وہ دونوں آپس میں بات چیت کر کے دیکھ لیں لیکن مجھے نہیں لگتا کہ پہلی ملاقات میں ہم کسی کو جان سکتے ہیں میرے خیال میں ان دونوں کو کچھ وقت ساتھ رہنا چاہیے تاکہ انڈرسٹینڈنگ ہو سکے۔"

براق کی بات پر جہاں اسد کے منہ سے چائے نکلتی نکلتی بچی تھی وہیں چاچو نے ناگواری سے پہلو بدلا تھا۔ سُولیم کی آنکھوں میں تو ناپسندیدگی کا سمندر ٹھاٹھے مارنے لگا دعا بھی برا سا منہ بنا کر بڑبڑانے لگی صد شکر کہ اس کی بڑبڑاہٹ صرف

NC

بڑبڑاہٹ ہی تھی۔

اسد نے اسے پاؤں مارا اور مسکرا کر بیچ بچا کرنے لگا۔

"اس کے کہنے کا مطلب چند ملاقاتیں اور ہو جائیں تو پھر ہی بات آگے بڑھائیں ویسے ہمیں لو سا بہت اچھی لگی ہے ڈزنٹ میٹر کے وہ ماضی میں کیا تھی وہ آج کیا ہے یہ زیادہ اہم ہے ہمارے لئے مجھے لگتا ہے انسان سے رشتہ جوڑنا چاہیے نا کہ اس کے پیشے اور برے وقت سے۔"

اسد کی بات نے ماحول میں گھری چابک سی سنجیدگی کے اثر کو زائل کر دیا تھا لیکن شاید براق آج اپنا میچ خراب کرنے پر تلا تھا۔

"ہاں میں تم سے متفق ہوں تمہاری سوچ اچھی ہے لیکن میرا کہنے کا مطلب تھا وہ دونوں کچھ عرصہ ایک ساتھ رہیں میرا فلیٹ ہے اس میں رہ لیں گے یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ان کا ساتھ رہنا ضروری ہے ساتھ رہ کر وہ اچھے سے ایک دوسرے کو جان سکیں گے سمجھ سکیں گے اور اس سے طلاق کے چانسز بھی کم

ہو جائیں گے اگر ان کی نا بنی تو وہ بخوشی بریک اپ کر لیں گے طلاق زیادہ دکھ دے گی ہے نا؟"

تصدیق کیلئے اس نے اسد کی جانب دیکھا وہ تنبیہ کرتی غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا براق نے "واٹ" والے انداز میں کندھوں کے ساتھ سر کو جنبش دی پھر اس نے سب کے چہرے تکے عجیب سے بھاری خاموشی اور ناگواریت کے سائے وہاں پر تھے۔

"اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بچے تم آزاد معاشرے کی پیداوار ہو ہم یہاں رشتہ جوڑنے آئے تھے لیکن تم نے اتنی بے باک بات کر کے ہمیں حیران کر دیا ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں ایک دوسرے کو سمجھنے کیلئے وقت درکار ہوتا ہے لیکن ایک عام سی بات کہوں جس نے سمجھنا یا جاننا ہوتا ہے نا وہ پہلی ملاقات میں ہی سمجھ اور جان لیتا ہے جو نا جاننا چاہے اس کیلئے پوری زندگی بھی کم ہے خیر ابھی بچی آتی ہے تو اس کی رائے لیکر ہی دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"

سرد، سپاٹ سنجیدہ انداز براق کو اپنی بات کی کوتاہی کا احساس ہوا اس نے فٹ سُولیم کو دیکھا جو منہ پھیرے بے زار سی بیٹھی تھی۔ اسے شدید قسم کی غلطی کا احساس ہوا بات اتنی واضح اور کھلی تھی کہ وہ بنا بھی نہیں پارہا تھا لیکن دفاع تو بنتا تھا یوں بھی اپنا دفاع خود ہی کیا جاتا ہے انسان خود ہی خود کا وکیل ہوتا ہے جو اپنی صفائی میں بولتا ہے وہ بھی کہہ رہا تھا۔

"میں نے تو یہ سب اسلئے کہا تا کہ لوسا کو دکھ نا پہنچے۔"

اسد نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا کیون برا ہے یا اس کی نیت میں کھوٹ ہے لیکن وہ ایک مرد ہے اور مرد کبھی بھی عورت سے مطمئن نہیں ہوتا کہیں نا کہیں کسی نا کسی بات پر انا کا مسئلہ بنا کر وہ عورت کی تذلیل میں سکینڈ نہیں لگاتا پھر لوسا کا ماضی بھی کچھ خوش کن نہیں ہے کل کو اگر وہ اسے اس بات کا طعنہ دے یا اس بات کو وجہ بنا کر اسے چھوڑ دے تو اس سب میں زیادہ دکھ لوسا کو ہی ہو گا ٹھیک ہے بغیر شادی کے ساتھ

رہنا معیوب بات ہے لیکن اس معاشرے میں یہ عام ہے کسی کو یہ بات اتنی بری نہیں لگے گی۔ میں نے لوسا کی سیفٹی کیلئے کہا تھا آپ لوگ مجھے غلط سوچ کا سمجھ رہے ہیں تو اس میں آپ سب کا قصور نہیں ہے لیکن مجھے ایک بات بتائیں اگر ان دونوں نے یہ ڈیمانڈ کر دی تو۔"

وہ بات ختم کر کے رکا ہی تھا کہ وہ دونوں مسکراتے ہوئے اندر آئے چاچو کے الفاظ منہ میں رہ گئے ان دونوں کے اعلان نے سب کو خوش کر دیا تھا بوجھل سی جو کثافت تھی وہ ختم ہو گئی تھی وہ دونوں اسی ویک شادی کرنا چاہتے تھے تین دن بعد کی ڈیٹ فکس کر کے وہ لوگ چلے گئے تھے ان کے جاتے ہیں اسد اس پر پھٹ پڑا۔

"تیرا دماغ خراب ہے اتنی سنگین بات کرنا کا سوچا بھی کیسے تو نے میں نے بات بنائی پھر ٹانگ اڑا دی تو نے اب کر لینا اس گھر میں رشتہ سُولیم کیا سُولیم کا سایہ بھی پھٹکنے نہیں دیں گے وہ لوگ تیری طرف اپنی فین کو بھی دیکھ لیتا کیسے عجیب عجیب منہ بنا رہی تھی۔"

اسد نے جلبلاتے ہوئے کہا براق کی کم عقلی پر اسکا ماتم کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔

"اب ہو گیا گزر گیا وقت بات ختم فیوچر کی دیکھی جائے گی اور ویسے بھی جب میں نے بات کو ڈھنگ سے پیش کیا تو ان کے چہروں پر آمادگی کی رمق دیکھی تھی میں نے ڈیڈ کی کال پر کال آ رہی ہے ان سے بات کرتا ہوں پھر بیٹھ کر اس مسئلے کو سلجھائیں گے۔"

وہ اس کے شانے کو تھپکتا ہوا باہر لان میں آ گیا ہونق کھڑا کیون ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اسد نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور روداد سنانے لگا۔

"یس ڈیڈ۔" اس نے سیل پر ہی سکائپ آن کیا فاروق اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔

"کیسے ہو ہمیں بھی کبھی یاد کر لیا کرو جب کریں تو ہم ہی کریں کانٹیکٹ برخودار کے پاس تو جیسے وقت ہی نہیں۔"

وہ ان کے شکوے پر منہ بنا گیا کچھ سُولیم کی فیملی کے سامنے خراب ہوتی اپنی ریپو کی

بھی فکر تھی لان میں ہوا کے دوش پر گول دائروں میں اڑتے خشک پتوں کو کراس کر کے وہ سفید کین کی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا چھتری فولڈ تھی کھلے نیلے سمندر جیسے آسمان کے نیچے بیٹھا وہ پرملول سا دکھائی دیتا تھا۔

"دیں لیں طعنے آپ بھی۔"

فاروق نے اس کی اداسی کو بھانپ لیا باپ تھے لاڈلا بیٹا تھا کیوں نا پریشان ہوتے۔

"تم آزردہ دکھ رہے ہو حالانکہ تمہارے چہرے پر چونکا دینے والی الوہی سی چمک ہے اور تمہارا چہرا گلابی ہو رہا ہے تم بدل رہے ہو کیا بات ہے مجھے بتاؤ بیٹے۔"

براق نے گہرا سانس لیا ان کے تجزیے پر وہ چونکا تھا پھر تھک کر کہنے لگا۔

"مجھے نہیں پتا تھا کبھی یہ دن بھی آئے گا جب میں اپنے لفظوں پر پچھتاؤں گا مجھے اپنی کہی بات کھلے گی وہ کیا سوچ رہی ہو گی اس بات پر پریشان ہوں گا ہوتا چلا جاؤں گا یہاں تک کہ خوبصورت موسم میں خود کو اداس کر لوں گا۔"

فاروق ہنسے ان کا قہقہ جاندار تھا براق نے آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھا۔

"میں حیران نہیں ہوا مجھے کافی عرصے سے پتا تھا بس تصدیق باقی تھی جو تم نے کر دی اور بڑی ہی پختہ کی ہے۔ مجھے تمہارے جذبوں پر ایمان آگیا ہے ورنہ یہی سوچتا رہتا پتا نہیں یہ افئیر اس کا اور کتنا عرصہ چلنا ہے۔"

براق پریشان نظروں سے مسکرایا یہ دھوپ چھاؤں کا منظر بڑا دل فریب تھا چہرے پر تفکر کے سائے اور لبوں پر ہنسی۔

"اور میں بھی حیران نہیں ہوا کیونکہ میں جانتا تھا جو آپ کے مخبر ہیں وہ میرے مرید ہیں۔"

آنکھ کا کونا دباتے ہوئے اسنے بڑے مزے سے کہا تھا کوئل کی کوک پورے لان میں گونجنے لگی وہ ابھی ابھی کہیں سے رستہ بھول کر آئی تھی اور آتے ہی اپنی گردان شروع کر دی تھی۔

"یہ تو مجھے پتا ہے ایک نمبر کا کمینہ ہے تو لیکن ایک بات بتا۔"

براق کا سیل بجنے لگا ٹر کر کالنگ اسنے فورا کال کاٹ کر اپنی ڈیڈ کو سنا جو کہہ رہے

تھے۔

"شادی کب کر رہا ہے؟"

"شادی۔" براق نے پوری آنکھیں کھول کر کہا۔ "بہت پہاڑی سلسلہ ہے جسے طے کرنا ہے اور کیا آپ کو لگتا ہے وہ مجھ سے شادی کرنے پر راضی ہو جائے گی۔"

فاروق نے اسے اگلی باتیں کرتے ہوئے زرا بھی حیران نہیں کیا وہ اس کے ڈیڈی تھے اس کے دوسرے خدا پل پل کا حساب رکھنے والے۔

"جب تم اس کیلئے شراب چھوڑ سکتے ہوئے ڈر گز کو گڈ بائے کہہ سکتے ہو ڈھائی ماہ سے بغیر کسی ریلیشن کے رہ سکتے ہو تو وہ تمہارے لئے شادی کو ہاں کیوں نہیں کہہ سکتی تم اسے پرپوز کرو وہ ہاں کہہ دے گی۔"

اس کا سیل پھر بجنے لگا براق نے کال ڈسکنیکٹ کی۔

"کیا ایسا ہے آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

وہ پرجوش سا آگے جھک کر پوچھ رہا تھا اس کی آنکھیں جگنو کی مانند ٹمٹما اٹھی تھیں

چہرے پر دھنک رنگ تھے وہ کتنا خوش دکھ رہا تھا فاروق نے بے اختیار اس کی محبت کی تکمیل کی دعا کی تھی۔

"سو فیصد کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں مجھے جاننا ہے وہ کون ہے جو انقلاب لے آئی ہے۔"

براق نے ایکدم اثبات میں سر ہلایا پھر زور سے نفی میں ہلانے لگا۔

"میں دکھا تو دوں لیکن یہ اچھا نہیں ہے وہ پردہ کرتی ہے تو جب ہم دونوں کا نکاح ہو گا تب آپ سے دیکھ لیجئیے گا لیکن کیا وہ میرے لئے "یس" بولے گی وہ بہت سٹر بن ہے بہت بہت بہت زیادہ۔"

براق کی آنکھوں کے سامنے اس کی ہٹ دھرمیاں گزرنے لگیں۔"اور میں نے ماضی میں بہت کوتاہیاں کی ہیں جو ناقابل معافی ہیں۔"

فاروق آج دل کھول کر اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"کیا تم نے اس کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے؟"

براق کو جھٹکا لگا۔

"خدانخواسطہ میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا بلکہ میں کیا میری سوچ بھی ایسا نہیں سوچ سکتی آپ نے کہا بھی کیسے اففف۔"

لب کچلتا جھٹکا کھاتا وہ اس بات سے ہی ہل گیا تھا لمحہ بہ لمحہ انہیں اس کی سنجید گی کا احساس ہوتا گیا اس بات کے اثر کو زائل کرنے کیلئے انہوں نے دوسری بات چھیڑ دی۔

"تم نے کہا وہ بہت سڑ بن ہے کیا ایسا واقعی ہے یا یہ محظ تمہاری سوچ ہے۔"

براق نے سیل کے شیشے کے پیچھے سے ان کا چہرا دیکھا آگے ہوا اور سر گوشی کے سے انداز میں کہنے لگا۔

"وہ اس دنیا کی سب سے ضدی اور قاتل لڑکی ہے اگنور تو ایسے کرتی ہے کہ اگلے بندے کا دل کرتا ہے اس کا گلا گھونٹ دے لیکن پھر سوچ کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے جب آپ اس سے ملیں گے نا تب آپ کو پتا چلے گا وہ کتنی سرد مزاج کتنی اکھڑ کتنی سنجیدہ

اور کتنی دو ٹوک لڑکی ہے ٹھیک ہے اس سب سے اس میں وقار چھلکتا ہے لیکن ایسے وقار کا کیا فائدہ جو سامنے کا دل چھلنی کر دے۔"

اس کا سیل پھر گونج اٹھا اب کہ وائس میسجز بھی آئے براق نے سوچ لیا پہلی صورت میں وہ اب ٹرکر کا نمبر بلاک کرے گا۔

"ہاہاہا۔۔ معلوم ہوتا ہے تمہارا دل کئی بار پسا ہے مجھے افسوس ہے کم آن اٹھالو فون یوں بھی میری میٹنگ کا ٹائم ہو گیا ہے تم اپنی شام انجوائے کرو ہم اپنا دن بزی کرتے ہیں۔"

براق نے مسکراتے ہوئے اکاؤنٹ بند کیا مغرب کا ساڈھلتا ہوا سورج تھا اس کی زردی والی آدھے سے زیادہ آسمان کو ڈھک چکی تھی اس تین رنگے آسمان کے نیچے بیٹھ کر اس نے آخری بار ٹرکر کا میسج سنا کہ اس کے بعد وہ اسے بلاک کرنے والا تھا لیکن میسج سنتے ہی اس کی ٹانگوں سے جان نکلی تھی۔ خوف کیا ہوتا ہے اس کا ادراک آج پوری شدت سے اسے محسوس ہوا تھا یکدم فیصلہ کرتا میز پکڑتا وہ لڑکھڑاتے

قدموں سے گاڑی کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اس کا سیل مختلف کالز کا پیامبر بن گیا ڈرائیور نے گاڑی اس کے گھر کے آگے روکی وہ اپنے لان میں داخل ہوا تو مختلف فلیش لائیٹس اس کی منتظر تھیں وہ دس منٹ میں آرگنائز کی گئی اس کانفرنس میں آ کر بیٹھا میڈیا کا ہجوم تھا جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے مائک سنبھال لیا دماغ ٹھکانے پر نہیں تھا وجود کپکپا تا ہوا بے بس تھا اس نے اپنے لب مائک کے قریب کیئے بولنا شروع کیا بولا تو آواز میں نادیدہ سی لڑکھڑاہٹ سی تھی۔

"میں نے یہ کانفرنس اس لئے بلائی ہے تاکہ میں اناؤنس کر سکوں کہ میں باکسنگ سے ریٹائرمنٹ لے رہا ہوں ایکسڈینٹ کے بعد اب مجھ میں سکت نہیں رہی کہ میں کھیل سکوں مجھے لگتا ہے میرے بعد ٹر کر ہو گا جو اس مقام تک پہنچ سکے گا بلا شبہ وہ ایک قابل کھلاڑی ہے۔"

اس کی اناؤنسمنٹ تھی یا صور سب کو سانپ سونگھ گیا یہ ایک ایسی خبر تھی جس نے اس کے شائقین پر بھی بم پھاڑا تھا ابھی کچھ دن پہلے ہی کی تو بات ہے جب اس نے

ٹورنامنٹ کھیلا تھا اور سب کے دل جیت گیا تھا کریئر کے اتنے اونچے مقام پر آ کر کوئیٹ کر دینا ایک طفلانہ فیصلہ تھا جو وہ کر چکا تھا۔

میڈیا کے سوالات کی بوچھاڑ یکدم ہوئی تھی کیوں کیا وجہ کیسے کتنے سوال تھے جنہیں اگنور کرتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا ایک بھی سوال کا جواب اس نے نہیں دیا تھا وہ بھاگتا ہوا گاڑی میں آیا اور اسے زن سے اڑا لے گیا اس کا دماغ کچھ دیر پہلے سننے والے وائس میسجز سوچنے لگا اور ایسا کرنے سے اسکا دماغ پھٹا جا رہا تھا دل کی رفتار بڑھ گئی تھی اور چہرا سرخ تھا۔

"مسٹر براق یہ میں ہوں سُولیم مجھے ٹرکر نے اغوا کیا ہے وہ مجھے ڈاؤن ٹاؤن لیکر جا رہا ہے وہ چاہتا ہے تم وہ سب کرو جو وہ کہہ رہا ہے نہیں تو وہ میرے ساتھ کچھ برا کرے گا۔"

سُولیم کی آواز کے بعد ٹرکر کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجنے لگی۔

"یہ بالکل سچ ہے کہ تمہاری ڈاکٹر میرے پاس ہے نہ میرے ساتھ میری کار میں

نہیں بلکہ کچھ کرائے کے غنڈے ہیں جو انہیں وہاں لیکر جا رہے ہیں جہاں میں چاہتا ہوں میں انہیں ان کے ساتھ نا بھیجتا لیکن تم نے کال نہیں اٹھائی تو مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا لیکن ابھی بھی وقت ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میں انہیں اپنے ساتھ لیکر جاؤں تو پہلی فرصت میں کانفرنس کرواور سب کو مطلع کرو کہ تم باکسنگ سے ریزائن کر رہے ہو نہیں تو تم جانتے ہو جو کرائے کے غنڈے کیسے ہوتے ہیں کتنے بدنیتی ہوتے ہیں۔"

براق نے زور سے سٹرینگ پر ہاتھ مارا اس کی جان نکلی جا رہی تھی سُولیم کو ان کے ساتھ سوچنے پر بھی کیا وہ نہیں جانتا تھا وہ لوگ کتنی گندی نظروں کے مالک ہوتے ہیں ان کے ارادے کتنے غلیظ ہوتے ہیں اس کے خود بخود ہاتھوں کے بال کھڑے ہو گئے اس نے ٹر کر کو سو کالز کیں اس نے نہیں اٹھائیں سُولیم کا فون بند جا رہا تھا اسے سب کچھ دھندلا دھندلا نظر آنے لگا۔

تین چار گہرے طویل سانس لیکر اس نے اسد سمیت سب کا کالز کو نظر انداز کیا اور

زندگی میں پہلی بار اللہ سے سچے دل سے دعا کی اس کے لب مسلسل سُولیم کی سلامتی کیلیۓ ہی ہل رہے تھے۔ آنکھوں میں آتش فشاں تھا بدن سے شعلوں کی لپٹیں نکل رہی تھیں اس نے پسٹل لوڈ کیا آج قتل کا بھرپور ارادہ تھا گاڑی کے ٹائر مطلوبہ جگہ پر چرچراۓ سناٹے میں یہ چرچراہٹ میلوں سنائی دی ہو گی۔ اس نے سُولیم لوگوں کے سامنے مہذب لگنے کیلیۓ اسد کی طرح ٹکشیڈو پہنا تھا اس کا کوٹ گاڑی میں پھینکتے ٹائی دور اچھالتے وہ سیاہ پینٹ میں پسٹل اڑسا کر اندر کی جانب بڑھا یہ جگہ شہر کے مضافات میں تھی ٹوٹی پھوٹی کوئی شرابیوں کا اڈا معلوم ہوتی تھی براق کا پارہ چڑھا اس ٹرکر نے سوچا بھی کیسے سُولیم کو یہاں لانے کا وہ اندر آیا لیکن دروازے پر اسے سیاہ فام نے روک لیا تلاشی لی گن چاقو اور لوہے کی سوئی کی طرح پتلی راڈ نکال کر اپنی تحویل میں رکھ لی براق نے نتھنے ضبط سے پھول پچک رہے تھے۔

وہ ان کی بندوقوں کی چھاؤں میں اندر آیا کھلے کمرے میں شراب کی مہک تھی اور اس مہک سے گھرے کمرے میں فقط ایک کرسی تھی جس پر خشمگیں نظریں لئے

NC

سُولیم بیٹھی تھی ٹانگ پر ٹانگ جمائے ہاتھ سینے پر باندھے براق اسے دیکھتے ہی ڈھیلا پڑا بے قراری سے اس کی سمت لپکا مگر یہ کیا اس کا ہاتھ سُولیم میں سے آر پار ہو رہا تھا۔

"تم ہولو یوز کر سکتے ہو تو میں کیوں نہیں۔"

ٹر کر کی آواز پر وہ چیل کی طرح اس پر لپکا تھا اپنے سر کے قریب اٹھتی بندوقوں نے بھی اسے خوف ذدہ نہیں کیا تھا وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ پڑتی گریفائیٹ آنکھیں ڈال کر غرایا۔

"سُولیم کہاں ہے۔" لہجے کی شدت آنکھوں میں خوف چہرے پر بے چینی ٹر کر اس کے جذبوں سے آشنا ہوا ٹھٹھکا۔

بتادوں گا پہلے وہ سب تو کر لو جو میں چاہتا ہوں۔"

"وہ سنبھل کر بولا جبکہ براق کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے جنون نے اس کی ہتھیلیاں گیلی کر دیں تھی۔

"میں نے پوچھا سُولیم کہاں ہے۔" اس نے مزید ٹرکر کو گریبان سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے ہوئے پوچھا تھا اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا دو منٹ بعد پھولے چہرے کے ساتھ سُولیم اس کی نگاہوں کے سامنے تھی براق نے اسے دیکھا پھر اس جگہ کو دیکھا پھر ان آدمیوں کو دیکھا اور پھر اتنی زور سے مکا اس کے منہ پر جڑا کہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔

"ذلیل انسان تیری ہمت کیسے ہوئی انہیں اس گھٹیا جگہ پر ان گھٹیا آدمیوں کے ساتھ لانے کی۔"

ٹرکر کے گرتے ہی اس کے ایک ساتھی نے بندوق کی پچھلی سائیڈ اس کے سر پر ماری براق چکرا کر اپنا سر پکڑ گیا سُولیم نے حیرت و شاک سے یہ منظر دیکھا تھا۔

"میں پوچھتی ہوں یہ سب کیا ہے ٹرکر یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ۔"

اس کی گرج دار کانپتی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی براق نے سر کو جھٹکا دیکر سُولیم کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں تفکر تھا ٹرکر براق کے حملے کیلئے تیار نہیں تھا

جھٹکے سے اٹھا پسٹل نکال کر سُولیم پر تان لی۔

"جن کی جان کہاں ہے یہ میں اچھے سے جانتا ہوں براق شاہ سو مجھے للکارنے کی غلطی مت کرو میں ان کی عزت کرتا ہوں مجھے ان کے ساتھ سختی کرنے پر مجبور مت کرو۔"

سُولیم نے اس کی گن کو دیکھا اور پھر اپنے پیشنٹ کو کیا اس نے واقعی زندگی سی سب سے بڑی غلطی کر دی تھی اس کا دل سوال وجواب کرنے لگا۔

"تمہارے باپ کی بھی جرات نہیں ان کے ساتھ سختی کرنے کی۔" اسے گارڈز نے قابو کیا ہوا تھا وہ ان کے درمیان میں ہی بول رہا تھا۔

"ہاتھ تو لگا کر دکھا تیری لاش بھی مل جائے تو کہنا۔"

ٹر کر تیزی سے اس کی جانب آیا اور گھونسا مار کر اس کے ہونٹ سے خون نکال دیا براق نے لبوں کو بھینچا۔

"تم ایک ہم آٹھ نا یہ کوئی فلم ہے اور نا تم ہیر و جو ہم آٹھ پر غالب آؤ گے سو میرے

قدموں میں آؤ اور ناک رگڑو ورنہ۔"

اس نے اپنی گن کی نالی سُولیم کی کھوپڑی کے اندر گھسائی تھی براق نے خون آشام نظروں سے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے میں سب کروں گا تم انہیں جانے دو۔"

براق نے اس کی گن دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ لوڈ تھی انگلی ٹریگر پر زرا سی بے احتیاطی براق کی ذندگی ختم کر سکتی تھی۔

"بچہ سمجھا ہوا ہے کیا؟ کیا تمہاری خصلت سے واقف نہیں میں۔"

"ٹرکر میں کہہ رہا ہوں ناوہ سب کرونگا جو تم کہو گے تو سن کیوں نہیں رہے۔" اس نے آہستہ سے کہتے ہوئے یکدم دھاڑ نکالی تھی۔

"کیا میری بات تمہیں سمجھ نہیں آ رہی۔"

اس نے گن پر زور دیا سُولیم دھکے سے پیچھے کو ہوئی پسٹل سے ہلکی سی آواز آئی تھی اور اس آواز نے براق کو ہاتھ کھڑے کرنے پر مجبور کر دیا ورنہ ابھی جو طوفان آتا

اس میں سب بہہ جاتے۔

"اچھا ٹھیک ٹھیک ٹیک اٹ ایزی اسے سُولیم سے پر کردو میں آرہا ہوں۔"

وہ چاہتا تو وہ چھوٹی پسٹل جو گارڈز کا باپ بھی نہیں ڈھونڈ سکتا تھا نکال کر ان سب کا بھرتا بنا دیتا یا کوئی داؤ چل کر ان سب کو چت کر دیتا لیکن مسئلہ سُولیم تھی وہ یہاں تھی اور وہ کوئی بھی کوتاہی کرنا کا اہل نہیں تھا وہ چلتا ہوا آیا ٹر کر کے قدموں کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

"ٹر کر اینف از اینف بس کر دو یہ سب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

وہ جو بھی تھا اچھا یا برا منافق یا صادق اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا فرق پڑتا تھا تو اس بات سے کہ وہ اس وقت جس پوزیشن میں تھا وہ نا قابل دید تھی نا قابل برداشت اور سُولیم کو اس سے اس کی پوزیشن بہت کھل رہی تھی کوئی بھی ہوتا اسے یونہی برا لگتا جس طرح براق کیلئے لگ رہا تھا لیکن سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ وہ اس کیلئے یہ سب کیوں کر رہا ہے؟

"تمہاری انا کو پھر بھی تسکین نہیں پہنچی انا کی تسکین سمندر کی گہرائی کی طرح ہے جس میں زیادہ پانی طغیانی تو لے آتا ہے لیکن اپنے اندر اور کی چاہ رکھتا ہے۔ تم اسے جتنا مرضی تفتیش کرالو یہ کٹورا نہیں بھرنے والا ٹرکر تم کہتے ہو نا کہ تم میری عزت کرتے ہو تو بس اس کی خاطر ایسا مت کرو تم اسے زک پہنچاؤ میں نہیں روکوں گی لیکن اس طرح انسانیت کے رتبے سے گر کر خود کو نیچا مت کرو آج تم اس کو جھکاؤ گے کل کو وقت تمہیں جھکنے پر مجبور کر دیگا۔"

براق نگاہیں اٹھائے اسے خود کے حق میں بولتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ستاروں کی مانند روشن تھیں چہرے بلا کا اطمینان اور لبوں پر ان دیکھی مسکان ٹرکر نے بہت غور سے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں کے پیغام پڑھنا مشکل نہیں تھا پھر اس نے سُولیم کی جانب نگاہ اٹھائی یہ جانچنے کیلئے کہ آگ دونوں طرف لگی ہے یا یہ یک طرفہ معاملہ ہے پہلی بار اسے زندگی میں براق کیلئے افسوس ہوا سُولیم کی آنکھیں

اسے پانیوں کی طرح سرد اور ساکت نظر آئیں ان میں کوئی بھی جذبہ نہیں تھا وہ بہت صاف تھیں کسی بھی پریم کہانی سے خالی۔

"ٹھیک صرف ڈاکٹر کی وجہ سے میں تمہیں کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہوں۔"

براق اس کے حکم لفظ سے تحقیر بھرے انداز میں مسکایا۔ رات گہری تھی کمرا کسی بھی روشن دان سے محروم سفید ایل ای ڈی لائیٹ سے جگمگا رہا تھا اس جگمگاتے کمرے میں وہ اپنے قدموں پر آیا اس نے سنا ٹر کر کہہ رہا تھا۔

"ڈاکٹر آپ باہر جاسکتی ہیں مجھے اس کے ساتھ کچھ معاملے نبٹانے ہیں۔" براق نے چونک کر ٹر کر کو دیکھا پھر قدم بڑھاتی سُولیم سے مخاطب ہوا۔

"میری گاڑی کھڑی ہے آپ اس میں جاکر بیٹھ جائیں اسے اندر سے لاک کر لیجئے گا ڈیش بورڈ پر پانی کی بوتل ہے اور کچھ سنیکس بھی پڑے ہیں۔ وہ آپ کو بھوک لگی ہو گی نا اس لیے کہہ رہا ہوں۔" سُولیم کے اچنبھے سے گھورنے پر اس نے وضاحت کی تھی لیکن دو گارڈز کو اس کے ہمراہ جاتے ہوئے ٹر کر سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا میں ان کو چھوڑ کر آ سکتا ہوں آئی مین گاڑی تک۔"

ٹرکر کا قہقہ جاندار تھا۔

"وہ بچی نہیں ہے کھلاڑی کافی میچور اور نڈر ہیں یہاں وہ یرغمال تھیں لیکن ان کا رویہ ایسا تھا جیسے ہم ان کے ماتحت ہوں۔"

ٹرکر کی بات اس نے بڑے مزے سے سنی تھی وہ خوش ہوا۔

"ایسا ہے کیا میں حیران ہوا کیونکہ مجھے نہیں لگتا تھا سُولیم اتنی بہادر ہو سکتی ہیں۔" وہ ایک قدم آگے بڑھنے لگا تھا لیکن گارڈ نے بندوق کی نالی اسکی گردن میں گھسا دی۔

"نانا۔۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو ٹرکر کہ میں اب تک فقط سُولیم کی وجہ سے رکا ہوا تھا اس بندوق کو اپنی گردن سے ہٹانا ان آدمیوں کو چت کرنا تمہارا قیمہ بنانا میرے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کیونکہ یہ فلم نہیں ہے اور نا ہی میں ہیرو ہوں یہ براق شاہ کی کہانی ہے جس کا وہ خود ولن ہے اور ولن بہت ظالم ہوتے ہیں۔"

ٹرکر اس کے نزدیک آیا اسے سر تا پا دیکھا۔

"ولن ظالم ہوتے ہیں اور ان کا ایک کمزور پہلو بھی ہوتا ہے تم جانتے ہو تمہارا کمزور پہلو اس وقت میری نظر میں ہے تمہاری زرا سی چالاکی ڈاکٹر کی کے سینے میں گولیاں اتار دے گی کیا تم بھول رہے ہو میرے دو آدمی ان کے ساتھ گئے ہیں اور چار ایسی جگہ چھپے ہیں جہاں سے دماغ میں گولیاں لگنا بے حد آسان ہے۔ میں ان کی عزت کرتا ہوں اس لیے آسان ہدف ڈھونڈا ہے ایسے کہ انہیں تکلیف بھی نہ ہو اور تمہیں تمہاری ہوشیاری کی سزاء بھی مل جائے۔"

براق نے دانت چبائے آنکھیں زور سے میچ کر خود کو کنڑول کیا گرم ضبط بھری سانس باہر کو نکالی اور تحمل سے بولا۔

"کیا چاہتے ہو کیا مقصد ہے جو تم نے کہا میں نے کر دیا آفیشلی اناؤنس کر دیا ہے ریٹائرمنٹ کا اب مزید کس چیز کی گنجائش ہے دیکھو تمہاری دشمنی مجھ سے ہے تم اس میں سُولیم کو مت لاؤ۔" ٹرکر نے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچا وہ تھوڑا سا آگے کو ہوا۔

"میں تمہیں تب تک پیٹنا چاہتا ہوں جب تک میرے دل کو سکون نہیں مل جاتا

اور تمہیں مجھسے مار کھانے ہوگی کیونکہ تم مجبور ہو۔"

براق نے اس کی جذباتی دھاڑ پر ہاتھ اوپر کو اٹھائے۔

"اوکے اوکے ایزی میں تیار ہوں لیکن کیا اس کے بعد تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو گے۔"

ٹرکر نے چیونگم ایک سائیڈ پر تھوکی دوسری نکال کر دانتوں میں دبانے لگا۔

"اس کے بعد میں تمہاری ڈاکٹر کا پیچھا چھوڑ دونگا۔"

تمہاری ڈاکٹر پر براق مسکرایا اس کے لبوں نے ڈن کہا تھا۔ ٹرکر نے زوردار مکا اس کے جبڑے پر رکھا براق نے دائیں ہاتھ سے اسے مسلا وہ واقعی مجبور تھا ورنہ اس پدے ٹرکر کو ضرور مزا چکھاتا۔ وہ ابھی چہرا ہی مسل رہا تھا جب ٹرکر نے کہنی اس کی گردن کی پچھلی سائیڈ پر ماری جھکا ہوا براق اور نیچے ہو گیا اس پر اپنی خندس نکالتے ہوئے ٹرکر اس سے کہہ رہا تھا۔

"ویسے اگر تم ڈاکٹر کو پسند کرتے ہو تو اسے بتا دو بتا دینا اچھا ہوتا ہے ابھی ان کی آنکھیں کوری ہیں ان میں اپنا عکس ڈال دو تم دونوں ساتھ اچھے دکھو گے۔"

غصے سے اٹھتا ابال آنکھوں کا جارحانہ پن اندر موجود چنگھاڑتا ظالم شیر منصوبے بناتا دماغ اور چھپا ہوا پسٹل نکالتا ہاتھ یکدم رکا آنکھوں میں خوشگوار حیرت در آئی چہرے پر اٹھتا درد غائب ہوا اور اس نے روشن آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ٹرکر کو دیکھا۔

"کیا واقعی تمہیں ایسا لگتا ہے مطلب تم نے پہچان لیا کیا واقعی ہم دونوں ساتھ اچھے لگیں گے۔"

ٹرکر نے زوردار گھٹنا اس کے پیٹ میں مارا براق دھرا ہو کر جھکا پھر فورا سیدھا ہو گیا۔ اس نے اس کا بازو بہت پیچھے لے جا کر موڑا تھا کڑک کی آواز آئی تھی صاف سنا جا سکتا تھا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے براق کے چہرے پر تکلیف کے اثرات نمودار ہوئے۔

"بالکل تمہارا چہرا کھلی کتاب ہے اور میں حیران ہوں اتنے کنڑولڈ ایکسپریشنز کا مالک چلتی پھرتی کہانی کیوں بن گیا ہے۔" براق نے تکلیف کی شدت سے ہاتھ سیدھا کرنا چاہا مگر وہ نا ہوا ٹرکر نے اسے گریبان سے پکڑ کر دیوار پر لگایا۔

"میں بھی حیران ہوں ان فیکٹ اب پریشان ہو رہا ہوں آج ڈیڈ بھی پہچان گئے اوہ مائی گاڈ یہ کافی خطرناک بات ہے مجھے اب واقعی کچھ کرنا پڑے گا۔"

ٹر کر نے اس کے منہ پر گھونسے مارنا شروع کیے ایک کان کے پاس لگا بالی ہلی اور اس میں سے خون رسنے لگا۔

"ہاں تمہیں واقعی کچھ کرنا چاہیے تم اسے بتا دو شادی کر لو اگر کرنا چاہتے ہو تو یہ بہترین حل ہے۔"

ٹر کر نے اسے پوری قوت سے نیچے پھینکا تھا وہ مضبوط اعصاب کو مالک تھا اس کا بدن کڑی ورزش کا منہ بولتا ثبوت تھا تبھی اسے مارتے ہوئے وہ خود زیادہ تھک رہا تھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے وہ ہاں کرے گی مطلب کیا وہ میرے لیے ہاں کرے گی مجھے خوف آتا ہے اس وقت سے جب وہ مجھے ٹھکرائے گی میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں لیکن اسکا مجھسے نفرت کرنا مجھے چھوڑ جانا ہرگز نہیں سہہ سکتا۔"

ٹر کر اس کے پیٹ پر بیٹھ کر مکوں کی برسات کر رہا تھا۔ براق نے سوچا بھی نا تھا کہ وہ

کبھی اپنے طفل دشمن کے سامنے یہ سب کہے گا اور ٹر کرنے بھی کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اپنے دشمن سے ایسا کہے گا دشمنی سہی لیکن وہ اس کی محبت کے درمیان نہیں آئے گا یہ اس نے خود سے عہد کیا تھا حالانکہ یہاں سے اسے گہری چوٹ ملنی تھی لیکن محبت پاک ہوتی ہے اسے دشمنی و عداوت کے درمیان نہیں لانا چاہیے یہ اس کے اصولوں میں سے ایک تھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے تم اگنور کرنے والی چیز ہو تم پر کروڑوں لڑکیاں جان دیتی ہیں تم پوری دنیا میں مشہور ہو تمہاری شہرت گلی گلی ہے لوگ ایک منٹ کو تم سے بات کرنے ملنے کو ترستے ہیں۔"

وہ تھک گیا تھا اس کے پاس ہی لیٹ کر کہہ رہا تھا براق خون آلود منہ اور ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے اسے دیکھ کر بولا۔

"کیا یہ سب بہت ہے مجھے نہیں لگتا سُو لیم ان لڑکیوں میں سے ہے وہ یقیناً منفرد ہے اور خاص بھی۔"

ٹر کرنے کہنی پر سر ٹکا کر اسکی جانب کروٹ کی سوجے چہرے کے ساتھ وہ ہانپتا ہوا بول رہا تھا۔ یہ وہی چہرا تھا جس پر ایک کھرونچ بھی براق شاہ کو پسند نا تھا اور اب وہ اسی چہرے پر سُولیم کی خاطر کئی گھاؤ ڈلوا گیا تھا اس نے اس کی کٹی ہوئی بھنور کو دیکھ کر کہا۔

"وہ اس لئے منفرد ہے کیونکہ تم اسے ایسا دیکھنا چاہتے ہو ہاں ان میں ایسی کشش ہے کہ انسان خود بخود ان کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک ٹھہراؤ ہے جو کسی کو بھی اپنی جانب کھینچ سکتا ہے لیکن یہ اتنا بھی ضروری نہیں کسی سے اسقدر محبت کرنے کے لئے، اتنا تو طے ہے براق شاہ اب میں تم دونوں کی کہانی کے بیچ نہیں آؤں گا ہماری دشمنی برقرار ہے لیکن اس کی رسائی تمہاری محبت تک نہیں ہو گی یہ میرا وعدہ ہے۔

ٹر کرنے اٹھ کر اسے اپنا ہاتھ فراہم کیا براق نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھاما اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم سے ایک درخواست ہے مجھے اجازت دو کہ میں تمہیں گھونسہ مار سکوں یہ اس لئے ہے کہ جب تم نے سُولیم کے سر پر گن رکھ کر زور دیا تھا تو میرے دل نے کہا تھا اس نادان لڑکے کو قتل کر دے اور میں ایسا کرونگا بھی اگر جو تم نے مجھے گھونسا مارنے کی اجازت نہ دی تو۔"

ٹرکر نے خوف ذدہ نگاہوں سے اسے دیکھا اس کی خون میں بھیگی گریفائیٹ آنکھی اس کی بات کی صداقت کی گواہی دے رہی تھیں۔

"میں اجازت دے تو دوں لیکن کیا گارنٹی ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔" براق آگے بڑھا اتنی زور سے اس کے جبڑے پر وار کیا کہ اسے دو دانت ٹوٹنے کی آواز آئی۔

"تم نے آج میرے ساتھ بہت اچھی باتیں کی ہیں اس سے مجھے تمہارے صاف دل کا اندازہ ہوا اس دل میں کوئی آبسے اس وجہ سے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں میں دعا کرونگا ٹرکر سان محبت کی دیوی جلد تم پر مہربان ہو۔" ٹرکر نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا یہ ان کی آخری ملاقات نہیں تھی لیکن ہاں یہ عداوت کی آخری

رات ضرور تھی۔

"کمینہ۔"اس کے لب مسکراتے ہوئے یہ الفاظ ادا کر رہے تھے۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

"جی۔۔۔"

ڈاؤن ٹاؤن کی اندھیری رات میں وہ مدھم چمکتے تاروں بھرے آسمان کے نیچے اپنا ٹوٹا ہوا بازو سیدھا لٹکائے کار میں آکر بیٹھا اور اکتائی ہوئی سُولیم کی جانب رخ کیا جو حیران وپریشان غصیلی متفکر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ براق کا منہ خون آلود تھا ہونٹ سوجا ہوا ماتھے کے اوپر گہرا کٹ گردن پر نشان نیوی بلیو گیلی شرٹ کے بٹن ٹوٹے ہوئے، پینٹ میلی چپکی پوئی اسے پہچاننے میں قطعی دیر نا لگی یہ گیلا پن اور چپکاہٹ خون کی وجہ سے ہے۔

"تم ٹھیک ہو؟" بے اختیار بڑا ہی مضحکہ خیز سوال اس نے پوچھا تھا براق نے چونک

کر اس کی آنکھوں میں اپنے لئے فکر دیکھی وہ مبہوت رہ گیا۔

"اب ٹھیک ہوں۔" اس کے دل نے کہا وہ فقط سر ہلا کر رہ گیا۔

"تم نے اسے اجازت بھی کیسے دی خود کو اتنا مارنے کی کیا تم عام انسان ہو جو یوں پٹ گئے تم ایک باکسر ہو اس کی ہڈی پسلیاں توڑ سکتے تھے میں ضرور اس کے خلاف کمپلین کرواؤں گی۔" براق نے خون کے بوجھ سے مضمحل پلک جھپکائی۔

"آپ ہر گرز ایسا نہیں کریں گی پلیز غصہ مت ہوں میں نہیں چاہتا وہ آپ کا دشمن بنے اس نے کمٹمنٹ کی ہے وہ آج کے بعد آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔" سن ہوتا بدن آہستہ آہستہ اپنا کام کرنے لگا تھا اسے درد محسوس ہونا شروع ہوا گاڑی سٹارٹ کر کے اس نے روڈ پر ڈالی۔

"کیا گارنٹی ہے تمہیں لگتا ہے وہ اپنی زبان کا پکا ہے وہ جھوٹا ہے تم اسے نہیں جانتے میں جانتی ہوں۔" براق نے اس کے بگڑے تیور دیکھے درد میں بھی مسکان لبوں کو چھو گئی۔

"اس نے کہا ہے اگر میں اس کے خلاف کیس نہیں کرونگا تو وہ ہمارے راستے میں نہیں آئے گا اس نے خندس نکالنی تھی نکال لی آج پہلا اور آخری چانس دیا ہے کل کو ایسا کیا تو وہ مجھے جانتا ہے۔" گاڑی بہت دھیمی رفتار میں چل رہی تھی سُولیم نے اس کے ہاتھ کی جانب غور کیا پھر اسے زور کا جھٹکا لگا۔

"کیا اس نے تمہارا ہاتھ توڑ دیا براق کیا یہ قابل یقین بات ہے؟ تم نے اسے ایسا کرنے بھی کیسے دیا۔" وہ نئے سرے سے متفکر اور سیخ پا ہو گئی تھی براق نے اس کے ماتھے پر پریشانی کے جال دیکھے اس کا دل شور مچانے لگا۔

"دھک، دھک، دھک۔"

پوری گاڑی میں یہ آواز گونج رہی تھی براق نے سانس روک لیا۔ خوف ناک نظروں سے سُولیم کی جانب دیکھا کیا اس نے اسکی دھڑکنیں سن لی تھیں وہ پریشان اور ناخوش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی کیا اس نے غور کیا کہ زندگی میں پہلی بار اس کے لبوں نے خالص اس کا نام پکارا تھا۔ پہلی بار وہ اسے اتنے متفکر انداز میں دیکھ

رہی تھی وہ اس کے لئے پریشان ہو رہی تھی براق کا حلق خشک ہونے لگا اس کے دل نے رفتار پکڑی تھی پورے ڈاؤن ٹاؤن میں اس کی دھڑکنیں گونجنے لگیں۔

"تم ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے گاڑی چلا رہے ہو روکو اسے میں چلاتی ہوں مائی گاڈ تمہارے تو سر کے پیچھے سے بھی خون نکل رہا ہے۔" کیا اب یہ مجھے کچھ باندھنے کو دے گی کیا ایسا ہو گا کیا میری کہانی بھی کسی فلم کی طرح ہو گی کیا یہ میری آواز میری سوچ میری دھڑکنیں سن پا رہی ہے جو پورا لندن اب سننے لگا ہے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا روکے گاڑی اور اترو ہمیں تمہارا خون روکنا ہو گا۔" براق نے گڑبڑا کر گاڑی سائیڈ پر روکی ایک بڑا سارا سامان سے لدا ٹرک ان کی کار کے پاس سے گزرا تھا۔ سُولیم نے اس کی جانب رخ کیا۔

"کیا تمہارے پاس فرسٹ ایڈ باکس ہے براق کن حواسوں میں ہو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔" وہ چونکا آنکھیں بند کر کے سر کو ہلایا اس کے حواس واقعی مختل ہونے لگے تھے۔ سر کی چوٹ اس کی نظر دھندلا رہی تھی ٹرک نے بڑی زور سے بندوق

کی پچھلی سائیڈ اس کے سر میں ماری تھی۔

"ہاں ہے۔" وہ باہر نکلنے لگا سُولیم نے اسے روک دیا۔ وہ باہر نکلی ڈگی کھولی اس میں فرسٹ ایڈ باکس کے ساتھ اس کے جوڑے جوتے لیپ ٹاپ اور جانے کیا کیا رکھا تھا۔

"افففف۔۔" وہ گہرا سانس بھر کر واپس گاڑی میں بیٹھی معمولی سی اس سے جتنی ہو سکی اس کی پٹی کی پین کلر کھلا کر گاڑی کا بھگا لے گئی کچھ دیر بعد وہ اسد کو فون کر رہی تھی۔

ڈھلتی مغرب جیسی شام میں وہ چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں سنتا ہوا کیون سے باتوں میں لگا ہوا تھا جب ڈین کا فون اس کے نمبر پر آیا وہ کیون سے ایکسکیوز کرتا کال اٹھانے باہر آ گیا۔

"کہاں ہو تم؟" اسد چونکا آواز میں اس نے کوفت اور عجلت پہچان لی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" کچھ غلط ہونے کا اندیشہ اس کے دل نے دیا تحمل سے پوچھا۔

"کیا تم براق کے ساتھ ہوا گرہاں تو یہ بہت بے وقوفانہ فیصلہ ہے اس سے نا صرف وہ نقصان میں آئے گا بلکہ میرا بھی بہت خسارا ہو گا جو کہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

وہ گرج کر بولے تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو ڈین صاف صاف کہو۔

"اوہ تو یعنی تم بے خبر ہو نیوز لگاؤ اور ڈھونڈوا پنے دوست کو کہاں ہے وہ، بات کرو اس سے کہو جو وہ کہہ رہا ہے وہ محظ ایک مزاق ہے۔"

اسد فوراً ٹی وی لاؤنج میں آیا کافی کا مگ تھامے کیون بھی ادھر چلا آیا اسد نے جھٹ نیوز لگائی تھی اور جہاں خبر سنتے ہی اسکے پیروں سے زمین نکلی تھی وہیں کیون کے لبوں سے بھی کافی فوارے کے صورت بہی۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"

اسد نے بغور براق کا چہرا دیکھا زرد اڑا اس کے حواس کنڑول میں نہیں تھے وہ

ڈرنک نہیں تھا ماؤف تھا۔

"اسد کیا یہ ممکن ہے؟"

کیون کی بات کو اس نے اگنور کیا۔ سُولیم کا نمبر ملایا وہ بند تھا پھر اس نے براق کا نمبر ملایا بیل جا رہی تھی لیکن کال اٹینڈ نہیں کی گئی پھر اسنے درجنوں بار اس سے رابطہ کیا لیکن نو آنسر اس نے ٹرکر سے پیٹر سے سب سے رابطہ کرنا چاہا کسی نے جواب نہیں دیا وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا کیون اس کے ساتھ ہی ٹکا۔

"یہ بہت تشویش ناک بات ہے ہمیں ضرور کچھ کرنا چاہیے۔"

اسد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ضرور ٹرکر نے کچھ کیا ہے براق حواسوں میں نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں پریشان تھیں چہرے پر ہونق پن طاری تھی۔ اس کے بدن میں معمولی سی لرزش تھی یہ آواز اس کی نہیں تھی جس سے وہ بول رہا تھا ضرور اس سب کا تعلق سُولیم سے ہے اور اگر واقعی ٹرکر نے اسے نقصان پہنچایا ہے تو بخدا میں اس کی جان لے لوں گا۔"

کیون نے وہ سب نوٹ نہیں کیا تھا جو اسد نے جانچا تھا۔ وہ اس کے ساتھ براق کو ڈھونڈنے نکلا تھا اس ڈر سے کہ کہیں وہ واقعی کچھ کر نا گزرے اتنا امن پسند بندہ اتنے کنزولڈ اعصاب کا مالک یہ بات کر رہا تھا تو مطلب وہ ایسا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا قریباً دو گھنٹے بعد اس کے سیل پر براق کی کال آئی تھی۔ اس نی پہلی فرصت میں کال اٹینڈ کی۔

"تم ٹھیک ہو براق کہاں ہو؟ کیا یہ سب ٹر کر کی وجہ سے ہے مجھے بتاؤ میں تم تک پہنچ رہا ہوں مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔"

وہ دوسری طرف کی سنے بغیر عجلت میں بولے گیا اس کے لفظوں میں پدرانہ جھلک موجود تھی رات کی وحشت ناک خاموشی اس کے دل میں عجب وسوسے ڈال رہی تھی دوسری طرف کی آواز سن کر وہ کرنٹ کھا کر رہ گیا۔

"مسٹر اسد یہ میں ہوں ڈاکٹر سُولیم فون پر بیان نہیں کر سکتی میں آپ کو ایڈریس سینڈ کر رہی ہوں آپ وہاں جلد از جلد پہنچ جائیں۔"

اور جو ایڈریس اس نے دیا وہ وہ اسد کا پورا خون منہ پر لے آیا۔ ڈھیروں اندیشوں کو پس پشت ڈال کر وہ کیون کے تسلیاں دینے پر ہوا کے ساتھ بہتے ہوئے ہاسپٹل پہنچے تھے جہاں سُولیم ان کی منتظر تھی۔ اسد کے بے چینی و پریشانی سے پوچھنے پر اس نے اس کی تفشی کرائی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے ہاتھ پر پلاسٹر چڑھا ہے خون زیادہ بہہ گیا تھا اس وجہ سے بے ہوش ہے ڈاکٹر نے بلڈ لگا دیا ہے تم دو گھنٹوں میں اسے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔"

پوری بات بتا کر اب وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"مدد کیلیئے شکریہ ڈاکٹر کیا میں آپ کو چھوڑ دوں۔"

وہ اس پیشکش پر ماتھے پر بل لے آئی تھی ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی۔

"بخدا آپ میرے بہن ہیں میرے لئے بہت معتبر، میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں اور مجھے لگتا ہے میں اس ٹیکسی ڈرائیور سے تھوڑا کم انجان ہوں جس کے ساتھ آپ گھر جائیں گی۔" سُولیم کچھ سوچ کر اس کے ساتھ چل دی تھی براق کے

توصل سے ملا اپنا سیل آن کیا اور ان میں دعا اور چاچو کے میسیجز کی بھرمار دیکھنے لگی۔ اسد کا شکریہ ادا کرکے وہ جلدی سے اپنے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھی۔

"آہ سُولیم آہ تم کن چیزوں میں پھنس گئی ہو۔"

چہرے کے تاثرات ٹھیک کرکے دو تین گہرے گہرے سانس بھر کر وہ اندر آئی تھی اور آتے ہی اسے اس سب کا سامنا کرنا پڑا جس کا اس نے سوچا تھا۔

"کہاں تھیں تم کیا تمہیں اندازہ ہے ہم کتنے پریشان ہو گئے تھے۔" چاچو اور دعا نے یک آواز میں یہ کہا تھا۔

"تمہارا سیل فون بھی آف جا رہا تھا کلینک سے بھی پوچھا کچھ پتا نہیں چلا۔" سُولیم نے خود کو کنٹرول کیا اس کے دماغ میں براق کی باتیں گونجنے لگیں۔

"میری آپ سے ریکوئسٹ ہے پلیز اپنے ساتھ ایک گارڈ ضرور رکھیں جو آپ کی حفاظت کرے میں نہیں چاہتا آپ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچے۔"

"کیا تم میری وجہ سے یہاں پر آئے تھے کیا تمہاری زخموں کی ذمہ دار بھی میری ہی

ذات ہے یا یہ سب پلان تھا۔"

وہ شکی انداز میں اس سے تفتیش کر رہی تھی حالانکہ جانتی تھی ٹر کر اس کا دشمن ہے اور اس سب میں براق کا کوئی ہاتھ نہیں پھر بھی خود کی تسلی کیلئے اس نے یہ سب پوچھا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

"میں آپ کا شک تو دور نہیں کر سکتا لیکن ہاں یہاں میں آپ کی وجہ سے آیا تھا میں نہیں چاہتا تھا میری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان پہنچے ماضی میں، میں نے بہت غلطیاں کی ہیں ان غلطیوں کا چھوٹا سا ازالہ ہی سہی۔"

"کہاں کھو گئی ہو۔" دعا کے چٹکی بجانے پر وہ چونکی تھی۔

"ہاں کہیں نہیں سوری چاچو۔" دعا کو جواب دیکر وہ طاہر کی جانب مڑی۔

"ایکچوئلی تین دن بعد لوسا کی شادی ہے اس کیلئے تھوڑی شاپنگ کرنے چلی گئی تھی پھر آئسکریم کو دل کیا تو وہ کھانے بیٹھ گئی مجھے آپ لوگوں کی کال کا اس لئے نہیں پتا چلا کیونکہ میرا اسیل آف ہو چکا تھا چارجنگ ختم تھی۔"

اس نے معمولی انداز میں اندر آتے ہوئے سیل کو بند کیا اور اب ان کی آنکھوں کے سامنے لہرایا ہاتھ میں چند چھوٹے بیگز بھی تھے دعا نے اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھا۔

"جو بھی ہو بیٹا موبائل ہر وقت چارج ہونا چاہیے تم اندازہ نہیں لگا سکتی تھی میں کس قدر گھبرا گیا تھا اب کل ہی تمہیں دوسرا سیل لا کر دوں گا کم از کم ایک ڈیڈ ہو تو دوسرے سے تو رابطے میں رہیں۔"

انہوں نے اسے شانے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"جی چاچو۔"

وہ ان کے شانے سے لگتی کہہ رہی تھی دعا بھی وہاں آ گئی۔ سُولیم کو بڑی گہری نظروں سے دیکھا تھا پھر روم میں جاتے ہے اس پر دھاوا بول دیا سُولیم کو بتانا ہی پڑا تمام روداد سن کر دعا کے پاؤں کانپے تھے اس نے جھٹ سُولیم کو گلے سے لگا یا۔

"خدایا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی بس میں کہہ رہی ہوں کل سے تم براق

شاہ کو فارغ کرو لوسا کی شادی ہو اس سے تمام معاملات ختم کر دو میں نہیں چاہتی تم مزید مشکل میں پڑو دیکھو خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔" وہ اسے خود میں سموئے آنسوؤں بھری آواز سے کہہ رہی تھی سُولیم اس کا سر تھپکنے لگی کچھ رشتے واقعی بہت بہت خاص ہوتے ہیں۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

"جی۔۔۔"

"کمینے انسان ڈرا کر رکھ دیا مجھے۔"

اسد نے اس کی کمر پر دھپ رسید کی تھی۔ اسے معمولی سی تکلیف محسوس ہوئی تین دن گزر گئے تھے اور یہ لوسا اور کیون کی شادی کا دن تھا۔ بہار کے رنگوں سے سجا وہ وسیع و عریض لان جس کے درمیان میں بہت بڑا پول تھا اور وہ وائیٹ کنول کے پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا کے دونوں اطراف گیسٹ کے بیٹھنے کیلئے ڈیکسز بچھائے گئے

تھے۔ ہر ڈیکس پر خوش آمدید کا کارڈ چا کلیٹیس پھول اور وشیز کے کارڈز رکھے گئے تھے۔ ڈیکسز سفید رنگ کے تھے ان کے قطاروں کے کے اینڈ میں بہت سارے پھولوں کے غنچوں والی دیوار تھی ایک گول پنجرے کے ڈیزائن والی چھت جو سفید اور گلابی پھولوں سے سجی تھی جس پر سفید نیٹ ڈال کر اسے خوبصورت بنایا گیا تھا۔ وہ دولہا دولہن کی جگہ تھی اور اس چھت کے نیچے پاؤں تک آف وائیٹ سلک کا سلیولیس گاؤن پہنے بالوں کا جوڑا بنا کر ان میں سفید پھول لگائے ہاتھوں میں مختلف رنگوں کا بہار سے مشابہ گلدستہ تھامے لوسا کھڑی تھی۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں نے اس کے سر پر ٹکا لمبا نیٹ کا دوپٹہ کونوں سے پکڑا ہوا تھا اس کے سامنے کیون کھڑا تھا بلیک سوٹ میں وجیہہ سا دکھتا ہوا یہ ایک تصویری منظر تھا جس میں وہ دونوں مکمل لگ رہے تھے۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

فادر نے بہت لمبا چوڑا بیان پڑھ کر اس سے پوچھا تھا لوسا نے فرسٹ رو میں جو لڑکی

والوں کی تھی سُولیم کی جانب دیکھا۔ اس نے مسکراتی آنکھوں کو ہاں کے انداز میں جنبش دی دوسری رو میں بیٹھے براق نے اس کی پلکوں کی حرکت کو بخوبی دیکھا تھا اس نے بھی ویسے ہی اپنی پلکوں کو ہلایا۔

"یس۔"

لوسا کے اقرار پر پس منظر میں میوزک بجنے لگا پھول برسا جانے لگے۔ براق نے تنبیہہ نظروں سے کیون کو دیکھا جو حرکت کرنے کی وہ سوچ رہا تھا اس سے براق نے اسے سختی سے روکا تھا بھلا وہ سُولیم کے سامنے اس طرح کی بے باکی برداشت کر سکتا تھا۔ کیون نے بہت برا سا منہ بناتے ہوئے سر کو کھجایا اور ایک بازو پھلا کر لوسا کو خود سے لگا لیا۔ تالیاں بجنے لگیں براق نے کن اکھیوں سے سُولیم کی جانب دیکھا جو منہ دوسری طرف کیے دعا سے باتوں میں لگ گئی تھی اسے خوامخواہ کی شرمندگی ہوئی ڈریسنگ میں بندھے اپنے بازو کو پکڑتے ہوئے وہ اسد کی جانب مڑا جو اس سے کہہ رہا تھا۔

"کمینے انسان ڈرا کر رکھ دیا مجھے۔"

وہ مسکایا سُولیم کی جانب نگاہیں کی۔

"ڈر تو میں رہا ہوں۔" اسد نے اس کی نگاہوں کا رخ بھانپ لیا۔

"تمہیں ڈرنا بھی چاہیے بڑی فولاد چیز ہے سوچتا ہوں جب تم پر پھٹی گی تو کیا حالت ہو گی تمہاری۔"

براق کا قہقہ دلہا دلہن سمیت دوسری رو میں بیٹھی سُولیم کی فیملی نے بھی سنا تھا دعا محترمہ نے تو باقاعدہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں بھی ڈرتا ہوں اس وقت سے لیکن مزا بھی آتا ہے سوچ سوچ کر اسد اس سنڈے بتا دوں گا۔"

اسد خوشگوار انداز میں چونکا۔

"سات دن بعد۔۔ تو پھر اگر اس نے شادی کیلیئے ہاں کہہ دی تو کب رکھے گا ڈیٹ۔"

وہ پر جوش سے اس سے پوچھ رہا تھا براق جھنپ گیا۔

"نیکسٹ ڈے۔"

"میں انکل آنٹی کو فون کر کے بتاؤں۔"

"ہر گز نہیں۔" براق نے فوراً اسے ٹوکا تھا۔

"ابھی بالکل نہیں بتانا پہلے مجھے پازیٹو رسپانس ملنے دے میں نہیں چاہتا وہ لوگ ہرٹ ہوں۔"

اسد کا فون نکالتا ہاتھ تھما وہ براق کی ہرٹ والی بات پر ٹھٹھک گیا تو گویا وہ ہر حالات کیلئے تیار تھا یا پھر یہ اس کی خام خیالی تھی۔

کیون نے ہاتھ ہلایا تھا وہ دونوں اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے فوٹو سیشن تھا تصاویر بن رہی تھیں۔ ایک دو تصویروں کے بعد براق نے سُولیم کو خاموشی سے منظر سے ہٹتے ہوئے دیکھا اس نے اپنی گردن پیچھے کی جانب موڑی سرمئی رنگ کے عبایہ کی جھلک اسے مڑتی ہوئی نظر آئی۔ فوٹو گرافر کے کہنے پر اسنے اپنی گردن سیدھی کی

تھی پھر ایک دو کلک کے بعد اس نے آہستہ سے اپنے قدم پیچھے کو موڑے تھے۔ وہ چار پانچ قدم الٹا چلا پھر یکدم مڑ گیا۔ کیون کے دوست احباب دعا اس کے فرینڈز مہمان سب تصویروں میں مصروف تھے۔ وہ ان سب کو چھوڑتا بڑی بڑی اینٹوں والی پتھریلی روش پر چلنے لگا اس نے گرے سوٹ پہنا ہوا تھا۔ سفید بٹنوں والی شرٹ پر گرے ویسٹ کوٹ تھا اور ہاتھ میں چڑھا پلاسٹر وہ اپنے گرے شوز کے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا سر کو دائیں جانب موڑے اس کی تلاش میں تھا جو اسے نظر آگئی تھی۔ وہ گلابی درخت کے نیچے رکھے سفید لکڑی کے بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ درخت گارڈن کی زگ زیگ روش کے انتہائی کونے پر تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سجدہ الٰہی میں مصروف ہو۔ اس کے گلابی پھول چھوٹی سی روش کے کناروں پر لگے آتشی و زرد رنگ کے پھولوں پر جھکتے تھے کچھ تو روش کے ساتھ ساتھ چلتے پول میں گرے ہوئے تھے جسے اس وقت مصنوعی جھیل کا سانچہ دیا ہوا تھا اس میں بطخوں اور بگلوں کے جوڑے تیر رہے تھے ہنس بھی موجود تھے۔

NC

براق اس سے تھوڑا فاصلے پر رکا بینچ پر دونوں ہاتھ گود میں رکھے وہ گہری سوچ میں مگن تھی۔ اس کے پیچھے آتشی و زرد رنگ کے پھولوں کے غنچوں کے بعد تاحد نظر پھیلا سبزہ تھا۔ براق نے گہری سانس کھینچی اور اس کے سر پر آن کھڑا ہوا پہلے سوچا ساتھ بیٹھ جائے پھر جانے کیوں معیوب جان کر اس کے بالکل سامنے نیچے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ روش کی چوڑائی اتنی کم تھی کہ براق کے بیٹھنے کے بعد بامشکل ہی ایک فرد وہاں سے گزر پائے۔

"آپ ٹھیک ہیں۔" لہجے میں ایسی حلاوٹ تھی کہ وہ چونک گئی براق کب آکر بیٹھا اسے خبر ہی نا ہوئی۔

"ہاں شاید۔" اس نے سفید پانیوں پر نظر جما کر کہا جبکہ آواز بھی ویسی ہی تھی پانیوں جیسی۔

"خوش ہوں بہت لوسا کیلیئے اسکی آنکھوں میں آج اطمینان کے دیپ دیکھ کر مجھے اللہ سے اور زیادہ محبت فیل ہوئی ہے۔ ایک وقت ایسا تھا جب مجھے لگتا تھا یہ مشکل

کام جو اللہ نے میرے سپرد کیا ہے اسے میں تکمیل کی منزلوں تک نہیں لے جاؤں گی گھبرا جاؤں گی تھک جاؤں گی رک جاؤں گی۔"

جانے وہ کس موڈ میں تھی اس کے دل میں کیا تھا اس کے جذبات کیسے ہو رہے تھے جو وہ براق کے آگے اپنا دل کھول رہی تھی شاید یہ وقت ایسا تھا جب اگر براق کی جگہ کوئی بھی ہوتا وہ اسے بتاتی چلی جاتی۔ اسے شاید اس سمے فقط ایک سامع کی ضرورت تھی جو اس کے سامنے موجود تھا اس کی کتھارس سننے کیلئے جو اپنی آخری سانس تک یونہی بیٹھا رہتا وہ کہہ رہی تھی اور براق کے ساتھ گلابی پھولوں والا درخت سفید پانی اس میں تیرتے راج ہنس اور یہ سبزا اسے بڑے غور سے سن رہا تھا وہ کہہ رہی تھی۔

"مجھے لوسا نے کہا تھا وہ مایوس ہو چکی ہے خود سے اپنی تقدیر سے، کوئی اسے سننے والا نہیں کوئی اس کو دیکھنے والا نہیں، اس کا شیطان اسے غفلتوں کی گہرائیوں میں گرا رہا ہے اور وہ اس میں کھوتی جا رہی ہے۔ ایک صبح ایسی ہو گی جب وہ ان گہرائیوں کی

طرح تاریک و سرد ملے گی اور تم جانتے ہو میں ہر صبح دھڑکتے دل کے ساتھ ایک خوف سے بیدار ہوتی تھی۔ مجھے ڈر تھا اگر واقعی کسی روز وہ مجھے سرد ملی تو میں کیا کرونگی۔ میں اسکے لئے ایک ڈاکٹر نہیں بلکہ ایک ایسا انسان کی طرح ٹھیک کرنا چاہتی تھی جس کی چاہت میں گھل کر وہ اپنا بھیانک ماضی خود پر ہوئے ظلم و ستم اپنی تمام تر تشنگی بھول جائے جو ہو کر کا سائن اس پر لگ چکا تھا وہ فراموش کر دے۔"

براق کو اسکا گیلا لہجہ افسردہ کر رہا تھا اس کے دل پر دباؤ بڑھنے لگا۔

"اور ایسا ہی ہوا میں نے اللہ سے دعا کی اور اس مالک نے میری سن لی آج وہ خوش و خرم اپنی نئی زندگی کیلئے تیار ہے۔ ایک وقت ایسا تھا جب وہ ڈرتی تھی گھبراتی تھی شادی کے نام سے بھی لیکن تھینک یو ٹو یو تم نے اتنا اچھا انسان اس کی دنیا میں شامل کیا اور اللہ کیلئے شکریہ جو ہر پل ہر لمحہ اس کے ساتھ تھا اس کی حفاظت کرتا ہوا۔"

سُولیم نے آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں پلکیں اس کے آنسوؤں کا بار برداشت نہیں کر پائیں ٹوٹ کر گرتے ہوئے ایک موتی نے براق کے ہاتھ پر اپنی جگہ بنائی۔

اس نے ورطہ حیرت میں گھر کر اپنی متاع کو دیکھا پھر اس کی نظر اپنی ہتھیلی کی پشت پر گئی وہ احساس کا پانی کتنا بے ریا کتنا پاکیزہ اور چمکیلا تھا۔ براق کو یکدم اپنے ہاتھ کا وہ حصہ معتبر لگا اس کے دل نے شور مچانا شروع کیا دھڑکنوں کا ارتعاش بڑھا اور اسے مضمحل کر گیا۔

"یقیناً آپ سو فیصد درست ہیں۔" اس کے لب ہلے سُولیم نے نگاہیں جھکا کر اسے دیکھا نقاب نے اس کے آنسوؤں کو پی لیا تھا۔ ہاں گلابی پن آنکھوں میں جھلک کر انہیں مزید سحر انگیز بنا رہا تھا براق نے نگاہوں کا رخ پھیرا سُولیم اسے دیکھتی رہی لب کچلتا براق یہاں وہاں چہرہ گھما رہا تھا۔

"تمہیں کچھ کہنا تھا مجھسے؟" وہ اس کی بے چینی چہرے پر پھیلی ہوائیوں کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی گزرے وقت کی باتیں جیسے کمزور لمحے کی عنایت تھی اب وہ پھر سے وہی سُولیم تھی بے نیاز سخت دو ٹوک سی۔

"ہمم۔" براق چونکا۔ "نہیں تو بس آپ کو یہاں دیکھا تو چلا آیا مجھے آپ پریشان

لگیں کیا آپ واقعی ہیں۔"

ہوا کے ساتھ پھولوں کی مہک اور پتیوں نے ان پر بارش کی تھی سُولیم نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میں پریشان نہیں بلکہ تشکر کے جذبات سے مغلوب تھی اللہ کو تھینکس بولنا چاہتی تھی اس کیلئے تنہائی درکار تھی تبھی یہاں چلی آئی۔" اس نے لمبی چوڑی وضاحت دی براق سر ہلاتا رہ گیا۔

"اور میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔"

سُولیم نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔ براق کے دل کا شور بڑھتا گیا اسے لگا بس اب اس کا راز فاش ہوا چاہتا ہے۔

"یعنی اب تم بھی سمجھنے لگے ہو خیر اٹس اوکے میں ٹھیک ہوں انفیکٹ بہت خوش بہت زیادہ تم نے میری مدد کر کے ثواب کمایا ہے اللہ تمہیں ضرور اس کا اجر دے گا۔"

براق کے لب پھیلے دھڑکن تو ویسے بھی پورے لندن میں گونجنے لگی تھی۔

دھڑکنوں کے پھیلنے کے ساتھ آسمان گلابی ہو گیا تھا یہ جگہ پھول پانی لوگ سب گلابی تھے فقط وہ اور سُولیم تھے جو اپنے رنگوں میں تھے۔

"آپ خوش ہیں یہ بہت اچھی بات ہے لیکن میں پریشان ہوں کیونکہ میرا دل بہت زور سے دھڑک رہا ہے کہیں اس کا بند ہونے کا تو ارادہ نہیں۔"

"خدانخواسطہ۔" سُولیم نے اسے ماتھے پر بل لاتے ہوئے ٹوکا۔ "کہیں تم نے میڈیسن کا استعمال زیادہ تو نہیں کر دیا

ایسا نہیں ہے۔"

"بس میرا دل کسی اور کا ہو گیا ہے شاید اس وجہ سے ایسا ہے۔"

اس کے تو وہم و گمان میں بھی نا تھا وہ یوں سُولیم کے سامنے ڈھکے چھپے لفظوں میں اپنی دل کی کیفیت بیان کر دیگا۔ اپنی بات پر وہ خود ہی حیران ہوا تھا لیکن سُولیم نہیں ہوئی تھی۔ براق شاہ اور اس کے سکینڈلز گرل فرینڈز کی تعداد اسے دعا کے توسل

سے ملتی رہتی تھی اس لیے بڑے ہی نارمل سے انداز میں کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تم اس سے نکاح کر لو یقین مانو حلال کے تعلق میں بڑی برکت ہے یہ زندگی کو پر سکون بنا دیتی ہے۔"

وہ سمجھی تھی براق اس کی بات پر اچھلے گا نااتفاقی ظاہر کرے گا یا ٹال دے گا لیکن آج شاید وہ اپنے ہی موڈ میں تھا اس کی اظہار سُولیم کی قوت گویائی کو لمحہ بھر کیلئے مفلوج کر گیا۔

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں نکاح میں واقعی طاقت ہوتی ہے تبھی تو میرے موم ڈیڈ آج کامیاب زندگی گزار رہے ہیں میں ضرور اسے پرپوز کرونگا لیکن کیا آپ کو یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔" گلابی سماں بھی برقرار تھا دل کی دھڑکن ہنوز اپنا راگ الاپ رہی تھی وہ چہرے پر سوال لیے اسے تکا جا رہا تھا۔ سُولیم نے کندھے اچکائے۔

"تمہاری موجودہ پوزیشن پر مجھے نہیں لگتا اسے انکار کرنا چاہیے۔"

اور براق کے دل کے غنچے کھل اٹھے لبوں پر آن کی آن مسکان سمائی۔ پرستان سا ماحول اس کی آنکھوں میں خوشی کے دیپ جلا گیا وہ دنیا کو اپنی نظر سے دیکھنے لگا پھولوں سی مہکتی ہوئی تاروں سی ٹمٹماتی ہلکی خنک اور ہلکی گرم سی۔

"لیکن تمہارا سابقہ ریکارڈ خاصا خراب ہے یہ آڑے نا آجائے۔"

وہ یہ الفاظ کہنا چاہتی تھی لیکن براق کے چہرے پر کھلتے شگوفوں نے اسے روک دیا وہ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو مجھے کانفیڈنس دینے کیلئے یہ یقیناً ایک اچھی گفتگو تھی۔"

وہ مڑنے لگا تھا جب سُولیم کی پکار پر تھما پلٹا استعجاب بھری چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا سُولیم نے راج ہنس پر نظرے جمائے اس سے پوچھا تو لہجہ دوبارہ بھیگا ہوا سا معلوم ہوا۔

"کیوں لوسا کو خوش تو رکھے گا نا؟" براق نے اس کے خوبصورت دل پر مسکان اچھالی عبایہ میں سے چھلکتی اسکی آنکھوں کو دیکھا اور ان سے ہی مخاطب ہوا۔

"وہ رکھے گا اس نے مجھے کہا تھا لوسا سے اسے پہلی نظر کی محبت ہوئی ہے۔ اس سے کوئی سروکار نہیں ماضی میں وہ کیا تھی یہ بات اہمیت رکھتی ہے اب وہ کیا ہے اور وہ اس کا دل ہے اور دل کی حفاظت تو فرض ہے اس سے رتی بھر کوتاہی موت کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔"

اس کا حرف حرف سچ تھا اس کا لہجہ یقین کی مہر میں سجا تھا سُولیم نے تشکر بھری نظر آسمان پر ڈالی۔

"شکریہ۔"

وہ بیک وقت دونوں سے مخاطب تھی۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

"جی۔۔۔"

"میں نہیں جانتا تھا کسی انسان کی سنگت آپ کو اسطرح بھی بدل سکتی ہے آپ اس

کیلئے وہ سب چھوڑ سکتے ہو جس کو کبھی چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا وہ آپ کی ذات پر اس طرح حاوی ہو سکتا ہے کہ آپ کو خود میں بھی وہ نظر آئے اسکی ہی جھلک دکھے آپ اسے کھونے سے ڈر واس کے دور جانے سے گھبرا جاؤ کبھی کی بات ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا تھا محبت کیا ہوتی ہے تو اس نے مجھے کہا تھا۔"

"محبت ایک ایسا وجد ہے جو پاک روحوں پر ہی آشکار ہوتا ہے۔ اندر کی مٹی کو سر سبز و شاداب کر کے اس میں معتبر پھول کھلا دیتا ہے آپ کی روح بالکل ایسی ہو جاتی ہے جیسے جنت کے پانی میں نہا کر آئی ہو دل آب زم زم کے قطروں سے چمکتا ہوا شفاف ہو چہرہ افق پر چمکتے نور کے گولے جیسا منور ہو جاتا ہے غرض محبت انسان کو اندر باہر سے بدل کر رکھ دیتی ہے۔ آپ خود سے وہ بن جاتے ہیں جو آپ کے دل میں بسنے لگتا ہے آپ خود کو نفی کر کے اسے جنم دیتے ہیں جس نے آپ کو نئی دنیا دکھائی ہوتی ہے۔ محبت کو اگر دوسری زندگی کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا یہ انسان کو اس دنیا سے متعارف کرواتی ہے جس کا تصور شاید اسنے مرنے کے بعد کا کیا ہوتا ہے جب

تمہیں محبت ہو گی تو جان جاؤ گے۔"

بالوں کو جیل سے سیٹ کر کے اسنے پیچھے کو گرایا تھا تازہ کٹنگ تھی اوپر سے گھنے بال سیٹ ہو گئے تھے۔

"میں اسے آج پرپوز کرنے لگا ہوں کیا پہنوں؟"

"براق نے وائیٹ ٹی شرٹ پہنی۔"

"تجھے کوئی ڈیسنٹ سا ڈریس چوز کرنا چاہیے جیسے کہ بلیک سوٹ پہن یا نیوی بلیو کلر کا استعمال کر ایک مہذب انسان بن کار جائے گا تو اچھا رہے گا۔"

ٹی شرٹ چھوٹے گول گلے والی تھی۔ براق نے اپنی سیاہ موتیوں والی مالا گلے کے اندر کی اور اس کے ہالف سلیو ٹھیک کرنے لگا اس کے مضبوط مسلز پر بنے ٹیٹو نظر آنے لگے۔

"اور اپنی یہ بالی بھی اتار دینا مجھے لگتا ہے سُولیم جیسی لڑکیوں کو اسطرح کی چیزیں پسند نہیں ہوتی۔"

اس نے ہاتھوں میں پہنے ربڑ بینڈز درست کیے بالی کو وائیپ ٹشو سے صاف کیا اور اپنی ہلکی ہلکی داڑھی سے سجے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا دیکھنے لگا۔

"محبت میں پرسنالٹی معنی نہیں رکھتی اس میں آپ کا دل معنی رکھتا ہے جو خالصتاً آپ کی چاہ میں ڈوبا ہوا ہو باقی چیزیں تو ثانوی ہیں۔" سفید شربتی رنگ کے گاگلز اسنے اپنی آنکھوں پر لگائے تھے۔ سلیولیس سیاہ رنگ کی لیدر کی جیکٹ نما اپر اس نے سفید ٹی شرٹ کے اوپر پہنا اور پرفیوم کی بوچھاڑ خود پر کر دی۔

"میں نے ابھی گھڑی خریدی ہے ویسے تو، تو امیر بندہ ہے وہ چیزیں پہنتا ہے جس کا میں بے چارہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن وہ گھڑی عین اس سوٹ کے ساتھ جاتی ہے جو میں نے تیرے لیے چوز کیا ہے یقیناً وہ تیرے ہاتھ میں سوٹ کرے گی۔"

اس نے اپنے کسی فین کی دی ہوئی عام سی گھڑی پہنی اور جینز کے پائنچے تھوڑے فولڈ کرتا ہوا ڈیزرٹ شوز پہننے لگا۔ یہ سب وہ گفٹس تھے جو اس کے فینز اپنی محبت کے اظہار میں اسے بھیجتے رہتے تھے۔ محبت سے دی ہوئی چیزیں بھلا کب بے کار ہوا

کرتی ہے اور یوں بھی اشیا کا مول نہیں ہوتا پہننے والے کی قیمت ہوتی ہے اسی پر ڈیپینڈ کرتا ہے کہ وہ دو کی چیز کو لاکھ کی بناتا ہے یا کروڑوں کی چیز کو صفر کا۔

"سُولیم کو پھول پسند نہیں تو مجھے لگتا ہے تجھے اس کے لئے چاکلیٹس یا پھر ٹیڈی بئیر لے کر جانا چاہیے عموما لڑکیوں کو اس طرح کی چیزیں ہی پسند ہوتی ہیں۔"

براق نے چھوٹا سا سیاہ ڈبا اٹھایا جس پر کراس کے ڈیزائن کی گلابی ربن لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس ربن سے سجا ڈھکن کھولا اندر گلابی پرل سے سجا برچ تھا۔ اس نے لبوں کو مسکراہٹ میں ڈھالا تصور کے پردے پر وہ سُولیم کے شانے کے قریب اس برچ کو لگا ہوا دیکھ چکا تھا۔

"لو سا مجھے تمہاری مدد درکار ہے دراصل وضاحت کا ٹائم نہیں ہے بس اتنا چاہتا ہوں کہ تم سُولیم کو اس ایڈریس پر آنے کا کہو جو میں تمہیں سینڈ کر رہا ہوں نہیں کوئی بھی پریشانی نہیں ہے بس میری طرف سے اس کیلئے ایک سرپرائز ہے۔ اس سرپرائز کو پورا کرنے کیلئے مجھے تمہاری ہیلپ چاہیے آئی ہوپ تم مجھے مایوس نہیں

کرو گی۔"

والٹ اور سیل اس نے جینز کی پاکٹ میں ڈالا گہرہ سانس چھوڑتے ہوئے خود کو دیکھا۔

"دیکھ سمپل طریقے سے ہی پرپوز کرنا زیادہ شور اور لوگوں کی ضرورت نہیں ہے ہوٹل کا انتخاب میرے خیال سے درست ہے۔ تم ایک ٹیبل بک کراؤ وہاں اس کے ساتھ ڈنر کرواسے اپنے دل کا حال بتاؤ اور رنگ پہنادو بس، مجھے پتا ہے اسے قائل کرنا مشکل ہے لیکن تمہاری اس کے ساتھ ہوئی پچھلی بات کافی تسلی بخش ہے سو بیسٹ آف لک۔"

براق نے چھوٹا سے بیگ اٹھایا اس کے اندر بروچ والا باکس اور انگیجمنٹ پینڈنٹ ڈالا اور انہیں اٹھاتا باہر آگیا۔

ان کے اپارٹمنٹ میں افراتفری کا عالم تھا سب مہمان جانے کو پر تول رہے تھے وہ ان کے ساتھ کام میں بزی تھی۔ کسی کا بیگ پیک کروانا تو کسی کا گمشدہ جوڑا

ڈھونڈوانا ان سب میں گھن چکر بنی وہ اکتا گئی تھی اوپر سے چاچو کو بھی کچھ دنوں کیلئے نیوزی لینڈ جانا تھا۔ ان کا بیگ بھی تیار کرنا وہ ان سب کاموں سے تھک گئی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ دعا اس کی مدد نہیں کر رہی تھی وہ بھی دیگر کے کاموں میں پھنسی ہوئی تھی اور اب بیٹھی درد سے کمر کو سہلا رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی یہ پھوپھی چاچی تائی کے بلونگڑے اتنے آفت کے پرکالا کیوں ہوتے ہیں مجال ہے جو ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جائیں ابھی یہ فلور صاف کیا تھا لگ رہا ہے یہاں پر پانچ بار کوئن دعا موپ مار چکی ہیں۔"

سر پر پرنٹڈ کپڑے کی بو باندھتے ہوئے موپ لگاتی وہ تازہ گری آئس کریم صاف کر رہی تھی جو تین سالہ اجالا نے گرا دی تھی۔ سُولیم نے بے چارہ سہمی ہوئی اجالا کو دیکھا جو اب پلیٹ میں ٹپکتی آئسکریم کھا رہی تھی ساتھ ساتھ اس جلاد کے خوف سے ٹشو سے منہ بھی صاف کیے جا رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی ویل مینرڈ سلیقہ شعار اور مہذب بچے کہاں پائے جاتے ہیں۔

میں نے تو دنیا کا ہر کونا چھان مارا مجھے تو ایسے ہی شرارتی شیطان کے بھائی دیکھنے کو ملے ہیں۔"

پاس سے گزرتے نو سالہ منان نے اپنی دعا آنی کو دیکھا اور اس کی طرح با آواز بلند بڑبڑایا۔

"جو جیسے ہوتے ہیں ان کو ویسے ہی ملتے ہیں اوف سوری سوری میں نے تو وہی کہا ہے جو میرے دوست نے مجھے بتایا تھا۔" وہ اس کی سخت گھوری پر سرنڈر کے سے انداز میں ہاتھ کھڑے کر کے بولا تھا سُولیم کا فون بجنے لگا۔

"ہاں لوسا کیسی ہو؟ خوش ہو میں نے تمہیں اس عرصے میں یاد کیا۔"

دعا نے اپنی سخت گھوریوں کا رخ سُولیم کی جانب کیا۔

"ہاں یاد کیا تو ایسے کہہ رہی ہے جیسے اس کی ماجائی ہو جھوٹی آنٹی اور ایک میں ہوں جو دس بارہ دن کیلئے کہیں چلی جاؤں تو مڑ کر نہیں پوچھتی۔"

وہ اسے دیکھتی منہ بنا بنا کر سوچ رہی تھی سُولیم کی اس پر نظر پڑی آن کی آن مسکان

نے لبوں کو چھوا تھا دعا نے حرکت جو ایسی کی تھی۔

"ہاں اپنا کہاں ہو جنم تمہیں پتا ہے میں نے تمہیں کتنا یاد کیا ہنی ایسے مت کیا کرو روز آن لائن ہوا کرو تا کہ ہم گھنٹوں بات کر سکیں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم ابھی دس منٹ پہلے ہی تو ہم نے بات کی تھی۔" بوکھلائی سی اپنا نے سوال دغا تھا۔

"آں ں ں۔۔ آئی لو یو ٹو جنم۔"

سُولیم نے مسکان روکی اور لوسا کی بات غور سے سننے لگی

"جیسے کہ تمہیں معلوم ہے ہم لوگ دو چار دن میں لوٹنے والے ہیں تو مجھے بتاؤ ہم کب ملیں میں آتے ہی تم سے ملنا چاہتی ہوں۔" سُولیم ٹھٹھکی پر سوچ انداز میں اس نے آنکھوں کو گھمایا تھا۔

"میری معلومات کے حساب سے تمہیں آنے میں ابھی مہینہ درکار ہے یہ اتنی جلدی آنے کی کیا سوجھی۔"

دعا کی بلند و بانگ باتیں اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں وہ ٹیرس کی جانب آ گئی اچنبھے سے پوچھا۔

"بس کیون کو کچھ کام تھا جس کے سلسلے میں آنا پڑا دیکھو میں پرسوں آ رہی ہوں تمہیں ایڈریس سینڈ کرونگی پلیز پہنچ جانا میرے پاس تمہارے لئے سرپرائز ہے۔"

وہ اس کے لہجے میں چھلکتی خوشی کے اثر سے مغلوب ہو گئی مسکرا کر سر تسلیم خم کیا۔

"ڈونٹ وری میں آ جاؤں گی تھینکس۔" سُولیم نے کال کاٹی اور واپس ڈرائنگ روم میں آ گئی جہاں اب دعا رگڑ رگڑ کر صوفوں پر کپڑا پھیر رہی تھی اس کا انداز جارحانہ تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" سُولیم نے اس کے اشتعال کے پیشِ نظر پوچھا وہ اس کے سوال پر سیخ پا ہو گئی۔

"تمہیں اس سے مطلب میں چاہے جہنم میں جاؤں تمہیں کیا تم کرو اپنی دوستوں کے ساتھ گپے۔"

"اللہ۔" سُولیم نے اسے سرتاپا دیکھ کر خالی ڈرائنگ روم میں نگاہ دوڑائی جہاں موجود تمام سفری بیگز اور ہینڈ کیریز اب ندارد تھیں۔

"تم تو کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو اتنی جیسلی بھی اچھی نہیں ہوتی او کے میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں مجھے تو تم بخشو۔"

وہ اس کے پھر سے سلگنے پر پہلے ہی معذرت خواہ ہوئی۔

"ہا بھول ہے تمہاری میڈم میں نے کوئی نہیں بخشا تمہیں کھینچ کر اپنے ساتھ جہنم میں لے کر جاؤں گی دیکھ لینا۔"

NC

"استغفر اللہ۔" سُولیم نے برا سا منہ بنایا۔

"بھلا میں یا تم کیوں جانے لگی جہنم میں کوئی خدا کا خوف کرو اچھی باتیں منہ سے نکالا کرو اگر ایسا ہی چلتا رہا نا تو تو کر لیا تم نے گزارہ۔"

دعا کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی وہ اس کا اشارہ سمجھ گئی تھی اس سے پہلے کچھ کہتی سب وہاں جمع ہو گئے مل ملانے سب کو دروازے تک چھوڑنے کے بعد وہ

جونہی اندر آئی شاکر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سٹڈی میں لے گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو آپ۔" وہ اس افتاد کیلئے تیار نہیں تھی گڑبڑا گئی شاکر ششش کے سے انداز میں اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔

"تمہیں گفٹ دینا تھا اس کیلئے پرائیوسی چاہیے تھی اس لئے یہاں لے آیا۔" اس کے گداز گالوں پر پلکوں کے سائے کو دیکھتا وہ کہہ رہا تھا ساتھ میں اس نے وہ کیس بھی کھولا نازک سا بریسلٹ سُولیم کی آنکھوں کے سامنے تھا وہ مسکا دی۔

"پہنا دوں؟" اجازت طلب کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا شاکر نے وہ بریسلٹ اس کی کلائی میں پہنا دیا۔

"میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ۔" جذب سے کہتا وہ بڑے سارے واز میں سے گلاب نکال کر اسے دے رہا تھا سُولیم نے عاجزی سے اسے تھام لیا اور مسکرا کر سر نیچے کیا۔

"عجیب بات ہے لیکن میں پھر شرما رہی ہوں وہ بھی تم سے کیا تم نے کبھی ایسا سوچا

تھا۔"

ایز آ کزن وہ بہت اچھے دوست تھے ایک دوسرے سے اچھی ہم کلامی تھی کافی حد تک انڈر سٹینڈ نگ بھی تھی سوسُولیم کیلئے اس نئے بندھن میں بندھنا تھوڑا نیا سا تھا لیکن شاکر کیلئے نہیں کیونکہ وہ سُولیم کو بہت پہلے سے ایسا تسلیم کر چکا تھا۔

"میں نے تو سوچا تھا۔" دعا نے دروازے سے سر نکال کر کہا۔

"ہائے شاکر بھائی آپ کتنے رومانٹک ہیں اور ایک وہ آپ کا موٹا بھائی ہے باولہ خشک کبوتر نا ہو تو۔"

سُولیم اور شاکر اس کی اچانک آمد سے چونک کر پیچھے ہوئے تھے سُولیم کو تو بڑا آکورڈ سا محسوس ہوا۔

"دعا یار تم کب بڑی ہو گی سارے فسوں کا ستیاناس کر دیا۔"

وہ حقیقیتا بدمزا ہوا تھا دعا نے آنکھ ماری۔

"دعا یار تم کب بڑی ہو گی سارے فسوں کا ستیاناس کر دیا۔"

وہ حقیقیتاً بدمزا ہوا تھا دعا نے آنکھ ماری۔

"ابھی۔۔ کیا یاد کریں گے آپ بھی کر لیں اپنا کوالٹی ٹائم گولڈن جگنوؤں کی طرح اب دس منٹ تک آپ کو کسی نے ڈسٹرب نہیں کرنا۔"

وہ کہتی ہوئی غڑاپ سے دروازے کے پیچھے غائب ہوئی تھی سُولیم نے اسے معذرتی انداز میں دیکھا۔

"یہ فیوچر میں ہمیں بہت تنگ کرنے والی ہے۔"

شاکر کی بات پر اسے ہنسی آئی تھی وہ اس کی ہنسی دیکھ کر محظوظ ہوا۔

"میں یقیناً اس صدی کا سب سے خوش قسمت انسان ہوں جو آج آپ میرے حصے میں ہیں میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ سُولیم۔"

وہ مسکرا دی بالوں کی لٹوں کو خوامخواہ کانوں کے پیچھے اڑاستی لب بھینچتی یہاں وہاں دیکھتی وہ کافی دلچسپ لگ رہی تھی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا یہ وہی سُولیم ہے جس کے

سامنے اچھے اچھے بات کرنے کا سوچتے تھے۔

"شاکر آپ مجھے کنفیوز کر رہے ہیں اگر ایسا ہی چلتا رہا تو پھر میں جا رہی ہوں۔"

نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے واقعی باہر کی اور قدم اٹھا دیے تھے شاکر فورا سامنے آیا سُولیم نے اسے خفا نظروں سے دیکھا۔

"اچھا بابا ایک تو تم چھوٹی چھوٹی باتوں سے خفا ہو جاتی ہو۔ میں جا رہا ہوں آج مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جس پر میں عمل کر سکوں جو مجھے تمہاری یاد دلاتی رہے۔"

"تو یعنی میری یاد کیلئے آپ کو کسی سہارے کی ضرورت ہے۔" وہ خوشگوار انداز میں چونکا اور پھر اس نے ہاتھ کی مٹھی بنا کر مسکراتے لبوں پر رکھی تھی۔ پہلا شکوہ اسے بڑا ہی مسرور خیز لگا تھا خوشبو جیسے ہر سو پھیل گئی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے لیکن میں خوش ہوا۔"

"آپ ایسا کرنا میرے چاچو کا دھیان رکھنا آپ انہیں لے کر جا رہے ہیں خبردار جو انہیں زرا سا بھی کچھ ہوا۔"

وہ تو اسے آج پل پل حیران کر رہی تھی اس دھونس نے اسے ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"مسز شاکر آپ شاید بھول رہی ہیں نا ہی میں انہیں لے کر جا رہا ہوں اور نا ہی وہ مجھے لے کر جا رہے ہیں۔ یہ ایک سیمنار ہے جس ہم جیسے معمولی ڈاکٹرز شرکت کر رہے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں میں اپنے آں ڈیڈی کہوں ہاں یہ ٹھیک ہے میں اپنے ڈیڈی کا دھیان آپ سے بھی زیادہ رکھوں گا اب پلیز کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے فلائیٹ کا ٹائم ہو رہا ہے اور اس سے پہلے دعا خانم پھر سے ہماری پرائیوسی میں مخل ہوں مجھے اجازت دیں۔"

وہ اس کے ساتھ باہر آ گئی تھی آتے آتے اس نے کہا۔

"معمولی ہونگے آپ میرے چاچو کا تو ایک نام ہے یہاں۔"

"اگری۔" وہ دونوں وہاں آ گئے تھے جہاں چاچو اور طلحہ کھڑے باتیں کر رہے تھے اور دعا صوفے پر بیٹھی چپس کتر رہی تھی۔

"لو جی آ گئے لو برڈ، کیا ہے بھئی جسے دیکھو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔" سب کی بیک

وقت تیوری ذدہ پیشانی دیکھ کر اسنے کڑوے حلق سے کہا تھا اور اس طلحہ کو تو کہنے کے ساتھ شدید گھورا بھی تھا۔

"بھئی طلحہ تجھسے مجھے خاصی ہمدردی ہے تیری زندگی بڑے امتحان میں کٹنے والی ہے۔" دعا جھٹ صوفے سے کھڑی ہوئی اور ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر کہنے لگی۔

"ہاں آپ تو کہیں گے ناخاندان کی سب سے مطلوب ہستی جو ہاتھ لگ گئی ہے۔ اڑ لیں ہواؤں میں بہت جلد آپ پر ان محترمہ کی اصلیت بھی آشکار ہو گی جتنی خرانٹ پلس جلاد صفت ہیں نا یہ ان کی گھوریوں میں ہی آپ کی زندگی کٹ جانی ہے۔" سُولیم نے منہ کھولے اسے دیکھا وہ طلحہ تھا جس کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"بدتمیز۔" سُولیم بڑبڑائی۔

"اے لڑکی خبردار جو میری معصوم سی بیوی کے بارے میں کچھ کہا بھی تو۔" چاچو کے سانے اس طرح کا طرز تخاطب اسے بلش کر گیا گھور کر شاکر کو دیکھا جو دعا کی جانب متوجہ تھا البتہ چاچو اسے محبت پاش نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔

" صحیح ہے بیٹا کھڑے رہو لوگ تمہاری بیوی کو جھڑک دیں اور تمہیں کوئی پرواہ ہی نہیں۔ "

وہ کچا چبا جانے والے انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔ سمسٹر کے بعد اس کا نکاح ہونا تھا لیکن پھر پتا نہیں چاچو کو کیا سوجھی سُولیم کے ساتھ ہی اس کا بھی نکاح کر دیا دعا نے بھی پھر کچھ نہیں کہا تین مہینے بعد بھی تو اس موٹے سانڈ سے ہی اسے نکاح کرنا تھا تو اب کر لے قباحت ہی کیا ہے۔

"کیوں بھئی لوگ کیوں؟ بھائی ہیں میرے جو چاہیں تمہیں کہہ سکتے ہیں اور ویسے بھی بڑے ہیں تم سے، احترام کرو ان کا۔" شاکر نے اسے شانوں سے تھاما سُولیم تنہا کھڑے دعا کو دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے بھئی بنائے جاؤ اپنی پارٹیاں میں کہوں بھی تو کیا میرے اپنے سکے کھوٹے ہیں اور خبردار آئندہ تم نے مجھ پر حکم چلایا تو۔" سُولیم جھٹ اسے کے پاس آئی چاچو نے ابھی اس کے شانے پر بازو پھیلایا۔

"کھوٹے سکے ہی کام آتے ہیں بیٹا جی اور ہمارا ووٹ تو اپنی بیٹی کی طرف ہے مجال ہے کسی کو جو اسے ڈانٹ دے۔"

چاچو کے کہتے ہی فوراً شاکر اور طحہ نے کان پکڑے تھے وہ اپنے پیارے ڈیڈی کی بانہوں میں سما گئی سُولیم بھی ان کے حصار میں تھی۔

"کیا جانا ضروری ہے؟" دونوں نے گیلی آواز سے پوچھا۔

"بہت زیادہ، تم دونوں فکر مت کرنا اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور پھر گارڈ بھی تو ہے۔" انہوں نے دونوں کو اپنے دائیں بائیں بانہوں میں جگہ دیتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں ڈرتی یہ ڈرپوک ڈرتی ہے۔"

دعا کے جھوٹ پر سُولیم کی آنکھیں پھیل گئیں

"میری دونوں بیٹیاں بہت پیاری ہیں۔"

طلحہ اور شاکر بھی اپنی اپنی سائیڈ پر کھڑے ہوئے طلحہ نے ہاتھ بڑھا کر کیمرہ آن کیا تھا۔

"اس اموشنل سین پر ایک سیلفی ہو جائے۔" سب نے مسکرا کر دیکھا اور وہ لمحہ قید ہو کر رہ گیا۔ وہ لمحہ جسے دوبارہ پانے کیلئے ان کی آنکھوں نے تاحیات منتظر رہنا تھا۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

"جی۔۔۔"

آسمان پر بنفشی سے بادلوں کا راج تھا۔ ہوا خوش بھی تھی افسردہ بھی، زمینی حرکات تسلسل سے جاری تھیں سمندر کا شور کچھ ناپسندیدہ سا گیت سنا رہا تھا۔ دور سے کہیں اٹھتی بانسری کی لے میں کچھ سوز تھا کچھ استراحت، اس عجیب و غریب دن میں وہ دی عبایہ پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔ کیون کی شادی کے بعد سے وہاں پر وہ نہیں آئی تھی۔ ہفتہ بیتنے کو تھا اس کی نگاہیں ویرانیوں کا سفر طے کر کے اس کے دل کو بے بس کر دیتی تھیں اب بھی وہ پر ملول سا بیٹھا تھا۔ اس کا ہاتھ کچھ ٹھیک تھا اور ابھی وہ ڈین کے پاس سے آیا تھا آفشلی طور پر ریٹائرمنٹ دے کر۔ وہ جیسے پر سکون ہوا تھا

لیکن ڈین چاہتا تھا ریٹائرمنٹ سے پہلے وہ ہونے والا ٹورنامنٹ کھیلے جو کہ اگلے مہینے ہونا تھا اور یہاں اس نے اسد اور ڈین کے بے حد اصرار پر حامی بھر لی تھی ابھی ہاتھ ٹھیک نہیں تھا سو وہ آرام پر تھا۔ تھکی تھکی سانس خارج کر کے وہ آسمان تکنے لگا۔

آج دل کی حالت غیر تھی۔ آج اندر سناٹا سا پھیل رہا تھا ایسا کیوں تھا وہ خود بھی واقف نہیں تھا۔ اس نے سُولیم کیلئے خریدا بروچ اٹھایا گلابی پرل سے سجا یہ بروچ کتنا نفیس اور جذبات سے گندھا تھا۔ وہ تصور میں سُولیم کے دیکھ کے مسکایا۔

"تم بہت عجیب لڑکی ہو دیکھو کیا سے کیا بنا دیا مجھے۔"

وہ اپنی تخیل سے مخاطب ہوا۔

"اسد کہتا تھا میں کبھی بھی ڈرنک کرنا نہیں چھوڑ سکتا تم نے وہ بھی چھڑوا دی حالانکہ یہ کس قدر دشوار آمیز تھا میرے لئے۔" اسے اپنے وہ تلخ دن یاد آئے ہر برا دن واقعی بیت جاتا ہے اور گزرنے کے بعد ایسا لگتا ہے جیسے وہ کوئی عام سا لمحہ تھا جسے ہم نے سر پر سوار کر لیا تھا۔

"ایک عورت پر ٹکنا میرے لئے امپاسبل تھا اور اب میں تم پر اکتفا کئے بیٹھا ہوں تم بہت بری ہو ہر قربانی میرے کھاتے میں آئے اور تم دامن بچا جاؤ۔" وہ ہنسا۔

"خیر مجھے تم سے کوئی قربانی نہیں چاہیے تم جیسی ہو مجھے قبول ہو بس وہ لمحہ آجائے جب میں تم سے یہ سب کہہ سکوں۔" اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں عجیب سی تکان رگ و پے میں سرایت کرتی محسوس ہوئی۔ کوئل نے اس کی سوچیں اس کی خوشی اور اس کی بے چینی دیکھی پھر پر مارتی فاصلے عبور کرتی اس فلیٹ کی کھڑکی میں آن بیٹھی اندر کا منظر اس کی معصوم بے ریا آنکھوں میں آنسو لے آیا۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

چاچو نے بہت محبت سے اس سے دریافت کیا نکاح نامہ ان کے ہاتھ میں تھا اسے گلابی دوپٹے کے حالے میں چھپے چہرے کی آواز سنائی دی۔

"جی۔۔" مدھم گیلی کانپتی آواز پھر اس نے دیکھا وہ لڑکی جس کے سپنے اس لڑکے کی آنکھوں میں سجے تھے وہ اپنا آپ کسی اور کو سونپ رہی تھی۔ سائن کر کے دعا

کروائی گئی کوئل سے یہ سب برداشت نا ہوا وہ اڑ کر شور مچانے لگی۔ اس کی آواز میں محسوس کئے جانے والے کیلئے بین تھا اور یونہی سننے والے کیلئے خوشی۔

"اللہ تمہیں خوش و آباد رکھے۔" دعاؤں کے ساتھ اسے تنہا چھوڑ کر کمرے سے چلے گئے۔ وہ کوئل واپس آئی اور اس کی کھڑکی میں بیٹھ کر شور مچانے لگی سُولیم نے اپنا دوپٹہ سر کا یا اور بیڈ چھوڑ کر اس تک آئی۔

"ہے ننھی بیوٹی کیا تم میری خوشی میں گا رہی ہو۔"

کوئل نے افسردگی سے اسے دیکھا تو گویا یہ صرف سننے والی ہے۔ وہ اسے کچھ ڈھیر سارا کہہ کر اڑ گئی اس سے پہلے سُولیم مڑتی اسے دروازے پر کھٹکا ہوا اس کی کزنیں اور گھر کی بڑی عورتیں اندر آ رہی تھیں۔ سب نے اسے ڈھیر سارا پیار دیا دعائیں دی، بہت باتیں کیں کچھ خواتین تو کافی دیر اس کے پاس بیٹھی رہیں امی اور بہن نے بھی اس سے بہت پیار کیا۔

"شاکر بہت اچھا ہے مجھے تمہاری قسمت پر رشک ہے اللہ تمہیں آباد رکھے۔" امی

کی دعاؤں پر وہ اظہار تشکر سے سر جھکا گئی۔

"آج کا ڈنر تم شاکر کے ساتھ کرو گی پھر کل تو ویسے ہی اس نے چلے جانا ہے۔" آپا کے کہنے پر وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔ منع کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھی کہ شاکر کی ممی ساتھ ہی بیٹھی تھیں وہ ہولے سے ہامی بھر گئی۔ کچھ دیر بیتی شام کے سائے لہرائے تو اسے اپنے کمرے کی ٹیرس پر جانے کو کہا گیا وہاں گول میز پر کھانا اور کنڈلز رکھی تھیں۔ وہ انہیں دیکھ کر جھنپ گئی غبارے جا بجا بکھرے تھے اور فیری لائٹس بھی جل رہی تھی وہ آواز پر مڑی شلواز قمیض میں آتا شاکر اسے بہت بھلا لگا اس نے اسے سلام کیا۔

وہ ٹھٹک گیا سلام کا جواب دیتا اس کے نزدیک آیا تھا۔

"یقین کرنا مشکل ہے کہ یہ حقیقت ہے اور آپ اس طرح میرے سامنے ہیں بہر حال آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔"

سفید کامدار کھلے پائنچوں کی شلوار کے ساتھ اس نے چھوٹی قمیض پہنی ہوئی تھی۔

بال بندھے تھے کانوں میں آویزے ہاتھوں میں چند ایک چوڑیاں اور سر پر ٹکا گلابی ٹشو کا دوپٹہ پہنے وہ سادگی کی انتہا چھوتی معصوم دکھ رہی تھی۔ اس کی تعریف پر شرمندہ سی مسکادی اس کے سامنے ایسا کھڑا ہونا واقعی محال تھا۔

شاکر نے آگے بڑھ کر اس کیلئے کرسی کھینچی سُولیم تھینکس کہتے ہوئے بیٹھ گئی

کھانے کے بعد ڈھیر ساری باتیں کرنے کے بعد شاکر نے اسے منہ دکھائی دی تھی۔

"پتا نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں لیکن مجھے لگا مجھے آپ کیلئے گھڑی خریدنی چاہیے میں شروع سے جانتا ہوں آپ کو گھڑیاں کتنی پسند ہیں۔"

گولڈن ڈائل والی رولیکس اس نے اجازت لیکر سُولیم کے ہاتھ میں پہنائی تھی اسے یہ واقعی پسند آئی اس کا چہرا کھل گیا۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔"

ٹمٹاتی آنکھوں کے ساتھ وہ چاند لگتی کہہ رہی تھی۔

"نہیں یہ نہیں آپ۔" سُولیم نے لبوں کو آپس میں فولڈ کیا اور دائیں جانب دیکھنے لگی۔

"سُولیم ایک اجازت درکار ہے۔" اس کے لہجے پر سُولیم نے چہرہ اٹھایا۔

"کین آئی ہگ یو؟"

وہ اس ڈیمانڈ پر گنگ رہ گئی۔ اس سے پہلے کوئی جواب دیتی وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا پنجوں کے بل بیٹھا اور اپنے دونوں بازو اس کی کمر پر باندھ لئے چند ساعتیں گزریں دل دھڑکنے کی آوازیں سنیں اور پھر وہ ہٹ گیا۔

"تھینکس یہ آپ کو میری یاد دلاتا رہے گا آج سے آپ آفشلی میری ہیں۔" وہ اس کی حرکت پر خفت سے مسکرا دی۔

"بدتمیز۔" تھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ یہاں وہاں دیکھ رہی تھی پھر یکدم اس نے حیرت سے شاکر کی جانب دیکھا وہ اس کے دیکھنے پر قہقہ لگا گیا۔

"مجھے آپ کو تنگ کر کے مزا آیا لیکن آئم سوری یہ میرے بھائی کی وجہ سے تھا اس

نے کہا تھا کہ آپ کی بیوی کی بہن میری واٹ لگائے گی تو تھوڑی سی پیاری سی واٹ آپ بھی میری بیوی کی بہن کی لگا دینا تا کہ میں اس عجوبہ کے سامنے سر خرو ہو سکوں ویسے سُولیم اس آئیڈیے نے ہمارا ٹائم اچھا کر دیا۔۔ نہیں؟"

"شاکر بہت بد تمیز ہو تم۔" وہ اٹھ کر اندر جا رہی تھی اور شاکر اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

تمام قدرتی مناظر نے یہ لمحات دیکھے اور ایک گہری سانس بھری ان کے سانس بھرتے ہی دن چڑھ آیا تھا۔ ہر طرف ایک نا محسوس کی جانے والی خاموشی کا راج تھا فقط ان کیلئے جو محسوس کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب تو قہقہوں اور باتوں میں بھرپور ناشتہ ہوا تھا ناشتے کے بعد شاکر چاچو سے اجازت لیکر سُولیم کو اور طلحہ دعا کو لیکر چلا گیا تھا پلان تو تھا ساتھ ساتھ جائیں لیکن شاکر ڈنڈی مار کر سُولیم کو پہلے لے گیا۔

"یہ کیا کیا آپ نے اب دیکھنا دعا کتنی خفا ہو گی۔"

سُولیم شاپنگ مال میں اس کے ساتھ چلتی پھولے منہ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"کوئی نہیں ہوتی بلکہ وہ بیچارہ طلحہ خوش ہو گا جو اس کی بے جا ضد کی وجہ سے کمبائن آؤٹنگ پر راضی ہوا تھا۔"

سُولیم عبایہ والی شاپ میں گھس گئی۔

"ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔" اس نے رائل بلیو کلر کا عبایہ نکالا آنکھوں میں شرارت چمکی۔

"کیا آج کی شاپنگ آپ کی طرف سے ہے؟"

عبایہ کا ٹیگ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتی وہ اس سے پوچھ رہی تھی شاکر نے مصنوعی اندز میں دل پکڑا۔

"لڑکی تمہارے معیار کا پتا ہے تبھی جیب بھر کر لا یا ہوں اور مجھے پتا تھا تم اپنی اس برینڈ میں تو ضرور گھسو گی دکھاؤ تو کتنے کا ہے۔" اس نے ٹیگ پڑھا دو لاکھ پچاسی ہزار کا وہ عبایہ تھا۔ شاکر دیکھ سکتا تھا یہاں جتنے بھی عبایہ تھے زیادہ تر سُولیم کی وارڈ روب میں تھے فقط چند ایک رہتے تھے جو شاید نیو کلیکشن تھی۔

"ہمم عجیب ہے اپنی برینڈ ہونے کے باوجود دوسری برینڈ کا عبایہ پہنتی ہو تم، رہنے دو اس کا کلر نہیں اچھا۔"

سُولیم نے آنکھیں دکھائیں عبایہ کے پیچھے اس کے بھی لب مسکرا رہے تھے۔

"تمیز سے رہو یہ کلر بہت اچھا ہے اور میں یہ دو بھی لے رہی ہوں۔" دو مزید عبایہ خرید کر وہ اکڑ کر چلتی ہوئی کاؤنٹر پر گئی تھی۔ آنکھوں سے شاکر کو پے منٹ کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے اپنا کریڈٹ کارڈ مشین میں گھسیٹا۔

"میڈم آپ بیس خرید لیں بندہ بشر کی جرات جو اف بھی کہہ لے یہ سب آپ کا ہی تو ہے اور میں بھی۔"

"بس بس دھیان کرو ہم باہر ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی دوسری شاپ میں آگئی۔ ڈھیر ساری شاپنگ کر کے وہ یہاں وہاں پھرے ایک جگہ تو طلحہ اور دعا بھی نظر آئے اور ان کا منظر کچھ یوں تھا کہ طلحہ بے چارہ اوپر سے لیکر نیچے تک شاپنگ بیگز سے بھرا ہوا تھا۔ دعا آنکھوں پر سیاہ چشمہ

لگائے مہارانیوں کی طرح اس کے آگے چل رہی تھی۔ شاکران کی آنکھ سے بچ کے سُولیم کو لے گیا معاوہ آواز ہی نادے لے۔ ڈھیر ساری آؤٹنگ کرنے کے بعد وہ ایک اوپن ائیر ریسٹورنٹ میں بیٹھے اور ان کے سامنے لنچ کیلئے سلاد اور کافی رکھی تھی۔ شاکر سُولیم کا نقاب تھوڑا سا ہٹا کر اسے سلاد کا بائیٹ کھلا رہا تھا سُولیم نے مسکراتے ہوئے باقی کا اسے منع کیا ان کی بے تکلفی دیکھنے کے قابل تھی۔ براق خالی نظروں سے پیچیدہ انداز میں ان دونوں کو دیکھے گیا۔ اس کے دل میں شدید فضول کے جذبات الجھ رہے تھے وہ کانپتے خیالات کے ساتھ گھر آیا کب کی اس کی منتظر گولڈ فش نے اس کے قدم رکھتے ہی پاؤں کو چھوا تھا۔ براق اتنا مضطرب تھا کہ اس پر دھیان ہی نہیں دیکھ سکا صوفے پر دونوں ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھا رہا۔

"کیا ہوا؟" کمرے سے نکلتا اسد استفہامیہ انداز میں اسے دیکھتا اس کے پاس بیٹھا تھا براق کے چہرا اٹھانے پر وہ شدید گھبرا گیا۔

"وہ۔" براق رکا تھوک نگلا۔ "وہ آج اس کے ساتھ تھی وہ کیا نام ہے اس کا ہاں

شاکر میں نے آج انہیں شاکر کے ساتھ دیکھا وہ دونوں بہت بے تکلف بہت کلوز اور بہت پراسرار سے لگ رہے تھے اسد میرے دل میں جو خدشہ ابھر رہا ہے وہ وہم بھی تو ہو سکتا ہے نا۔"

"آفکورس۔" اسد اس کی عجیب ہیجانی حالت پر آنکھوں میں بے بہا سوال سموئے الجھن لئے اسے دیکھ رہا تھا بات بہت آگے بڑھ چکی ہے اس کا اندازہ اسے تھا لیکن اتنی بڑھ چکی کے یہ خاصہ تشویش آمیز تھا۔

"یہ سراسر ایک خدشہ ہے اور کچھ نہیں کزنز میں اس طرح کی بانڈنگ ہوتی ہے اس میں اتنی گھبرانے والی بات نہیں ہے۔" وہ اس کی تسلی پر ڈھیلا پڑا تھا لیکن دل کی بے ترتیب دھڑکن ابھی بھی نہیں سنبھلی تھی۔

"ہاں ٹھیک کہا یہ تو نارمل ہے لیکن وہ سُو لیم ہے ہر ایک سے فاصلہ رکھ کر بات کرنے والی وہ کیونکر کسی کو اپنا نقاب اٹھا کر کھلانے کی اجازت دے گی۔"

اب یہ قابل تفکر بات تھی۔ اسد بھی لاجواب ہوا بہت مشکل ہوئی اسے براق کو

کوئی ٹھوس دلیل دینے میں خود کو یہ سمجھانے میں کہ یہ سب فقط ان دونوں کا وہم ہے۔

"ہو سکتا ہے وہ اپنے کزنز کو ایسی اجازت دیتی ہو تم نے دیکھا نہیں تھا اس دن جب ہم کیون کے ساتھ بیٹھے تھے تب بھی وہ اس سے بہت بے تکلفانہ انداز میں بات کر رہی تھی۔ ہم اس کے باقی کزنز سے ملے بھی تو نہیں نا جو درست اندازہ لگا سکیں یوں بھی میں نے سنا ہے پاکستان میں کزنز کو بہن بھائی سمجھا جاتا ہے۔"

براق نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں تم نے ٹھیک کہا وہ ماریہ نہیں تھی وہ بھی تو اپنے کزن کو بھائی کہتی تھی اووففف تھینکس اسد تم نے میرے دل سے بڑا بوجھ ہٹا دیا۔"

اس نے ریلیکس سے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی اسد نے پر سوچ انداز میں سر ہلایا۔

"ہاں تھینکس ٹومی۔" اس کے دماغ میں ماریہ اور اس کے بھائی کزن کا ریلیشن

گھومنے لگا اس نے اسی سوچ میں ڈوبی آواز سے پوچھا۔

"کب پرپوز کر رہا ہے تو؟"

"پرسوں۔"

"ہمم ویری گڈ۔"

یہ موجودہ دن تھا۔ بہار اپنے جوبن پر تھی ہر جانب تازگی و مہک کا راج تھا۔ وہ اس کھلتے دن کی شام میں خود پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر والٹ اٹھاتا باہر آیا تھا اس کے ہاتھ میں چھوٹا سے گفٹ بیگ بھی تھا جس میں سُولیم کیلئے پینڈنٹ اور بروچ تھا اس نے دیکھا اس کے نیچے آنے پر اسد نے بے ساختہ اپنے منہ پر ہاتھ مارا تھا۔

"مجھے پتا تھا کوئی نا کوئی بلنڈر ضرور کریگا تو یہ حلیہ بنا کر جائے گا اس کے سامنے کوئی خدا کا خوف کر۔"

براق نے مرروال میں اپنا عکس دیکھا پھر موپ لگاتے سرونٹ کو پکارا۔

"برو کیا میں برا لگ رہا ہوں؟" مسکراتی آواز پر سرونٹ کو حوصلہ ہوا تھا جھٹ نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں سر آپ اچھے لگ رہے ہیں۔" براق نے آبرو اچکا کر اسد کو دیکھا۔

"ہاں یہ تو کہے گا ہی اتنا ڈرا کر جو رکھا ہوا ہے تو نے مجھسے پوچھ ایک دم بے کار لگ رہا ہے کہا بھی تھا ڈیسنٹ بن کر جانا۔" اسد جھنجھلا گیا۔

"اور وہ سوٹ کہاں ہے جو میں نے لا کر دیا تھا؟"

"بھائی ریلیکس کام ڈاؤن، میں اس میں کمفرٹیبل ہوں میں سُو لیم کو اپنا آپ دکھانا چاہتا ہوں جو میں ہوں جو میں پسند کرتا ہوں۔ یہ سب میرے لیے آرام دہ ہیں اور ویسے بھی یہ وہ گفٹس ہیں جو مجھے میرے فینز نے دیے تھے میں ان سے اپنی کہانی کی شروعات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان میں محبت اور احساس کا جذبہ ہے۔"

اسد نے گہری سانس بھری اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا سیاہ جینز سفید شرٹ میں بظاہر وہ سٹائلش سا سادہ لگ رہا تھا لیکن یہ وہ تھا جس نے ان کپڑوں کی قیمت بنا دی

تھی اور جو اس پر جچ بھی بہت رہے تھے۔

"ہاں تو میں نے کونسا ان میں نفرت بھری تھی میں نے بھی تو انہیں خوشی و محبت سے لیا تھا۔"

اس نے منہ بنا کر شکوہ کناں انداز میں کہا براق کا قہقہ اس کی گولڈ فش نے سنا اور مخمور انداز میں اس کے قدموں سے چپکی دم ہلا گئی۔

"میں جانتا ہوں تبھی اسے اپنی انگیجمنٹ کیلئے سنبھال کر رکھا ہے۔" اسد نے واؤ والے انداز میں ہاتھ پھلائے براق اپنی گولڈی کی جانب متوجہ ہوا۔

"ہے لٹل فیری آج مجھے وش کرو میں ایک بڑے محاظ پر جا رہا ہوں۔" زمین پر پنجوں کے بل بیٹھتا وہ شیشے پر ہاتھ پھیرتا گویا اسے سہلا رہا تھا۔

"ہاں ہاں کرو اسے کہکشاؤں کو جو تسخیر کرنے جا رہا ہے۔"

وہ جل کر صوفے پر بیٹھا کہہ رہا تھا براق نے دبی مسکان کے ساتھ اسے دیکھا۔

"وہ واقعی کہکشاں ہے۔"

پھر گولڈی کی جانب تصدیقی انداز میں دیکھا۔

"ہے نا؟" اس نے دم ہلا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا وہ کھڑا ہوا اسد کی جانب مڑا۔

"دیکھ آج کے دن ناراض نہ ہو ٹھیک ہے تو کہتا ہے تو میں چینج کر آتا ہوں۔" اسد اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اس کے پاس آیا۔

"مجھے دیکھ اوپر سے نیچے تک کیا لگتا ہے کہ میں پاگل ہوں میرا خرچہ بچ رہا ہے اور کہہ رہا ہے چینج کر آتا ہوں میں تو کل سے سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ اب اس کی منگنی بھی میرے سر آنی ہے بٹ تھینکس ٹو یو اینڈ یور فینز جنہوں نے مجھے بچا لیا۔"

براق نے تعجب خیز انداز میں اسے دیکھا۔

"تو پھر اس سوجے ہوئے منہ کا مطلب؟" وہ واقعی حیران ہوا تھا اسد کا یہ اکھڑ سا انداز اسے دیکھ کر منہ بنانا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

"ہنسنا نہیں بس مجھے اپنے سنگل ہونے کا شدید احساس ہو رہا تھا میں نے کہا نا ہنسنا نہیں ٹھیک ہے دفع ہو میں جا رہا ہوں۔" براق کے مسلسل حلق پھاڑ کر ہنسنے پر وہ نو

دو گیارہ ہوا تھا لیکن جاتے جاتے اس نے براق کی محبت کی تکمیل کی شدت سے دعا کی تھی۔

جہاں براق سفر محبت پر تھا وہیں سُولیم پیچ رنگ کا عبایہ پہن کر مطلوبہ جگہ کیلئے نکل چکی تھی۔ شام ڈھل چکی تھی وہ دعا کے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن دعا اپنے دوستوں کے ہمراہ نکاح کی پارٹی لینے میں ان دنوں مصروف تھی اسی لئے سُولیم کو تنہا آنا پڑا۔ وہ دی مائنڈ کو خدا حافظ کہہ کر آئی تھی اس کے تمام سابقہ پیشنٹس اب مکمل طور پر صحت یاب تھے فقط براق تھا جس کا بس لاسٹ سیشن ہونا تھا اور وہ کوئی خاص نہیں تھا جینی بھی لے سکتی تھی لیکن وہ پھر بھی اسے کہہ آئی تھی کہ اگر براق نے ضد کی تو وہ اسے بلا لے۔

گلابی پڑتے آسمان کے نیچے اس کی کار پارکنگ ایئریا پر آکر رکی جہاں دو اور گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سُولیم نے سرسری سا نہیں دیکھا پھر اس کی نگاہیں اس بڑے سارے گیٹ کو دیکھنے لگیں جو آسمان کو چھوتا محسوس ہوتا تھا۔ گاڑی کو لاک کر کے اس نے

جو نہی گیٹ کے قریب قدم رکھا وہ خود باخود اپنا آپ دیوار میں غائب کرتا چلا گیا۔

سُولیم نے اندر قدم بڑھائے اس کے اندر آتی ہی وہ گیٹ بند ہوا تھا اس نے مڑ کر دیکھا پھر سیدھی ہوئی نیم اندھیرے میں کچھ بھی دیکھنا محال تھا۔

"لوسا!"

اس کی آواز گونجنے لگی آواز کے ساتھ ہی قدموں کے نیچے اکویریم فلور ابھرا تھا چمکتے پانی میں انواع واقسام کی مچھلیوں کو دیکھ کر سُولیم نے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھا۔ یہ بہت بہت دل آویز لگا تھا اسے انواع واقسام کی مچھلیاں اس کے قدموں میں تھیں۔ چمکتا نیلا پانی اس محسوس کروا رہا تھا جیسے وہ واقعی سمندر کے اوپر کھڑی ہے اس نے روشنیوں میں سجے اپنے پاؤں کے نیچے چمکتے سمندر کو دیکھا بے اختیار اس کے دل نے اللہ کے آرٹ کو سراہا تھا۔

"لوسا یہ بہت خوبصورت ہے۔"

خوشی سے کھنکتی آواز پھر سے گونجی ساتھ ہی اس بڑے سے حال نما جگہ کی دیواریں

روشنیوں سے جگمگا اٹھیں۔ دیواروں پر اس کی عبایہ میں تصاویر تھیں یا یہ تھری ڈی افیکٹس تھے سُولیم کی آنکھوں میں جذبات منڈ کر آئے وہ خوشی سے مغلوب نمی تھی اس کے دل میں ستارے بھرنے لگے۔

"تم مجھے حیران اور روہانسا کر رہی ہو اب۔"

بہت سارے پانیوں والے فرش پر وہ کھڑی تھی۔

دیواروں پر اس کی تصویریں آویزاں تھیں جو جانے کس کس وقت کی تھیں اب چھت کی اوپرلی سائیڈ سے ڈھیر سارے جگنوں اس کے وجود کا گھیرا کرنے لگے جانے وہ بھی جگنو تھے یا تھری ڈی ایفیکٹس؟ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک کو پکڑنا چاہا تو معلوم ہوا وہ مصنوعی تھے لیکن حقیقت کا گمان رکھتے تھے۔ وہ سب آئے اپنی چمکتی روشنیوں میں اس کے گرد گول گول چکر کاٹنے لگے وہ اتنی کثیر تعداد میں تھے کہ سُولیم ان میں چھپ کر رہ گئی اس نے اپنے سر سے اوپر تک اڑتے ان مصنوعی جگنوؤں کو دیکھا اس کی آنکھیں بھی سنہری روشنیوں میں رنگ گئیں۔

NC

"لو سا کہاں ہو سامنے آؤ یہ سب ایسا ہے جیسے خواب۔"

اور پھر اس کی آواز گونجنے پر اسد نے گہری سانس بھرتے ہوئے اللہ کا نام لیکر بٹن پش کیے۔ وہ سُولیم کو اپنے سامنے دیوار پر لگی بڑی ساری ایل سی ڈی پر دیکھ سکتا تھا۔ کانوں پر ہیڈ فونز لگے تھے گہری سانس بھری اور سُولیم پر نگاہ جمالی۔

"مجھے تمہارا یہ سرپرائز بہت۔۔"اس کے الفاظ منہ میں دم توڑ گئے آنکھوں میں سختی ابھری اور ضبط انتہا کی منزلوں کو چھونے لگی۔ فسوں ٹوٹ چکا تھا وہ چیز سامنے رونما ہونے لگی جو اس کے فرشتوں نے بھی نہیں سوچا تھا۔

دیواروں سے زرا پر روش کے کناروں پر اس کے اور براق کے تھری ڈی وجود چلنے لگے۔ وہ مختلف ملاقاتوں کے مختلف مناظر تھے کبھی وہ اس کے سامنے بیٹھا کچھ کہہ رہا تھا اور وہ انہماک سے سن رہی تھی تو کبھی وہ دونوں ساتھ ساتھ فاصلے سے کہیں چل رہے تھے۔ سُولیم کے گھر کے مناظر بھی تھے اس میں، آنکھوں میں ٹوٹے مان کی کرچیاں لیے اس نے فضا میں گونجتے ہلکے میوزک کی جانب نگاہ کی میوزک کے

ساتھ براق کی آواز تھی اس نے خون کے گھونٹ پی کر اسے سنا جو کہہ رہا تھا۔

"میرا پیار تمہارے لیے پرانا ہے۔"

"یہ ہم سے بھی پہلے سے ہے۔"

"یہ وہ پیار ہے جو زندگی سے بھی پہلے سے ہے۔"

"یہ جنت میں ہماری زندگی کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے۔"

براق کے لبوں سے یہ لفظ نکلتے ہی دور تک مصنوعی شیشے کی مانند جمی ہوئی جھیل چمکی تھی۔ وہ زرد روشنیوں اور پتیوں سے سجی اس جھیل کے کنارے سے نکلا اور قدم قدم چلتا اس تک آیا۔ جگنوؤں کا ہالہ سُولیم پر سے ٹوٹ چکا تھا وہ دم سادھے ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتی دھنک رنگوں میں ڈوبے براق کو دیکھے جا رہی تھی جس کی آنکھیں جگنوؤں سے بھی زیادہ روشن تھیں جو مزید کہہ رہا تھا۔

"اور مجھے یاد ہے وہ زندگی اک دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے ہم نے گزاری تھی۔۔"

"اور سڑکوں پر گھومتے ہوئے۔۔۔ اور تمام وقت ہم ایک ساتھ چلتے تھے۔"

ان دونوں کا وہ تھری ڈی ایفیکٹ چلنے لگا جس میں سُولیم براق کے ساتھ لوسا کی شادی کیلئے آرگنائزرز کو لائی تھی تاکہ ایونٹ اچھے سے ہو سکے۔ اس سین میں وہ دونوں ساتھ تھے لیکن براق اس سے پیچھے تھا اس پر نگاہیں جمائے ہوئے وہ اس کے قدموں پر اپنی منزل تلاش کرتا اسی کا مسافر تھا۔ سُولیم نے اپنے لب بھینچے دور سے آتا براق ہولے ہولے اس کے نزدیک آتا جا رہا تھا پس منظر میں شیشے کی طرح چمکتی جھیل پر ان دونوں کے عکس ابھر چکے تھے۔ بے تحاشہ روشنیوں میں گھری وہ اس اندھیرے مجسمے کو خود کے قریب آتا دیکھ رہی تھی۔ کیا پتا آج کے بعد یہ اندھیرا ہی اس کا مقدر تھا سیاہی میں ڈوبے شخص کے لب ابھی بھی تھرتھرا رہے تھے ایک جذب سی لے تھی جو ان سے برآمد ہو کر آج سُولیم کیلئے آزمائش کی گھڑی بنی تھی۔

"تم میں، میں نے اپنے حصے پائیں ہیں۔"

"جن کی تلاش میں، میں تھا۔"

"تم میں، میں نے اپنی روح کے تار پائیں ہیں۔"

"جو اک بار تمہارے ساتھ جڑے تھے۔"

جبر کی انتہا کیا ہوتی ہے خود پر بند باندھ کر رکھنا کیسا ہوتا ہے آنسوں کو تھام لینا انہیں گرنے نہیں دینا غصے کو کنڑول کرنا دل کو قابو کر کے اس پر پتھر جما لینا خود کو کمزور نا پڑنے دینا اس سب کے معنی سے حقیقی طور پر وہ آج متعارف ہو رہی تھی۔ براق کی جذبات کی حدت سے بھرپور آواز اس کا پور پور جلا دے رہی تھی یہ جلن اتنی ذیادہ تھی کہ قدم لرزنے لگے تھے ہمت جواب دینے کو تھی وہ اس جواب دیتی ہمت میں اسے سن رہی تھی جس نے بس چند قدم ہی پاٹنے تھے فقط تھوڑی سی مسافت پھر دیکھنا تھا کس نے سرخرو ہونا ہے اور کون مجروح ہوتا ہے۔

"تمہاری آنکھوں میں، میں نے اپنا عکس دیکھا ہے۔"

"جو کہ پرانی یادوں سے بھرا ہے۔"

"اور میرا وہ حصہ جو کہ میں بہت پہلے بھول چکا تھا۔"

"اور میری روح کی ان سنی دعائیں۔"

فاصلہ مٹ گیا زمین ختم ہوئی الفاظ رک گئے سانسیں تھمی تھیں آنکھیں ایک دوسرے پر جمی الگ الگ کہانی لیے. ایک کی آنکھ میں محبت کی لو جلتی تھی تو دوسری کی آنکھوں نے شعلوں کو خود میں جگہ دی ہوئی تھی۔ ایک میں پوری دنیا کے رنگ سمٹ آئے تھے تو دوسری بے رنگ و سپاٹ تھی۔ ایک کی آنکھیں بول رہی تھیں چلا رہی تھیں ان میں خوشی کے ساز بجتے تھے تو دوسری کی آنکھیں سپاٹ و ساکن تھی ان میں اگر غور سے دیکھو تو انہونی کا احساس تھا۔

براق نے ہوا میں ہاتھ لہرا کر چٹکی بجائی وہ آج سُولیم کی آنکھوں میں فقط اپنا عکس دیکھنا چاہتا تھا تبھی نگاہ نہیں ہٹائی۔ دور اس شیشے سی جھیل میں سے ایک لفظ ہوا میں بلند ہوا تھا سُولیم اس کی جرات دیکھنا چاہتی تھی تبھی نگاہیں پھیر کر دیکھا وہ انگلش حروف کا (آئی) تھا جو چھوٹے سے پری کے پنکھ اپنے دائیں بائیں لگاتا اڑا اور وہیں کہیں مصنوعی بنائے گئے آسمان میں گم ہو گیا جو نیلے پانیوں جیسا شفاف تھا سُولیم نے

نگاہ نہیں ہٹائیں وہ وہیں دیکھتی رہی اور براق اس کی آنکھوں میں، فضا میں اب پری کے پنکھ لگائے (لو) بلند ہوا تھا اس کے ساتھ چھوٹا سا دل بھی تھا جو اسی کے ساتھ اڑ کر غائب ہو گیا سُولیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

وہ (یو سُولیم) دیکھ کر اب ان دونوں پر برستی مصنوعی برفباری دیکھ رہی تھی جو شاید براق شاہ کے تھیم کا حصہ تھی برف باری رکی براق کے لبوں نے جنبش کی۔

"کیا تم میری بنو گی سُولیم میں اس بہار کو تمہارے ساتھ اسی (80) سال کی عمر میں دیکھنا چاہتا ہوں مجھے اجازت دو کہ جب میری سانسیں اکھڑ رہی ہوں تو میں تمہیں کہہ سکوں مجھے تم سے محبت ہے اور تم میرے سرہانے بیٹھ کر اسے قبول کرو کیا تم میرے ساتھ وہ سنہرا وقت گزارنا چاہو گی کیا تم ہماری زندگی کو جنت بنانے میں میری مدد کرو گی کیا تم میری بہار کی دلہن بنو گی؟"

اس نے سرخ ادھ کھلی کلی سُولیم کی جانب بڑھائی تھی۔ وہ سرد نگاہوں سے اس کلی کو دیکھے گئی اس نے اپنی نگاہوں کا زاویہ چینج کیا بے چین مضطرب خوشی و خوف

سے دوھر ابراق اس سے اس جواب کا منتظر تھا جو شاید اس کی قسمت میں نہیں تھا۔"

"میں نے آج سے سال بھر پہلے کسی میں تمہیں تلاش کرتے ہوئے اسے پانی کی گہرائی میں پرپوز کیا تھا اس وقت جب میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا سوچ چکا تھا تب دل نے صدا لگائی تھی کیوں سودا کرتے ہوئے کیوں مصنوعی میں حقیقت کا گماں کرتے ہو اگر دل ہے چاہ ہے تو جاؤ اسے یہاں آباد کرو جس نے تم پر قبضہ کیا ہے۔ اس آنکھ مچولی سے کچھ نہیں حاصل نہیں ہونا فقط تنہائی اور خالی پن کے اور دیکھو دل درست کہتا ہے اس کی بات کبھی نہیں ٹالنی چاہیے۔ آج اگر وہ میری زندگی میں نہیں ہے آج اگر میں آپ کے سامنے ہوں تو صرف اس لیے کہ مجھے واقعی آپ کی چاہ ہے میرا دل صرف آپ کیلئے دھڑکتا ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ چاہیں گی اس کی دھڑکن بند ہو سو پلیز اس پھول کو ہماری محبت کے پہلے اقرار کا تحفہ سمجھ کر قبول کرلیں اور مجھے یہ اعتماد دیں کہ میں آپ کو اپنی زندگی میں جلد از جلد

شامل کر سکوں۔"

بجتا میوزک ہنوز دھیما تھا زرد لائیٹس ویسے ہی روشن تھیں انکے ایفکٹس میں ابھی بھی جان موجود تھی شیشے سی چمکتی جھیل سے کافی فاصلے پر وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ سُولیم نے اس ادھ کھلی لمبی ڈنڈی والی گلاب کی کلی کو دیکھا دیکھتی رہی کچھ ساعتیں بیتی دھڑکنیں بڑھیں سانسیں تھمیں آنکھوں کا انتظار طویل ہوا پھر اس پر فسوں ماحول اور کنڑول روم میں سب کو بھگاتے اسد نے دیکھا کہ سُولیم کا ہاتھ بڑھا ہے اور اس نے وہ کلی تھام لی ہے۔ سرشار سا تشکر کے احساس سے بھرا اسد کرسی کی بیک سے ٹیک لگا گیا لیکن پھر جھٹکے سے اسے وہ آرام چھوڑنا پڑا الفاظ تھے یا خنجر اسد کی سماعت بھی لہولہان ہو گئی۔

سُولیم نے وہ کلی تھامی پھر اس نے جتنی نرمی سے اسے تھاما تھا اتنی ہی شدت سے زمین پر پھینک دیا اس کے بعد اسے کچل کر جب اس نے پاؤں ہٹایا تھا تو وہ بدصورتی کی حد تک مسخ ہو چکی تھی۔

براق نے ٹوٹی نگاہوں سے اس محبت کے پہلے معتبر تحفے کو دیکھا جو مترشح ہو چکا تھا۔ وہ جو بڑھتی دھڑکنوں کے ساتھ اس کے پھول کو تھامنے پر شادمانی کی منزلوں کو چھو رہا تھا اتنی ہی زور سے زمین پر آ کر گرا جتنا کہ وہ نازک پھول گرا تھا براق کو یکدم اپنا چہرہ مسخ شدہ لگا اس پر خوف طاری ہوا۔

محبت کی ابتدا ہی خوف سے ہوتی ہے محبوب کے چھوڑ جانے کا خوف، ٹھکرا دینے کا خوف کسی دوسرے کا ہو جانے کا خوف، اس کی نظروں میں گرنے برا بننے کا خوف بہت بہت سارا خوف۔

سُولیم طنز میں تالیاں بجانے لگی ان تالیوں کی گونج میں یہ پورا ماحول آ گیا تھا میوزک بند ہو چکا تھا فقط گونج تھی تو ان دل چیر تالیوں کی جو براق کی سماعت میں ہتھوڑے کی طرح لگنے لگی تھی۔

"بہت خوب مسٹر شاہ بہت خوب، ون سٹینڈ نائیٹ کیلئے اتنا بڑا ڈرامہ تم تو بھئی میری سوچ سے بھی بڑے ایکٹر نکلے تمہارے لیے تو آسکر ہونا چاہیے اپنی حوس پر بڑا اچھا

لیبل لگا کر پیش کر رہے ہو۔"

براق کو شدید جھٹکا لگا آنکھوں میں گویا لہو اتر آیا ہو وہ تڑپ اٹھا پہلا درد تھا تبھی شدید محسوس ہوا۔

"تمہیں لگا جھوٹی بیماری کی ایکٹنگ کروں گا اچھی باتوں کا جال بنوں گا پھر رومان پرور ماحول بنا کر اسے گناہ کیلیۓ دعوت دونگا تو وہ مان جاۓ گی بچہ سمجھا ہوا ہے مجھے؟ تمہیں لگا میں تمہاری اس اچھائی کے ڈھونگ میں آ کر تمہارے آگے بچھ بچھ جاؤں گی تو ایم رئیلی ویری سوری تم یہاں ہار گئے ہو۔"

براق کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں وہ کتنا غلط سوچتی تھی اس کے بارے میں کتنی منفی راۓ رکھتی تھی۔ وہ اس کی بیماری کے جھوٹ کے بارے میں کیسے جانتی تھی اس سے پہلے وہ مزید سوچتا سُولیم نے خود ہی بتا دیا۔

"میں ایسے ہی اس مقام پر نہیں پہنچی تمہارا ڈھونگ تمہارے چہرے کا میک اپ سب سمجھتی تھی لیکن خاموش تھی جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ میں تمہاری حدیں اور

اپنا ضبط دیکھنا چاہتی تھی مسٹر گراو نے اچھی تمہاری رپورٹ بنائی تھی ویل ڈن۔ "

وہ ہوا میں تیر چلا رہی تھی ٹر کر کی بتائی ہوئی تمام باتیں اسے کہہ رہی تھی اور یہ جان کر اسے از حد دکھ ہوا کہ یہ سب سچ تھا پہلے روز کا ہی شک حقیقت تھا۔ "

"وہ سب غلطی تھی فقط اس لئے تا کہ میں آپ کے پاس رہ سکوں بخدا میں نے کبھی آپ کو نقصان پہنچانے کا سوچا بھی نہیں یقین کریں۔ "

ٹوٹے اعتماد کی کرچیاں براق کے قدموں میں گری تھیں وہ ان میں لہولہان ہو گیا سُولیم کا یہ جارحانہ روپ اس کے دل کو خون کے آنسو رلوا رہا تھا۔

"نقصان نہیں برباد کرنے کا کیا میں نہیں جانتی تم وہی مکار اور بدنیتی براق شاہ ہو جو ہزار لڑکیوں کے جذبات سے کھیلا ہوا ہے تمہیں لگا سُولیم شفیق بھی ان میں سے ہی ایک ہو گی بڑی ہی غلط سوچ رکھی تم نے۔ "

سُولیم کی نفرت اس کی آنکھوں کے سامنے دھند کی چادر بچھانے لگی اس کی قوت گویائی سلب ہوئی بڑی دقت سے وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"آپ میری کردار کشی نہیں کر سکتیں۔"

سُولیم تضحیک آمیز انداز میں مسکائی یہ کونسا روپ تھا اس کا براق قطرہ قطرہ ختم ہونے لگا۔

"کرادر کشی تو ان کی کی جاتی ہے مسٹر براق شاہ جن کا کوئی کردار ہو کیا تمہارا کوئی کردار ہے؟"

زوردار طمانچہ اس کے منہ پر لگا تھا وہ اپنی وضاحت میں ایک لفظ بھی بولنے کے قابل نہیں رہا اسد نے بڑی مشکل سے اس کی خاموشی سہی تھی۔

"تم جو ایک زانی ہو ایک شرابی ہر کالا کام کرنے والے تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تمہاری کردار کشی نا کی جائے تمہیں لگتا ہے کہ میں ابھی اتنی گناہ گار ہوں جو تم جیسا انسان میرے حصے میں آئے؟ نہیں ابھی اتنے بھی برے دن نہیں آئے ابھی میرا اللہ مجھسے راضی ہے۔"

براق اسے نم ناک نگاہوں سے دیکھتا رہا کیا کوئی اس حد تک بھی مخفی ہوتا ہے کیا کسی

کی اتنی پرتیں ہوتی ہیں کہ وہ اترتی جائیں اور مقابل نگاہوں سے گرتا جائے کیا یہ اس کی سُولیم تھی یا یہ صرف نگاہوں اور سماعت کا دھوکا تھا.

"مت بولیں۔" اس نے بہت قوت لگا کر یہ الفاظ ادا کیے۔

"مت گرائیں مجھے میری نظروں میں یہ ظلم نا کریں سُولیم ورنہ آج کے بعد میں کبھی بھی اٹھ نہیں پاؤں گا میرا غرور

مجھسے مت چھینیں۔" وہ لہو میں ڈوبی آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا اسے لگ رہا تھا زندگی یہیں ختم ہے اگر اعتراف کا اس قدر جارحیت آمیز جواب آنا تھا تو کاش یہ خواب ہو جائے اور اس کی آنکھ کھل جائے۔

وہ ہنسی اس کی ہنسی میں کوڑے برساتا تضحیک تھا۔

"اچھا ہے نا براق شاہ تمہیں بھی معلوم ہو کسی کی ذات کی جب دھجیاں اڑائی جاتی ہیں تو اسے کیسا محسوس ہوتا ہے کیوں ہو رہا ہے نا درد ابھی تو صرف تم اور میں ہوں سوچو اگر دنیا دیکھتی تو کیسا ہوتا۔" براق نے اس کی سفاکیت سے گھبرا کر آنکھیں

میچ لیں۔

"میں آپ سے محبت کرتا ہوں سُولیم آپ کی جگہ کوئی اور کرتا تو برداشت کرلیتا لیکن اس وقت دل کٹ رہا ہے میرا۔"

اسد نے آنکھوں میں ابھرنے والی نمی کو اندر انڈیلا اور اس کے روح فرساں الفاظ سنے۔

"کاش یہ کٹ ہی جائے۔"

وہ کہہ کر ایک تلخ نظر اس پر ڈال کر مڑی تھی۔ براق نے گردن گھما کر اسے جاتے ہوئے دیکھا ایک خوبصورت دن کا اتنا بد نما انجام، وہ اس کے جانے کے بعد جھٹکے سے وہاں سے نکلا تھا اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں اس کی ذات اس کی مردانگی اس طرح مجروح ہوئی تھی کہ اس وقت صرف موت ہی اسے بچاؤ کا راستہ نظر آرہی تھی اگر آج وہ نامراتو کل کچھ بہت برا ہو جائے گا اور اس بہت برے کا خیال ہی اس کی جان نکالے دے رہا تھا۔

خوبصورت دن کا اتنا بد نما انجام وہ اس کے جانے کے بعد جھٹکے سے وہاں سے نکلا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ اس کی ذات اس کی مردانگی اس طرح مجروح ہوئی تھی کہ اس وقت صرف موت ہی اسے بچاؤ کا راستہ نظر آ رہی تھی اگر آج وہ نا مرا تو کل کچھ بہت برا ہو جائے گا اور اس بہت برے کا خیال ہی اس کی جان نکالے دے رہا تھا وہ تیز قدم اٹھاتا وہاں سے گیا۔

اس کے ہر قدم کے ساتھ زمین بدل رہی تھی وقت بدل رہا تھا۔ ماضی میں حال نے پناہ لی ڈیزرٹ شوز کول سی پرسنالٹی والا براق سوبر سنجیدہ براق میں بدلا، رات نے دن کا سماں اوڑھا لندن کی سڑک کی جگہ ایف ٹین کے پارک کی پتھریلی روش نے لے لی جارحانہ انداز میں اٹھے قدم جذباتی قدموں میں بدل گئے۔ حال نے ماضی کو خود میں کچھ وقت کیلئے قید کر لیا اور براق شاہ سوچوں کے گرداب میں ڈوبے اسد کے سر پر آن پہنچا۔

"زرا جو تجھے اللہ کا خوف ہو کتنا خوار کیا تو نے مجھے پتا ہے کس قدر پریشان ہو گیا تھا میں۔" وہ ایک دم اس کے پاس آکر بیٹھا تھا اسد بری طرح چونکا خالی نگاہوں سے مسکراتے براق کو دیکھا اس کی کھوجتی نگاہیں پا کر نظریں چرا گیا۔

"کیا سوچ رہا تھا ایسا کہ مجھسے نگاہیں چرانی پڑیں دیکھ اسد اگر تو، تو یہ ملک چھوڑنے کا سوچ رہا ہے تو جان لے میں نے بھی تیرے پیچھے آجانا ہے تو مجھسے چھپ نہیں سکتا۔" اسد کھڑا ہو گیا۔ وہ پتا جو اس تک اڑ کر آیا تھا اور ماضی کے تلخ ابواب جس نے کھلوا دیے تھے وہ اب اڑ کر کسی دوسرے کو اذیت یا شادمانی کی فلم دکھانے والا تھا۔

NC

اسد نے اسے اڑتے دیکھا اور اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے

براق نے منہ کھولے اسے جاتے دیکھا فوراً سے پیشتر اس کے پیچھے لپکا۔

"اسد کیا ہو گیا ہے یار سوری بول تو رہا ہوں وعدہ کرتا ہوں آج کے بعد نہیں لونگا الٹی سیدھی چیزیں اب ختم بھی کر ناراضگی۔" اسد نے بنجر نگاہوں سے اسے دیکھا جو حقیقت آج اسے پتا چلی تھی وہ کتنی دل کاٹ تھی کیا وہ اس سے چھپا لے یا بتا دے

نہیں چھپانا بہتر ہے، نہیں بتا دینا چاہیے وہ شش و پنج میں پڑ گیا براق نے اس کی عدم موجودگی محسوس کی۔

"اسد تو مجھے اب ڈرا رہا ہے کیا واقعی مجھسے بیزار ہو گیا ہے اگر ہاں تو کہنا مت نہیں تو میرے ساتھ چل۔"

براق کے دل میں عجیب وہم پلنے لگے۔ وہ اتنا عرصہ تو اس سے نارض نہیں رہتا تھا پھر یہ اکتاہٹ غائب دماغی کیوں اس نے اسد کو کہتے ہوئے سنا۔

"میں کچھ ٹائم اکیلے رہنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔ براق نے اسے خود سے دور ہوتے دیکھا آسمان پر فضا کالی گھٹائیں سجائے ہوئے تھی۔ پانی کے بوجھ سے عاجز بادل کسی بھی سمے برسنے والے تھے وہ اس برستی بارش کے انتظار میں غائب دماغی سے اسد کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا اداس کیوں ہو گئے؟"

ایک مہربان مشفق آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی سر جھکائے ہی وہ جانتا تھا یہ لہجہ یہ

انداز فکر کس کا ہے۔

"اسد ناراض ہو گیا ہے مجھسے۔"

بارش کی ایک بوند اس کے کاندھے پر گری۔

"وہ تو میں بھی ہوں۔" براق نے جھٹ سر اٹھایا آنکھوں میں نامعلوم سا خوف تھا کھائی سے آواز آئی۔

"لیکن کیوں؟"

"اپنی زندگی ختم کرنے کی منصوبہ بندی بنا رہے ہو۔ ہم سب کو غافل رکھ کر اذیت میں مبتلا کر رہے ہو اور پوچھتے ہو کیوں، اگر اس سے ہی محبت ہے تو اس کے ہی بن جاؤ چلے جاؤ ہماری زندگی سے کیوں پل پل کی موت دے رہے ہو ہمیں۔" کن من ہونے لگی۔ براق اس کی تنفر میں ڈوبی آواز سہہ نہیں پایا دم سادھے اسے دیکھے گیا۔

"آپ جانتی ہیں میں آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔" اس کے لب غائب دماغی سے

ملے آج کا دن واقعی سخت تھا۔

"مجھسے یا اس سے جب اس کی محبت دل سے نکل جائے نا تو ہم سب کی طرف آنا۔" وہ بھی اسد کی طرح ناراض اٹھ کر جا رہی تھی براق اسے نہیں کھو سکتا تھا فورا سامنے آیا۔

"وہ اور آپ ایک ہی تو ہیں آپ نے ہی تو کہا تھا پھر اب یہ امتحان کیوں میرے ساتھ ایسا نا کریں یہ میرے اختیار میں نہیں۔" وہ اس کی کاٹ دار نظروں پر سامنے دیکھنے لگا کن من نے بارش کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

"تمہارے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں ہے تم بھی نہیں۔"

"آپ بھیگ رہی ہیں آئیں گھر چلتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامنے لگا تھا جسے اس نے سیکنڈ میں پیچھے کیا۔

"تمہیں تمہارا گھر مبارک ہو میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

وہ بارش میں بھیگے بینچ پر بیٹھ گئی۔ براق نے اسے دبی مسکان کے ساتھ دیکھا۔

"آپ جانتی ہیں آپ میری پابند ہیں تو پھر یہ بچگانہ ضد کیوں چلیں کہ یہی آپ کے پاس آخری چوائس ہے۔"

وہ چلنے لگا تھا اور وہ خود باخود اس کے پیچھے کھنچنے لگی تھی۔ براق نے رک کر اسے اپنے برابر آنے دیا پھر وہ دونوں وہاں ایک عجیب سی داستاں چھوڑے جا رہے تھے۔

"تو کیا ہوا میں چلوں گا تمہارے ساتھ تمہارا ڈیڈی بن کر۔۔۔"

دھوپ کا کٹورا سر پر سجائے ایک نئ صبح بیدار ہوئی تھی۔ رات کو پڑتی بارش نے ماحول میں کچھ تازگی تو بھر دی تھی لیکن گرمی ابھی بھی اپنے عروج پر تھی۔ اس گرمی سے بھرے دن میں جب وہ میٹنگ سے فارغ ہو کر تمام کام اپنے مینیجر پر چھوڑے ڈیڈ کے روم میں ان کے بلانے پر آیا تو انہوں نے ایک عجیب بات اس سے کہی ایسی عجیب بات جو اس کی طبیعت پر گراں گزری اور وہ بات یہ تھی۔

"تمہیں ضرور اپنی لائف کے بارے میں کچھ نا کچھ سوچنا ہوگا نہیں تو سیکنڈ آپشن

ہمارے پاس ہے اب بتاؤ کیا فیصلہ کیا تم نے۔" اس نے کافی سے حلق کو تر کیا۔

"میں نے اپنی لائف کے بارے میں کیا سوچنا ہے بلندیوں پر چھوتا الحمداللہ بزنس ہے۔ کام کر رہا ہوں اچھے پراجیکٹس آ رہے ہیں۔ سٹاف مجھسے خوش ہے بزی ہوں اور کیا چاہیے۔"

شانے اچکاتے ہوئے اس نے بظاہر نارمل انداز میں کہا تھا۔ فاروق کی بات یکدم اس کا چین چھین گئی۔

"ایک عدد بیوی یا پھر وہ بھی ہے۔" اس نے تحیر سے باپ کو دیکھا نفی میں سر ہلایا اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"آ۔۔ آپ کو ضرور کچھ غلط فہمی ہوئی ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

فاروق کی جانچتی نگاہیں اسے شرابور کیے دے رہی تھیں انہوں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر ایک تصویر نکال کر میز پر رکھی اور ہاتھ سے اس کی اور کھسکائی۔

"تو پھر یہ کون ہے؟"

براق نے شدت سے اسد کی کمی محسوس کی بھاری پلکوں کو اٹھایا اور پھر تصویر کو دیکھ کر غبارے کی طرح ہلکا ہو گیا لیکن اس غبارے پر سیل فاروق نے رکھا۔

"یہ۔۔یہ تو عبداللہ ہے آں کمپنی کی طرف سے ہوئے کوئز کا پٹیشن کا ونر ہے۔"

بہت ہی نارمل انداز میں اس نے اپنے ہم شکل بچے کو دیکھتے ہوئے کہا لیکن اسے دیکھتے ہوئے براق کی آنکھوں میں دیکھی جانے والی محبت تھی۔

"کیا واقعی یہ تمہاری اولاد نہیں ہے؟"

اپنے ڈیڈ کی بات پر وہ بوکھلا ہی تو گیا۔

"خدا کا خوف کریں ڈیڈ کیسی باتیں کر رہے ہیں ہم شکل ہونے کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔" وہ زچ سے انداز میں جھنجھلایا۔ فاروق نے عین براق والی سائیڈ کی کٹی بھنور پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس بچے کی تصویر کو بجایا۔

"آفرین براق آفرین۔"

اوپر نگاہ کرتے ہوئے اس نے گہرا سانس بھرا۔

"سکول کی طرف سے منعقد میراتھن ریس میں یہ گر گیا تھا اسی کی وجہ سے یہ چوٹ ہے۔" فاروق کی اچکی بھنور پر براق آنکھیں پٹپٹائے انہیں دیکھے گیا۔

"اوکے اس کا ڈیڈی نہیں ہے ماں جو ہے ایک نمبر کی خرانٹ اور بے حس عورت ہے۔ اسے اپنے بیٹے سے نا ہی کوئی محبت ہے نا ہی کوئی سروکار، نفسیاتی مریض بنانے میں اسکی ماں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اسے بس یہی وجہ ہے جس کے سبب میں اس سے کلوز ہو گیا ہوں میں نہیں چاہتا خدانخواستہ کہیں وہ احساس کمتری کا شکار ہو کر کسی بری صحبت میں پڑ جائے اب بس بھی کریں اس آئی برو کو اچکانا مجھے بس اتنا ہی پتا ہے۔"

اس نے شدید کوفت محسوس کرتے ہوئے کہا فاروق نے تصویر کو اپنی جانب کھسکایا۔

"اگر یہ سب درست ہے تو ٹھیک ہے اس چیپٹر کو یہیں کلوز کرتے ہیں۔" براق نے شکر کا سانس بھرا مگر اگلے ہی لمحے اسے یہ سانس واپس لینا پڑا۔

"لیکن اب تمہاری من مانیوں کی میاد مکمل ہو چکی ہے سو اپنی شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچو میں مرنے سے پہلے تمہاری خوشی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

براق نے ٹیبل پر سر رکھا۔

"موم سے کہیے گا آئندہ اچھی سکرپٹ لکھ کر دیں مجھے اب اندازہ ہو رہا ہے وہ کیوں رائٹر نہیں بن پائیں۔'

اس نے جلے دل کے ساتھ فردوس کے ادھورے خواب کو استعمال کیا۔ فاروق نے تنبیہ انداز میں انگلی اٹھائی۔

"تم جو بھی کہو لیکن میری بیوی کی دل آزاری میں قطعی برداشت نہیں کر سکتا یہ بات تم نے میرے سامنے کہی ہے اس کے۔۔" براق نے فوراً ہار مانتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور ان کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"اوکے اوکے میں معذرت خواہ ہوں اب پلیز میں جا سکتا ہوں۔" وہ کھڑا ہو گیا تھا فاروق نے اس کے کپ میں جھانکا گھونٹ بھر کافی بچی تھی۔

"رزق کو ضائع کرنے والی عادت تمہاری گئی نہیں۔"

اس سے پہلے وہ یہ لائنیں بولتے براق نے جھٹ اس کپ کو اٹھایا اور لبوں سے لگا کر رکھ دیا اب وہ خالی تھا۔ ایک جتاتی نظر باپ پر ڈال کر وہ دونوں کپ ٹرے میں رکھ کر باہر لے آیا پیون نے اس کے ہاتھ میں ٹرے دیکھتے ہی دوڑ لگائی تھی۔

"براق بابا مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"کوئی نہیں۔" ان کے ہاتھ میں ٹرے پکڑاتا وہ آگے بڑھ گیا تھا اس کے قدم باہر کی جاب تھے۔ اس کے جاتے ہی فاروق نے وہ تصویر اٹھائی اور نم آنکھوں سے اسے چوم کر سہلانے لگے

ان کا فون بج اٹھا تھا۔

"اسد اگر یہ سچ ہے تو بہت خوبصورت سچ ہے۔"

دوسری طرف اسد نے کچھ کہا تھا۔ انہوں نے فون بند کیا کچھ دیر بعد ٹون بجی واٹس ایپ میسج کھول کر انہوں نے دیکھا پھر آنکھیں موند کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا

لی۔

"میرا ننھا براق۔" ان کا دل بول رہا تھا جبکہ ان کا بڑا براق اس وقت ننھے براق کے سامنے بیٹھا تھا۔

"اداس کیوں ہو؟" براق نے ماتھے پر سے اس کے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔ واٹر سپر کھول کر عبداللہ نے لبوں سے لگائی پھر اسے بند کر کر براق کی جانب دیکھا۔

"کل پیرنٹس ٹیچر میٹنگ ہے۔" وہ مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔

"تو؟" براق اب ڈیش بورڈ سے وائپ ٹشو نکال کر اس کا پسینے میں تر چہرا پونچھ رہا تھا۔ اس نے گاڑی میں موجود اے سی کی سپیڈ بڑھائی اپنے ڈیڈ کا شک اب بھی اس کے دماغ میں تازہ تھا۔ ایک ٹیس سی اس کے دل میں اٹھی تھی اگر ایسا تھا تو بہت خوفناک تھا لیکن بہت خوش کن بھی لیکن ایسا تھا ہی تو نہیں۔

"میرے ساتھ جانے والا کوئی بھی نہیں نانو بوڑھی ہو چکی ہیں وہ کہتی ہیں ان کے

گھٹنے درد کرتے ہیں۔ بڑی ماما کچھ عرصے کیلئے باہر گئی ہوئی ہیں اور ماما۔"

ماما لفظ پر اس کے الفاظ مدھم ہوئے تھے۔

"ان کے پاس میرے لیے ٹائم ہی نہیں ہے۔" براق کو یکدم اس کی ماں پر غصہ آیا اور پاس بیٹھے بچے پر ترس۔

"تو کیا ہوا میں چلو گا تمہارے ساتھ تمہارا ڈیڈی بن کر۔"

اور پھر اس نے ایسا ہی کیا پیرنٹس ٹیچر میٹنگ میں وہ عبداللہ کا ہاتھ پکڑے بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس کی ٹیچر کے پاس گیا۔ اس کی ریپورٹ لی چند ایک باتیں کی اور حیرت سے اٹھتی خود کی جانب نگاہوں کو اگنور کرتا ہوا وہ عبداللہ کو لیے مال پہنچ گیا۔ پلے لینڈ میں خوب سارا وقت بتا کر وہ اسے اس کے گھر سے فاصلے پر چھوڑ گیا۔

"آپ چلے جاؤ گے نا۔"

اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے براق نے پوچھا تھا۔

"یس میں چلا جاؤں گا آئی لو یو۔"

NC

اس نے براق کی ناک پر پیاری کی۔

"لو یو ٹو۔" براق نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا۔

"لو یو ٹو تھری فور فائیو سکس سیون ایٹ نائن ٹین۔"

فلائنگ کس کرتا ہوا وہ براق کے دل کو خوشی سے بھر کر گھر کی سمت بھاگا تھا۔ جب تک عبداللہ گیٹ سے اندر داخل نہیں ہوا براق گاڑی میں بیٹھا رہا اس کے جاتے ہی براق نے بھی اپنی راہ لی تھی۔

عبداللہ دبے قدموں اندر آیا مگر اندر آتے ہی گویا اس کا سانس حلق میں اٹک گیا سامنے ہی ماما بڑی ماما اور علیشہ تھے نانو بھی صوفے پر بیٹھی تھیں۔ عبداللہ نے اپنی ماں کا چہرا خوف ذدہ انداز میں دیکھا جو کہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ چکا تھا عبداللہ نے جھکے سر کے ساتھ اپنے قدم اندر بڑھائے۔

"کہاں تھے تم؟" یہ ایک ایسی گرج تھی جو اس کے پاؤں کانپا گئی وہ سر جھکائے دونوں ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔" وہ اتنی زور سے بولی کہ معصوم بچہ پورے بدن سے کانپ کر رہ گیا۔

"کام ڈاؤن بچہ ہے وہ۔"

اسے اپنی بڑی ماما کی سرگوشی بھری آواز سنائی دی۔

"میں نے کہا تھا نا مجھے آج کسی کی دخل اندازی نہیں چاہیے۔" اس کی بڑی ماما لب چباتی کھڑی رہ گئیں تو یوں کا رخ پھر اس کی جانب تھا۔ اس سے پہلے اس کی ماما پھر سے اونچی آواز میں پوچھتی ان کے حلق میں درد ہوتا وہ بولنا شروع ہوا تھا۔

"وہ میں پلے لینڈ گیا تھا ماما، ایک انکل ہیں میرے دوست ہیں وہ ان کے ساتھ۔"

اس کی آواز اٹک اٹک کر نکل رہی تھی جیسے وہ ہکلا ہو، یہی ہوتا تھا جس سے وہ خوف کھاتا تھا یا جو اس کیلئے انجان ہوتا تھا اس کی آواز ویسے ہی ان کے سامنے رک رک کر نکلتی تھی۔

"اور یقینا تمہارے وہی انکل تمہارے ساتھ پیرنٹ ٹیچر میٹنگ میں تھے ہے نا۔"

چبا چبا کر ادا کیے گئے ان لفاظوں پر اس کا ننھا دل سہم گیا تھا اگر اس کی ماما کا ہاتھ اٹھ گیا تو۔

"عبداللہ ایسا ہوا ہے کبھی بیٹا جب میں تمہاری پیرنٹ ٹیچر میٹنگ میں نا آئی ہوں اس بار فلائٹ تھوڑی لیٹ ہو گئی تھی اس لئے وقت پر نہیں آ پائی۔" ننھے سے بچے پر ترس کھاتے ہوئے اس نے دخل اندازی کی تھی۔

"ایم سوری بڑی ماما آئندہ سے ایسا نہیں ہو گا۔"

وہ سر جھکائے نم ناک آواز میں کہہ رہا تھا سوں سوں بھی جاری تھی۔

"کتنے جھوٹے ہو تم عبداللہ کتنی دفع جھوٹ بولو گے اللہ کی لعنت ہو گی تم پر تمہیں شرم نہیں آتی ہر بار وعدہ خلافی کرتے ہوئے۔" عبداللہ کے آنسوں بہنے لگے تھے اس نے نم آنکھیں ماما کی جانب اٹھائیں انہوں نے فوراً نگاہ موڑ لی نانو نے ماما کو ٹوکا تھا لیکن شاید آج وہ رکنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"میں تمہاری حرکتوں سے ناک تک تنگ آ گئی ہوں۔ میں نے سوچ لیا ہے نیکسٹ

منتھ تمہیں بورڈنگ میں ڈالوں گی دیکھتی ہوں وہاں کیسے اپنی من مانیاں کرتے ہو تم۔"

وہ اس روح فرساں خبر کو سن کر کمرے کی جاب دوڑا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے دروازہ لاک کیا اور بیڈ کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا اس کا ٹوائے آئرن مین فوراً اس کے پاس آیا۔

"کیا ہوا تمہاری جلاد ماما نے پھر تمہیں ڈانٹا ہے۔"

"خبر دار۔" اس نے گھٹنوں سے سر اٹھایا۔

"اگر جو تم نے میری ماما کو جلاد کہا ہو وہ مجھسے بہت محبت کرتی ہیں۔ میرے لیے پریشان ہوتی ہیں اس لیے مجھے ڈانٹتی ہیں۔"

سپائڈر مین بھی نیچے آیا اور اس کی بات پر ہنسا۔

"تم کتنے بدھو ہو وہ تم سے بالکل پیار نہیں کرتیں۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ اس کی کار نے رخ موڑ کر درز کے نیچے سے بڑی ماما کے

پاؤں دیکھے۔

"ہاں وہ تم سے محبت کرتی ہیں اور تمہیں انہیں اندر آنے دینا چاہیے۔"

عبداللہ فوراً بیڈ سے باہر آیا آنسوں پونچھے اور ایڑھی اوپر کر کے دروازہ کھول دیا متفکر سی اس کی بڑی ماما کے ہاتھ میں ایک باکس تھا۔ عبداللہ سائیڈ پر ہوا اور جا کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس کی بڑی ماما نے دروازہ بند کیا تھا اس کے پاس آکر بیٹھی پھر اس کا سر سینے سے لگا لیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس کے ٹوائز نے آپس میں نظریں گھما کر ایک دوسرے کو دیکھا نانو اور اس کی ماما نے بھی اس کی آوازیں سنیں تھی۔

"بس میرا بیٹا آپ تو بریو ہو نا چپ ہو جاؤ شاباش روتے نہیں ہیں۔"

"بڑی ماما۔" عبداللہ نے ہچکی لیتے ہوئے اسے پکارا۔

"ماما ہمیشہ مجھے ڈانٹتی ہیں انہوں نے کبھی مجھے گلے سے نہیں لگایا میں انہیں بہت مس کرتا ہوں۔"

اس کی بڑی ماما نے آنسو پونچھے۔

"میں تو ہوں نا آپ کے پاس میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں اور آپ کو ہگ بھی دیتی ہوں، ہے نا۔"

"یہ تو چوہا ہے ماما۔" لمبی لمبی دو پونیوں والی علیشہ اپنا سٹف ٹوائے زمین پر کھینچتی ہوئی اندر آئی۔

"چوہوں کی طرح روتا ہے مجھے دیکھو کبھی روئی ہوں۔"

عبداللہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ماما یہ میرا مزاق اڑا رہی ہے۔" وہ فورا سر اٹھا کر بولا تھا اس کی بڑی ماما نے اپنی چھوٹی پٹاخا کو دیکھا۔

"بری بات علیشہ اپنے فرینڈ کا مزاق نہیں بناتے۔"

اس نے محتاط انداز میں اسے جھڑکا تھا معایہ بھی گلا پھاڑ کر نا رونے لگ جائے۔

"ہاں تو ایسے ہوتے ہیں فرینڈ اکیلے اکیلے پلے لینڈ ہو آیا میں نے نہیں بولنا اس کے ساتھ۔"

وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی بھی گئی عبداللہ کو اس کا روٹھ کر جانا اچھا نہیں لگا اسے بڑی ماما کی آواز آئی۔

"عبداللہ بیٹا ٹھیک ہے وہ تمہارے انکل اچھے ہوں گے لیکن جانی ایسے انکل پھر بچوں کو کڈنیپ بھی کر لیتے ہیں۔ آپ نے فٹ پاتھ پر پیسے مانگتے بچے دیکھے ہیں نا وہ انہیں ویسا بنا دیتے ہیں یقیناً آپ تو ایسا بننا نہیں چاہو گے تو پھر پرامس کرو آئندہ ان سے نہیں ملو گے اور جہاں جاؤ گے مجھے بتا کر جاؤ گے پتا ہے میں کتنی پریشان ہو گئی تھی آپ کیلئے۔"

اس نے اپنی بڑی ماما سے وعدہ کیا۔ وہ آئندہ براق سے نہیں ملے گا یہ اس نے سوچ لیا تھا۔

"مجھے عبداللہ سے ملنا ہے۔۔۔"

اسی دن کی رات کو جب اس کی ماما اس سے نارض ہوئی تھیں وہ آہستہ سے ہمیشہ کی

طرح اس کے کمرے میں آیا تھا۔ روم میں اندھیرا تھا وہ فقط اپنی ماما سانسوں کی آواز سن سکتا تھا۔ اس نے بلی کی چال چلی اور اس کے سرہانے آکر آرام سے بیٹھ گیا۔

"آئی لو یو ماما۔" اس کے چہرے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ دھیمی سرگوشی کررہا تھا پھر اس نے اپنے لب اپنی ماما کے گال پر رکھ دیے۔

"میرا بہت دل کرتا ہے آپ مجھسے پیار کریں میرے ساتھ کھیلیں۔" اس کا آنسو جونہی ماما کے چہرے پر گرا وہ ڈر کر بیڈ کے نیچے گھس گیا دو منٹ تک جب کچھ بھی نہیں ہوا وہ واپس آیا۔

"ماما اب میں آپ کو کبھی ناراض نہیں کرونگا۔"

وہ اس کی ہاتھوں کی انگلیوں پر باری باری پیار کرتے ہوئے وہاں سے گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی اندھیرے نے دیکھا اس کی ماما آنکھوں کے کنارے بھیگے تھے۔

صبح اجلی تھی چمکتی ہوئی وہ جلدی سے تیار ہوا۔ بیگ کاندھوں پر ڈال کر ڈائننگ روم میں آیا تو اس کی ماما علیشہ کو اپنے ہاتھ سے نوالہ کھلا رہی تھیں وہ وہیں رک گیا۔

"عبداللہ آؤ۔ " بڑی ماما فوراً اسے اپنی جگہ سے اٹھیں اور اسے اس کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا۔

"دیکھو میں نے آج تمہارے فیورٹ چیز ٹوسٹ بنائے ہیں۔ "

عبداللہ نے دودھ کا گلاس لیا اور ٹیبل پر نگاہ دوڑائی۔ نانو نے وائیٹ ہنی اس کے سامنے کی تھی بڑی ماما نے فوراً سے ان کے ہاتھ سے وہ جار پکڑ کر چمچ بھر کر دودھ میں ملایا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ سب اکھٹے ہوئے تھے۔ دودھ کو پی کر ایک ٹوسٹ کھانے کے بعد وہ وہاں سے چلا آیا تھا جاتے جاتے اس نے ماما کو علیشہ کے ساتھ مصروف دیکھا اور بوجھل دل لیے ویگن کے ہارن پر باہر آ گیا۔ بڑی ماما اس کے پیچھے بھاگی تھیں اسے بٹھا کر ہاتھ ہلا کر جب وہ اندر آئی تو نانو اور علیشہ اپنی جگہ پر نہیں تھے۔

"ایسا کب تک چلے گا۔ " وہ برتن اٹھاتی چونکی۔

"کیسا؟ "

"بنو مت سُولیم میں تمہارے اور عبداللہ کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔" دعا نے آج اس کی کلاس لینے کی ٹھانی تھی درشت لہجے میں کہا۔

"کون عبداللہ؟" آگے بھی سُولیم تھی حد درجے کی بے نیازی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"واؤ کیسی ماں ہو تم اب اپنے بیٹے کے نام سے بھی واقف نہیں چلو میں ہی بتا دیتی ہوں وہ عبداللہ جسے تم اس دنیا میں لائی اور لا کر اسے ایسے پھینک دیا جیسے وہ کوئی کوڑا ہو۔ وہ عبداللہ جو بدقسمتی سے تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ تمہیں چھپ چھپ کر دیکھتا ہے راتوں کو اٹھ کر تم سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ تمہاری توجہ کا بھوکا ہے جو کئی کئی دن بھوکا رہتا ہے اور تمہیں اس کی بھوک کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس کے گریڈ نیچے گر رہے ہیں کلاس میں وہ عدم دلچسپی سے بیٹھتا ہے۔ اپنی محرومی کو پر کرنے کیلئے جو ایک نفسیاتی مریض بن گیا ہے یونو سُولیم، وہ اپنے ٹوائز سے باتیں کرنے لگا ہے اس کے خود ساختہ تخلیقی دوست بننے لگے ہیں اور ان سب کی ذمہ دار

صرف تم ہو۔"

دعا نے بھی آگے پیچھے کے تمام حساب بے باک کئے تھے۔ کان لپیٹے سُولیم یہاں وہاں توجہ مبذول کئے بیٹھی رہی دعا کو اس کا یہ انداز سیخ پا کر گیا۔ یہ تو اس کی سُولیم نہیں تھی کیا واقعی وقت اور حالات کے تھپیڑے انسان کے دل کو پتھر کا کر دیتے ہیں کیا واقعی ایک نرم دل انسان بھی چٹان سا بن سکتا ہے؟

"میں تم سے مخاطب ہوں سُولیم اگر ایسا ہی چلتا رہا تو یا تو وہ ایک بہت برے فرد کی حیثیت سے اس معاشرے میں پروان چڑھے گا یا پھر وہ ایک بہت ہی بزدل اور ڈرپوک انسان بن کر زندگی گزارے گا رحم کھاؤ خود پر بھی اور اس پر بھی مت کرو ایسا تم تو ایسی نا تھی۔"

سُولیم نے اپنے اندر ابال پر قابو پایا۔

"یہ سب تم اس لئے کہہ رہی ہو نا کیونکہ تمہاری بیٹی کا مستقبل اس سے منسوب ہے ایسا کرو طلاق دلوا لویوں بھی میں اسے علیشہ کے قابل نہیں سمجھتی۔"

دعا نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا اس کے گلے میں آنسوں کا گولہ بری طرح اٹکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی سُولیم اس طرح کی بڑی بات کہے گی اور اس بات کو ہتھیار بنائے گی جو کبھی اس نے بڑی چاہ سے کی تھی۔

یہ علیشہ کے پیدا ہونے کے بیس دن کی بات تھی جب دعا نے سب کی سماعتوں میں یہ فیصلہ انڈیلا تھا۔ سُولیم تو جی جان سے کانپ کر رہ گئی تھی پہلی فرصت میں ہی انکار کیا۔

"ہرگز نہیں تمہیں لگتا ہے میں اپنی گڑیا کا ہاتھ عبداللہ کے ہاتھ میں دونگی تم نے سوچ بھی کیسے لیا ایسا۔"

علیشہ کو سینے میں بھینچے اس نے قطعی انکار کیا تھا۔ دعا نے دور کھیلتے ایک سالہ عبداللہ کو دیکھا جس کا نام اسی نے رکھا تھا جو پیدا ہونے سے لیکر اب تک اسی کی گود میں تھا جسے سُولیم نے ایک بار بھی نہیں اٹھایا تھا۔ عبداللہ کی پوزیشن مضبوط کرنے کیلیئے ہی اس نے یہ فیصلہ کیا تھا اور اپنے اس فیصلے سے وہ ایک انچ بھی نہیں ہٹنے والی تھی۔

"کیوں کیا عبداللہ میں کیڑے ہیں یا وہ ڈس ایبل ہے جو یہ کوئی انوکھی بات ہو اور یوں بھی تمہیں تو اس سے کوئی سروکار نہیں سو اس معاملے میں تمہارا بولنا بنتا بھی نہیں ہے میں تو صرف تمہیں انفارم کرنے آئی تھی کہ میں نے اور طلحہ نے فیصلہ کیا ہے کہ آج شام ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔" پھر سُولیم کے لاکھ منع کرنے اور اعتراض کرنے پر دعا نے وہی کیا جو اس نے کرنا تھا اور آج اتنے سالوں بعد وہ اسی بات کو پھر سے درمیان لے آئی تھی۔

"میری بیٹی؟ کیا صرف میں اپنی بیٹی کے بارے میں سوچ رہی ہوں کیا عبداللہ میرا بیٹا نہیں ہے؟"

اس نے شاک کے عالم میں اسے دیکھ کر پوچھا۔

"خدانا خواسطہ وہ کیوں تمہارا بیٹا ہوتا اور بات کو غلط رنگ کی جانب مت لیکر جاؤ تم جانتی ہو میں ہمیشہ سے ہی اس رشتے کے خلاف تھی۔"

اسے دعا کا زرد چہرا ایکدم پریشان کر گیا تھا وہ اسے دکھ دینے یا افسردہ کرنے کا سوچ

بھی نہیں سکتی تھی۔

"صرف اس لئے کیونکہ وہ اس کی مشابہت رکھتا ہے۔ اس جیسا بولتا ہے۔ اس جیسی حرکتیں کرتا ہے اس کے حصے کی سزا تم عبداللہ کو نہیں دے سکتی سُولیم یہ سراسر زیادتی ہے۔" ناچاہتے ہوئے بھی دعا کو "اس" کا حوالہ دینا پڑا سُولیم کے پرانے زخم ادھڑ گئے۔

"ہاں اسی لئے اور میں اس کے حصے کی سزا عبداللہ کو ہی دونگی کیونکہ وہ اس کا خون ہے۔ اس کی خوش بو اس کی اولاد میں رچ بس گئی ہے اور مجھے اس خوشبو سے ان گریفائیٹ آنکھوں سے شدید نفرت ہے۔"

وہ آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسوں لیے کھڑی ہوئی تھی دعا نے اجنبی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم کتنی ظالم ماں ہو سُولیم مجھے نہیں پتا تھا تمہارا ظرف اتنا تھوڑا ہے۔"

دعا کو اپنی آواز کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ سُولیم نے نقاب لگایا اور اپنے پرس

سنبھالتی باہر کی سمت بڑھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آبشار تھی۔ اس کا درد کونسا کوئی سمجھ سکتا تھا۔ اس نے بے دردی سے عبایہ کی آستین سے اپنے آنسوں رگڑے اور گاڑی میں بیٹھ گئی اب اسے کئی گھنٹے بے وقت سڑکوں پر پھرنا تھا۔

عبداللہ سے کئی دنوں سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی اسد نے بھی گوشہ نشینی اختیار کررکھی تھی۔ وہ بوکھلایا سا اس کے سکول آیا تھا ساتھ میں اسد کو بھی میسج کیا تھا۔ پرنسپل کے آفس پہنچتے ہی اس نے اپنا مدعا ظاہر کیا۔

"مجھے عبداللہ سے ملنا ہے۔"

اسے آئے ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا اس لئے ابھی اس کی شہرت اتنی نہیں ہوئی تھی کہ دیکھتے ہی اسے پہچان لیا جاتا یوں بھی اسے عام رہنے میں ہی لطف آتا تھا۔

اپنے کامیاب بزنس کی پارٹیز یا صحافیوں کے انٹرویوز کیلئے وہ فاروق یا اسد کو ہی آگے رکھتا تھا۔ عرصہ ہوا اسے پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا سے غائب ہوئے۔ گوگل ٹیم سے بھی اس نے درخواست کی تھی کہ وہ اس کا سابقہ تمام ریکارڈ مٹادیں بھاری

قیمت ادا کر کے اس نے اپنی تمام ویڈیوز تمام امیجز اپنا بائیو ڈیٹا مٹوایا تھا۔ وکی پیڈیا پر بھی اب تو سرچ کرنے سے کوئی باکسر براق شاہ نہیں ملتا تھا جو کبھی انٹرنیٹ پر اپنی دھوم سے راج کرتا تھا اسی طرح اس نے تمام ٹی وی چینلز اور اخبارات و میگزین سے خود کو آزاد کروالیا تھا۔ براق شاہ آج سے ساڑھے سات سال پہلے ہی ختم ہو گیا تھا اور چند عرصے میں اس کے نام پر دھول پڑ چکی تھی اب اکا دکا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ براق شاہ کون تھا اور کیا تھا۔

"آپ عبداللہ کے کیا لگتے ہیں؟"

پرنسپل نے اپنی ناک کے اوپر لگے چشمے میں سے دیکھتے ہوئے پوچھا براق نے پر اعتماد انداز میں انہیں جوب دیا تھا۔

"ریلیٹو۔"

تھوڑی دیر بعد عبداللہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا ایسے کہ اس کے ماتھے پر تین ٹانکے لگے ہوئے تھے اور آنکھ بھی تھوڑی سوجی ہوئی تھی۔ اسے اس حالت میں

دیکھ کر براق کا دل حلق میں اچھل آیا وہ دیوانہ وار اس کی سمت بڑھا تھا۔

"عبداللہ یہ کیا ہوا بیٹا۔"

وہ فوراً پنجوں کے بل بیٹھا اس کے ماتھے کو چومتا ہوا انتہائی تشویش ناک انداز میں پوچھ رہا تھا۔ عبداللہ نے کن اکھیوں سے پرنسپل کو دیکھا اگر انہوں نے ماما یا بڑی ماما کو بتا دیا تو۔

"وہ مجھے کلاس فیلو نے مارا تھا۔"

یہ بات سن کر براق کو زوردار جھٹکا لگا تھا۔ اس نے سیکنڈ میں مڑ کر پرنسپل کو دیکھا جنہوں نے ایک عاجز سی سانس بھری تھی پہلے اس کی بڑی ماما پورا سکول سر پر اٹھا کر گئی اب یہ دماغ کھائے گا۔ وہ معزرت خواہانہ انداز میں انہیں دیکھنے لگیں۔

"یہ آپ کے سکول کا نظام ہے۔ میرے بچے کا سر پھاڑ دیا اس کی آنکھ سجا دی۔ یہ سکول ہے یا ریسلنگ رنگ، آپ کی ٹیچرز کہاں ہوتی ہیں؟ اس طرح آپ پڑھائیں گے بچوں کو میں کمپلین کرونگا آپ کے ادارے کے خلاف یہ کوئی طریقہ نہیں ہوتا

کہ کوئی بھی بچہ آ کر کسی کو بھی مار کر چلا جائے۔ "

دعا سے ملتے جلتے الفاظ اس نے اسی طیش میں ادا کیے تھے۔ جب بات اپنے بچے پر آ جائے تو انسان اسی طرح جذباتی ہو جاتا ہے جیسے براق ہوا تھا بس فرق اتنا تھا کہ ابھی وہ اپنے اور عبداللہ کے رشتے کی حساسیت سے نابلد تھا۔

"ہم معذرت خواہ ہیں اس بچے کی کمپلین بھی ہم نے کر دی ہے یقین دلاتے ہیں آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ "

پرنسپل نے انکساری کا دامن تھامتے ہوئے کہا کیونکہ مقابل کی شخصت کافی اثر ورسوخ والی لگتی تھی۔

'آئندہ کی پھر گنجائش میں نے دینی بھی نہیں چلو عبداللہ۔ " وہ اس کا ہاتھ تھامتا وہاں سے گیا تھا چار و ناچار عبداللہ کو بھی اس کے ساتھ جانا پڑا۔

"آپ مجھے کہاں لیکر جا رہے ہیں آپ مجھے واپس سکول چھوڑ دیں ماما بہت ناراض ہونگی۔ " وہ ڈرتے ہوئے سڑک کو دیکھتے کہہ رہا تھا اگر بڑی ماما یا ماما نے دیکھ لیا تو وہ

پھر سے وعدہ خلاف کہلائے گا جو اسے منظور نا تھا۔

"تمہاری ماما کی تو ایسی کی تیسی۔"

وہ دل میں بولا تھا کچھ دیر بعد ڈرماٹو لجسٹ کو دکھانے کے بعد وہ دونوں آئس کریم بار میں تھے۔ عبداللہ نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اسے براق سے بھی خوف آرہا تھا جو مسلسل تپا ہوا تھا۔

"کتنی دفع اس نے تمہیں پیٹا ہے۔" عبداللہ نے اپنی گریفائیٹ نگاہیں اس کی گریفائیٹ نگاہوں میں ڈالی۔

"چار بار۔" اس کے لب ہلکے سے پھڑ پھڑائے براق دانت پیستا رہ گیا اب تو واقعی اس سکول کا کچھ بندوبست کرنا تھا۔

"کیا ہر دفع سکول میں مارا ہے؟"

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں یہ دوسری بار ہے۔ وہ مجھے باہر ہی مارتا ہے وہ کہتا ہے میں لاوارث ہوں مجھے

کوئی بچانے نہیں آئے گا۔"

آنسوں پیتا یہ ننھا بچہ ٹھک سے اس کے دل میں جا کر لگا۔

"میں ضرور کل اس سے ملوں گا اور تم نے بھی اسے بتانا ہے کہ تمہارا فرینڈ ایک بہت بڑا فائٹر ہے۔"

سالوں بعد پہلی دفع اس نے خود کے بارے میں یہ بات کہی تھی عبداللہ چونک گیا۔

"کیا یہ سچ ہے؟"

"بالکل۔" براق نے شانے اچکائے۔"ہر کوئی خود میں بہت بڑا فائٹر چھپائے ہوتا ہے بس اسے باہر نکالنے کی دیر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک تو تم بھی ایک بہت بڑے فائٹر ہو۔ تم اسے ایک پنچ مارو گے تو وہ یقیناً پھر تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

عبداللہ نے چہرا اٹھایا اور اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اس کی بڑی ماما سکول کی یونیفارم میں موجود علیشہ کو لیے اس آئس کریم پارلر میں داخل ہو رہی تھی شکر تھا

کہ وہ اس کی باتوں میں ہی الجھی ہوئی تھی عبداللہ کو اس نے نہیں دیکھا تھا۔

"بڑی ماما۔" وہ زیر لب بڑبڑاتا ایکدم میز کے نیچے چھپا تھا براق اس کی بڑبڑاہٹ اور اس طرح چھپنے پر اچنبھے کا شکار ہوا۔

"عبداللہ کیا ہوا؟" فوراً سے نیچے جھک کر پوچھا وہ ششش کے انداز میں ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا۔

"میری بڑی ماما، میں نے ان سے پرامس کیا تھا کہ آج کے بعد آپ سے نہیں ملوں گا۔ میں آپ کے ساتھ آیا بھی نہیں ہوں آپ مجھے ذبردستی لائیں ہیں۔"

براق نے اس کے چہرے پر اس قدر خوف دیکھ کر دانت پیسے اور عبداللہ کے منع کرنے کے باوجود طیش کے عالم میں پیچھے دیکھا لیکن جس سرعت سے اس نے دیکھا تھا اس سے دگنی رفتار میں اس نے گردن کو واپس موڑ لیا اب اس کی آنکھوں میں بھی خوف تھا وحشت بھرا خوف، وہ دم سادھے بالکل اپنے سے پچھلی نشست پر خود ہی کی طرف رخ کیے اس کی بڑی ماما کو سننے لگا جو کہہ رہی تھیں۔

"نہیں عبداللہ نے اپنا پرامس نہیں توڑا وہ کبھی اپنا وعدہ نہیں توڑتا مجھے یقین ہے وہ گھر چلا گیا ہے۔"

اس نے علیشہ کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔ براق کے دل کی دھڑکن بڑھنے لگی۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا جو سوچ ذہن کے پردے پر ابھر رہی تھی وہ روح قبض کرنے کیلئے کافی تھی۔ اس کی حیران خالی نظریں سفید میز کے نیچے بیٹھے عبداللہ پر تھیں۔

"پر مجھے عبداللہ کے ساتھ ہی آئس کریم کھانی تھی اس کے بغیر مجھے کسی فلیور کا مزا نہیں آتا۔"

وہ منہ بناتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"وہ گھر آئے میں اسے چھوڑوں گی نہیں اس کے دانت توڑ دوں گی۔"

"اللہ لڑکی کیوں اس سے ہر وقت لڑتی رہتی ہو تمہارے علاوہ اس کا کوئی فرینڈ نہیں ہے مت جھگڑا کیا کرو اس سے۔" دعا نے اسے ٹوکا تھا وہ منہ بناتی رہ گئی۔

"میں کب اس سے لڑتی ہوں وہ ہی منہ بناتا پھرتا ہے حالانکہ وہ بھی جانتا ہے میرا اس کے علاوہ کوئی دوست نہیں ہے۔"

بات کرتے کرتے علیشہ کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"عبداللہ۔"

براق دم سادھے بیٹھا رہا۔ وہ کب وہاں سے نکل کر گیا اسے معلوم ہی نا ہوا۔ وہ تو اپنے تصور میں اسے وہیں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا تھا یکدم اس کی طبیعت ڈھیلی ہونے لگی سوچ کا ایک در تھا جو اس پر وا ہوا تھا اور وہ در بڑا تکلیف دہ تھا۔ اسے ایسے لگا جیسے سالوں پہلے جہنم کے دروازے کا جو ایک پٹ اس پر کھلا تھا ویسا ہی دوسرا بھی کھل گیا ہے۔ اتنے دنوں سے خود پر کیا کنٹرول رفتہ رفتہ سرکنے لگا۔

دعا نے جھٹ علیشہ کی نگاہوں کا پیچھا کیا وہ بھاگتا ہوا ان تک آیا تھا۔ وہ کب وہاں سے اٹھ کر گیا براق کو پتا ہی نا چلا یہ عبداللہ کے سکول کے بالکل سامنے بنا آئس کریم پارلر تھا جس میں براق اسے لے آیا تھا تا کہ ریس کے ختم ہوتے ہی وہ اسے واپس

ڈراپ کردے لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ آج اسے وقت نے ایسا جھٹکا دینا ہے کہ پھر سے اس نے بکھر جانا ہے۔ بت بنے براق کو کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا ان کی باتیں بھی نہیں جو کہہ رہے تھے۔

"عبداللہ کہاں تھے تم پتا ہے میں کتنا ٹینس ہوئی۔"

اس نے فوراً کھڑے ہوتے ہوئے عبداللہ کو بانہوں میں لیا۔

"میں یہیں تھا آپ کو دیکھا تو چلا آیا۔" دعا جانتی تھی وہ زیادہ تر اپنے خفیہ راستے سے اکثر و پیشتر اس وقت آئس کریم پارلر میں موجود ہوتا تھا تبھی زیادہ تفتیش نہیں کی۔

"تمہارا زخم ٹھیک ہے درد تو نہیں ہو رہا۔"

اس کے لہجے میں مامتا سی فکر تھی۔ عبداللہ خوف زدہ سا بے حس و حرکت براق پر وقتاً فوقتاً نگاہ ڈال لیتا تھا اس سے پہلے عبداللہ جواب دیتا علیشہ کی چہکار وہاں گونجی۔

"ہا، اس کا زخم تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن اب دیکھنا اس موٹے سانڈ کا کیسا باجا بجتا ہے میں نے بھی اس کے بیگ میں چھپکلی ڈال دی ہے لڑکی نا ہو تو دیکھنا اب تک تو

بے ہوش ہو چکا ہو گا۔ "وہ مزے لیتے ہوئے بتا رہی تھی دعا کی آنکھیں پوری دنیا جتنی پھیل گئیں وہیں عبداللہ بھی چونکا۔

"تم نے اس کے بیگ میں چھپکلی ڈال دی۔"

ورطہ حیرت میں گھرے وہ پوچھ رہا تھا علیشہ نے ابھی ابھی سرو کی گئی ٹوٹی فروٹی کا بائیٹ لیا۔

"اور نہیں تو کیا اس کی جرات کیسے ہوئی تمہیں مارنے کی جو بھی تمہارے ساتھ ایسا کرے گا میں اسے یونہی سبق سکھاؤں گی کیونکہ تمہیں صرف میں مار سکتی ہوں اور کوئی نہیں۔"

"واہ بڑی بی۔"

"سر آپ کا آرڈر۔"

ویٹر نے آئس کریم کے دو باؤل اس کے سامنے رکھے نم سرخ آنکھوں والے براق میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔

"وہ مر گئی ہے اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"یقین کرو میری بات کا میں کیوں تم سے جھوٹ بولوں گا

اس کے گرداب سے نکل آؤ جو چلے جاتے ہیں وہ لوٹ کر نہیں آتے۔"

"میری ماما مجھسے بہت پیار کرتی ہیں بس کبھی کبھی غصہ ہو جاتی ہیں۔"

"وہ میری آنکھوں میں نہیں دیکھتیں علیشہ کہتی ہے میری آنکھیں پھیکے پتھر کی طرح ہیں۔ میں پیسے جمع کر رہا ہوں تاکہ پھر اپنی آنکھیں چینج کرا سکوں یوں علیشہ بھی خوش ہو گی اور پھر ماما بھی مجھسے نظریں نہیں چرائیں گی۔"

"کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟"

"مجھے تم سے نفرت ہے براق شاہ نفرت۔"

"براق سُو لیم مر گئی ہے۔"

بے ہنگم سوچوں کا ہجوم اس کا دماغ دکھا دے رہا تھا۔ قوت گویائی وقتی طور پر مفلوج ہوئی۔ ہاتھ پاؤں میں کپکپاہٹ شروع تھی اس کا چہراں دھواں دھواں تھا وہ خود کو

دھکا لگا کر بولا تو آواز سرگوشی سے بڑھ کر نہیں تھی لیکن ویٹر کے دوسری بار پوچھنے پر دعا نے سر اٹھایا تھا اب وہ دل پر بھاری سیل و غبار رکھ کر اسے سن رہی تھی جو کہہ رہا تھا۔

"جب ہم کسی کا قتل کرتے ہیں تو ہمارے اندر اس کی کوئی نا کوئی خوبی رہ جاتی ہے کوئی انداز کوئی عادت ہمیں تا عمر اس سے جوڑے رکھتی ہے جو ہمارے ہاتھوں بے موت مارا گیا بالکل ویسے ہی جیسے قابیل نے ہابیل کو قتل کر کے اس گناہ کی شروعات کی اور اپنے وجود کا تھوڑا سا حصہ ہر اس شخص کے ساتھ بانٹ لیا جو قاتل ہے اور جو اپنے مقتول کی کوئی بھی عادت کے ساتھ عمر بھر بوجھ سے بھری سانس لیتا ہے۔ بالکل ویسے ہی میرے اندر سُولیم کا وہ ٹھراؤ آ گیا جو کبھی مجھے اس کی طرف کھینچتا تھا اب میں جب بھی سانس لیتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ میرے اندر ہی کہیں موجود ہے۔"

اس نے اپنی تصور کی آنکھ سے اسے دیکھا جو اس کی محبت تھی جو اس کی سُولیم تھی

جس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کے گزشتہ ساڑھے سات سال گزار چکا تھا جو اس کی تخیل تھی فقط ایک سوچ ایک چھلاوا جس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے لوگ اسے پاگل سمجھتے تھے جو اس کے بیڈروم میں اس کے کچن میں اس کے دل میں لندن میں اور یہاں بھی آ چکی تھی جو اس کے دماغ میں تھی جسے نکالنا بہت مشکل تھا لیکن اب وہی رفتہ رفتہ ہوا میں تحلیل ہوتی جا رہی تھی اور براق پانیوں بھری آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"اور مجھ سے ہر اس ظلم کا حساب مانگ رہی ہے جو مجھ سے سرزد ہوا تھا۔ وہ مجھ سے اپنے خون کا حساب طلب کر رہی ہے حالانکہ میں سوچتا ہوں میں نے میری سُولیم کو قتل نہیں کیا۔ میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا لیکن چونکہ اسد کہتا ہے وہ مر گئی ہے تو مجھے اس کی بات پر ایمان ہے شاید اس لیے کہ اس کی آخری سانس میں نے اپنے کانوں میں گونجتی پائی تھی۔"

ویٹر کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا دعا کا دل پوری قوت سے ڈوب کر ابھرا تھا

اس سے اٹھنا محال ہو گیا۔

"ہو سکتا ہے وہ آخری سانس نہیں تھی میری سُولیم زندہ تھی وہ زندہ ہے نا۔"

جس سے پوچھا گیا تھا اس نے مضطرب انداز میں گھبرائے دل کے ساتھ پانی کا گلاس لبوں سے لگا کر منٹ میں خالی کر دیا۔ عبداللہ ہونقوں کی طرح اپنے پیارے سے انکل کی سرگوشیاں سن رہا تھا جو اس کے پلے قطعی نہیں پڑی تھی۔

"وہ زندہ ہے نا؟"

اب کی بار اس نے تھوڑی اونچی آواز کے ساتھ پوچھا ساتھ ہی اس کے دل میں بھرپور درد اٹھا تھا۔

"سر آپ کو کیا ہو رہا ہے آپ ٹھیک ہیں۔"

ویٹر اس کی بگڑتی حالت سے بوکھلا گیا سب اس جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ مینیجرز کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے آخر کو ان کے چلتے دوڑتے کاروبار کا سوال تھا کہیں لوگ یہ ہی نا سمجھیں کہ آئس کریم کھانے سے اس کی یہ حالت ہوئی ہے پھر فوڈ اتھراٹیز

والوں کے چکر افف۔

"انکل۔۔"عبداللہ اس کے گرنے پر بے ساختہ اس کی جانب لپکا۔ دعا کو اس کے والہانہ پن پر چار سو چالیس والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ براق کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا اس کا گال سہلا رہا تھا۔ ایمبولینس بلائی گئی اور اسے فٹافٹ ہاسپٹل بھجوایا گیا دعا کے لاکھ منع کرنے پر عبداللہ اس کے ساتھ گیا تھا کہ فی الحال وہ تنہا تھا اور آئس کریم پارلر کا سٹاف اس کے سیل سے اس کے گھر کال کر رہے تھے۔

علیشہ کو گود سے لگائی بنجر آنکھوں والی دعا عبداللہ کی بے چینی اور ابھی ابھی آئے اسد کے پریشانی دیکھ کر کڑوے گھونٹ پی رہی تھی۔ اس نے کوسا تھا اس وقت کو جب وہ اسکی آواز سن کر اٹھ کر نہیں گئی۔

"بڑی ماما انکل ٹھیک تو ہو جائیں گے نا؟"

عبداللہ کی آس بھری آنکھیں متفکر چہرا اس کا یکدم اندر سے خالی کر گیا وہ نئے انکشاف میں گھری روہانسی ہوئی اس سے تو سر بھی نہیں ہلایا گیا۔

ڈاکٹر کے آنے پر اسد اس کی جانب لپکا تھا

"انجائنہ کا اٹیک تھا لیکن اب خطرے سے باہر ہیں۔"

وہ ڈھیلا سا دیوار سے ٹیک لگا گیا۔ لب بھینچتے ہوئے اس نے دعا کو دیکھا جو نگاہوں میں ناپسندیدگی اور بے بسی لیے مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔

"کیا تم لوگ اسے معاف نہیں کر سکتے پل پل مرا ہے وہ۔"

دعا نے عبداللہ کی جانب دیکھا جو آئی سی یو کے باہر دروازے سے اچھل اچھل کر اسے دیکھنے کی سعی میں تھا

دعا نے اسے مخاطب کیا۔

"عبداللہ علیشہ کو کینٹین لیکر جاؤ تم دونوں کو پیاس لگی ہو گی۔" وہ منع کرنا چاہتا تھا کہ اسے پیاس نہیں لگی لیکن پھر اسے پانی پر دعا کی سختی یاد آ گئی جب تک دن میں ان کے بارہ گلاس نہیں ہو جاتے تھے وہ ان دونوں کو سونے نہیں دیتی تھی اسی لئے وہ آگے بڑھا علیشہ کا ہاتھ تھاما اور چل دیا اسد نے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔

"چال بھی باپ سے لی ہے اس نے۔"

"ہاں بس دل نہیں گیا اس پر مکار حرص و ہوس سے بھرا ہوا بے رحم و بے حس۔"

آسمان کے تیور بدل گئے تھے مینہ پھر برسنے کو بے تاب تھا اس سہانے موسم میں دعا کی آگ برساتی آواز اسے سنائی دی اس نے بے دردی سے لب کچلے۔

"اس نے غلط کیا لیکن اس غلط کی سزا اللہ نے اسے بہت بری دی ہے۔ وہ ہر رات تڑپا ہے ہر دن اس نے سلگتے انگاروں پر گزارا ہے سزا کاٹنے کے بعد تو قیدی کو بھی صاف دامن قرار کر دیا جاتا ہے وہ تو۔"

گرجتے بادلوں میں دعا نے اس سے زیادہ گرج سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"ہاں پر قتل کرنے والے کی سزا کبھی ختم نہیں ہوتی وہ تمام عمر قیدی ہی رہتا ہے اسی داغ کے ساتھ۔

اسد نے نگاہیں جھکائیں۔

"اس نے مجھے کہا تھا۔" اس کی بات پیتے ہوئے بولنا شروع کیا۔

"وہ میری زندگی میں آنے والا وہ جگنو ہے جس کی روشنی کو میں نے بجھایا اور وہ بجھتے ہوئے مجھے ہی روشن کر گئی عجیب ہے نا آج میں اس کی روشنی سے منور ہوں اور وہ میرے اندھیروں میں شاید گم، وہ اسے کبھی نہیں بھولا ہر پل ہر لمحہ اس نے سُولیم کو اپنے دل میں زندہ رکھا۔ یہ بات وہ بھی جانتا تھا اور میں بھی کہ سُولیم زندہ ہے لیکن وہ میرے یقین کے سہارے چل رہا تھا اور میں اس کے اعتماد کو تھامتے ہوئے دعا، میری التجا ہے پلیز اسے معاف کر کے ایک موقع دو۔"

دعا نے خون خوار نگاہوں سے اسے دیکھا اس کی اگلی بات اسد کی کنپٹی سلگا گئی۔

"اگر تمہاری بہن کہ ساتھ کوئی ایسا کرتا تو کیا پھر بھی تم یہ درخواست کرتے۔"

"اگر کوئی اتنا پچھتاوؤں میں گھر کر میرے سامنے آتا تو ہاں۔"

اس نے نفرت سے ہنکارا بھرا مگر وہ بھی آنسوں بھرا تھا۔

"کیا اسے پہلے سے یہ سب پتا تھا؟" اسد نے نفی میں سر ہلایا

"اسے آج معلوم ہوا ہے تبھی وہ یہاں ہے وہ اب اپنے بیٹے کو خود سے دور جانے

نہیں دے گا اور نا ہی اس کا بیٹا اسے خود سے۔" دعا اس کی بات پر بری طرح چونکی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ عبداللہ سُولیم کا ہے اور وہ تو کیا میں بھی اس کا سایہ بھی تم لوگوں تک پڑنے نہیں دونگی۔"

جذباتی انداز میں وہ سرخ چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ عبداللہ کو کھونے کا تصور بھی سوہان روح تھا۔

"کیا یہ واقعی اتنا آسان ہے۔" معاملے کی پیچیدگی سے وہ اول روز سے واقف تھا تبھی شاید تھوڑا مطمئن تھا۔

"دھمکا رہے ہو۔" ان کے سامنے سے نرس گزری تھی ہاتھ میں چارٹ تھا اور کچھ اور سامان۔

"نہیں آنے والے وقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"آپ میں سے کوئی جا کر پیشنٹ سے مل سکتا ہے وہ ہوش میں آ گئے ہیں۔"

وہی نرس کچھ دیر میں واپس آتی کہہ رہی تھی اس سے پہلے دعا یا اسد کچھ کہتے عبداللہ بھاگتا ہوا اس کے کمرے میں گیا تھا۔ اسد کی جتاتی نگاہوں نے اس کا دل بھاری کیا۔ کیا واقعی اس سے یہاں آکر غلطی ہو گئی تھی وہ سن دماغ سے سوچ رہی تھی۔

"عبداللہ صرف میرا بیٹا ہے۔"

گرمی کی حدت کو بارش نے کم کیا تھا۔ وقفے وقفے سے برستی بارش نے پہاڑوں کو نکھار دیا ہر شے دھلی دھلی نم سی تھی۔ اسی نم موسم میں دعا دونوں بچوں کے ساتھ شام ڈھلے گھر لوٹی تھی اس نے دیکھا سامنے ہی سُولیم بے صبروں کی طرح دائیں بائیں چکر لگا رہی ہے اور نانو اسے بیٹھ جانے کیلئے کہہ رہی ہیں۔ ان کے اندر آتے ہی سُولیم کے پاؤں تھمے فوراً اس کی نگاہ عبداللہ کے ٹانکے لگے ماتھے اور سیاہ پڑتی آنکھ پر پڑی اس کے دل میں ٹیس اٹھی تھی۔ جو بھی تھا وہ اس کا بیٹا تھا اس کا خون اور وہ اس

کی ماں

ماں جو اپنے بچے پر آئی ایک آنچ پر بلبلا اٹھتی ہے۔ آرام و سکون کا دریا جو اپنے اولاد کی جھولی میں ڈالنا چاہتی ہے جو خود تو تکلیف سہہ لے گی راتوں کی نیندیں حرام کر لے گی لیکن اپنی اولاد پر وقت آنے نہیں دے گی۔ ماں جسے اپنی بیماری اپنی تکلیف کا رتی برابر فرق نہیں پڑتا اس کیلیئے تو بس اولاد کا سکون کافی ہے۔ اس کی خواہش ہی سب کچھ ہے جو اپنی ذات سے نبرد آزما ہو کر اولاد میں ہی گم جاتی ہے۔ جو خون کے آنسوں روتی ہے لیکن ظاہر نہیں کرتی چاہے کتنی تھکی ہو کتنی تکلیف میں ہو اسے اپنی اولاد کی ہر وہ بات پوری کرنی ہے جو اس کے منہ سے نکل گئی کیونکہ وہ ماں ہے اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے سوچو فقط قدموں کے نیچے جنت ہے اگر پوری ماں ہی تسخیر کر لی جائے تو کیا کیا نہیں اس اللہ نے دینا۔

دعا نے واضح اس کی آنکھوں میں درد و تڑپ دیکھی۔ دونوں بچوں نے یک آواز میں سلام کیا تھا جس کا سُولیم اور نانو نے ایک ساتھ جواب دیا فرق صرف اتنا تھا وہ اپنی

جگہ جمی رہی اور نانو گھٹنے پکڑتی بے قراری سے عبداللہ کی جانب لپکیں۔

"عبداللہ جان یہ کیا ہوا آپ کو؟"

وہ فوراً اس کے قد پر آئیں اور اسے پیار کرنے لگیں۔

"آؤچ۔" نانو کے چھونے پر اسے درد اٹھا تھا۔ سُولیم نے ضبط سے دعا کو دیکھا جو پژمردگی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"زیادہ درد ہو رہا ہے میرے آئرن مین کو۔"

انہوں نے اس کے بال سہلائے تھے۔ موٹے موٹے آنسوں لیے علیشہ وہاں سے بھاگی تھی عبداللہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ نانو نے اسے بازوں سے پکڑا ہوا تھا ورنہ وہ سیکنڈ نہیں لگاتا اس کے پیچھے جانے میں۔

"نانو کیا اب میری آنکھیں بدلنی پڑیں گی۔"

سُولیم سے ڈرتے ڈرتے اس نے سرگوشی میں کہا۔

"کیوں بھئی میرے بچے کی اتنی پیاری آنکھیں ہیں انہیں کیوں بدلیں گے ہم بھلا،

تم دیکھنا یہ چند دن میں ضرور ٹھیک ہو جائے گی۔"

اس نے جتنی آہستہ آواز سے کہا تھا نانو نے اس سے زیادہ بلند آواز اختیار کی۔ وہ سُولیم کی شاکی نگاہوں سے سہم گیا۔ نانو اب کھڑی ہو تیں اسے صوفے پر لا رہی تھیں۔ اسے علیشہ کے پاس جانا تھا وہ جانے کو پر تول رہا تھا۔

"تمہاری بڑی ماما نے تو خوب سنائی ہو گی سکول والوں کو ہے نا۔" وہ ان کے ساتھ چاکلیٹ براؤن صوفے پر بیٹھ گیا۔ سُولیم نے اس کی گردن کی پشت پر بھی چوٹ کا نشان دیکھا۔ اس کے دل میں ابال اٹھنے لگا تھا کل ضرور اس نے عبداللہ کے سکول جا کر کمپلین کرنی تھی۔

"جی وہ بہت ناراض ہوئی تھیں آپ کو پتا ہے میری ٹیچر ان سے بہت ڈرتی ہیں۔"

وہ اب مزے سے بتا رہا تھا بتاتے بتاتے جانے کونسی بات اسے یاد آئی تھی کہ وہ ہنسا، ہنسنے کے سبب پھر سے اسے درد اٹھا تھا۔

"آؤچ آہ۔" سُولیم لپک کر اس کے پاس بیٹھی نانو نے جھٹ اس کا شانہ سینے سے

لگایا تھا۔

"بس بس ابھی ٹھیک ہو جائے گا میرے بہادر بیٹے کا درد۔"

"کیا خاک ٹھیک ہو گا۔"

سُولیم کی عاجز آواز ابھری۔ عبداللہ نے نانو کی قمیص کو سختی سے پکڑا کیا اب اسے ڈانٹ پڑنے والی ہے۔

"آئے روز پٹ کر آ جاتا ہے۔ وہ بھی تو اسی جتنا بچہ ہے جو اسے مارتا ہے کونسا اس سے عمر میں بڑا ہے کیا یہ اتنا لاغر ہے جو اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔"

نانو نے اسے سخت نگاہوں سے دیکھا۔ عبداللہ کی ان کی قمیص پر پکڑ اس کے ڈر کی انتہا کا سگنل تھا۔

"بس بس بہت بول لی تم نہیں مارتا میرا بچہ تو یہ اچھی بات ہے نیک روح ہے اس کی، شر پسند نہیں ہے اور خبردار جو اگر تم نے اسے مزید کچھ کہا تو۔"

وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے اسے وارننگ دے رہی تھیں۔ عبداللہ کو اسکی ماما کو

ڈانٹ پڑنا بالکل اچھا نہیں لگا۔

وہ چپکے سے وہاں سے اٹھا اور علیشہ کے پاس جانے لگا جب سُولیم کی آواز پر اس کے قدم زنجیر ہو گئے۔ اپنی اگلی پچھلی ساری غلطیاں وہ یاد کرنے لگا سُولیم اس کے پاس آئی عبداللہ نے تھوک نگلا۔

"یہ دیکھو کمر پر بھی چوٹ لگوا کر بیٹھا ہوا ہے یہ۔"

وہ جب اٹھ کر جانے لگا تھا تو اس کی ٹی شرٹ پینٹ کے بیلٹ میں پھنس گئی تھی جس کے سبب اس کی کمر کا کچھ حصہ نمایا ہو رہا تھا۔ سُولیم کو اس حصے کی سرخی نے چونکایا۔

"آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے میں لے آئی۔ عبداللہ نے نانو کو دفاعی نگاہوں سے دیکھا مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نا ہوئیں۔ اس کی نظر لان کی جانب بھی پڑی تھی جہاں علیشہ جھولے پر بیٹھی رونے میں مصروف تھی۔ وہ اس کے ساتھ

کھینچا چلا آیا۔ سُولیم نے اسے صوفے کی طرف روکا اپنا فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر اس کے پاس آئی۔ ٹی شرٹ پھر بنیان اتارا اور کمر دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئی۔ وہ کوئی عام خراش نہیں اچھی خاصی جلد اتری ہوئی تھی اس کی۔

"ٹیٹنس کا انجیکشن لگوایا تھا۔"

کمر پر خون جم چکا تھا وہ اسے سپرٹ سے صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ اس کی جلن سے معصوم بچے کا دل کٹ رہا تھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا احساس ہوا تو تب جب وہ بولا۔

"یس ماما۔" وہ اس کی گیلی آواز پر چونکی۔

"کیا ہوا؟" بے ساختگی میں پوچھا۔

"پین ہو رہا ہے ماما۔" سُولیم کا دل ڈوب کر ابھرا اس نے جلدی سے پایوڈین لگا کر اسے صوفے پر بٹھایا۔ ضبط اور آنسوؤں کی شدت سے بھگا چہرا سُولیم کا دل تار تار کر گیا۔

"کیا تم نے میڈیسن لی تھی۔" وہ سر جھکائے اثبات میں اسے ہلا گیا۔ سُولیم نے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کیے عبداللہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا وہ نگاہ چرا گئی۔

"تم جا سکتے ہو۔" وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا لیکن سُولیم کے حکم پر اسے جانا پڑا تھا۔ اس کے قدم علیشہ کی جانب تھے جو اب صرف شو شو کر رہی تھی۔ اس نے علیشہ کی پینگ کی ایک رسی پکڑی۔

"کیا تم رو رہی تھی۔"

دو پونیوں والی علیشہ نے اس کی گیلی آنکھیں دیکھی اور فوراً سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"تمہیں کیا ہوا کیا سُولیم ماما نے کچھ کہا ہے۔"

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تو انہوں نے تو میری کمر پر میڈیسن لگائی ہے درد سے میں رو یا تھا۔"

علیشہ کا منہ بنا وہ واپس جھولے پر بیٹھ گئی۔

"تم دیکھنا میں اس موٹے کا کیا حشر کرونگی اس کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں چوٹ پہنچانے کی۔"

عبداللہ اس کا جھولہ ہلاتے ہوئے مسکرایا۔

"تم نے تو ویسے ہی اس کا حشر کردیا ہے لیزرڈ کو بھول گئی ہو۔" وہ ہنسی۔

"ہاں تم نے ٹھیک کہا۔"

ان دونوں کو کھڑکی سے دیکھتی دعا آنسوں روکتی بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے طلحہ کی شدت سے یاد آئی وہ کچھ عرصے کیلئے کام سے یمن گیا ہوا تھا۔ ایک دو ماہ میں اس کی واپسی متوقع تھی وہ اپنے گرتے آنسو صاف کرتی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی جن میں آج کے دن کی شبیہ بنتی جارہی تھی اسے اس میں دکھ رہا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟ پتا ہے میں کتنا پریشان ہو گیا تھا۔"

عبداللہ کے کمرے میں جاتے ہی وہ بھی اس کے پیچھے اندر گئی تھی۔ وہ کسی طور بھی

عبداللہ کو اس کے پاس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ براق نے اس کی آمد کو نوٹ نہیں کیا اس کا سارا فوکس عبداللہ پر تھا جو اس کے ہاتھ کو پکڑے کہہ رہا تھا۔ براق نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اس پر موجود عبداللہ کے ہاتھ پر لب رکھ دیے۔ اس کی آنکھیں شدت کی حد تک سرخ تھیں اور ان میں واضح نمی جھلکتی تھی۔

"آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں مجھے آپ کو یہاں دیکھ کر بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔"

اس کی آواز میں واضح دکھ بول رہا تھا۔ براق تکیوں کے سہارے بیٹھا۔ اس نے اپنا ہاتھ عبداللہ کے چہرے پر رکھا۔ وہ اس کے چہرے کو لبوں پر قفل لگائے سہلا رہا تھا۔ اس کا گال اس کے ہونٹ اس کی آنکھیں ماتھا تھوڑی وہ ہر ایک کو چھوتا اپنے اندر موجود تشنگی کو مٹانے کی سعی کر رہا تھا۔

اس کی آنکھیں گہرے دکھ کی اماں جگہ بنی ہوئی تھی۔ دعا کو یہ منظر ہلا کر رکھ گیا براق نے اپنے دونوں بازو وا کیے تھے۔

"کیا تم مجھے ہگ کر سکتے ہو؟"

کتنی محبت و مٹھاس بھرے لہجے میں اس نے پوچھا تھا وہ سمجھی تھی ابھی براق کہے گا۔

"اپنے ڈیڈی کو ہگ کرو۔"

عبداللہ نے اپنا چھوٹا سا وجود اس کے چوڑے سینے میں چھپا دیا رہی سہی کسر اس کے ہاتھوں نے کی تھی۔ عبداللہ کو خود سے لگائے وہ اپنا منہ اس کی گردن پر رکھ کر شاید رو رہا تھا یا وہ خوشی سے ہنس رہا تھا۔ دعا سمجھ نہیں پائی کافی دیر بعد جب اس نے عبداللہ کو چھوڑا تو یہ معمہ بھی سلجھا وہ نا ہنس رہا تھا اور نا ہی رو رہا تھا وہ شاید اپنی قسمت پر ماتم کناں تھا۔

جیسے گلاب کا پھول ہمیشہ تازہ نہیں رہتا ویسے زندگی بھی باسی ہو جاتی ہے۔ پتی پتی ٹوٹتی ہے بکھرتی ہے اور پھر اپنے رنگ اپنی خوشبو اپنی ملائمت سب کھو دیتی ہے بچتا ہے تو فقط مرجھایا ہوا بکھرا ہوا بوسیدہ سا انسان! براق شاہ بھی اس سمے شدید بکھرا

ہوا انسان لگ رہا تھا جو تہی داماں تھا ندامتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا۔

"اب آپ جاؤ آپ کی ماما پریشان ہو رہی ہوں گی۔"

ماما لفظ پر اس کی آواز بھیگی۔ براق نے نگاہ اٹھائی صوفے پر سامنے ہی دعا بیٹھی تھی وہ اسے خاموش نگاہوں سے دیکھے گیا۔

"کیسی ہو دعا؟ میرے عبداللہ کا خیال رکھنے کیلئے شکریہ۔"

وہ ان لفظوں کیلئے تیار نہیں تھی سٹپٹا گئی۔

"میں ٹھیک ہوں عبداللہ ہمیں گھر چلنا ہے۔"

وہ کھڑے ہوتی ہی عبداللہ تک پہنچی۔ اس کا ہاتھ تھاما معا براق اسے جانے ہی نا دے کھو جانے کا ڈر اس پر بھی غالب تھا براق نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر اس پر بوسہ دیا۔

"ہم ضرور دوبارہ ملیں گے ہے نا۔" وہ اس کے پوچھنے پر زور زور سے سر ہلا رہا تھا پھر جب وہ گاڑی میں بیٹھا گھر پہنچ رہا تھا اس کے منہ سے نکلے لفظ دعا کا دل ویران کر گئے۔

"بڑی ماما براق انکل کتنے اچھے ہیں نا میں سوچتا ہوں اگر میرے ڈیڈی ہوتے تو بالکل ان جیسے ہوتے۔ میں دکھتا بھی تو پھر ان جیسا ہوں نا اس لئے ہم دونوں جہاں بھی جاتے تھے سب مجھے ان کا بیٹا کہتے تھے۔ بڑی ماما آپ تو مل لی ہیں نا ان سے وہ بہت اچھے ہیں کیا میں اب بھی ان کے ساتھ دوستی برقرار رکھ سکتا ہوں۔"

دعا نے خالی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ عبداللہ نے بھی دوبارہ نہیں پوچھا کہ نانو نے کہا تھا

اگر کوئی کسی بات کا جواب نا دے تو اس سے دوبارہ نہیں پوچھنا چاہیے ہو سکتا ہے وہ اس بات کا جواب نا دینا چاہتا ہوں یا وہ بات جو آپ نے پوچھی ہو اسے ہرٹ کرتی ہو اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ اس سوچ کے تحت وہ چپ ہو گیا تھا دعا نے غیر مرئی نقطے سے نگاہ ہٹائی اور طلحہ کو کال ملا کر سب کچھ من و عن بتا دیا۔

"یہ خاصی تشویش ناک بات ہے تمہیں سُولیم سے اس بارے میں بات کرنی چاہیے۔"

اسے طلحہ کی فیصلہ کن آواز سنائی دی تھی۔

"میں کیسے کر سکتی ہوں وہ مجھے قتل کر دے گی۔"

اس کی آواز میں مایوسی گھلی تھی۔

"طلحہ مجھے اسد کی بات سو فیصد درست لگی ہے۔ باپ ہی اولاد کو شناخت دے سکتا ہے۔ اس کا وجود ہی اولاد کیلئے تحفظ کا باعث ہوتا ہے اور جن حالات میں عبداللہ کی پرورش ہوئی ہے دیکھا جائے تو وہ کسی بھی نفسیاتی مریض سے کم نہیں۔ اس میں نا کانفیڈنس ہے نا ہی اس کی کوئی شخصیت ہے۔ ماں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے میں کب تک اسے اس تشنگی سے دور رکھ سکتی ہوں جو سُولیم کی بدولت اسے ملنی ہے وہ چاہ کر بھی مجھسے اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی سُولیم سے کرتا ہے۔ اس کے وجود کا خالی پن میں نے محسوس کیا ہے طلحہ، اور تم یقین نہیں کرو گے آج جس طرح عبداللہ براق سے اٹیچ ہو رہا تھا اور جو محبت براق اسے دے رہا تھا میں نے واضح عبداللہ کی آنکھوں میں اس کیلئے محبت کے جگنو دیکھے ہیں اور یہ دیکھ کر مجھے احساس

ہو گیا ہے کہ عبداللہ کی ٹوٹی بکھری پر سنالٹی کو وہ ہی جوڑ سکتا ہے کیونکہ آج تک میں نے اسے کسی کے ساتھ اتنا اٹیچ نہیں دیکھا شاید یہ پدرانہ محبت کی کشش ہے جو عبداللہ اس سے اسقدر اٹیچ ہے۔ خون واقعی کشش مارتا ہے پھر چاہے وہ جیسا بھی ہو۔ میں نے جان لیا ہے براق ہی ہے جو عبداللہ کو حقیقی معنوں میں باپ کی خوشی دے سکتا ہے مجھے لگتا ہے۔"

دعا کی بات درمیان میں رہ گئی۔ وہ چونک کر مڑی تھی اور مڑتے ہی وہ زرد ہوئی سامنے ہی آنسوؤں سے لبریز سرخ ہتک آمیز تاثرات کے ساتھ سُولیم کھڑی تھی۔ دعا کا موبائل اس کے ہاتھ میں تھا جسے سولیم نے پوری قوت سے بیڈ پر اچھال دیا۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔" اس نے بہت زور لگا کر کہا آواز بھرپور طریقے سے بھرائی ہوئی تھی۔

"عبداللہ صرف میرا بیٹا ہے۔"

اب کے وہ چیخی تھی دعا نے فوراً دروازے کو لاک کیا۔

"تم نے سوچ بھی کیسے لیا وہ گھٹیا انسان میرے بیٹے کو باپ کا پیار دے سکتا ہے۔ بھول گئی ہو تم وہ سب جو اس نے میرے ساتھ کیا۔ تم اس جانور کے قہر کو کیسے بھول سکتی ہو۔" وہ بھرپور قوت سے چیخ رہی تھی دکھتی رگ پر ہاتھ آجائے تو انسان اسی طرح حواس کھو بیٹھتا ہے جس طرح ابھی سُولیم کھو رہی تھی۔

"میں نہیں بھولی ہوں۔"

دعا کی آنکھیں بھی آنسو میں بھیگی تھی۔

"سب یاد ہے مجھے لیکن شاید تم بھول گئی ہو کہ ایک عدد جیتا جاگتا معصوم سا بچہ جسے تم اس دنیا میں لائی وہ تمہاری ایک محبت بھری نظر کیلیئے دن رات تڑپتا ہے۔ تمہارے محبت بھرے لمس کیلیئے وہ اتنا بھوکا ہو گیا ہے کہ اب اس بھوک کو مٹانے کیلیئے وہ دوسروں میں پناہیں ڈھونڈنے لگا ہے کیوں؟ کیونکہ تم محترمہ انا کا بوریا سر پر لیے نفرت کے غلاف میں خود کو لپیٹے خود کے ساتھ ساتھ اس بیچارے کو بھی بے موت مار رہی ہو۔" سُولیم کے جسم کی تمام رگیں کھچ گئیں اس کا سانس دھونکنی

کی مانند چلنے لگا۔

"تمہیں تکلیف ہو گی لیکن میں نے آج جب عبداللہ کو براق کی بانہوں میں آسودہ دیکھا تب ہی میرے دل نے سوچ لیا تھا ہمیں عبداللہ کو براق کو دے دینا چاہیے۔"

سُولیم کھڑے قد سے بیڈ پر گری۔

"ہاں سُولیم تمہاری اسی بے خبری کا نتیجہ ہے یہ سب، عبداللہ پچھلے کچھ ماہ سے براق کے ساتھ کنیکٹڈ ہے۔ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں براق کیلئے وہ جذبات ہیں جو تمہارے لیے ہیں لیکن خوش رہو تم یہاں بھی جیت گئیں کیونکہ وہ تم جیسی محبت کسی سے نہیں کر سکتا مجھسے بھی نہیں۔"

وہ سُولیم کے پاس بیٹھ گئی تھی اس بت بنی اپنی بہن کا سر اس نے شانے سے لگایا وہ ربڑ کی طرح ڈھلک گئی۔

یہ آگ بھی اتنا ہی جلاتی ہے جتنا زندگی جلاتی ہے۔ دونوں سے ایک سی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت سُولیم دنیاوی آگ میں جل کر راکھ ہو رہی تھی۔ وہ

اس قدر شاکڈ تھی کہ دعا کو اس پر کومے کا گمان گزرا لیکن وہ جانتی تھی یہ شاکڈ کچھ پلوں کا ہے ابھی سُولیم نے اس پر بم کی طرح پھٹنا ہے۔

"وہ نہیں جانتا تھا اسے آج پتا چلا مجھے لگا تھا اس کے بعد وہ عبداللہ کو نہیں آنے دیگا لیکن اس نے تو اس سے یہ بھی نہیں کہا کہ وہ اس کا باپ ہے۔ سُولیم، میں اس دنیا میں سب سے زیادہ تمہاری پرواہ کرتی ہوں کرتی رہوں گی لیکن پلیز کچھ سوچو اپنے لیے نہیں عبداللہ کیلئے کل کو وہ بڑا ہو گا تو کیا بتاؤ گی اس کا باپ کون تھا۔"

عبداللہ کی آنکھوں میں مچلتے سوال کو اس نے زبان دی جو کہ ایک دفع اس سے پوچھ بیٹھا تھا لیکن اس نے منع کر دیا تھا اور سختی سے کہا تھا کہ وہ آئندہ یہ سوال نہیں پوچھے گا اور پھر اس نے بھی واپس نہیں پوچھا تھا سُولیم کا جواب اسے مایوس کر گیا۔

"شاکر تھا کیا تم نہیں جانتی عبداللہ کا باپ شاکر تھا۔"

وہ کھوئے کھوئے انداز میں کہہ رہی تھی دعا کے آنسو گرے۔

"سچ کا سامنا کرو سُولیم وہ شاکر نہیں براق ہے۔ ہمارا عبداللہ، عبداللہ شاکر نہیں بلکہ

عبداللہ براق ہے تلخ حقیقت ہے لیکن سچ یہی ہے اور میں نے براق کی آنکھوں میں آج جو پچھتاوے کے رنگ دیکھے ہیں وہ معمولی نہیں ہیں۔ گناہ کر کے اپنا دامن بچانے والے تو بہت سے ہوتے ہیں لیکن گناہ کا ارتکاب کر کے اس میں جینا روز اس آگ میں جلنا فقط معافی کا طلبگار کوئی کوئی ہی ہوتا ہے۔ چشم ندامت جب چھلک پڑتی ہے نا تو کافر بھی مجذوب ٹھرا دیا جاتا ہے وہ تو پھر مسلمان تھا کیا تم اسے معاف نہیں کر سکتی۔"

اس نے اسد کے الفاظ دھراتے ہوئے ڈرتے ڈرتے اس سے پوچھا تھا۔ آج جو براق کی حالت اور اسکی آنکھیں اس نے دیکھی تھیں صاف پتا چل گیا تھا وہ سُولیم کو کتنا چاہنے لگا ہے۔ اس کے پچھتاوے کیسے کیسے اسے زندہ نگل رہے ہیں۔ وہ تو اس پاگل کی محبت میں اس قدر خود کو مٹا بیٹھا ہے کہ اس کی تخلیق اپنے خیالوں میں کر لی۔ اسنے ایسی تصوراتی سُولیم بنائی جو پھر فقط تصور نہیں رہی وہ اسے جیتے جاگتے دیکھنے لگا۔ اس سے باتیں کرنے لگا۔ اپنے دل کا حال بیان اس سے کرتا، اس کے ساتھ ہنستا

روتا، اس سے معافی مانگ کر جیسے خود کو تسلی دینے لگا۔ وہ واقعی نفسیاتی بن گیا تھا۔ اس کا دماغ فقط سُولیم سوچتا تھا سُولیم چاہتا تھا اور یہ چاہت اتنی زور آور تھی کہ گھومتے گھماتے آخر وہ پھر اس سے ٹکرا گیا تھا۔

سُولیم ایک جھٹکے سے اس کے پاس سے اٹھی ایسی نظروں سے دعا کو دیکھا کہ اس کی جان نکل گئی۔ آنسوں سے لبریز بے یقینی کے سمندر میں ڈوبی آنکھوں میں کیا کچھ نا تھا شکوہ دکھ، ٹوٹتے دل کا پیغام وہ اسے چھوڑ وہاں سے بھاگی تھی۔ دعا اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن اس کے قدم زنجیر ہوگئے اسے ابھی سُولیم کو تنہا چھوڑنا تھا یہ ہی بہتر تھا اس کیلیئے۔

"تمہیں پتا ہے تمہارے انکل ہی تمہارے ڈیڈی ہیں۔"

وہ دعا کے کمرے سے اتنی ڈھیلی نکلی کہ اپنے کمرے میں جاتا عبداللہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ ماما کو کیا ہوا؟ کیا ان کی طبیعت خراب ہے؟ اوہ مائی گاڈ کہیں انہیں فیور تو نہیں؟ کہیں دعا ماما نے انہیں انکل کے بارے میں تو نہیں بتا دیا۔" وہ دبے پاؤں سُولیم کے دروازے کے پاس آیا۔ رات ہو چکی تھی ڈنر کا ٹائم تھا مگر کسی کو کھانے کی ہوش نہیں تھی سب آج مضطرب تھے۔

وہ آہستہ سے سُولیم کے دروازے کے قریب آیا اور کی ہول سے اندر جھانکنے لگا۔ اس کے سر پر لگا فانوس سپاٹ لائٹ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ وہ ان روشنیوں میں اندر کا منظر دیکھ گیا اس کی ماما نیچے کارپیٹ پر بیٹھی دونوں بازو پاؤں پر باندھتی ہوئی رو رہی تھی۔ عبداللہ کے دل پر مکا پڑا۔

"ماما رو رہی ہیں۔"

اسے یقین نہیں آیا فوراً سے پیچھے ہٹا۔ بادلوں کی گرج اسے پھر سے سنائی دی لگتا تھا ابھی پھر سے آسمان نے زمین کو گیلا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ عبداللہ نے اپنی آنکھ پھر کی ہول پر لگائی ہاں وہ رو رہی تھی پہلے آہستہ آہستہ پھر زور زور سے وہ اسے دیکھ کر

خود بھی رونے لگا۔

"ماما کیوں رو رہی ہیں۔" اس نے دعا کے کمرے کی جانب جھانکا وہ بند تھا۔ وہ نانو کے کمرے کی طرف بھاگا مگر وہ اندر جائے نماز پر بیٹھی نماز میں مشغول تھی۔ اس نے علیشہ کے کمرے کا رخ کیا مگر وہ باتھ روم میں تھی۔ وہ ایک منٹ بھی صبر نہیں کر سکتا تھا۔ کچن سے پانی کی بوتل نکالی اور اس کے کمرے کے سامنے آ کر رک گیا گہرا سانس بھر کر اس نے اپنے آنسوں صاف کیے اور جی کڑا کر کے دروزہ دھکیلتا اندر آ گیا۔ سُولیم نے گھٹنوں سے سر اٹھایا۔ اپنی عمر سے دگنا دکھتا عبداللہ دروازہ بند کر کے لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔ سُولیم کی نگاہیں اس کے ہونٹوں پر تھی وہ کبھی اس سے نظر نہیں ملا سکتی تھی۔

"وہ اس جیسا ہے اس میں اس کی کوئی قصور نہیں، وہ تمہارا بیٹا ہے اس میں بھی اس کا قصور نہیں بس ایک بار ایک بار اسے ماں کی نظر سے دیکھو تب تمہیں پتا چلے گا کتنی کتنی محبت کتنی پیاس کیسی چاہت کتنی تڑپ اور انتظار ملے گا۔ تم اس میں براق کو دیکھنا

چھوڑ دو تمہیں خود باخود اس سے لگاو ہو جائے گا۔"

سُولیم کے کانوں میں دعا کی باتیں گونج رہی تھیں جبکہ عبداللہ ٹھرے قدموں کے ساتھ چلتا اس تک آرہا تھا۔

"ماما آپ کیوں رو رہی ہیں مت روئیں مجھے آپ کا رونا بالکل اچھا نہیں لگتا۔"

بوتل کا ڈھکن کھولتا وہ نم آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔ اس کے بالکل پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ سُولیم نے بڑی دقت سے عبداللہ کی آنکھوں میں دیکھا دو گریفائیٹ رنگ کی آنکھیں اپنے اندر احساس کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر لیے ہوئے تھیں۔ سُولیم نے نگاہ نہیں ہٹائی۔ وہ اسے دیکھتی رہی آج اس کی پیدائش کے بعد وہ پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ وہ آنکھیں جو حیرت بے یقینی خوشی اور پانیوں سے بھر گئی تھیں ان آنکھوں میں سیلاب آگیا۔ عبداللہ سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پلک نہیں جھپکائی معا اس کی ماما نظریں نا جھکا لیں۔

"ماما میں نے ڈھیر سارے پیسے جمع کر لیے ہیں میں انہیں چینج کروا دونگا آپ نہ

دیکھیں یہ آپ کو اچھی نہیں لگتی نا۔" اس نے نظریں جھکا کر پانی اس کے ہونٹوں سے لگایا وہ ڈھیر سارے آنسوں نگلتے ہوئے اسے بھی پی گئی۔

عبداللہ نے بوتل سائیڈ پر رکھی اور اپنے ہاتھوں سے اس کے گال صاف کرنے لگا۔

سُولیم نے اس کے ہاتھ پکڑے وہ ڈر گیا

کیا اس کی ماما کو ایسا کرنا پسند نہیں آیا؟ مگر اگلے ہی پل وہ ہق دق رہ گیا سُولیم نے اسے اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔ اس کی گرفت مضبوط تھی اس میں ڈر اور کھو جانے کا خوف پنہا تھا۔

عبداللہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا اتنی زور سے کہ وہ خود پریشان ہو گیا۔ اس کی ماما نے اسے گلے لگایا تھا۔ اس کی ماما اسے گلے لگائے بیٹھی تھیں یہ بات وہ ہضم نہیں کر رہا تھا۔ اس کی خوشی دیدنی تھی چند لمحے یونہی بیتے پھر سُولیم نے اسے خود سے الگ کیا براق کی طرح وہ بھی اس سے خاموش محبت کا اظہار کر رہی تھی۔

اس کا ٹانکے ذدہ ماتھا سہلا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چوم رہی تھی روتے ہوئے

مسلسل اسے پیار کر رہی تھی عبداللہ اس کے رونے سے پھر سے پریشان ہوا۔

"ماما مت روئیں نا آئی پرامس میں آئندہ کوئی مسٹیک نہیں کرونگا۔"

"عبداللہ میری جان۔"

اسے اپنی آنسوں سے بھیگی آواز سنائی دی۔

"وعدہ کرو کسی کیلئے بھی اپنی ماما کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔" اس نے فوراً زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤنگا میں کسی کیلئے آپ کو نہیں چھوڑونگا۔"

وہ اس کے گلے لگتے ہوئے بے ساختہ کہہ رہا تھا۔ اب کے اس کی گرفت مضبوط تھی مگر بارش سے بچنے کیلئے کھڑکی سے اندر آتی چڑیا نے جو اس سے بات کی وہ اس کیلئے شاک کا باعث تھی۔

"تمہیں پتا ہے تمہارے انکل ہی تمہارے ڈیڈی ہیں اور تمہاری ماما اس لیے رو رہی

ہیں کہ وہ تمہیں ان سے دور نا لے جائیں۔" اس نے بہت زور سے ماما کو کس کر پکڑا۔

"نہیں میں ان کیلئے بھی ماما کو نہیں چھوڑونگا وہ مجھے ماما سے دور نہیں لے جا سکتے۔"

سُولیم نے اسے خود میں سمو کر آنکھیں بند کی تھیں۔ ماضی کی تلخ یادیں آخری بار اپنا دیدار کرانے کیلئے اس کے پپوٹوں کے پردے پر ابھر چکی تھیں۔ وہ اس اذیت ناک سفر کے آخری سٹیشن پر تھی اس کے بعد فقط وقت کے سکوں نے حال ہی کو ان کی جھولی میں بھرنا تھا۔ آج لاسٹ بار ماضی نے خود کو متعارف کروایا اور سب کچھ واضح ہونے لگا۔

وہ وہاں سے ناجانے کن راستوں کا مسافر بن گیا تھا۔ اسد اس کے پیچھے بھاگا تھا لیکن تب تک براق نظروں سے اوجھل تھا۔ نجانے کیوں اسد کے دل میں اس خود سر خود پسند دوغلی لڑکی کیلئے نفرت کی لہر ابھری۔ براق کی آنکھوں میں موجود درد اس کی آواز کی تپش اسد کیلئے جان لیوا تھی۔ وہ اسی وقت وہاں سے اس تک پہنچنا چاہتا تھا

لیکن چونکہ کنٹرول روم دور تھا اسے آنے میں دیر لگ گئی اب وہ وہاں سر پر ہاتھ رکھے کھڑا کوئی نمبر ملا رہا تھا۔

"ہاں بورک میں تمہیں نمبر دے رہا ہوں گاڑی کا بھی اور فون کا بھی فوراٹریس کر کے بتاؤ کہاں ہے۔"

وہ براق کو اس سمے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ یہ ایسا موڑ تھا ایسا لمحہ تھا جب کچھ بھی متوقع تھا۔ وہ خود بھی گاڑی لیکر نکل گیا لیکن اسے وہ نہ ملا سات دن بعد جب اسی طرح خاک چھان کر وہ اداس سی گولڈ فش سے باتیں کر رہا تھا اسے قدموں کی چاپ سنائی دی اور گولڈ فش کی رفتار، نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ سامنے تھا۔ سپاٹ چہرے اور پراسرار آنکھوں کے ساتھ، اسد فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"کہاں تھا تو اب یہ بھی وقت آئے گا ہماری دوستی میں کہ تو مجھے بنا بتائے دنوں کیلئے غائب ہو گا۔"

وہ طیش میں اس کی سمت بڑھا تھا اور اسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔ براق چند قدم پیچھے

ہوا اور کندھے اچکا کر بولا۔

"کچھ وقت کیلئے تنہائی درکار تھی اس لئے نہیں بتایا۔"

اس کا انداز ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔ اسد اس کے راز سے بھرے چہرے کو دیکھے گیا جس پر خطرناک عظائم درج تھے ان دیکھے طوفان کو جان کر اسد چونکا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔" وہ پریشان ہوا براق نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سب ٹھیک ہے آج کانفرنس ہے ریڈی رہنا یہ ٹورنامنٹ کھیل کر میں واقعی اب اس سب سے دستبرادر ہونا چاہتا ہوں۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ اس کے قدم جم کی جانب تھے۔ اسد نے اس کے بدلے روپ کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس وقت کو کوسا جب براق نے اپنا دل اس پتھر کی خود پرست مورتی کو دیا تھا وہی پتھر کی مورتی جس نے اپنے آپ کو خود ہی برا ثابت کر دیا۔

یہ اسی شام کی بات ہے جب براق نے اسے پرپوز کیا تھا۔ وہ لرزتے قدموں کے

ساتھ گھر آئی تھی۔ شکر تھا ابھی دعا پارٹی سے نہیں لوٹی تھی۔ وہ گھر آتے ہی بیڈ پر لیٹ گئی اس کے بعد وہ تھی اور اس کے آنسوں، دل آزاری کرنا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے۔ خود پر غرور کرنا اس سے بھی بڑا وہ یہ دونوں گناہ آج کر چکی تھی نہ کرتی تو شاید براق اس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ سُولیم نے اس کی آنکھوں میں واضح سچائی دیکھی تھی۔ محبت کی لو سے ٹمٹماتا چہرا چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا وہ اسے پسند کرتا ہے اس کی چاہ رکھتا ہے لیکن کیا یہ پسند کرنا اس طرح کی چاہ رکھنا جائز تھا؟ وہ کچھ دنوں سے اس کے جذباتوں سے باخبر روز ڈر کی بھٹی میں جلتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ براق اسے پسند کرے کیونکہ براق کی پسند کی نوعیت اسے اچھے سے معلوم تھی۔ وہ کپڑوں کی طرح لڑکیوں کو بدلتا تھا۔ اسے ہر روز ہر کسی سے اسی طرح سچی محبت ہوتی تھی اور پھر وہی سچی محبت جھوٹی میں بدل جاتی تھی۔ وہ اس کے مردانہ دل سے واقف تھی لیکن اپنے لیے اس کے احساسات اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کر گئے تھے اگر وہ ایکٹر تھا تو کمال کا ایکٹر تھا اور اگر وہ واقعی اس سے دل لگا بیٹھا تھا تو بہت سا خسارا دنوں کے حصے

میں آنے والا تھا۔ اپنے دل پر بوجھ لیے وہ اللہ سے معافی مانگتی رہی تھی لیکن اس کا دل تھا کہ ہلکا ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ اس نے زور سے آنکھیں میچیں اور خود کو نیند کے سپرد کرنے کی کوشش کی جو کہ بیکار گئی۔ اسے شدت سے دعا کا انتظار تھا وہ یقیناً اسے سب بتا دے گی۔

"آپ مجھے ایک چانس نہیں دے سکتیں۔"

ڈوبتے سورج کی ترچھی شعائیں درختوں کو چیرتی زمین پر آڑھی ترچھی پھیل رہی تھیں۔ گلابی و زرد سی شام ہر جانب پھیلی تھی۔ شعاؤں میں موجود زرد سا رنگ پورچ میں آتے براق پر پڑ رہا تھا۔ سنجیدہ چہرے پر ایک دبیز لحاف تھا جو اندر کی بات کھوجنے میں ناکام لوٹا تا تھا۔ وہ اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھا ڈرائیور نے اسے کے آتے ہی ٹائروں کو حرکت دی تھی۔ اسد بھی اس کے پیچھے اپنی کار میں نکلا تھا۔ زمین کو پیچھے چھوڑتے ٹائر آگے بڑھنے لگے۔ وہ باہر موجود بے حس دنیا کے رنگ دیکھنے لگا۔

اونچی اونچی بلڈنگ کو تکنے لگا۔ ایک ہفتہ لگا تھا اسے خود کو سنبھالنے میں۔ ان مشقت بھرے سات دنوں میں بھی اس نے خود کو آدھا سمیٹا تھا۔ وہ سب سے زیادہ تنگ تھا تو اپنی آنکھوں میں بار بار ابھرتی نمی سے، یہ چیز اسے پل پل سُولیم کے قاتل رویے کو بھولنے نہیں دیتی تھی۔ وہ کتنی اچھی تھی لیکن اس نے خود کو کتنا برا ثابت کر دیا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا ہاں اتنا ضرور پتا تھا وہ، وہ سُولیم نہیں تھی جسے وہ جانتا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیکر خود پر کنٹرول کیا وہ لوگ پہنچ گئے تھے ان کے پہنچنے تک شام نے اندھیرے کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

"ایک ایسا انسان جو سپاٹ لائیٹ میں رہتا ہوں لڑکیوں کو پپٹ کی طرح رکھتا ہو وہ محبت کرے گا محبت کرے گا یا پھر وقتی دل لگی۔"

براق نے دور سے میڈیا کے کارکنان کو دیکھ لیا تھا۔ دونوں جانب رسیوں کے پار کھڑے وہ اس کی تصاویر اتارنے اور سوال کرنے کے منتظر تھے۔ براق نے اپنی آنکھیں صاف کیں گہرا سانس بھر چہرا پر بڑی سی مسکراہٹ سجا کر گاڑی سے نکلا تو

ٹھکا ٹھک جانے کتنی ہی اس کی تصاویر اتاری لی گئیں۔ سوالوں کی بوچھاڑ ہوئی وہ سب کو ہاتھ ہلاتا چہرے پر مسکان سجائے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ اسد بھی اس کے ساتھ ہی پہنچا تھا۔ براق کی ٹرانسفارمیشن نے اسے حیرت میں مبتلا نہیں کیا۔ وہ ایسا ہی تھا اپنا در د اپنے تک رکھنے والا دنیا کو تو وہ، وہ دکھاتا تھا جو وہ خود دکھانا چاہتا تھا تبھی کوئی بھی حقیقی براق کو نہیں جانتا تھا۔

وہی پرانا منظر تھا بس اب پیٹر سان کی جگہ راک جاج تھا جو آج کل اپنا سکہ بڑی مضبوطی سے جمائے ہوئے تھا۔ براق کے ٹائٹل اس کے بینچ پر پڑے تھے اور ظاہر سی بات تھی وہ راک جاج سے زیادہ تھے۔ وہ آکر بیٹھا اور پی کیپ سے نظر اٹھا کر دیکھا اسد آڈینس کی پہلی رو میں عین اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ براق نے اس کے ساتھ سب پر مسکراہٹ اچھالی ساتھ میں راک جاج کو بھی ہیلو بولا جو اس دیکھ کر تضحیک آمیز مسکراہٹ چہرے پر سجالا یا تھا ساتھ ہی اس نے مائک سنبھالا تھا۔

"سو دی گریٹ لائن از ہئیر۔"

آنکھ مار کر وہ اسے اس بات سے آگاہ کر رہا تھا کہ دیکھو آج تم ہو جو پیٹر سان کی جگہ لینے والے ہو براق نے دل پر ہاتھ رکھ کر چہرے کو جھکایا۔ روسٹروم کے پیچھے کھڑے میزبان نے سوالات کا سلسلہ شروع کرنے کیلئے کہا۔

"ہیلو میں کارب ہوں میرا سوال براق شاہ سے ہے چونکہ براق شاہ آج کل بڑی سرخیوں میں نظر آرہے ہیں اور ان کی ریٹائرمنٹ کے بڑے چرچے ہیں تو میں نے یہ پوچھنا تھا یہ اچانک سے فیصلہ کیوں؟ کیا آپ نے پیٹر سان کے بیٹے ٹرکر سے کوئی معاہدہ کیا ہے۔ سننے میں آرہا ہے آپ اس کی ڈاکٹر کو دل دے بیٹھے ہیں۔ اس وجہ سے آپ ریٹائرمنٹ کا کہہ رہے ہیں کیونکہ ایک بات بڑی واضح آپ نے کی تھی کہ ٹرکر ایک اچھا سپورٹس مین ہے۔ یہ جملہ سب کو کھٹک رہا ہے اور ضرور اس کے پیچھے کوئی کہانی ہے ہم سب اس کہانی کو سننا چاہتے ہیں۔"

اس نے اپنا سوال پیش کیا۔ راک کے اسسٹنٹ نے اس کے سامنے وہسکی لا کر رکھی وہ گلاس میں انڈیل کر پینے لگا۔ وہ ٹیڑھا بیٹھا تھا اس کا چہرا براق کی جانب تھا جو آگے

ہو کر مائک میں کہنے لگا وہ کہہ رہا تھا۔

"پہلے تو میں انتظامیہ سے گزارش کرونگا اس طرح کے امیچور جرنلسٹ کو آنے کی اجازت نا دی جائے جن کے سوال ہی بے ربط ہوں۔" اسے سُولیم کی ذات کو بیچ میں لانا کھلا تھا تبھی لہجہ تلخ تھا۔

"دوسرا کوئی اور ہے جس نے مجھسے سوال کرنا ہے۔"

اس نو عمر لڑکے کا چہرا سرخ ہوا شرمندگی سے وہ اپنی جگہ پر بیٹھا اور ایک لڑکی ہاتھ کھڑا کر کے اٹھ گئی۔

"سر آج کل آپ کی لو سٹوری کے بہت چرچے ہو رہے ہیں چونکہ آپ نے اسے بہت راز میں رکھا لیکن پھر بھی لوگ جان گئے ہیں کہ اس کا کنکیشن ضرور دی مائنڈ سے ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں وہ کون ہے۔"

اس سے پہلے براق کچھ کہتا ارک کا قہقہ ہال میں گونجا۔

"دی مائنڈ میں ضرور اسے کسی پاگل ڈاکٹر سی ہی محبت ہوئی ہوگی یا پھر کسی سنکی

مرتضیٰ سے۔"

براق نے دبی مسکراہٹ سے اسے دیکھا پھر اسی کی جانب دیکھتا ہوا مائک میں بولا۔

"میرے خیال سے ہمیں ٹورنامنٹ کے بارے میں بات کرنی چاہیے اور آپ لوگوں کو راک جاج سے سوالات کرنے چاہیے آخر کو تھوڑی انہیں بھی تو کوریج ملے۔"

اس نے بڑی ضبط سے راک کی بات کو ہضم کیا تھا۔ وہ اشتعال میں آکر یہ بات میڈیا کے سامنے واضح نہیں کر سکتا تھا کہ ہاں یہ سب دی مائنڈ سے جڑا ہے۔

اسد نے اسے دیکھتے ہوئے مسکراہٹ پر کنٹرول کیا۔ وہ واقعی کسی کا ادھار نہیں رکھتا تھا۔ راک اس کی بات سن کر جو الہ مکھی بن گیا دو پیگ چڑھائے اور اس پر چڑھ دوڑا۔

"ہاں کیونکہ میں ابھرتا ہوا سورج ہوں۔ تم خود کو دیکھو ایک معمولی مسلمان ایک زوال کی جانب جاتا قابل رحم انسان، تمہارا دور ختم ہو رہا ہے بوڑھے انکل تم اپنی

شہرت کھوتے جا رہے ہو۔ تم کیا مجھے کوریج کی بھیک دو گے میں خود چلتا پھرتا ایک اشتہار ہوں۔"

وقت واقعی آئینہ دکھاتا ہے۔ براق اسے دیکھ کر مسلسل مسکرائے جا رہا تھا کیونکہ وہ اب بھی دی گریٹ براق شاہ تھا اور اس کے کریئر کا سورج سوا نیزے پر پہنچا ہوا تھا جسے وہ خود ڈبانے کے چکروں میں تھا۔

"ہاں وہ دکھ رہا ہے۔" روم سٹروم کے پیچھے کھڑے میزبان نے اسے شانت کرایا اور سوال پوچھنے کیلئے کہا۔

"براق شاہ کیا یہ میچ مزیدار ہونے والا ہے۔"

راک نے پھر براق کے بولنے سے پہلے اپنی ٹانگ اڑائی تھی۔

"ہاں بہت مزیدار بالکل پورک کی طرح تم دیکھنا کوئی میرے سے کیسے شکست کھاتا ہے۔" براق نے ہاتھ اٹھائے۔

"میرا جواب اس نے دے دیا۔"

اسد کو اس کے تحمل پر حیرت ہو رہی تھی۔ پتا نہیں وہ اتنا کالم کیسے بیٹھا تھا اگر آج پرانا براق ہوتا تو کیا کیا نا جواب آ رہے ہوتے اسے یہ تبدیلی ایک آنکھ نا بھائی۔

"سو جاج راک آپ اس وہسکی کو پروموٹ کر رہے ہیں۔"

اس سوال پر وہ کھڑا ہوا۔

"ہاں بالکل اس میں جنت ہے براق شاہ تم پیو گے اس مدہوش مشروب کو، پی لو مزے کا ہے سنا ہے آج کل تم ان سے بھی ڈائیٹ پر ہو۔"

وہ اسے چڑانے کی غرض سے اس تک وہسکی سے بھرا گلاس لیکر آیا براق سینے پر ہاتھ باندھے بیٹھا رہا۔

"پیو یہ خاص تمہارے لیے ہے۔"

"میں یہ نہیں پیتا۔"

اس نے نگاہیں اٹھا کر راک کو منع کیا جو بے ہنگم انداز میں ہنس رہا تھا اسد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"تم یہ نہیں پیتے یہ اس صدی کا سب سے بڑا جوک ہے سنا آپ سب نے براق شاہ وہسکی نہیں پیتا۔"

وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنسے جا رہا تھا۔

"تم اسے یہاں سے ہٹا رہے ہو یا میں اپنے گارڈز کو بلاؤں۔"

براق نے میزبان سے کہا وہ راک کو زبردستی اس کی جگہ پر لے آیا۔

"کوئی کہتا ہے وہ وہسکی نہیں پیتا اسی طرح کوئی اپنا کھیل بھی بھول گیا ہے اور وہ جلد مجھ سے بری طرح پٹنے والا ہے اور یہ ٹائٹل میں جیتنے والا ہوں۔"

براق نے لبوں کو مائک کے نزدیک کیا۔

"بیس اگست کو دیکھتے ہیں۔"

"تجھے اسے سنانی چاہیے تھی تو کیوں ایسے بیٹھا تھا بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا یہ براق جواب دے رہا ہے۔"

اسد کھولتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔ وہ دونوں اس وقت ریسٹورنٹ میں تھے

براق نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

"میں تجھ سے کہہ رہا ہوں۔"

"اسد میں نے بہت خطرناک بات سوچی ہے۔"

اس کے لب کھوئے کھوئے انداز میں ہلے وہ چونک گیا۔

"میں جان گیا ہوں یہ بات راک سے متعلق نہیں ہے اس کا ضرور سُولیم سے کنکشن ہے۔"

وہ براق کا ہاتھ پکڑتا کہہ رہا تھا اثبات میں تصدیق کرنے پر اسد کے لبوں نے تھکان بھری سانس خارج کی۔

"مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ اس بار میں تیرے ساتھ نہیں ہوں سُولیم سے لاکھ میں متنفر ہوں لیکن یہ سوچ غلط ہے۔"

براق نے دوسرا پانی کا گلاس بھرا ویٹر کھانا سرو کرنے لگا۔ ان کے دائیں بائیں کھڑے گارڈ کسی کو بھی ان تک آنے نہیں دے رہے تھے۔ مینیجر سے بھی براق

نے خاص کہا تھا کوئی اسے ڈسٹرب نا کرے وہ آج ٹیرس پر بیٹھے تھے۔ دور سے انہیں ٹاور برج نظر آتا تھا۔ گول میز پر کھانا سج گیا تو وہ ویٹر ہاتھ باندھ کر دور جا کھڑا ہوا براق نے اس کے جانے کے دو سیکنڈ بعد اپنے لب کھولے۔

"محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے میں اپنی محبت کیلئے آخری سانس تک لڑونگا میں اتنی جلدی ہار ماننے والا نہیں ہوں۔" اسد نے بے دلی سے کھانا کھانا شروع کیا۔

"وہ کبھی بھی شاکر کو نہیں چھوڑے گی۔"

اسد نے وہ بات کی جو دونوں ہی ایک دوسرے سے چھپا رہے تھے براق کی آنکھیں لبالب بھری گئیں۔

"اسے چھوڑنا پڑے گا۔ میرے لیے اسے شاکر کو چھوڑنا پڑے گا اگر اس نے نہ چھوڑا تو پھر میں وہ کرونگا جو میں کبھی نہیں کرنا چاہتا۔ ایک آخری ملاقات اور سہی پھر دیکھتے ہیں کس کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔"

رات نے اس کی بات سے گھبرا کر انگڑائی لی اور دن کی روشنیاں ہر سو پھیلنے لگیں اس روشنی سے بھرپور دن میں سُولیم زور و شور سے پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔

"چار دن بعد تو چاچو نے آجانا ہے پھر اس طرح آنا فانا جانے کا مطلب۔" دعا اس کے اس طرح اچانک پاکستان جانے پر راضی نہیں تھی۔ منہ بسور کر بیٹھی تھی ابھی تک پیکنگ بھی نہیں کی تھی اس لئے اس نے۔

"میں نے کہا نا کوئی سوال جواب نہیں جو چیزیں سمیٹنی ہیں سمیٹ لو ہم کل ہی یہاں سے جا رہے ہیں۔"

اس نے بیگ میں سلیقے سے عبایہ رکھتے ہوئے اسے دیکھا پھر وہ بات کہی جو وہ کہنا نہیں چاہتی تھی۔

"کیا اس طرح بھاگنے سے مشکلیں ختم ہو جاتی ہیں؟"

سُولیم اس کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ رکے مڑ کر دعا کو دیکھا جو کھڑکی سے

چھن کر آتی دھوپ کو روک رہی تھی۔

"میں نے غلطی کی جو تمہیں بتا دیا اب لگتا ہے خوب پچھتانا پڑے گا۔" وہ واپس مڑ کر غصے سے بیگ کی زپ بند کر رہی تھی۔ دعا کا دل اس کی بات سے زور کا دکھا وہ واقعی دل دکھانے میں ماہر تھی۔

"تو نہ بتاتی جب پتا تھا پچھتانا پڑے گا تو کیوں بتایا انفیکٹ تم مجھ سے بات بھی نا کیا کرو کہیں تمہیں اس پر بھی پچھتانا نہ پڑ جائے۔"

سُولیم نے گہری سانس بھر کر اس کی بھیگی آواز سنی اور چلتی ہوئی اس تک آئی جو آستین سے آنکھ صاف کر کے رخ موڑ چکی تھی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا دعا ٹھیک ہے ایم سوری پلیز ایسے ناراض تو نا ہو۔"

اس نے اپنی ناک پونچھی اور سرخ نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں بتا رہی ہوں آئندہ تم نے اس طرح کی بکواس کی تو میں نے تم سے قطع تعلق کر لینا ہے۔"

وہ مزید کچھ کہتی جب بیل بجنے پر دونوں چونکے۔

"میں دیکھتی ہوں۔"

دعا آنکھ صاف کرتی ہوئی باہر آئی مگر جب وہ اندر آئی تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک انویلپ تھا جس پر براق شاہ تحریر تھا۔ سُولیم نے اس کا اڑا رنگ دیکھا پھر اس کے ہاتھ میں وہ سیاہ انویلپ دیکھ کر چونک گئی۔

"کس کا ہے؟"

"وہ یہ۔" دعا کی سمجھ میں نہیں آئی کیا کہے پھر جلدی سے اس نے بات بنا دی۔

"یہ میکل کی طرف سے ہے بدتمیز شکایت کر رہا تھا میں نے اسے نکاح پر کیوں نہیں بلایا حالانکہ میں حیران ہوں اسے مجھ پر شدید کرش تھا پھر بھی یہ شکایت۔"

سُولیم کڑوے پن سے مسکائی۔

"یہ جو گورے ہوتے ہیں نا ان میں کوئی جذبات سچے نہیں ہوتے جو چیز جب تک میسر ہے تو ٹھیک ہے جب ہاتھ سے نکل جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ ایک رشتے پر

کہاں رہتے ہیں یہ۔" دعا کو اس سے اختلاف تھا مگر اس نے لب بند ہی رکھے خاموشی سے سُولیم کو کام کرتا چھوڑ وہ سٹڈی میں آئی۔ انویلپ چاک کیا اندر سفید حرفوں میں لکھا تھا۔

"مجھے آپ سے ملنا ہے یہ فیصلہ آپ کریں کہاں اور کب؟"

اس نے تھکا سا سانس نکال کر اس موٹے کاغذ کو ڈسٹبین میں ڈھیر سارے کاغذوں میں گما دیا باہر آئی تو سُولیم کہیں جانے کیلئے تیار تھی۔

"تم کہاں چلی؟"

"مجھے یاد آیا امی نے کچھ چیزیں کہا تھا لانے کیلئے وہی لینے جا رہی ہوں۔" اس نے اپنا نقاب لگاتے ہوئے کہا ساتھ میں کندھے پر پرس بھی ٹکایا۔

"میں بھی چلوں گی۔" دعا فوراً اپنا گول بیگ اٹھا لائی اب کندھے سے گزار کر چلنے کیلئے تیار تھی۔

"تم گھر ہی رہتی تو اچھا تھا پیکنگ کر لیتی۔"

سُولیم نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"میری کونسا اتنی پیکنگ ہوتی ہے چند ایک ٹی شرٹس اور جینز ہیں رکھ لوں گی۔ "وہ مزے سے چیونگم چباتے ہوئے کہہ رہی تھی سُولیم اسے دیکھ کر مسکائی کاش ایسا ہوا کرتا۔

اس کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی دعا نے اس کی دائمی کی دعا صدق دل سے کی۔

شاپنگ کرنے کے بعد وہ دعا کو گھر چھوڑ کر دی عبایہ آگئی دعا بھی اس کے ساتھ آتی مگر اس کے دوستوں کا ٹولہ اٹھ کر آگیا تھا یوں بھی سُولیم کو اپنی بوتیک میں کچھ کام تھا۔ شام تک وہ ان کے ساتھ بزی رہی تھی۔ سمر فیشن ویک میں ان کی کلیکشن کو بہت سراہا گیا تھا جس کی وجہ سے ڈیمانڈ بڑھ گئی تھی اس لئے وہ ڈیزائنرز کو بریفنگ دینے میں اتنی مصروف رہی کہ وقت کا پتا ہی نا چلا۔

دعا کا میسج آیا تھا کہ وہ لوگ گھومنے باہر جارہے ہیں سُولیم نے اسے محتاط رہنے کیلئے کہا جبکہ وہ جانتی تھی بیس پچیس دوستوں کے درمیان وہ محفوظ تھی۔ تھکن سے چور

اس نے اپنی اسسٹنٹ کو کافی لانے کا کہا۔ وہ اس وقت دی عبایہ کے باہر کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔ موسم بہت بھلا تھا۔ آسمان ستاروں سے سجا میکش کے دوپٹے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ وہ ٹھنڈی چلتی ہوا میں لوگوں کی ریل پیل دیکھتی سوچوں میں گم تھی جب کوئی بالکل اس کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھا۔

"اس جگہ کا انتخاب اچھا ہے۔"

اس آواز پر وہ کرنٹ کھا کر حواسوں میں آئی تھی پھیکی رنگت والا براق اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو فوراً جاؤ یہاں سے نہیں تو میں گارڈز کو بلاتی ہوں۔" وہ غصے میں پھنکاری تھی براق کو وہ پتا نہیں کیوں انجان لگی۔

"میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھے ایک چانس اور نہیں دے سکتیں سُولیم، میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے، میں محبت کو بدنام نہیں کرنا چاہتا پلیز مان جاؤ۔"

اس کی اسسٹنٹ کافی رکھ گئی سُولیم نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا۔

"تم اور تمہاری محبت پر لعنت بھیجتی ہوں میں، تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں کسی کی منکوحہ ہو کر محبت کے دعوے کسی اور سے کروں تمہیں زرا سی بھی شرم آ رہی ہے براق یہ سب کہتے ہوئے بھی۔" براق نے اتنی زور سے میز پر ہاتھ مارا کہ وہ سہم گئی۔ اسکے ہاتھ پر کچھ خراشیں تھیں یہ خراشیں راک سے جیتے گئے میچ کے سبب پڑی تھیں۔

"تم صرف میری ہو میں اور تم ہیں بس کوئی اور تیسرا ہمارے بیچ کبھی نہیں آئے گا سُولیم، ٹھنڈے دل سے سوچو میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا اس شاکر سے بھی زیادہ ٹرسٹ می۔" سُولیم نے ضبط سے سینے پر بازو باندھ لیے صاف آسمان پر پانی سے لدے بادل آن پہنچے تھے وہ اتنے گدلے تھے کہ ہر جانب اندھیرا سا چھانے لگا۔

"بھاڑ۔۔۔ میں جاؤ تم۔"

وہ اس کی تمام بات سن کر چیخی تھی۔ براق نے اپنے اندر چھڑتی جنگ کو روکا اس کے اندر کا ظالم شیر جاگ اٹھا تھا۔

"اور اگر تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں تو؟ تم نے مجھے مجبور کیا سُولیم مجھے افسوس ہے اس بات پر۔"

وہ جھٹکے سے وہاں سے گیا تھا۔ گھر آتے ہی اس نے واش روم کا رخ کیا اور ہر چیز تہس نہس کر دی۔ ٹوٹا شیشہ اپنے اندر اس کا خون جذب کیے ہوئے تھا۔ جائنٹ واز توڑ کر وہ نیچے ہی کونے میں دونوں ہاتھوں میں سر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ جارحانہ طریقے سے اپنے بال نوچ رہے تھے۔ کانوں میں اپنے بندے کی آواز گونج رہی تھی جو کہہ رہا تھا

"ڈاکٹر سُولیم کا نکاح ہو چکا ہے ان کی رخصتی دو مہینے بعد ہے۔" براق فوراً وہاں سے اٹھا کمرے میں آ کر اس نے سب تباہ کر دیا اس کے اندر کا جنون اس کی تڑپ اس کی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اپنے حواس کھو رہا تھا اور کھوتے حواس

میں وہ جو کرنے جارہا تھا وہ بہت بہت غلط تھا۔

سُولیم نے اس کے جانے پر سکھ کا سانس بھرا پھر کافی پی کر وہ کافی دیر وہاں بیٹھی رہی یکدم اسے کسی عجیب چیز کا احساس ہوا۔ اسے لگا جیسے اس کے حواس شل ہو رہے ہوں اور آنکھوں میں دھندلکا سا چھا رہا ہو فون پر بیل بجنے لگی تھی۔ اس نے بھاری سر کے ساتھ کال پک کی۔

"تم ضرور دعا سے محبت کرتی ہو اگر نہیں کرتی تو بھلے واپس چلی جاؤ دوسری صورت میں میرے گھر کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

سُولیم شاک کے عالم میں کھڑی ہوئی فون بند ہو چکا تھا۔ اس نے دوبارہ نمبر ری ڈائل کیا کھڑے ہونے کے سبب اسے زور کا چکر آیا تھا میز کو تھامتی وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

"کیا کہا ہے ابھی تم نے؟ کہاں ہے دعا۔" ایک ہاتھ سر پر رکھے دوسرے سے فون

پکڑے وہ خوف کے شدید حصار میں تھی۔

"ابھی تک تو وہ امیوزمنٹ پارک میں ہے ہاں کچھ منٹ بعد اگر تم میرے گھر نہ آئیں تو میرے گارڈز جو اسے چاروں اور سے گھیرے ہوئے ہیں یقیناً اسے تمہاری پہنچ سے بہت دور لے جائیں گے۔" سُولیم کی آنکھیں بھرا گئیں۔

"تم کیوں ایسا کر رہے ہو ہم نے کیا بگاڑا ہے تمہارا۔"

کال پھر سے کاٹ دی گئی۔ اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ اپنے عبایہ کی پاکٹ میں پسٹل کو محسوس کر کے سکون کا سانس لیا۔ وہ دعا کا نمبر ملانے لگی مگر اس کے سیل کے سگنل جا چکے تھے۔ اس نے شاکر کا نمبر ملایا یکدم اس کا سیل بھی سگنل سے محروم ہو گیا۔ بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس نے دی عبایہ سے چند قدم دور براق کے گھر کا سفر کیا۔ اس سفر میں اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دل ڈوبا جا رہا تھا۔ سر کا درد ہنوز برقرار تھا اس کے جاتے ہی اس کی اسسٹنٹ نے کافی کا کپ اچھے سے دھویا۔

بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس نے دی عبایہ سے چند قدم دور براق کے گھر کا سفر کیا۔

اس سفر میں اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دل ڈوبا جارہا تھا۔ سر کا درد ہنوز برقرار تھا۔ اس کے جاتے ہی اس کی اسسٹنٹ نے کافی کا کپ اچھے سے دھویا۔

"تمہاری شام اچھی گزرے۔"

اس کے لبوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ وہ جلدی چھٹی لے گئی کہ آج اس کی جیب بھاری تھی اسے یہ شام ایک شاندار پب میں گزارنی تھی۔

"چاچو۔۔۔"

تاروں سے سجا آسمان سیاہی میں ڈوب گیا۔ ہوا کا رخ بدلا۔ موسم نے تیور چڑھائے اور کالی گھٹائیں ہر اور پھیلنے لگیں۔ لندن کا گرے موسم بھرپور روشن دن کے بعد پھر سے جوبن پر تھا۔ وہ چلتی ہوا سے خود کو دھکیلتی ہوئی اس کے گھر تک آئی۔

پانیوں کے اوپر بنے لاؤنج میں قدم رکھتے ہوئے اسے اپنے حواس جاتے ہوئے

محسوس ہوئے۔ وہ سمجھ گئی تھی یہ ضرور اس کی اسسٹنٹ کا کام تھا اس نے ہی کافی میں کچھ ملایا تھا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اسے فارغ کر دینا ہے وہ سوچ بیٹھی تھی۔

براق اسے دیکھتے ہی کھڑا ہوا۔ سُولیم نے دھندلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں واضح نفرت پڑھی جا سکتی تھی۔

"بولو کیا چاہتے ہو اب۔"

سرخ چہرے، کھوئے ذہن اور بھیگی آنکھوں والا براق اس تک چلتا آیا۔

"میں کہہ تو دوں لیکن کیا آپ سن پائیں گی۔"

سُولیم نے صوفے کا سہارا لیا۔ اپنی حالت سے اور براق کے لفظوں سے اسے کچھ بہت غلط ہونے کا ادراک ہونے لگا۔ سُولیم کو خطرے کی بو آنے لگی۔

"جو کہنا ہے جلدی کہو اور دعا کے آس پاس سے اپنے گارڈز ہٹاؤ تم کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہو۔"

لاؤنج کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ کوئی بھی اس سے اس ولا میں نہیں تھا فقط ان دونوں

NC

کے سُولیم نے باہر بجلی چمکنے کی آواز سنی۔

"کیا واقعی آپ سن پائیں گی۔"

وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔ سُولیم کو اب اچھا خاصا دھندلا نظر آنے لگا تھا اس کے حواس مختل ہو رہے تھے آواز بھی مدھم سی سنائی دے رہی تھی۔

"مجھے پہلیاں پسند نہیں ہیں براق شاہ، میرے صبر کا امتحان نہ لو۔"

وہ زور لگا کر بولی تھی کہ اب تو بولنا بھی محال تھا۔

"صبر کا امتحان تو آپ نے لیا ہے۔ آپ نے مجھے بہت دکھ دیا بہت زیادہ اتنا کہ میرا سینہ اس سے جل اٹھا ہے۔"

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس سُولیم کا نقاب اٹھا کر اس کے ہونٹوں سے لگایا تھا۔ وہ اس جسارت پر پورے وجود سے کانپی تھی مگر اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ مضاحمت کرتی اس کے نین پانیوں اور تنفر سے بھر گئے۔

"اتنے مرد بنتے ہو تو مجھ سے اس وقت بات کرتے جب میں ہوش میں ہوتی مجھے

تمہاری بزدلی پر کراہیت آرہی ہے۔"

اس نے چند ہی گھونٹ بھر کر منہ کو جھٹکا تھا۔ براق نے نقاب نیچے گرایا اور بالشت بھر اس کے پاس آکر تھم گیا۔

"کاش یہ کراہیت محبت میں بدل جاتی تو مجھے یہ قدم نہ اٹھانا پڑتا میں اس کیلئے مجبور ہوا ہوں مجھے معاف کر دینا سُولیم۔"

وہ اتنے تو حواس میں تھی کہ اسے پتا چل گیا تھا براق نے اسے بانہوں میں بھرا ہے۔ پھیلی دکھ سے لبریز آنکھوں کے ساتھ اس نے جنبش کرنے کی کوشش کی مگر اس کے رہے سہے حواس بھی چلے گئے۔ براق کے پلائے گئے پانی نے بھی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ باہر خطرناک حد تک بارش ہو رہی تھی۔ اولے برس رہے تھے وہ اتنی مقدار میں تھے کہ برفباری کا گماں ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان آج بین کے موڈ میں تھا اور واقعی جو گناہ ہو رہا تھا اس پر نوحہ تو بنتا ہی تھا۔

"سولیم نہیں مر سکتیں۔۔"

آگ کی تپش سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے دیکھا پورا گھر آگ کی لپٹوں میں ہے۔ وہ پہلی صورت میں جاگتے دماغ کے ساتھ اٹھا اور اس کمرے کی جانب بھاگا جہاں سُولیم تھی۔ وہ کمرا آگ کی لپٹوں میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔ گولڈن سرخ و نیلے رنگ کی آگ کی لپٹیں جہنم کا سا منظر پیش کر رہی تھیں۔ وہ اس کے دروازے کے باہر تھم گیا۔ پورا اکویریم فلور آگ میں ڈوبا تھا لاؤنج کے پردے گلدان صوفے سب جل کر خاک ہو رہے تھے۔ آگ ہر چیز پر ایسی لپٹی تھی جیسے آکاس بیل چمٹ کر نگل جاتی ہے۔ وہ ڈوبتے دل کے ساتھ اس بھرپور جلے ہوئے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

"میں خود کو ختم کر لوں گی۔۔"

اسے سُولیم کے ہوش سے بیگانہ ہوتے ہوئے آخری الفاظ سنائی دیے تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا۔ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھا وہ جس جگہ تھا اس سے بس دو

فٹ ہی دور آگ بھڑک رہی تھی جو آہستہ آہستہ اس کی سمت بڑھنے لگی۔

'یہ میں نے کیا کر دیا۔۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔"

وہ سر تھامے گم ہوتے حواسوں سے کہہ رہا تھا۔

"سُولیم!!"

حلق کے بل چیختے ہوئے اس نے اس کا نام پکارا تھا۔ اس نے سیلنگ پر نگاہیں گھمائیں وہ آگ کو ہولے ہولے پکڑ رہی تھی۔ دھواں بھرتا جا رہا تھا اس کا سانس گھٹتا جا رہا تھا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتی تم یہ ظلم نہیں کر سکتی۔"

وہ ہیجان میں کہہ رہا تھا۔ اسے قدموں کی آوازیں اور فائر بریگیڈ کے آلارم سنائی دینے لگے۔

"تم ایسا نہیں کر سکتی"

وہ آخری بار پوری قوت سے چیخا تھا۔ اس کے بعد اسے نہیں یاد کیا ہوا بس اتنا پتا تھا

ظالم براق اسی آگ میں جل کر مر گیا ہے۔ جس نے آنکھیں کھولی تھی وہ پچھتاوؤں میں گھرا ایک انسان تھا۔

وہ اس وقت پرائیوٹ ہاسپٹل کے کمرے میں موجود تھا۔ اس کے منہ پر آکسیجن ماسک لگا تھا اور آنکھیں شاکڈ کے عالم میں پوری کھلی تھیں۔ اس کا دماغ اسد کے الفاظ ترتیب دے رہا تھا جو ابھی ابھی کہہ کر گیا تھا۔

"ہو گئی ضد پوری کر لیا حاصل اس کو؟ کیا سچ میں براق۔۔۔ کیا سچ میں تو اتنا گھٹیا تھا؟ اتنی چھوٹی سوچ تھی تیری یہیں تک رسائی چاہیے تھی تجھے۔"

وہ کڑوے لہجے میں کہتا حقیقتا اس سے نالاں تھا۔

"انا کو ٹھنڈ پڑ گئی اب، دیکھ پھر مر گئی وہ جلا دیا تیرا گھر اور خود بھی، اس میں راکھ ہو گئی ہے۔ براق کاش تو میرا دوست نہ ہوتا یا میں اتنا پتھر دل ہوتا کہ ابھی اسی وقت تجھے چھوڑ کر چلا جاتا مجھے لگا تھا تو اس کے اور شاکر کے درمیان غلط فہمی ڈلوا کر اس کی طلاق کروائے گا لیکن میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تو اس کی عزت اس کا مان اس کا

غرور ہی اس سے چھین لے گا تف ہے تجھ پر براق تف۔"

وہ اسے جھاڑ کر دل کی بھڑاس نکال کر باہر آ گیا تھا۔ کھلے آسمان پر اس نے نگاہ دوڑائی تو اسے سب کچھ دھندلا سا دکھنے لگا۔ اس دھندھلکے میں کسی کا چہرا واضح تھا۔ اسد کی نگاہوں کے سامنے اجڑی سُولیم کا چہرا تھا جو پتا نہیں کیسے کمرے میں آگ لگائے کھڑی تھی۔ اس نے عبایہ پہنا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں متورم و سرخ تھیں۔ وہ اس آگ میں وقتی صدمے کے تحت مرنا چاہتی تھی۔ وہ اسد تھا جس نے اسے ایسا کرنے سے روکا اور اس کے گھر چھوڑ آیا تھا۔ راستے میں یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اب وہ براق کا سایہ بھی اس پر پڑنے نہیں دے گا۔ اسے اس جامد لڑکی پر بڑا ترس آیا تھا اور وہ ترس اتنا زیادہ تھا کہ اس نے براق کے خلاف جانے کا عہد کیا لیکن کچھ ہی عرصے میں اسے اپنا یہ وعدہ بہت کھلا اتنا کہ وہ اس پر بھرپور پچھتانے لگا۔ براق سُولیم کی جدائی برداشت نہیں کر پایا تھا۔ جذبات کی آگ میں بہہ کر اس نے گناہ تو کر لیا تھا مگر اب اس پر پچھتا بھی پوری طرح رہا تھا۔

جیسے ہی تفتیشی ٹیم سے پتا چلا کہ اس آگ میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ہے براق نے ڈوبتے دل کے ساتھ سُولیم کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ اس نے سُولیم کو بہت ڈھونڈا تھا اس کے گھر اس کے کلینک اس کی بوتیک ہر جگہ مگر وہ اسے کہیں نہیں ملی تھی۔ اسد نے پوری یقین دہانی سے کہا تھا کہ سُولیم مر گئی ہے۔ اس نے کہا یہ وہ ہی تھا جس نے اس کی خراب طبیعت کے باعث تفتیشی افسران کو جھوٹ بولنے کو کہا تھا۔ وہ اس کی بات سن کر تھم گیا۔ اس کے ساتھ اسے اپنے دل کی دھڑکنیں بھی تھمتی ہوئی محسوس ہوئیں بے شک اس نے اسد کی بات پر سچے دل سے اعتبار کیا تھا مگر کہیں اندر بہت اندر ایک ایسی روشنی تھی جو اس بات کو تسلیم کرنے سے عاری تھی جو ہر لمحہ ہر پل اسے کہتی تھی نہیں براق تمہاری سُولیم زندی ہے۔ وہ اس دنیا میں سانس لے رہی ہے خود کو دیکھو جب تم زندہ ہو تو وہ کیسے مر سکتی ہے؟ تم خود ہی تو کہتے تھے تم سُولیم میں ڈھلتے جا رہے ہو اس کی ہر عادت اس کی ہر ادا خود میں بسائے جا رہے ہو جب تم اس میں تحلیل ہو چکے ہو تو وہ کیسے مردوں میں شمار ہو سکتی ہے۔

وہ بھی جاوید ہ ہے اور رہے گی اس کا اختتام تو بہت مشکل ہے۔

مگر پھر اپنی ہی سوچ پر وہ بال پکڑ کر بیٹھ جاتا۔ ڈھیر سارا ملال آنکھوں کے رستے نکل کر اس کے دل کا بوجھ بڑھا جاتا تھا۔ محبت پانے کی بھی عجب چال چلی تھی اس نے لیکن وہ اس چال میں بری طرح ہارا تھا ایسا کہ خود کو پہچاننے میں اسے مشکل ہونے لگی تھی۔ اپنے ہاتھوں لکھی اس چال نے اسے ادھ موا کر دیا تھا۔ وہ جو سوچ رہا تھا اب اس سب کے بعد خود میں اسے قید کرنے کے بعد وہ شاکر کو چھوڑ دے گی ہمیشہ کیلئے اس کی ہو جائے گی چلو کوئی نہیں پہلے اس سے نفرت کرے گی پھر خود ہی آہستہ آہستہ اس کے قریب ہو جائے گی تو وہ فیری ٹیل کی دنیا میں جی رہا تھا یا فلمی دنیا میں جہاں انتہائی مظالم سہنے کے بعد اختتام ہیو نلی ہوتا ہے۔ اس نے انتظار اور تکلیف کے کوئلوں پر ساڑھے سات سال گزار دیے جہنم کا جو دروازہ اس کیلئے وا ہوا تھا وہ کسی کیلئے بھی انتہائی عبرت ناک ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنی گیلی آنکھوں سے سُولیم کا خاکہ ذہن کے پردوں میں بنایا اور وہ بنتی چلی گئی۔

وہ خود سے خفا سب سے نالاں جب گھر پہنچی تو دعا کا دھواں دھار چہرا اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس کا دل نیچے بیٹھ گیا۔ کیا دعا کو پتا چل گیا ہے کس نے بتایا؟ کہیں براق نے تو سستی شہرت کی خاطر اسے اخبار کی سرخیوں یا میڈیا کے سپرد نہیں کر دیا۔۔ بدترین خدشات اس کی سوچ بھیگی آنکھوں میں ابھر رہے تھے۔ ان خدشات کو قضا اس وقت ہوئی جب اس نے ٹی وی پر نیوز اینکر کی آواز سنی۔

"کرائسٹ چرچ نیوزی لینڈ میں دہشت گرد کا حملہ ڈھیروں مسلمان عبادت کرتے ہوئے اس ظلم کا شکار ہوئے۔ مرنے والوں کی تعداد تیس سے اوپر ہو گئی ہے۔ ریسکیوں اہلکار ڈیڈ باڈیز کو ان کے لواحقین کے سپرد کر رہے ہیں۔ مرنے والوں کی تصاویر اب سے کچھ دیر میں نشر کی جائیں گی۔"

سُولیم سانس بند کیے اس خبر کو سن رہی تھی۔ چاچو اور شاکر کی تصویر دیکھ کر وہ پوری جان سے چیخی تھی۔

"چاچو۔۔۔"

ایک ساتھ اتنی ساری آزمائش نے اس ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ کس کے سامنے اپنا دکھ روتی کسے اس ظلم کی کہانی سناتی اسے خود دلاسوں کی ضرورت تھی اور وہ دوسروں کو دلاسے دیتی پھر رہی تھی۔ وہ دعا کو پریشانی نہیں دے سکتی تھی۔ چاچو کی وفات کے بعد تو جیسے وہ سوکھے پتے کی مانند ٹوٹی بکھری تھی۔ اسے سہارے کی ضرورت تھی محبت و توجہ کی ضرورت تھی تبھی ایک ماہ بعد ہی اس نے چاچی کو راضی کر کے دعا کے لاکھ منع کرنے پر اسے طلحہ کے ساتھ رخصت کروا دیا تھا۔ پاکستان تو وہ لوگ کب کے آ گئے تھے۔ دعا کا سسرال اٹلی میں تھا۔ اس نے جانے سے منع کر دیا تھا ناچار طلحہ کو اس کیلئے یہیں گھر لینا پڑا کہ بقول اس کے وہ سُولیم سے دور نہیں جانا چاہتی تھی اور ممی کو چھوڑ کر جانا تو ناممکنات میں سے تھا۔ اس کے ڈر اس کے کچھ بہت غلط ہونے کے وہم جو اسے سُولیم کے قریب رہنے پر اکسا رہے تھے جب انہیں زباں ملی تو وہ پوری طرح کرچی کرچی ہوئی تھی۔ اس نے سُولیم سے بہت گلے کیے تھے بہت ناراضی ظاہر کی تھی۔ بچوں کی طرح روئی تھی لیکن کیا اب

رونے سے کچھ ہونا ہے اب تو سنبھلنے کا وقت تھا۔ اپنی تار تار ہوتی ذات کو جوڑنے کا وقت تھا اور ایسا کرنے میں اسے ساڑھے سات سال لگے تھے ہاں اس نے عبداللہ کو کوئی توجہ نہیں دی۔ اس سے کبھی پیار نہیں جتایا لیکن کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ عبداللہ کو اس کی جھولی میں ڈال دے جو اپنی چاہ کیلیئے اپنی انا و ضد کیلیئے تمام صحیح غلط کو بھول گیا تھا نہیں ہر گز نہیں وہ عبداللہ کو اسے کبھی نہیں دے گی۔ وہ کبھی بھی عبداللہ کو دوسرا براق نہیں بننے دے گی کبھی نہیں۔

اس نے آنکھیں کھول لیں اور اپنے ہاتھوں کے حصار کو اور تنگ کیا۔

پو پھٹ چکی تھی برستی رات کی اجلی صبح تھی۔ سورج بھلے پھیکا زرد تھا لیکن اس کی روشنی سارے عالم کو منور کیے ہوئی تھی۔ اسے نماز پڑھنی تھی وجود کو جنبش دی تو عبداللہ نے اسے مزید سختی سے پکڑ لیا۔ سُولیم کی آنکھیں بے اختیار بھگیں ماضی کی ٹرین سے اتر کر اس نے حال میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"اٹھ جاؤ عبداللہ فجر کا وقت نکلا جا رہا ہے۔"

وہ آہستہ سے اس سے جدا ہوا آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی وہ سوئی جاگی کیفیت میں رہا تھا۔

"چلو وضو کرتے ہیں نماز پڑھنا میرے ساتھ۔"

وہ اثبات میں سر ہلاتا اس کے ساتھ واش روم گیا تھا۔ سُولیم نے اسے وضو کرایا پھر خود بھی کر کے آ گئی۔ دونوں نے ساتھ نماز پڑھی فرق صرف اتنا تھا کہ عبداللہ اپنی ماما کو سن رہا تھا اور کن اکھیوں سے اس کے سٹیپ دھرا رہا تھا۔ دعا مانگنے کا وقت آیا سُولیم نے ہاتھ بلند کیے اس کی لب جامد تھے لیکن دل بول رہا تھا۔ عبداللہ نے بھی اپنے لب جامد رکھے دل کو بولنے دیا۔

"پیارے اللہ تعالی آپ میری ماما کو ہمیشہ خوش رکھیں۔ وہ کبھی نا روئیں مجھے ان کا رونا اچھا نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ وہ جو براق انکل ہیں انہیں بھی واپس بھیج دیں۔ ماما ان کی وجہ سے ہی ڈسٹرب ہوئی ہیں۔ میں ماما کو پریشان نہیں دیکھ سکتا اور پلیز کچھ ایسا کریں کہ ماما کو میری اور ان کی میٹنگز کا پتا نہ چلے اور تھینک یو ماما کو میرے قریب

کرنے کیلئے۔"

اس نے منہ پر ہاتھ پھیر کر چہرا اٹھایا تو اسے خود کو دیکھتے پایا۔ وہ پزل ہوا سُولیم نے نگاہیں پھیر کر ٹائم دیکھا پونے چھے تھے ساڑھے سات اس کا سکول لگتا تھا۔

"ایک گھنٹہ سو جاؤ پھر تمہیں سکول بھی جانا ہے۔"

اور اس کی ہر بات تو حرف آخر ہوتی تھی۔ عبداللہ نے باہر کی اور قدم اٹھائے اسے اب پورے ایک گنٹے تک سونا تھا اس کی ماما نے جو کہا تھا۔

"عبداللہ میری بات سنو پلیز۔"

لندن سے آنے کے بعد اس نے پاکستان میں اپنا کلینک کھول لیا تھا۔ اپنے پروفیشن سے اسے عشق تھا اور اس کے ساتھ وفا وہ بڑی خوبصورتی سے کر رہی تھی لیکن آج اس کی طبیعت سست تھی اس لئے چھٹی لے لی یوں بھی ہاسپٹل کے طرز کا اس کے الفا کلینک میں اور ڈاکٹرز بھی موجود تھے جن میں کچھ سنئیر تو کچھ جونئیر تھے جو اپنا

کام پوری ایمانداری سے کرتے تھے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئی اور امی کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کی امی لیپ ٹاپ میں بزی تھیں۔ عینک کے پیچھے سے اسے مسکرا کر دیکھا پھر اپنے کام میں بزی ہو گئیں دفعتاً سُولیم کا فون چنگھاڑا اس نے نمبر دیکھا اور پھر وہ ڈھیروں ڈسٹرب ہوئی۔

"کس کا فون ہے اٹھا کیوں نہیں رہی۔"

امی نے اسے سوچوں گم ٹوکا تھا وہ چونکی۔

"بھائی کی کال ہے۔"

اس نے سرگوشی کی۔ امی نے ان آنکھوں سے دیکھا جو کہہ رہی تھیں "تو اٹھاؤ"

اسے چاروناچار اٹھانا ہی پڑا۔

"اسلام وعلیکم بھائی کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم اسلام میں ٹھیک۔" رسمی علیک سیلک یہاں وہاں کی باتوں کے بعد وہ مدعے کی بات پر آئے تھے۔

"میں کل پاکستان پہنچ جاؤں گا اور پھر جو میی کہوں گا وہی تمہیں کرنا ہو گا۔"

ان کا دھونس بھرا انداز اسے بے چین کر گیا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ امی نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اسے سنجیدگی سے دیکھنے لگیں جس کا چہرا ضط کی تمازت سے سرخ ہو چلا تھا۔

"میرے لئے آزمائش مت بڑھائیں بھائی مجھ میں اب ہمت نہیں ہے کچھ بھی سہنے کی۔"

اللہ نے اسے رسوا ہونے نہیں دیا تھا۔ اس کی بات کسی پر نہیں کھلی تھی۔ سب یہ ہی سمجھتے تھے کہ عبداللہ شاکر کا بیٹا ہے اور اس نے بھی کسی کو غلط نہیں ٹھہرایا تھا۔

تھوڑی سی جگ ہنسائی بہت بڑے داغ سے بہتر تھی۔ بس کچھ چند اپنے بہت قریبی تھے جو اس حقیقت سے واقف تھے۔ جن کی زبان پر اس کا سچ سننے کے بعد ہی تالا لگ گیا تھا۔ جنہوں نے اس کے راز کو اس اندھیرے کنوں میں گرا دیا جہاں سے ڈھونڈنے سے بھی کچھ نہیں ملتا انہی لوگوں میں اس کے بھائی کا بھی شمار ہوتا تھا۔

"بے وقوف لڑکی میں تمہارے لئے آزمائش بڑھا رہا ہوں میں تمہرا فیوچر سکور

کر رہا ہوں۔ امی تو نا جانے کیا سوچ بیٹھی ہیں لیکن میں چاہتا ہوں میرے ہوتے ہوئے تم مضبوط ہو جاؤ سُولیم، اپنی اولاد کیلئے یتیم لفظ سہنا بہت مشکل ہے اور اگر خدانخواستہ حقیقت کھل گئی تو کیا تم حرام لفظ برداشت کر پاؤ گی۔"

اس نے قرب سے آنکھیں میچیں دو آنسوں پلکوں کی باڑ سے ٹوٹ کر گرے۔ امی کے دل کو کچھ ہوا انہوں نے فورا فون اس کے ہاتھ سے لیا۔ وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی کمرے میں آ کر ایک بار پھر اس نے تکیہ بھگویا تھا۔ عبداللہ کا معصوم چہرا اس کی بند آنکھوں میں تارے کی طرح چمکا سر نفی میں ہلتا گیا۔ وہی معصوم چہرا چھٹی کے وقت بیگ کی سٹرپس دونوں ہاتھوں میں پکڑے سر جھکائے چل رہا تھا۔ علیشہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس کے بیگ کی لٹکتی پاکٹ کو پکڑے چل رہی تھی۔ دونوں کو یکدم رکنا پڑا علیشہ نے سر اٹھایا اور پھر بلیک ہول کی طرح اپنا منہ کھول لیا۔ اس نے اپنی بڑی بڑی پلکیں جھپکتے ہوئے روکنے والے کو دیکھا پھر عبداللہ کو، پھر اسے اور پھر عبداللہ کو۔

"مریکل۔" اس کے لب ہلے عبداللہ نے چہرا اٹھایا پھر جھکا لیا آج راستے جدا کرنے کا سمے تھا۔

"عبداللہ یہ تو بالکل تمہارے جیسے ہیں۔"

فرط جوش سے علیشہ کہہ رہی تھی۔ آج ان کی آنکھیں بھی کھلی تھیں اور داڑھی بھی نہیں تھی۔

"چلو علیشہ۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جانے لگا تھا جب براق نے اسے روک دیا۔

"عبداللہ میری بات سنو پلیز۔"

اس آواز پر ان دونوں کے ساتھ ساتھ دعا کے قدم بھی رکے تھے۔ وہ جالی دار دیوار کے پیچھے تھی۔ ان دونوں کو لینے آئی تھی یوں تو انہوں نے وین میں آنا تھا لیکن دعا کو ان کیلئے کچھ شاپنگ کرنی تھی اس لئے خود لینے آگئی۔

"مجھے تنگ نہ کریں انکل میں آپ سے بات نہیں کر سکتا۔"

براق پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا۔ دونوں بالکل سیم تھے فرق اتنا تھا دو

آنکھیں خشک تھیں تو دو میں مستقل پائے جانے والی نمی تھی۔ براق نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا دل میں عجیب سی ہوک اٹھی۔

"عبداللہ میں جا رہا ہوں۔"

جھکی ہوئی گریفائیٹ آنکھوں نے فوراً اسے دیکھا۔

اللہ پاک نے اس کی دعا کتنی جلدی قبول کر لی تھی لیکن وہ خوش نہیں تھا یہ سن کر وہ اداس ہوا تھا۔ دعا نے جالی میں سے اس کا اداس چہرا بغور دیکھا تھا وہ افسردہ ہوئی۔

"پر جانے سے پہلے آپ کے ساتھ وقت بتانا چاہتا تھا۔"

اس کے لہجہ میں ایک التجا تھی۔ علیشہ خاموش تماشائی بنی دونوں کے دیکھ رہی تھی۔ براق کے پوچھنے پر اس نے عبداللہ کو کہنی مار کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی جو کہ اتنی بلند تھی کہ براق کے ساتھ ساتھ دعا نے بھی سنی پھر بھی دعا کو اس کا سرگوشی کرنا شدید برا لگا تھا مگر یہ لڑکی جو کوئی بات سن لیتی نا جانے کب سدھرے گی۔

"عبداللہ ہاں کردو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

عبداللہ نے اپنی مدھم سیاہ پڑتی آنکھ سے اس کی جانب دیکھا پھر براق سے مخاطب ہوا۔

"ماما نے مجھے سٹرینجرز کے ساتھ جانے سے منع کیا ہے۔"

خشک لہجہ اکھڑا اداس انداز براق مسکایا۔ علیشہ کا منہ بنا۔

"ٹھیک ہے ماما کی بات ماننا اچھی بات ہے۔ اپنی ماما کا بہت دھیان رکھنا وہ أپ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ أپ ان سے بھی زیادہ اس سے محبت کرنا انہیں کوئی تکلیف نہ آنے دینا أپ ان کا خیال رکھو گے نا۔"

وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔ براق کھڑا ہوا کوٹ کی پاکٹ میں سے اس نے چھوٹا سا باکس نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"یہ آپ کیلیئے۔"

عبداللہ نے زور سے نفی میں سر ہلایا ٹانکے ذدہ ماتھے پر لکیریں بھی ڈالیں۔ براق نے

کچھ سوچ کر سر جھٹکا پھر واپس اسے جیب میں رکھ دیا۔

"میں آپ کو بہت مس کرونگا عبداللہ کیا آپ کروگے ؟"

دعا کو اس کی آواز گیلی لگی زندگی میں پہلی بار اس سے شخص پر ترس آیا۔

عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔ استہزا اسی مسکان براق کے لبوں پر پھیل گئی۔ وہ ایکدم نیچے بیٹھا عبداللہ کو اپنی بانہوں میں لیکر بھینچا کچھ لمحے بتائے پھر اس کے دونوں گالوں کا بوسہ لیکر وہ وہاں سے تیز قدموں سے گیا تھا۔

"تم بہت روڈ ہو گئے تھے عبداللہ یہ تم نہیں تھے۔"

"کون ہو تم؟"

"میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتی آپ میرے ساتھ یہ ظلم نہیں کرسکتے۔"

وہ ملول سا گھر آیا سامنے ہی اسد سے ٹاکرا ہوا۔ جب سے اسے سُولیم کے زندہ ہونے کا اور عبداللہ کی حقیقت کا پتا چلا تھا اسے اگنور کیے جارہا تھا۔ ایسا وہ کیوں کررہا تھا یہ تو

وہ بھی نہیں جانتا تھا اب بھی اسے اگنور کیے جانے لگا جب اس نے اس کی کہنی پکڑ لی۔

"بس کر دے اور کتنی سزا دے گا۔"

براق کے لب استہزا میں پھیلے۔

"جو خود سزا یافتہ ہو وہ کسے کیا سزا دیگا۔"

اس نے اپنی کہنی چھڑانی چاہی اسد نے اور مضبوطی سے تھام لی۔

"ڈائیلاگ بند کر یار معاف کر دے۔ تو جانتا ہے تیری ناراضی نہیں دیکھی جاسکتی مجھسے، تھوک دے غصہ بھائی نہیں میرا میں سُولیم سے عہد کر بیٹھا تھا۔"

"منتیں کیوں کر رہے ہو۔"

فاروق کی آواز سے دونوں چونکے تھے۔

"ایک چپیٹ منہ پر رسید کرو اور کہو ہو گئی غلطی کیا کروں اب، انسان ہوں اور انسان کا تو دوسرا نام ہی غلطی ہے۔"

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔"

فردوس نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"تو کیا ہوا اگر اس نے سُولیم کا تم سے چھپایا حقیقت تو تم بھی جانتے تھے تو پھر یہ ایٹی ٹیوڈ کیوں؟ اور کان کھول کر سن لو میری بات کہیں نہیں جا رہے تم ہم نے تمہارے لیے لڑکی پسند کر لی ہے کل تمہارا نکاح ہے اس سے۔"

براق کو اس بات پر شدید دھچکا لگا ایسا فیل ہوا جیسے پوری چھت سر پر آن گری ہو۔

"میں ایسا نہیں کرونگا۔"

آواز میں دبی غراہٹ اور غصہ تھا۔

"کیا آپ بھول گئے ہیں میرا ایک بچہ ہے۔ میری سُولیم زندہ ہے۔ ان دونوں کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے منع کر دیا ہے مجھے فورس مت کیجئے گا۔"

وہ کمرے میں جانے لگا تھا کہ فردوس کی بات سے اس کے قدم جم گئے۔

"اسے بھی تو اوائیڈ کرو جس سے تم خلوتوں اور جلوتوں میں باتیں کرتے ہو جو ہر سمے تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ جس سے بھی تمہیں شدید محبت ہے۔"

مام کی بدگمانی پر اس کی آنکھوں میں پانی کی نادیدہ سی لیکر ابھری شکوے بھری نگاہوں سے ڈیڈی کو دیکھا۔

"کیا آپ سب نہیں جانتے وہ میرا تصور تھی۔ میری ایلوژن میری سُولیم پھر بھی اتنی شک بھری باتیں یہ تہمتیں۔"

اس کے حلق سے واقعی دکھ بھری آواز نکل رہی تھی۔ فردوس کو ذرا ملال نہیں ہوا۔

"اگر آج میں زندہ ہوں تو اس تصوراتی سُولیم کی بدولت نہیں تو اب تک میری ہڈیاں گل چکی ہوتیں۔"

وہ بالکل سچ کہہ رہا تھا۔ سُولیم کی فراق میں اس کے دماغ کو جو جھٹکا لگا تھا اسے مٹانے میں اس کی تخیل کردہ سُولیم نے بہت اس کا ساتھ دیا تھا اور پھر اس کے سہارے ہی

اس نے یہ لمبا عرصہ کاٹا تھا جو اس کی دکھ سکھ کی ساتھی اس کی ہمراز تھی۔

"جو بھی ہے لیکن اب تم کہیں نہیں جا رہے تمہارا پاسپورٹ میرے پاس ہے یہ تبھی ملے گا جب تم نکاح نامے پر سائن کرو گے۔"

وہ فیصلہ سناتی چل دی تھیں۔ فاروق نے بھی کندھے اچکائے اور اپنی بیوی کے قدموں کو ناپا۔ اسد نے بھی کھسکنے میں عافیت جانی تھی۔ براق وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

شام نے رات کی چادر اوڑھی اور پھر سورج کا لبادہ اوڑھ کر آتی سردیوں کو مبارک بعد دینے لگی۔ ہلکی نامعمولی سی خنکی والے دن سُولیم کے گھر بحث چل رہی تھی جس میں سب سے اونچی اور اکتائی ہوئی آواز اسی کی تھی۔

"میں یہ نہیں کر سکتی آپ میرے ساتھ ایسا ظلم نہیں کر سکتے۔"

جب سے اسے پتا چلا تھا کہ آج کے دن اس کے بھائی نے اس کا نکاح رکھا ہے وہ بے آرام ہوئی بحث میں پھنسی تھی۔

"کونسا میں تمہیں سولی چڑھنے کو کہہ رہا ہوں نکاح ہی تو ہے اور ابھی تم چیخ رہی ہو چلا رہی ہو جب کچھ وقت گزرے گا تب تمہیں احساس ہو گا یہ کتنا صحیح فیصلہ تھا۔"

وہ بھائی کے آگے ضد نہیں کر سکتی تھی۔ بحث نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ ان کے آگے رو تو سکتی تھی نا اور وہی وہ کر رہی تھی۔ سات پردوں میں آنسوں چھپانے والی آج اتنی مجبور ہو گئی کہ اسے سب کے سامنے پانی برسانا پڑا۔

"میرے لئے یہ سولی ہی ہے بھائی! جب میری خوفناک حقیقت کھلے گی تو سزاء موت ہی مجھے سنائی جائے گی۔ میں رسوائی برداشت نہیں کر سکتی پلیز مجھے مزید آزمائش میں مت جھونکیں۔"

وہ سب نظریں چرا کر رہ گئے۔ وعدہ کیا تھا کبھی اس تلخ حقیقت کو زبان کی نوک تک نہیں لائیں گے مگر آج وہی خود اس بات کو درمیان میں لے آئی تھی۔

"تم کچھ بھی کہو میں فیصلہ کر چکا ہوں۔"

اس کی بھابھی ربیعہ نے دلاسہ دیتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ سُولیم وہاں سے اٹھ

کر چلی گئی۔ ربیعہ جانے لگی تھی مگر سعد نے اسے روک دیا۔

"اسے اکیلا رہنے دو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔"

دعا نے بھی اثبات میں سر ہلا کر سعد کی بات کو ٹھیک قرار دیا تھا۔ وہ اپنی ماں جیسی ساس کے ساتھ دکھی دل کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

شام کے سائے ڈھلنے سے پہلے کچھ لوگ ان کے گھر آئے تھے۔ طلحہ بھی پہنچ گیا تھا۔ کوئی پر رونق تقریب نہیں تھی۔ بہت سادگی پائی جاتی تھی آج کے اس ہونے والے نکاح میں۔ صرف وہ لوگ تھے یا پھر لڑکے والے، نکاح کے بعد بس کھانے کا اہتمام تھا جو دعا نے اچھے سے کیا تھا۔ وہ ابھی ابھی کام سے فارغ ہو کر مہمانوں سے ملنے کے بعد سُولیم کے پاس آئی تھی اور اب اس کی سوجی آنکھیں دیکھ کر اس کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی۔

"مجھے بتاؤ تاریخ کے کس پنے میں لکھا ہے کہ عورت بغیر کسی مرد کے زندگی نہیں گزار سکتی وہ اس کے بنا کمزور ہوتی ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں کمزور ہوں کسی

سو کالڈ سہارے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

وہ گیلی آواز میں اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔ دعا نے اس کے آنسو پونچھے۔

"ایسا نہیں ہے تم بہت مضبوط اور باہمت لڑکی ہو میں نے آج تک تم جیسی نہیں دیکھی۔ سُولیم، میں تمہارے ڈر سے تمہارے خوف سے واقف ہوں۔ تمہارے ہر خدشات بجا ہیں لیکن پلیز ایک بار ٹھنڈے دل سے عبداللہ کے بارے میں سوچو کیا وہ ایسے ساری زندگی گزار سکتا ہے؟ اس کی شخصیت نفی ہو کر رہ گئی ہے۔ اس سب میں اسے اپنے ڈیڈی کی ضرورت ہے۔ وہ اعتماد کی ضرورت ہے جو ہم بھی اسے نہیں دے سکے جو صرف اس کا باپ ہی اسے دے سکتا ہے۔ تم نے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں ہمیشہ خالی پن دیکھا ہے۔ ایک انتظار دیکھا ہے جو آج ختم ہونے والا ہے اگر تم چاہو تو۔"

وہ جو کہنے والی تھی وہ یہ سب عبداللہ کیلئے ہی کر رہی ہے۔ دعا کی پوری بات سن کر اس کی روح حلق میں آ کر اٹک گئی۔ وہ دبی آواز سے سکتے کے عالم میں بولی۔

"اس کے باپ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

اس سے پہلے دعا جواب دیتی سعد بھائی دروازہ کھٹکا کر اندر آ گئے۔ دعا کی جانب انہوں نے ہلکے کام والا لائیٹ پرپل دوپٹہ بڑھایا تھا جو اس نے سُولیم کے سر پر ڈال دیا۔

"دعا تمہارا کیا مطلب ہے؟"

سُولیم کو لگا اس کی جان ہولے ہولے نکل رہی ہے سب جیسے فنا ہونے والا ہے۔

بھائی کے ہاتھ میں نکاح نامہ تھا۔ چند لوگ اجازت لیکر اندر آئے اور پھر جو اس نے سنا وہ اس کی جان نکال گیا۔ اسے اپنی سماعت پر شبہ ہوا بھائی کے پوچھنے پر اس نے بدقت تمام ہاں کہی تھی۔ نکاح نامے پر سائن کرنے کے بعد اسے لگا آج سُولیم شفیق مر گئی۔

سب نے اسے دعائیں دیں اور اسے دعا کے ساتھ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس نے سُولیم کے سر سے دوپٹہ ہٹایا سکتے میں بیٹھی سُولیم پر اسے یکدم مردے کا گماں ہوا۔

وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ پائی۔

"اس کے باپ سے کیا مطلب ہے تمہارا دعا؟"

مردے کے سفید لب ہلے۔

"ایم سوری لیکن یہی بہتر تھا تم دونوں کیلئے۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی جب سُولیم نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

"اس کے باپ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

وہ اتنی زور سے چیخی کہ ایک پل کو دعا کو وہم گزرا کہیں آواز نیچے ہی نہ چلی گئی ہو وہ رونے لگی۔

"براق!"

ایک چار حرف تھے۔ ایک نام تھا۔ ایک ہی ٹوٹتا ہوا سانس تھا۔ ایک ہی دل تھا اور ایک ہی قبض ہوتی روح تھی۔ وہ کرچی کرچی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔

"مجھے معاف کردو جب سعد بھائی نے مجھسے براق کے رشتے کا پوچھا تو میں نے حامی بھر دی اور ایسا میں نے عبداللہ کو سوچ کر کہا تھا۔ وہ براق سے محبت کرنے لگا تھا۔

براق سے دور ہونے پر وہ اپ سیٹ تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی وہ مزید دکھی رہے اسی لیے میں نے سعد بھائی کا ساتھ دیا۔"

وہ گزشتہ کچھ دنوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ اس کے ہر لفظ پر سُولیم کا دل نئے سرے سے کٹتا اور پھر جڑ جاتا بار بار کی چوٹ اسے ادھ موا کر رہی تھی۔

"کیا تم نے میرا سوچا؟"

اس نے دعا کو لاجواب کیا تھا۔ وہ بے بسی سے لب کچلنے لگی۔

"تمہیں پتا ہے دعا اس نے میری روح کو زخمی کیا تھا۔ میرا اعتماد میرا غرور وہ مجھسے اس رات چھین گیا تھا۔ ہاں میں جانتی تھی وہ مجھسے محبت کرنے لگا ہے۔ اس کی آنکھوں پر بندھی پٹی اس سے کچھ بھی غلط کروا لے گی۔ طوفان کا مجھے اندیشہ تھا تبھی میں نے شاکر سے ادھر ہی نکاح کر لیا۔ مجھے لگا تھا جب نکاح کا اسے پتا چلے گا تو وہ خود بخود اپنے قدم پیچھے ہٹا لے گا لیکن میں غلط تھی۔ کچھ لوگ واقعی سمجھتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔ دوسرے کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس

نے وہ غلط کام کیا جس کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی تھی دعا، کیا تم لوگ میری ساری تکالیف کو بھول گئے؟"

دعا سر جھکائے اسے کسی روبوٹ کی طرح اسے بولتے ہوئے سنتی گئی۔

"بھائی کہتے ہیں عزت کو برباد کرنے والا ہی عزت کا سب سے بڑا رکھوالا ہوتا ہے جو اسے اتارتا ہے وہ ہی اسے ڈھانپ سکتا ہے۔ زخم دینے والا ہی مرہم لگاتا ہے دیکھنا تم بہت خوش رہو گی سُولیم، براق تمہیں بہت بہت خوش رکھے گا۔"

سُولیم نے دکھ بھری نگاہوں سے دعا کو دیکھا۔ اس کے پاس تو الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے کچھ بھی کہنے کیلیئے، کچھ ساعتیں اس نے گزاریں پھر بولی۔

"کیا بھائی میرا رشتہ لیکر گئے تھے؟"

اگر ایسا ہوا تھا جو اس نے پوچھا تھا تو یہ اس کیلیئے اس رات سے بھی بھیانک ثابت ہونے والا تھا۔

"ہر گز نہیں۔" دعا نے فوراً اس کی بات کی تردد کی۔

"وہ اسد تھا جو ان کے پاس گیا تھا۔ اس نے ہی بھائی کو ڈھونڈا ان سے بات کی، انہیں قائل کیا پھر فاروق انکل اور فردوس آنٹی باقاعدہ طور پر رشتہ لیکر گئے تھے۔"

اس نے سر ہلایا۔

"کیا امی کو بھی معلوم تھا؟"

دعا نے گردن کو ہاں میں جنبش دی۔ پھیکی مسکان کے بعد سُولیم کے لبوں پر ایک اور سوال تھا۔

"رخصتی کب کریں گے بھائی۔"

دعا نے ڈرتے ڈرتے اس دیکھا اور پھر پھنسی پھنسی آواز سے کہا۔

"کل دو دن کے بجے کے قریب۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں اپنی پیکنگ کر لوں۔"

وہ ایکدم اٹھی تھی۔ دعا نے شش و پنج میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا۔ وہ جو سوچ بیٹھی تھی ابھی سُولیم چیخے چلائے گی کہیں اسے کچھ اٹھا کر مار ہی نہ دے اب اسے الماری

میں سر دیے دیکھ کر گھبرا رہی تھی۔

"کیا واقعی آئی مین تم نے اسے قبول کر لیا؟"

وہ اس کے پاس آگئی تھی۔ اس کا ہینڈ کیری اٹھا کر اس میں اس کے ساتھ کپڑے رکھوانے لگی۔

"کیا اس بے تکے سوال کی اب ضرورت ہے۔"

وہ کھسیا گئی۔

"تم بہت خوش رہو گی دیکھنا۔"

دعا کے لہجے کا اعتماد براق کی آنکھوں میں چمکتے ستاروں نے ڈالا تھا۔ سُولیم اس کی بات کو سن کر ہاں میں سر ہلا گئی۔

"پیاری علیشہ یہ میں ہوں عبداللہ اپنی سُولیم ماما کا بیٹا۔ میری ماما بہت اچھی ہیں۔ وہ اس دنیا کی بیسٹ ماما ہیں۔"

سٹڈی ٹیبل پر بیٹھا وہ کاغذ پر لکھ رہا تھا۔ اس کے تمام ٹوائے اس کی ٹیبل پر بیٹھے سر جھکائے اس کی پیاری لکھائی دیکھ رہے تھے۔ عبداللہ کے بالکل پیچھے اس کا بیگ پیک ہوا پڑا تھا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی اور اندھیرے میں ڈوبا آسمان رات کے ایک بجنے کا سندیسہ دے رہا تھا۔ کھلی کھڑکی سے اندر گرتی چاندنی جھانک کر اس بچے کی لکھائی دیکھ رہی تھی جو کچھ یوں تھی۔

"اور وہ مجھسے بہت پیار کرتی ہیں۔ پیار تو میں بھی تم سے کرتا ہوں لیکن اتنا نہیں (سوری) جتنا ماما سے کرتا ہوں اس لئے میں ماما کے کہنے پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں تم مجھے بہت یاد کرو گی روؤ گی بھی لیکن پلیز میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو میں ماما کو ناراض نہیں کر سکتا۔ آج جب وہ کچھ دیر پہلے میرے کمرے میں آکر مجھسے پوچھ رہی تھیں کہ عبداللہ کیا آپ میرے لیے سب کو چھوڑ سکتے ہو تو ٹرسٹ می میں نے بغیر کچھ سوچے سر ہلا دیا تھا۔ میں واقعی ان کیلئے سب کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن یہ سچ ہے میں تمہیں اپنے ہر دن یاد کرونگا۔ میں

تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا اور آئی پرامس میں واپس ضرور لوٹوں گا۔ مجھے امید ہے تم میرا انتظار کرو گی ہاں یہ سچ ہے ایسا کر کے مجھے تکلیف ہو گی۔ میں تمہیں، نانو، ڈیڈی (طلحہ) اور اپنی بڑی ماما (ایک آنسوں ٹوٹ کر کاغذ پر گرا) کو بہت یاد کرونگا۔ مجھے ڈیڈی بھی بہت یاد آئیں گے۔ میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ ان کے ساتھ بڑا ہونا چاہتا تھا لیکن شاید ایسا ممکن نہیں۔ میں اپنی ماما کیلیئے ان کو بھی چھوڑ دونگا پلیز تم میرے جانے کے بعد رونا مت مجھے دکھ پہنچے گا اور میں جانتا ہوں تم مجھے دکھ نہیں دینا چاہو گی۔ بڑی ماما سے کہنا میں روز چندا ماما کو کہوں گا آپ کو میری طرف سے سلام کرے۔ علیشہ میں تمہارے لیے اپنا آئرن مین رکھ کر جا رہا ہوں مجھے یقین ہے تم اس کا میرے سے زیادہ خیال رکھو گی۔

"تمہارا دوست۔۔۔ عبداللہ!"

جہاں عبداللہ کے الفاظ کاغذ پر نشان چھوڑ رہے تھے وہیں سُولیم بھی سٹڈی ٹیبل پر بیٹھی صفحوں کو رنگین کر رہی تھی وہ کچھ یوں لکھ رہی تھی۔

"پیاری دعا یہ میں ہوں تمہاری بہن سُولیم، میں جانتی ہوں میرا یہ خط پڑھ کر تمہیں بہت دکھ پہنچے گا تم روؤ گی بھی ضرور لیکن جب تک تم یہ خط پڑھ رہی ہو گی میں تم لوگوں کی دنیا سے بہت دور جا چکی ہو نگی اتنی دور کہ تم سب چاہ کر بھی مجھے ڈھونڈ نہیں پاؤ گے۔ میں روپوش نہیں ہونا چاہتی تھی۔ بزدلوں کی طرح ڈر کر چھپ جانا میری عادت نہیں ہے لیکن اس بار میں مجبور ہوئی ہوں۔ تم لوگوں نے بھلے ہی بہت کچھ سوچ کر میرا ناطہ اس شخص سے جوڑا ہے اگر بھائی کو یہ لگتا ہے کہ جو درد دیتا ہے وہی مرہم بھی رکھتا ہے تو میں اس سے بالکل اکتفا نہیں کرتی۔ میرے نزدیک جو درد دیتا ہے وہ ہمیشہ درد ہی دیتا ہے۔ ایسے مرہم سے کیا تسکین ملے گی جو تکلیف کے بعد ملے۔ اس درد کا گھاؤ بھر تو شاید جائے لیکن وہ بدنما داغ ہمیشہ قائم رہے گا جو اس سے ملا ہے تو بتاؤ وہ داغ بھولنے دے گا اس درد کو جو کبھی ملا تھا۔ میں اس کے ساتھ ایک پل بھی نہیں بتا سکتی تم سوچنے کی کوشش تو کرو وہ انسان جس نے میری عزت کی دھجیاں اڑائیں مجھسے میری نسوانیت چھین لی میرے اعتماد کو

ملامیٹ کر دیا زمانے میں مجھے نظر اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا میں کیسے اس کے ساتھ اپنی پوری زندگی گزار سکتی ہوں۔ میں تو ایک پل کو بھی قیامت سمجھتی ہوں کجا کے تمام عمر بتا دینا۔ تمہیں یہ سب اچھا نہیں لگ رہا ہو گا لیکن میرا ظرف اتنا نہیں کہ میں اسے معاف کر سکوں۔ اس کیلئے یہی بہت بڑی سزا ہے کہ میں اس کی ہوتے ہوئے بھی اس کی نہیں رہوں گی۔ وہ میری جھلک تک دیکھنے کو ترسے گا۔ وہ کبھی بھی اپنے بیٹے کو ڈھونڈ نہیں پائے گا ہاں میں جانتی ہوں یہ دونوں کے ساتھ زیادتی ہے ظلم ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ میں عبداللہ کو اتنا پیار اتنی توجہ دونگی کہ وہ اسے یاد بھی نہیں کرے گا۔ تم دیکھنا دعا آج سے بیس سال بعد جب میں اپنے عبداللہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو لینے آؤنگی تو وہ تمہیں ایک پروقار کانفیڈنس سے بھرا ہوا خوبصورت لڑکا دکھے گا۔ تم اس دن مجھے سراہو گی۔ میں امید کرتی ہوں تب تک تم میری علیشہ کی حفاظت کرو گی۔ امی کو اور بھائی کو سمجھا لینا۔ میں جانتی ہوں تم طلحہ اور بھابھی ضرور سب ہینڈل کر لیں گے۔"

"تمہاری سُولیم!"

چاندنی نے اس کے کاغذ پر نظر ڈال کر دعا کے کمرے کا رخ کیا تھا جو پر جوش سی اپنے لیپ ٹاپ پر لکھ رہی تھی۔ اس کے لفظ کچھ یوں تھے۔

"آج میں بہت خوش ہوں۔ میری پیاری بہن کو اس کی راہ جو مل گئی ہے۔ میں جانتی ہوں براق سے ماضی میں بہت غلطیاں ہوئیں لیکن اب وہ سُولیم سے بہت محبت کرتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں بہت زیادہ چاہت بھرے دیے دیکھے ہیں۔ سُولیم کیلئے عزت احترام اور عاجزی دیکھی ہے۔ میں خوش ہوں کہ اب میرے بیٹے کو اس کا باپ ملنے والا ہے۔ ضرور براق عبداللہ کو اپنے پیار کا سمندر دے گا۔ اب وہ ٹیگ جس سے میں خوف کھاتی تھی وہ بھی عبداللہ کے سر سے اتر گیا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا ہاں یہ درست ہے کہ ابھی سُولیم اس سب کو قبول لنے میں وقت لے گی لیکن میں جانتی ہوں وہ جتنے مضبوط اعصاب کی مالک ہے جلد ہی سب کچھ ہینڈل کر لے گی۔ ہماری کہانی کا اتنا خوبصورت اور مکمل اینڈ ہونے والا ہے

اور یہ مجھے خوش کیے دے رہا ہے بس اب اللہ سے دعا ہے کہ وہ میری پیاری بہن کو ہمیشہ بہت خوش رکھے آمین۔ "

اسی طرح کے لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا براق شاہ جوش وہ انبساط کی لو سے ٹمٹماتے چہرے کے ساتھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اس کی انگلیاں ایسے کی بورڈ پر تھرک رہی تھیں جیسے وہ پیانو بجا رہا ہو۔ اس کے الفاظ بہت پیارے تھے اور وہ یہ تھے۔

"ڈیڈ کہتے ہیں خوشی دوسروں میں سے نہیں بلکہ خود میں سے ڈھونڈو جب خود میں خوشی تلاش کر لوگے نا پھر مسکرانے کیلئے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں پڑے گی

لیکن میں ان کی بات سے اکتفا نہیں کرتا۔ میرے نزدیک آپ کی سب سے محبوب ہستی ہی آپ کے مسکرانے کا ضامن بنتی ہے۔ وہ ہی ہوتی ہے جو آپ کے دل کو پھولوں سے بھر کر مہکا دیتی ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آج جو میرے لبوں پر مسکان ہے وہ میری سُولیم کے سبب ہے۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں

ہوتی کہ میں ان کیلئے روتا بھی ہوں اور ان کی وجہ سے ہنستا بھی ہوں۔ وہی ہیں جو میرے موڈ کی مالک ہیں جو کیسے بھی اسے چینگ کر سکتی ہیں۔"

وہ رکا تھا۔ مدھر لے میں کی بورڈ کی کیز کی آواز بھی اس کے ساتھ تھمی تھی۔ باہر رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی اندر وہ اس پگھلتی رات کے ساتھ خود پر چڑھا حزن کا خول اتارے جا رہا تھا۔ اس کی انگلیوں نے پھر سے حرکت کرنا شروع کیا۔

"آج جب ماما نے جھوٹا اپنا شوگر لیول تیس پر کر لیا تو ایک پل کو لگا میں دوبارہ مرنے والا ہوں۔ ان کی زندگی بھی مجھے عزیز تھی تبھی اپنی زندگی قربان کرنے کیلئے میں نے نکاح کی حامی بھر لی، حامی تو بھر لی تھی لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اس اقرار کے بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا۔ اس بوجھ کا پتھر اس وقت سرکا جب ہماری گاڑی عبداللہ کے گھر کے باہر آ کر رکی اور اسد نے مجھ سے کہا۔"

"آج تمہاری محبت کی تکمیل کا وقت ہے فخر کرو مجھ پر، ایسا دوست تمہیں پوری یونیرس میں نہیں ملنا۔"

NC

"اور میں جو سب سے روٹھا تھا۔ خفا تھا۔ بے یقینی سے سب ہوتے ہوئے دیکھتا گیا یقین تو تب آیا جب میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ تب میری آنکھیں نم تھیں اور میں اپنے اتنے پیارے رشتوں پر اس رب پروردگار کا شکر گزار تھا۔ میں نے اس سب کو قبول کر لیا اب سُولیم واقعی میری ہے صرف میری۔ میرا سفر مکمل ہو گیا۔ مجھے اپنی منزل مل گئی اور اس کیلئے میں جتنا اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔"

اس کی آنکھوں کے سامنے عبداللہ کا چہرا آیا بڑی دل فریب مسکان اس کے لبوں پر تھی۔

"میں اپنے بیٹے کو بہت خوشیاں دونگا اتنی کہ اس میں موجود تمام تشنگی بادل کی طرح غائب ہو جائی گی۔ میں اسے بہت نیک اور اچھا بناؤں گا دوسروں کی قدر اور عزت کرنے والا۔"

اس کی نگاہوں کے سامنے اپنے عبداللہ کی چھوٹی سی پرنسز کا چہرا بھی آیا اسے بے اختیار اس پر پیار آیا۔

"دیکھنا علیشہ تمہارے انکل تمہارے عبداللہ کو کتنا پیار دیں گے اسے کتنا اچھا بنائیں گے۔ کل جب تم بڑی ہو کر ہمارے گھر آؤ گی تو کتنا اچھا دن ہو گا نا۔۔ میں انتظار نہیں کر سکتا اتنے لمبے عرصہ کا اتنا لمبا عرصہ چھوڑو میں تو کل تک کا انتظار نہیں کر پا رہا۔ میں بہت الجھن میں ہوں

تھوڑا پریشان بھی ہوں لیکن بہت خوش بھی، دل میں ٹھنڈا سا ڈر بھی ہے بوکھلاہٹ بھی، مجھے نہیں پتا میں کل سُولیم سے کیا کہوں گا یا کیا نہیں بس اتنا جانتا ہوں میں انہیں اتنی خوشیاں دینے والا ہوں ان کی آنکھوں میں اتنے دیے جلانے والا ہوں کہ وہ گزشتہ وقت کے تمام زخم بھلا دیں گی۔ میں کل کے بعد ہم دونوں کا بہت اچھا اور خوش فیوچر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میرا انتظار ختم ہوا۔ مجھے خوشی ہے کہ سُولیم مجھے مل گئی۔ مجھے خوشی ہے کہ اللہ نے مجھے معاف کر دیا۔ مجھے خوشی ہے کہ اندھیری رات کی صبح ہو گئی۔"

"میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ سُولیم!"

اس نے آسمان پر پھیلتے نور کو دیکھ کر کہا۔ دیر رات برستی مینہ اب جا کر تھمی تھی۔ نم رات کی صبح ہو چلی تھی۔

"اپنا آپ میرے لیے لکھوانے کا شکریہ۔"

"میری محبت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا شکریہ۔"

"میرے انتظار کو ختم کرنے کا شکریہ۔"

اس کے قدم مسجد کی جانب اٹھ رہے تھے۔ آج اپنے رب کا شکریہ ادا کرنے کا دن تھا۔

NC

ختم شد